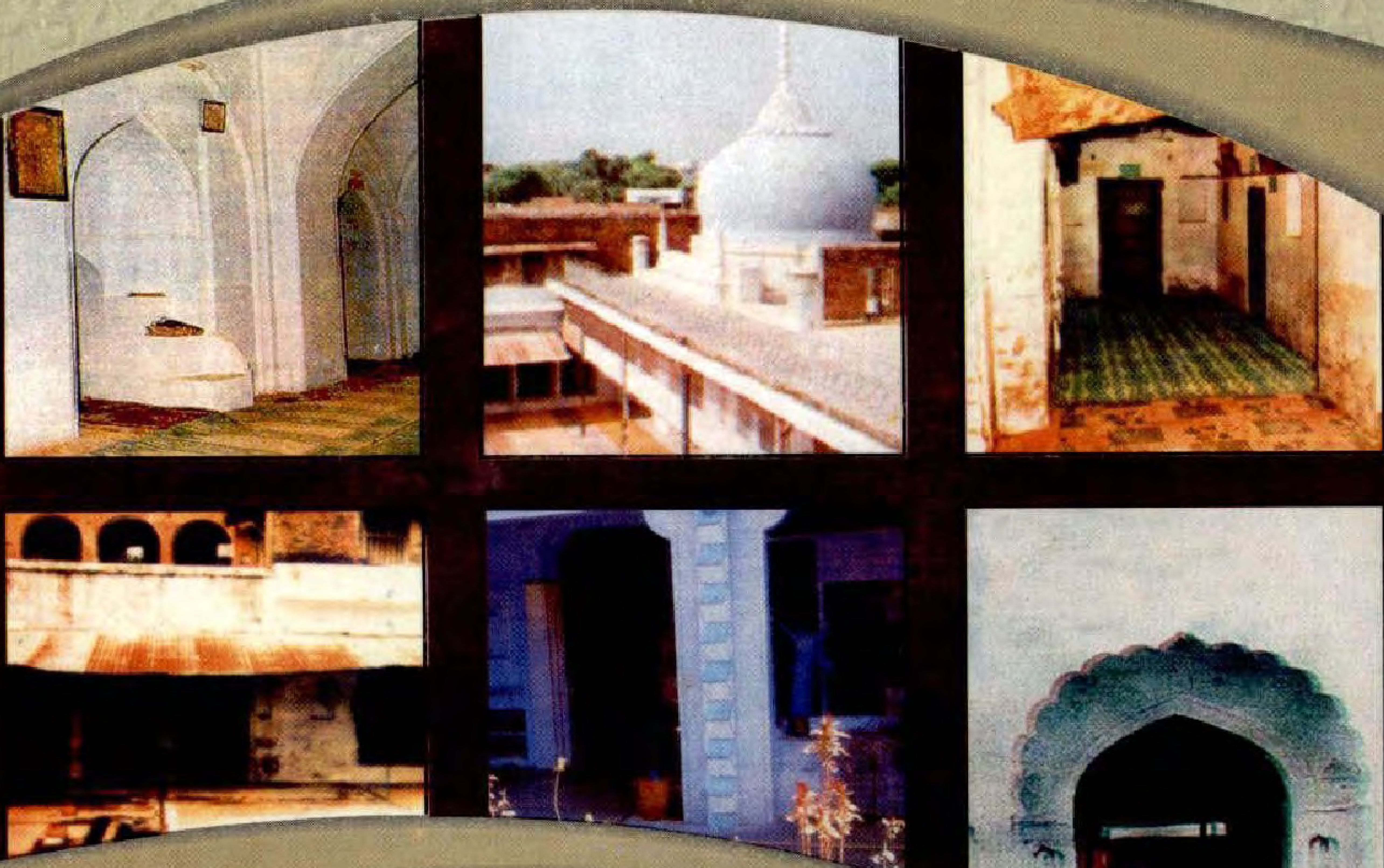
اشرف السوانح



جلد سوم - جلد چہارم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا
محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

کمپیوٹر ایڈیشن... خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ
کی نایاب رنگین تصاویر کے ساتھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہ سمجھنا کہ یہ فسانہ ہے
علم و حکمت کا اک خزانہ ہے
نام مجذوب اس کا تاریخی
سیرت اشرف زمانہ ہے
۱۳۵۷ھ

اَشْرَفُ السَّوانِحُ

اشرف السوانح

حالات وعادات — مقالات وتعلیمات

فیوض وبرکات — کشف وکرامات

معمولات طیّبہ — بشارات منامیہ

انعامات الٰہیہ پر مشتمل ہے اور مشعل راہ ہے

جدید ایڈیشن

اشرف السوانح

جلد سوم - جلد چہارم

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

مرتبین

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 4540513-4519240

اشرف السوانح

تاریخ اشاعت......................ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ
ناشر.........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.....................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ...چوک فوارہ...ملتان — مکتبہ رشیدیہ.......راجہ بازار.......راولپنڈی
ادارہ اسلامیات........انارکلی.......لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی....خیبر بازار.......پشاور
مکتبہ سید احمد شہید......اردو بازار....لاہور — ادارۃ الانور.......نیو ٹاؤن.......کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ.......اردو بازار........لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ...جامعہ حسینیہ....علی پور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ........بلاک ترنیہ.......مدینہ ٹاؤن........جنگ موڑ........فیصل آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معمولات

حضرت والا کے اکثر معمولات مختلف امور کے متعلق باب ارشاد و افاضہ باطنی کے جزو پنج گنج اشرف میں مجمعاً اور دیگر مواقع پر متفرقاً نہایت تفصیل کے ساتھ لکھے جا چکے ہیں اور بعض معمولات خاصہ دیگر ابواب میں بھی موقع بموقع معرض بیان میں آ گئے ہیں بالخصوص معمولات متعلقہ اسفار و مواعظ ابواب اسفار و مواعظ حسنہ میں گزر چکے ہیں۔ حاجت اعادہ نہیں۔ نیز اس کے متعلق پہلے سے بعضے مطبوعہ مجموعے بھی موجود ہیں۔ مثلاً معمولات اشرفیہ' اشرف المعمولات' معمولات خانقاہ' لہٰذا باب ہذا میں مجھ کو زیادہ نہیں لکھنا جس کی نہ حاجت نہ جس کے لیے میرے پاس وقت البتہ چند بہت ہی خاص خاص معمولات کیفما اتفق طور پر عرض کیے جاتے ہیں۔

ا۔ گھر میں داخل ہونے کے بارے میں معمول

حضرت والا جب اپنے گھروں میں تشریف لے جاتے ہیں تو ہمیشہ یہ معمول ہے کہ پہلے کنڈی کھٹکھٹاتے ہیں اور پھر کسی کا نام لے کر پکارتے بھی ہیں اور جب تک اندر سے بلایا نہیں جاتا انتظار میں کھڑے رہتے ہیں اور اگر کوئی بچہ بلائے تو اس کے بلانے کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ جب تک کوئی بڑا نہ بلائے۔ اندر تشریف نہیں لے جاتے اور چونکہ حضرت والا کو کسی کی ادنیٰ تکلیف بھی گوارا نہیں اس لئے اگر مستورات پردہ کرنے میں عجلت کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں تو نہایت شفقت کے ساتھ فرما دیتے ہیں کہ کچھ جلدی نہیں ہے اطمینان سے پردہ کر لیں میں کھڑا ہوں۔ کسی کے گھر تشریف لے جاتے وقت اگر اندر پہلے سے پردہ بھی ہوتا ہے تب بھی احتیاطاً صاحب خانہ سے فرما دیتے ہیں کہ مکرر دیکھ لیا جائے کہ پردہ ہے یا

نہیں کیونکہ بعض اوقات لڑکیاں یہ سمجھ کر کہ ابھی آنے میں دیر ہے کسی مختصر سی ضرورت کے لیے پھر پردے سے نکل آتی ہیں۔ غرض جب بالکل اطمینان ہو جاتا ہے تب مکان کے اندر داخل ہوتے ہیں اور پھر بھی صاحب خانہ ہی کو پہلے داخل ہونے کے لیے فرماتے ہیں۔

۲۔ ہر کام میں دوسروں کی سہولت کا خیال

ایک بار احقر کو مقیمین خانقاہ کے خطوط کے جوابات لکھ کر بعد فجر مسجد کے منبر پر رکھنے کے لیے حوالے فرمائے جہاں سے وہ صاحبان اپنے اپنے خطوط اٹھا لیتے ہیں۔ حوالے فرماتے وقت احقر سے فرمایا کہ خطوط کو اوپر تلے نہ رکھا جائے بلکہ الگ الگ رکھا جائے تاکہ نظر ڈالتے ہی ہر شخص اپنے اپنے لفافہ کو پہچان کر اٹھالے تلاش کرنے کی زحمت نہ ہو۔ سبحان اللہ دوسروں کی سہولت کی کتنی رعایت ہے۔

۳۔ ہر کام میں بے احتیاطی سے پرہیز

ایک شخص اپنے کسی عزیز کی اہلیہ کے لیے کوئی تعویذ لینے آیا تو انکار فرما دیا اور فرمایا کہ خود اس کا خاوند کیوں نہیں آتا۔ پھر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ بس اسی طرح ناجائز تعلقات قائم ہو جاتے ہیں کیونکہ عورتوں کا قلب نرم ہوتا ہے اس قسم کی خدمتوں سے وہ متاثر ہونے لگتی ہیں۔ اگر کوئی عورت کسی نامحرم کے ہاتھ تعویذ منگاتی ہے تو میں نہیں دیتا۔ اھ۔ سبحان اللہ کیا احتیاط ہے۔

۴۔ سفارش کرنے میں معمول

حضرت والا عموماً سفارش نہیں فرماتے کیونکہ اس سے مخاطب کو اکثر تنگی ہوتی ہے۔ اگر کسی اہل خصوصیت کے لیے کبھی سفارش تحریر فرماتے بھی ہیں تو جس سے سفارش فرماتے ہیں اس کو پوری آزادی دے دیتے ہیں اور اس قسم کی قیدیں لگا دیتے ہیں مثلاً بشرطیکہ کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور کسی مصلحت کے بھی خلاف نہ ہو اور کسی کی حق تلفی بھی نہ ہوتی ہو اور بلا تکلف امکان میں بھی ہو و مثل ذلک جن سب کا حاصل مشترک یہ ہے کہ مخاطب کو کوئی تنگی نہ ہو۔ بعضوں نے دباؤ ڈال کر سفارش لکھوائی اور بر بناء تعلقات از راہ مروت حضرت والا انکار بھی

نہ فرما سکے تو جو کچھ انہوں نے لکھوایا لکھ دیا لیکن پھر جداگانہ خط بھی بذریعہ ڈاک تحریر فرمادیا کہ ایک سفارش کا خط مجھ پر دباؤ ڈال کر لکھوایا گیا ہے اس کا کوئی خاص اثر نہ لیں بلکہ جو معاملہ بلا سفارش کے کرتے وہی کریں۔ اور مزید اطمینان کے لیے مکتوب الیہ کو ایسے خط کی رسید بھیجنے کے لیے بھی تحریر فرمادیتے ہیں۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ سفارش کرنا تو محض مستحب ہے اور دوسرے کو ایذا سے بچانا واجب ہے اس لئے میں ایسا کرتا ہوں۔ بعضوں نے امراء کے نام مالی اعانت کی سفارش چاہی تو صاف تحریر فرمادیا کہ میرے بعض اعزہ تم سے بھی زیادہ محتاج ہیں اگر مجھے بھیک ہی مانگنی ہوتی تو تم سے زیادہ وہ مستحق تھے۔

سفارش کے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ آج کل لوگ اس کا اثر لیتے ہیں اور اس کے حدود سے ناواقف ہیں۔ پہلے زمانے کی سی بے تکلفی اور سادگی نہیں رہی اس لئے اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعضوں نے سفارشی خطوط حاصل کر کے ان لوگوں کے یہاں انتظار ملازمت میں کئی کئی ماہ قیام کیا اور بے غیرت بن کر روٹیاں توڑیں اور ان بیچاروں نے محض میرے خیال سے اس بار کو برداشت کیا۔ ان تجربوں نے اور بھی مجھ کو محتاط کر دیا ہے۔ اھ

بعض اہل خصوصیت حاجتمندوں کو حضرت والا نے بجائے خاص سفارش کے عام ترغیبی مضمون لکھ کر دے دیا اور بعض کو خود بھی ایک بڑی رقم دے کر مضمون عام میں اس کو بھی ظاہر فرمادیا۔ چنانچہ بعضوں کے بڑے بڑے قرض اسی مضمون کی بدولت ادا ہو گئے اور بعض نے اس سے بھی ناجائز فائدے اٹھائے۔ اور ادائے قرض کے بعد بھی اس مضمون کے ذریعے سے لوگوں کو ٹھگتے پھرے جس کی اطلاع ہونے پر حضرت والا نے ان سے یہ مطالبہ کیا کہ اس مضمون کو لا کر میرے سامنے چاک کر دیا جائے۔ اب ایسے مضمون عام لکھنے میں بھی احتیاط فرمانے لگے ہیں۔

۵۔ مباح امور میں رائے سے پرہیز

حضرت والا عموماً مباح امور میں کسی کو رائے بھی نہیں دیتے اور فرمادیا کرتے ہیں کہ رائے تو اہل تجربہ سے لی جائے میں دعا کرتا ہوں۔ اھ

یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ آج کل لوگ رائے دینے والے کو نتیجہ کا ذمہ دار سمجھتے ہیں اور اگر نتیجہ مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو الزام دیتے ہیں حالانکہ رائے اور مشورہ دینے کی حقیقت تو صرف یہ ہے کہ دوسرے کو اس امر کے متعلق رائے قائم کرنے میں اعانت اور سہولت ہو جائے باقی رائے اس کو خود ہی قائم کرنی چاہیے۔

۶۔ مرض بارے احباب کی آراء پر معمول

حضرت والا بلا طبیب کے مشورے کے کسی کی بتائی ہوئی دوا نہیں استعمال فرماتے بلکہ اگر کسی طبیب کے زیر علاج ہوں اور کوئی دوسرا طبیب بھی کچھ تجویز کرنے لگے تو اس سے بھی صاف فرما دیتے ہیں کہ میں اپنے معالج کو یہ نسخہ دکھا کر بعد اجازت استعمال کروں گا اور اگر کسی مرض کی حالت میں محبین اپنی اپنی تجویزیں پیش کرتے ہیں جیسی کہ عموماً عادت ہے تو فرما دیتے ہیں کہ میرے معالج سے کہئے اگر وہ اجازت دیں گے تو آپ کی بتائی ہوئی دوا کو استعمال کرلوں گا۔ غرض نہ دلشکنی فرماتے ہیں نہ اصول کے خلاف کرتے ہیں۔

حضرت والا اپنے معالج کا پرہیز وغیرہ میں اس درجہ اتباع کرتے ہیں کہ غذا وغیرہ کے متعلق ذرا ذرا سی جزئیات کو بھی پوچھتے رہتے ہیں اور کسی چیز کو چاہے جتنا جی چاہے بلا پوچھے نہیں تناول فرماتے۔

قصبہ میں حکیم کے تقرر کا واقعہ

ایک اہل خیر نے یہاں قصبہ میں ایک تنخواہ دار طبیب اپنی طرف سے مقرر کرنا چاہا۔ اہل قصبہ میں سے حضرت والا کے ایک سسرالی عزیز نے جو طبیب ہیں اپنا تقرر چاہا تو حضرت والا نے صاف فرما دیا کہ جب تک کوئی ماہر طبیب امتحان لے کر مہارت اور مناسبت فن کی تصدیق نہ کردے میں تحریک نہیں کرسکتا کیونکہ غیر ماہر کو علاج کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب مدفیضہم نے میرٹھ سے امتحانی سوالات لکھ کر بھیجے جن کے جوابات حضرت والا نے اپنے مواجہہ میں ان سے لکھوائے۔

۷۔ نماز کی جماعت کے بارے معمول

حضرت والا کو اگر کبھی مسجد آنے میں کسی وجہ سے دیر ہو جاتی ہے تو اصرار کرکے دوسرے امام

سے نماز پڑھوا دیتے ہیں اور خود وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر بعد کو مقتدیوں میں شریک ہو جاتے ہیں۔ ویسے بھی عام اصول یہ مقرر فرما رکھا ہے کہ وسیع وقت میں زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ انتظار کیا جائے اور غیر وسیع وقت میں اتنا بھی نہیں تا کہ مقتدیوں کا حرج یا ان کو کلفت نہ ہو۔

۸۔ بلا ضرورت تکلیف سے پرہیز

ایک مریض مقیم خانقاہ ہیں۔ ان کی درخواست پر حضرت والا نے خود فرما دیا تھا کہ فجر کی نماز سے پہلے منبر پر پانی دَم کرانے کے لیے رکھ دیا جایا کرے چنانچہ وہ برابر ایسا ہی کرتے رہے اور حضرت والا عرصہ دراز تک دَم کرتے رہے۔ جب حضرت والا نے آتے جاتے یہ دیکھا کہ انہوں نے یہاں ایک دکان کر لی ہے تو بعد نماز فجر نہایت نرمی کے ساتھ واسطہ کے ذریعہ سے فرمایا کہ میں سمجھا تھا کہ زیادہ قیام نہ ہوگا۔ اس لئے یہ صورت تجویز کی تھی۔ اب اگر دو چار دن میں جانا ہو تو خیر ورنہ ایک مرتبہ بوتل میں پانی بھر کر پڑھوا لیا جائے اور اس میں پانی ملا ملا کر پیتے رہیں اور روزمرہ دَم کرانے کی ضرورت نہیں۔

حضرت والا ضرورت میں تو دوسروں کے لیے بہت کچھ تعب برداشت فرما لیتے ہیں لیکن بلا ضرورت اپنے کو مشقت میں ہرگز نہیں ڈالتے۔

۹۔ غیر ضروری چیزیں رکھنے سے پرہیز

حضرت والا وقتاً فوقتاً اپنی مملوک چیزوں کا جائزہ لیتے رہتے ہیں اور ان میں سے جو جو چیزیں ضرورت سے زائد نکلتی ہیں ان کو اپنی ملک سے خارج فرماتے رہتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ کو تو زائد از حاجت چیزوں کا اپنی ملک میں ہونا بھی موجب وحشت ہوتا ہے اور محض اس تصور سے بھی قلب پر بار ہوتا ہے کہ بیکار چیزیں میری ملک میں ہیں۔ چاہے مجھ پر ان کی کوئی مؤنت بھی نہ ہو۔ اھ۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ بعضی چیزیں تو خیر ایسی ہوتی ہیں کہ آتے ہی کام میں آ جاتی ہیں اور بعضی چیزوں کے لیے تو ضرورت تصنیف کرنی پڑتی ہے سوچنا پڑتا ہے کہ کس کام میں لائی جائیں چنانچہ جو ایسی چیزیں ہوتی ہیں انکو اگر گھروں میں ضرورت ہو تو گھروں میں دے دیتا ہوں ورنہ بیچ ڈالتا ہوں غالباً مولوی شبیر

احمد صاحب کہتے تھے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہدیۃً آئی ہوئی چیزوں میں سے جو چیزیں زائد از حاجت ہوتی تھیں ان کو فروخت فرما دیا کرتے تھے یہ انہوں نے کسی کتاب میں دیکھا ہوگا۔ اپنے معمول کی یہ تائید سن کر مجھ کو بہت مسرت ہوئی۔ اھ

اسی طرح حضرت والا کتب کو بھی اپنی ملک میں نہیں رکھتے بجز چند بہت ہی خاص کتب کے چنانچہ عرصہ ہوا بہت سی کتابیں تو اپنے اہل علم عزیزوں کو دے دیں اور بہت سی یکمشت مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارنپور میں وقف فرما دیں اور اب جو کتابیں کہیں سے ہدیۃً آتی ہیں تو اپنے ہی مدرسہ امداد العلوم میں داخل فرما دیتے ہیں۔ غرض حضرت والا کو تعلقات غیر ضروریہ سے طبعاً وحشت ہے اور اپنے قلب کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے فارغ رکھتے ہیں۔

۱۰۔ چیزوں کو ضائع ہونے سے بچانا

حضرت والا کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اتنی قدر ہے کہ حتی الامکان کسی ادنیٰ سی ادنیٰ چیز کو بھی ضائع نہیں ہونے دیتے مثلاً ردی لفافوں کو الٹوا کر دوبارہ استعمال کے لیے رکھ لیتے ہیں جن میں سے مقیمین خانقاہ کو بھی اپنے حالات کے خطوط لکھنے کے لیے لینے کی اجازت ہے ان لفافوں کے متعلق یاد آیا کہ کبھی کبھی بعض بچے بھی ضد کر کے کھیلنے کے لیے مانگتے ہیں تو ان میں سے ان کو بھی ایک دو دے دیتے ہیں۔ بعضوں نے اسی طرح بہت سے لفافے جمع کر لئے چنانچہ بندہ زادہ کے پاس جب احقر نے ایک معتد بہ تعداد ایسے لفافوں کی دیکھی تو میں نے واپس کئے۔ اس وقت حضرت والا نے بغایت احتیاط فرمایا کہ اگر وہ مجھ سے مانگ کر لے گیا ہے تو یہ اب اس کی ملک ہو چکے ہیں پھر یاد نہیں رہا کہ اس کو واپس کر دیئے گئے یا یہ تجویز فرمایا کہ دو ایک پیسے اس کو دے دیئے جائیں کہ اپنی رغبت کی کوئی چیز خرید کر کھا لے۔ بہرحال ذکر ان دونوں صورتوں کا آیا تھا۔

مستعمل لفافوں کو اس طرح کام میں لے آنے پر یاد آیا کہ جب سرکاری دفتروں میں کاغذ اور لفافوں کی کفایت کا مسئلہ اولاً پیش ہوا تو حضرت والا کے بھائی مرحوم و مغفور جناب منشی اکبر علی صاحب نے جو اس وقت ایک کورٹ شدہ ریاست کے منیجر تھے انگریز کلکٹر سے جو ان کا افسر تھا حضرت والا کی اس لفافہ اُلٹنے کی ترکیب کے مطابق لفافے الٹ کر پیش کئے تو اس نے بڑی تعریف لکھی کہ ہمارے منیجر نے یہ بہت اچھی صورت کفایت کی ایجاد کی ہے

اس کو جاری کیا جائے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ہمارے بعض بھائی مسلمان تو اس پر بخل کا اعتراض کرتے ہیں لیکن ایک انگریز نے اس کی اتنی قدر کی۔ لیجئے اب تو سفید چمڑے والوں کی بھی جن کی آجکل ہر بات میں بڑی تقلید کی جاتی ہے تصدیق ہوگئی کہ یہ بخل نہیں بلکہ حسن انتظام اور کفایت شعاری ہے۔

غرض مستعمل لفافوں کو تو حضرت والا اس طرح کام میں لے آتے ہیں اور بقیہ ردی کو ایک بکس میں جمع کرتے جاتے ہیں جب وہ بھر جاتا ہے تو خواہشمندوں کو دے دیتے ہیں وہ اس کو پانی میں گلا کر ٹوکنی وغیرہ بنا لیتے ہیں یا اور کسی جائز کام میں لے آتے ہیں۔ حضرت والا اس دبیز کاغذوں کو جو پیکٹوں پر لپٹا ہوا آتا ہے بجائے ردی میں ڈال دینے اور ضائع کرنے کے تعویذ لکھنے کے لیے رکھ لیتے ہیں یا اگر زیادہ ہوتا ہے تو بجنسہ رکھ لیتے ہیں تاکہ اگر کبھی خود پیکٹ بھیجنا ہو تو اس وقت کام میں آجائے۔ اسی طرح سُتلی، ڈورا، پن، چھوٹی کیلیں، ٹین کے ڈبے، بوتلیں، زنبیلیں وغیرہ جو چیزیں پیکٹوں اور پارسلوں وغیرہ میں سے نکلتی ہیں سب کو بحفاظت رکھتے جاتے ہیں ورنہ لوگ عموماً ایسی چیزوں کو بیکار سمجھ کر یوں ہی پھینک دیتے ہیں۔

اس خوش انتظامی کا یہ نتیجہ ہے کہ حضرت والا کو ضرورت کے وقت ایسی چیزوں کے لئے کوئی تردد نہیں کرنا پڑتا۔ کیونکہ اکثر ضرورت کی اشیاء پاس ہی نکل آتی ہیں وقت پر منگوانی یا کسی سے مانگنی نہیں پڑتیں۔ نہ ان کے انتظار میں حرج اوقات ہوتا ہے۔ علاوہ ان مستعمل چیزوں کے دیگر ضروری اشیاء مثلاً چاقو، قینچی، سوئی، تاگہ، گوندانی ضروری ظروف وغیرہ وغیرہ فوری ضرورت کی قریب قریب ساری چیزیں حضرت والا اپنے پاس خانقاہ ہی میں رکھتے ہیں تاکہ عین وقت پر گھر سے کوئی چیز نہ منگوانی پڑے۔

جب مواقع ضرورت پر ضروری چیزیں اپنے پاس ہی نکل آتی ہیں تو حضرت والا یہ فرمادیا کرتے ہیں کہ میں ایک اپنی چھوٹی سی گرہستی یہاں (یعنی خانقاہ) میں بھی رکھتا ہوں گرہستی کی ضروری ضروری چیزیں میں اپنے پاس بھی رکھتا ہوں گھروں کا محتاج نہیں رہتا۔ اھ

ف۔ سبحان اللہ اس معمول میں حضرت والا کا عمل شمائل ترمذی کی اس حدیث پر ہے کان له عتاد فی کل شیٔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ہر (ضروری) امر کا سامان تھا۔

۱۱۔ ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھنا

حضرت والا ہر چیز کو اپنے ٹھکانے پر نہایت قرینہ سے رکھتے ہیں اور جب کوئی چیز فارغ ہوئی فوراً اسی وقت سب کام چھوڑ کر اس کو اپنی جگہ پر رکھ آتے ہیں کسی کام کو دوسرے وقت پر نہیں ٹالتے اور یہ ایسا اصول ہے کہ اس کی بدولت حضرت والا کا قلب بفضلہٖ تعالیٰ ہر وقت فارغ رہتا ہے اور کاموں میں خلط نہیں ہونے پاتا۔ نہ چیزوں میں گڑبڑ ہونے پاتی ہے اس میں عین وقت تو تھوڑا سا تعب ہوتا ہے لیکن پھر بالکل بے فکری ہو جاتی ہے۔

حضرت والا گھروں میں بھی جس چیز کو جہاں سے اٹھاتے ہیں پھر وہیں رکھ دیتے ہیں تاکہ رکھنے والے کو ڈھونڈھنا نہ پڑے۔ اسی طرح جب مختلف مدات کی رقوم منی آرڈر یا اور کسی ذریعے سے موصول ہوتی ہیں تو ساتھ کے ساتھ ہر مد کی رقم کو اسی مد کی تھیلی میں رکھتے جاتے ہیں اور ہر رقم کے متعلق ضروری یادداشتیں فوراً کے فوراً لکھ لیتے ہیں۔

۱۲۔ سوال کے جواب دینے میں احتیاط

حضرت والا کا یہ معمول بھی نہایت مصلحت اور دور اندیشی پر مبنی ہے کہ سوال کا جواب تشقیق کے ساتھ نہیں دیتے بلکہ پہلے ضروری استفسارات کر کے کوئی ایک شق متعین کرا لیتے ہیں بس پھر اسی شق کا جواب دے دیتے ہیں۔ تشقیق کے ساتھ جواب دیا جائے تو لوگ اس جواب کے منطبق کرنے میں غلطیاں کرتے ہیں اور بعض لوگ غرض فاسد کے لئے اسی شق کے مدعی بن جاتے ہیں جو ان کی غرض کے موافق ہوتی ہے۔

۱۳۔ کتاب پر تقریظ لکھنے میں احتیاط

حضرت والا کسی کتاب پر تقریظ محض اجمالی مطالعہ پر نہیں تحریر فرماتے کیونکہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اگر تفصیلی مطالعہ کی فرصت نہیں ہوتی اور اکثر نہیں ہوتی تو کسی ایک مقام کی تعیین کرا لیتے ہیں اور اسی کے متعلق تقریظ تحریر فرما دیتے ہیں اور اس صورت میں جس پر اطمینان ہوتا ہے اس مقام کی تقریظ میں یہ بھی اضافہ فرما دیتے ہیں کہ امید ہے کہ بقیہ کتاب بھی ایسی ہی ہوگی۔ اور قبل تجربہ احیاناً اس معمول کے خلاف بھی ہو گیا مگر بعد کو اس کتاب کی

غلطیوں پر مطلع ہونے پر بہت افسوس ہوا اور اپنی تقریظ سے رجوع کا اعلان شائع فرمادیا۔

۱۴۔ دوسرے کی چیز فوراً واپس کرنا

حضرت والا کو اس کا خاص اہتمام ہے کہ اگر کسی کے یہاں سے کسی برتن میں یا رومال میں کوئی چیز آئی تو فوراً اس کو خالی کر کے واپس فرمادیتے ہیں۔

۱۵۔ خطوط کے جواب دینے میں معمول

اگر کسی مقام سے متعدد خطوط مختلف اشخاص کے آتے ہیں تو حضرت والا اس کا خاص اہتمام فرماتے ہیں کہ سب کے جواب ایک ہی ڈاک میں روانہ ہوں تا کہ وہاں پہنچنے میں تقدیم وتاخیر نہ ہو اور ایک کو دوسرے پر ناز کرنے کا موقع نہ ملے نہ کسی کی دل شکنی ہو۔ نیز اگر ایک ہی مقام سے متعدد خطوط مختلف اشخاص کی طرف سے ایک ہی شخص کے لکھے ہوئے آتے ہیں تو ان کا کوئی خاص اثر نہیں لیتے بلکہ تحقیق حال فرماتے ہیں چنانچہ حال ہی میں ایک مقام سے چھ خط ایک ہی ڈاک میں موصول ہوئے تو ان میں سے ہر خط میں یہ استفسار فرمایا کہ آج کی ڈاک میں چھ خط ایک ہی مقام کے ہیں کیا کسی نے ترغیب دے کر لکھوایا ہے یا باہم سازش ہوئی ہے۔

۱۶۔ دور سے آنے والوں کی اطلاع

جس زمانے میں حضرت والا سفر فرمایا کرتے تھے اس زمانے میں حضرت والا کا یہ معمول تھا کہ جن جن تاریخوں میں جو جو صاحب اپنے آنے کی اطلاع کرتے حضرت والا ان کے نام اپنی یادداشت میں لکھ لیتے تا کہ ان تاریخوں میں کہیں تشریف نہ لے جائیں۔ بلا اطلاع آنے کی بھی عام ممانعت تھی۔

۱۷۔ برتنوں کی صفائی و پاکی کا خیال

حضرت والا کٹورے کٹوریوں۔ گلاس وغیرہ ظروف کو بعد استعمال اُلٹ کر رکھتے ہیں تا کہ چھپکلی ' چوہا وغیرہ ان کے اندر ہو کر نہ گزر سکے اور وہ خراب ہونے سے محفوظ رہیں۔

۱۸۔ نامحرم خواتین کو ٹھہرنے کی ممانعت

حضرت والا نامحرم مہمان عورتوں کو اپنے گھروں میں نہیں ٹھہرنے دیتے دوسری جگہ

ٹھہر کر عرض حاجت کرنے آ جائیں۔ اس کا مضائقہ نہیں البتہ اگر ان کے مردوں سے عزیزوں کا سا تعلق ہو اور ان کے مردوں کی بھی اجازت ہو تو مضائقہ نہیں۔

۱۹۔ منتسبین کیلئے تعلقات کی آزادی

حضرت والا کو اگر کسی سے رنج ہوتا ہے تو منتسبین کے لیے یہ پسند نہیں فرماتے کہ وہ بھی اس سے اپنے تعلقات کو متغیر کریں بلکہ اس کی بالتصریح ممانعت فرما دیتے ہیں یوں اگر کسی قوی سبب سے کسی کا خود ہی خصوصی تعلقات رکھنے کو جی نہ چاہے تو مجبور بھی نہیں فرماتے۔

۲۰۔ اصول وقواعد کی پابندی

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ قواعد ضروریہ اور اصول صحیحہ کی پابندی اتنی ضروری ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے آپ کو بھی ان کا ہمیشہ پابند بنائے رکھا۔ چنانچہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر قبا میں ایک صحابی سے ملنے تشریف لے گئے۔ آپ نے مسئلہ استیذان کی بناء پر تین بار باہر سے پکار کر سلام کیا اور آنے کی اجازت چاہی لیکن جب اندر سے نہ سلام کا جواب ملا نہ کوئی باہر آیا تو آپ واپس تشریف لے چلے۔ تھوڑی ہی دور پہنچے تھے کہ وہ صحابی دوڑے ہوئے تشریف لائے۔ ان کو قانون استیذان کی اس وقت تک تحقیق نہ تھی اس لئے انہوں نے قصداً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جتنی بار بھی ان پر سلام پہنچ جائے ان کے حق میں بہتر اور موجب برکت ہے کیونکہ سلام بھی دعا ہے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی عذر عرض کیا اور اپنے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوٹا لائے۔ تو دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قوانین کے کس قدر پابند تھے کہ تین میل آنا اور پھر بلا ملے تین میل واپس تشریف لے جانے پر تو آمادہ ہو گئے لیکن قانون استیذان کے خلاف عمل نہیں فرمایا۔ نہ آپ دلگیر ہوئے نہ کوئی شکایت فرمائی۔ اھ

۲۱۔ جھگڑوں کے جواب دینے میں احتیاط

حضرت والا کا ایک معمول یہ بھی ہے کہ جھگڑے کے سوال کا جواب ایسا تحریر فرماتے ہیں کہ متنازعین

میں سے کوئی اس کو اپنے نزاع کا آلہ نہ بنا سکے چنانچہ اس قسم کے بکثرت سوالات آتے رہتے ہیں جن میں سے ایک سوال آج ہی آیا ہے جو بطور نمونہ مع حضرت والا کے جواب کے نقل کیا جاتا ہے۔ وھوہذا۔

(سوال)۔ اہل حدیث جو اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہتے ہیں اور لباس و وضو میں احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں اور ائمہ عظامؒ کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ائمہ کرامؒ کے حق میں سوء ادب اور گستاخی کو حرام سمجھتے ہیں رفع یدین اور آمین بالجہر بھی کرتے ہیں علمائے کرام حنفیہ کی جانب سے ان پر فتوے تکفیر و تبدیع کے لگائے جاتے ہیں اور ان کے رسوا کرنے کے لیے رضا خانیوں کے رسائل پھیلائے جاتے ہیں حالانکہ علمائے کرام دیوبند کی تصانیف میں کافی اصلاح موجود ہے اور وہ وہ بہتانات اور اتہامات ان پر لگائے جاتے ہیں جن کا وجود نہیں ہوتا لہٰذا مسائل حسب ذیل کا جواب تحریر فرمادیں۔

(۱)۔ اہل حدیث مسلمان ہیں یا کافر۔ (۲)۔ اہل حدیث سنی ہیں یا بدعتی۔ (۳)۔ اہل حدیث کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ (۴)۔ اہل حدیث کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(جواب)۔ اگر حنفیہ کا وہی عمل ہے جو سوال میں مذکور ہے تو حکم ظاہر ہے جواب کی حاجت نہیں اور اگر واقعہ بدل کر لکھا ہے تو دوسرے فریق کا بھی بیان درج سوال ہونا چاہیے بدوں اس کے جواب مفید نہیں۔ اھ

۲۲۔ آیت والے تعویذ پر سادہ کاغذ لگانا

حضرت والا جس تعویذ میں کوئی آیت تحریر فرماتے ہیں اس کے اوپر سادہ کاغذ بھی لگا دیتے ہیں تاکہ اس کا بے وضو چھونا جائز ہو جائے اور کسی کو تنگی یا گناہ نہ ہو۔

۲۳۔ عزیزوں کے گھروں میں جانے بارے معمول

حضرت والا عزیزوں کے گھروں میں بھی اس وقت تک تشریف نہیں لے جاتے (نہ ازخود نہ بلانے سے) جب تک ان گھروں کا کوئی محرم مرد یا شوہر ساتھ نہ ہو۔

۲۴۔ تبرک کیلئے پاپوش عنایت فرمانا

حضرت والا سے اگر کوئی معتقد حضرت والا کا پاپوش مبارک بطور تبرک لیتا ہے تو احتیاطاً اس کو

دھوکراور پاک صاف کر کے عطا فرماتے ہیں کیونکہ معلوم نہیں وہ اس کو کس طرح استعمال کرے گا بعضے طریق سے استعمال کرنا نجاست کی حالت میں ناجائز ہے۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ عمر بھر میں صرف دو مرتبہ اس کا اتفاق ہوا ہے کہ لوگوں نے پاس رکھنے کے لئے پاپوش مانگے۔

۲۵۔ امانتوں کے رکھنے میں احتیاط

حضرت والا ہر امانت کو جدا رکھتے ہیں کیونکہ مخلوط ہو جانے کی صورت میں شرعاً احکام بدل جاتے ہیں اور پھر امانت امانت نہیں رہتی بلکہ قرض ہو جاتی ہے۔

احقر کو اس کا علم آج ہی اس طرح ہوا کہ ایک پارسل کے تولنے کے لئے کچھ زیادہ روپیوں کی ضرورت ہوئی تو حضرت والا نے دو امانتوں میں سے کچھ کچھ روپیہ نکال کر احقر کو حوالہ فرمائے جن میں یہ پہچان رکھی کہ ایک امانت میں سے تو سب ملکہ کی تصویر کے روپے نکالے اور دوسری میں سے سب بادشاہ کی تصویر کے اور حوالے فرماتے وقت احقر کو اس کی مصلحت سے بھی مطلع فرما دیا جو اوپر مذکور ہوئی۔

ماشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا کو ہر معاملے کے وقت اس کے متعلق شرعی احکام سب سے پہلے متحضر ہو جاتے ہیں اور ایسی ایسی دقیق جزئیات تک فوراً نظر پہنچ جاتی ہے کہ جن کی طرف آج کل عموماً کسی کو التفات بھی نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ

۲۶۔ مالی داد و دہش اور صدقات بارے معمول

حضرت والا کے یہاں داد و دہش علمی و حالی کی تو رات دن ماشاء اللہ تعالیٰ گرم بازاری رہتی ہی ہے داد و دہش مالی و غیر مالی بھی ہمیشہ بفضلہ تعالیٰ بڑے پیمانے پر جاری رہتی ہے۔ چنانچہ حضرت والا کا ابتداء ہی سے یہ معمول ہے کہ علاوہ صدقات واجبہ کے اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ ہمیشہ مصارف خیر میں بطور صدقات نافلہ کے فرما دیتے ہیں اور جہاں تک احقر کو علم اور اندازہ ہے اس زمانے میں بہت ہی کم ایسے دل گردے کے لوگ ہوں گے جو اپنی آمدنی کا اتنا بڑا حصہ مستمراً صدقات نافلہ میں صرف کر دیتے ہوں۔

ع۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

2

ترجمہ: یہ کام تجھ سے ہوتا ہے اور مرد اسی طرح کرتے ہیں

حضرت والا کے اس معمول کا احقر کو علم اس طرح ہوا کہ جب احقر بعد ترک ڈپٹی کلکٹری ڈپٹی انسپکٹر مقرر ہوا تو چونکہ دوروں کے لئے سرکاری خیمہ نہیں ملتا تھا اس لئے یہ اشکال پیش آیا کہ پھر قیام کہاں کیا جائے کیونکہ کسی پر بیجا بار ڈالنا یا عہدے کے اثر سے کام لینا شرعاً جائز نہ تھا۔ اس وقت حضرت والا نے احقر کو یہ مسئلہ بتلایا کہ اگر کسی مسافر کے لئے ٹھہرنے کا کوئی اور ٹھکانا نہ ہو تو اس کو مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور یہ مشورہ دیا کہ آپ مسجدوں میں ٹھہر جایا کیجئے اور بہت سے بہت یہ کیا کیجئے کہ چلتے وقت مسجد کے مصارف کے لئے کچھ دے دیا کیجئے اس صورت میں مسجد کا بھلا بھی ہو جایا کرے گا اور آپ کے قلب پر مسجد کے اندر ٹھہرنے سے گرانی بھی نہ ہوا کرے گی۔ اھ

پھر فرمایا کہ اس قسم کے صدقات نافلہ کے لئے اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ مثلاً فی روپیہ ایک پیسہ دو پیسہ آنہ دو آنہ چار آنہ جتنا بھی بے تکلف نکال سکیں ایک معین مقدار مقرر کر لیجئے تاکہ ایسے مواقع پر نفس کشاکشی نہ کرے بلکہ ایسے مواقع کا منتظر رہا کرے کیونکہ جب ایک رقم مصارف خیر ہی کے لئے اپنے پاس جمع ہے تو پھر بجائے کشاکشی نفس کے سبکدوش ہونے کا طبیعت میں تقاضا ہوگا اور خود ہی مصارف خیر کی فکر اور تلاش رہا کرے گی بس رقم معین کرتے وقت تو ایک بار نفس کشاکشی کرے گا پھر ہر ہر موقع پر کشاکشی سے نجات ہو جائے گی اور جب کسی مصرف خیر میں کچھ دے گا نہایت خوش دلی کے ساتھ دے گا لیکن مقدار معین کرتے وقت زبان سے کچھ نہ کہے ورنہ نذر ہو جائے گی اور پھر اس رقم کا مصارف خیر میں صرف کرنا واجب ہو جائے گا۔ صرف دل ہی دل میں سوچ لے کہ میں محض اپنی سہولت کے لئے اور محض انتظاماً اپنی آمدنی کا فلاں حصہ مصارف خیر میں صرف کرنے کے لئے مقرر کئے لیتا ہوں لیکن اپنے ذمہ واجب نہیں کرتا۔ اھ۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے بھی شروع ہی سے اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ مصارف خیر کے لئے مقرر کر رکھا ہے جس کی وجہ سے بڑی سہولت رہتی ہے۔ اھ۔

سائل کے بارے میں معمول

غرض حضرت والا کے یہاں ہر بات بااصول ہے۔ چنانچہ دادودہش بھی کیفما اتفق نہیں

فرماتے بلکہ اس کے بھی نہایت معقول اصول مقرر فرما رکھے ہیں مثلاً جب کوئی سائل آتا ہے تو اگر دو آنہ دینے کی نیت ہوتی ہے تو یہ فرماتے ہیں کہ دو پیسے دے سکتا ہوں تاکہ اس کو پھر دو آنہ کی قدر ہو۔ اور جب تک وہ دو پیسے ہی پر اپنی رضامندی ظاہر نہیں کر دیتا کچھ نہیں دیتے بعضے بدوں لئے چلے گئے تو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے حاجتمند ہی نہیں ورنہ دو پیسے کو بھی غنیمت سمجھتے کیونکہ دو پیسے قبول کرنے میں کچھ نقصان تو تھا ہی نہیں کچھ نہ کچھ نفع ہی تھا چاہے تھوڑا ہی سہی۔ اھ

ایسے مواقع پر یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ لوگوں سے بھیک مانگنا بھی نہیں آتا اگر تھوڑے تھوڑے پر قناعت کریں تو بہت جمع ہو جائے کیونکہ پیسہ دو پیسہ مانگا جائے تو بہت لوگ دینے کو تیار ہو جائیں زیادہ زیادہ مانگتے ہیں اس لئے پیسہ دو پیسہ دینے کی کسی کو ہمت بھی نہیں ہوتی اور زیادہ دینے کی لوگوں کو عموماً گنجائش نہیں ہوتی۔ اھ

مالی اعانت بارے معمول

اسی طرح حضرت والا کسی کی مالی اعانت کرنے میں اس کا بہت لحاظ رکھتے ہیں کہ اس کو حرص یا مفت خوری کی عادت نہ پڑنے پائے اور جب وہ اپنی سب تدبیریں ختم کر چکتا ہے اور پھر بھی اس کو احتیاج باقی رہتی ہے اس وقت اعانت فرماتے ہیں اور وہ بھی داشتہ داشتہ تاکہ ایک ساتھ بے فکری نہ ہو جائے اور جو کچھ ملے اس کی دل سے قدر ہو چنانچہ جو طالب علم یا ذاکر شاغل طالب اعانت ہوتا ہے اس سے صاف فرما دیتے ہیں کہ بھائی یہاں تو توکل کا معاملہ ہے میرے پاس کوئی خزانہ تو جمع ہے نہیں۔ اگر کوئی شخص مصارف خیر کے لئے کوئی رقم بھیج دیتا ہے اور وہ میرے اصول کے مطابق ہوتی ہے تو مستحقین پر خرچ کر دیتا ہوں اور تھوڑی تھوڑی سب ہی مستحقین کی خدمت کرتا ہوں اس لئے میری اعانت کے بھروسے نہ رہو۔ تم بھی روٹیوں کے لئے کسی مسجد کی مؤذنی وغیرہ کی تلاش میں رہو میں بھی خیال رکھوں گا اھ۔ غرض اس کو بے فکر نہیں رہنے دیتے کیونکہ بے فکری سے نفس کے اندر بہت سے رذائل پیدا ہو جاتے ہیں لیکن خود ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بقدر حاجت اس کے پاس پہنچتا رہے چنانچہ اگر وہ کبھی کچھ قرض مانگتا ہے تو اس مقدار سے کسی قدر کم دے کر فرما دیتے ہیں کہ یہ ہبہ ہے اس کے ادا کرنے کی فکر نہ کرنا پھر بعد کو کسی موقع پر کمی کو بھی اسی طرح پورا فرما دیتے ہیں۔

غرض بہت سی مصالح کی بناء پر حضرت والا کا یہ معمول ہے کہ طالب اعانت کی درخواست کو فوراً پورا نہیں فرماتے کسی قدر فکر میں ڈالنے کے بعد پورا فرماتے ہیں۔ اکثر معاملات میں حضرت والا کا یہی طرز ہے کہ شفقت تو سب کے ساتھ انتہاء درجے کی ہے لیکن اس کو اہل معاملہ پر پوری طرح ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ بقول احقر ۔

نگاہِ مست او بیگانہ وار است ۔ مگر دزدیدہ برہر میکسار است

ترجمہ: اس کی مست نگاہ بیگانہ رہتی ہے مگر چوری چوری ہر طالب کو دیکھتی ہے

حقیقی صدق واخلاص اور اصل شفقت ومحبت یہی ہے کیونکہ اس میں بے شمار مصالح ہیں۔ باپ کی سی عاقلانہ شفقت ہے ماں کی سی والہانہ محبت نہیں۔ خود فرمایا کہ میں ظاہری توجہ کو توسط ہی کے درجے میں رکھتا ہوں تا کہ نہ تو کسی کا دماغ خراب ہو نہ دوسروں کی دلشکنی ہو نہ کسی کو کسی پر حسد ہو۔ یہاں تک کہ میرے بعض خاص عزیز ہیں جن سے مجھ کو بہت زیادہ تعلق ہے لیکن میں اپنے برتاؤ سے ان پر بھی کبھی اپنے اتنے زیادہ تعلق کو ظاہر نہیں ہونے دیتا اور اسی لئے وہ میرے ساتھ بہت زیادہ ادب وعظمت کا معاملہ کرتے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ میرے قلب کو بہت بے تکلفی کا تعلق ہے۔ اھ

حضرت والا اپنے اس طرز میں بدنامی کی بھی مطلق پروا نہیں فرماتے۔ مصالح کے مقابلہ میں ردّ وقبول خلق یا رسمی لحاظ ومروت کا ذرہ برابر خیال نہ کرنے والا حضرت والا کے برابر کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ مصلح کامل ایسی ہی ذات ہوسکتی ہے۔ غرض حضرت والا عقل کو ہمیشہ اپنی طبیعت پر غالب رکھتے ہیں اور اسی طرح دین کو عقل پر اور یہ وہی کرسکتا ہے جو بڑا صاحب تمکین اور ابوالحال ہو۔

مصارف خیر کیلئے آنے والی رقموں بارے معمول

حضرت والا کی خدمت میں وقتاً فوقتاً رقمیں مصارف خیر کے لئے آتی رہتی ہیں جن کو نہایت درجہ احتیاط واہتمام کے ساتھ صرف فرمایا جاتا ہے لیکن اس خدمت کو قبول جب ہی فرماتے ہیں جب رقم بھیجنے والوں کی طرف سے اصول صحیحہ اور قواعد شرعیہ کے بالکل مطابق درخواست کی جائے ورنہ نہایت استغناء کے ساتھ صاف انکار فرمادیتے ہیں جس کی چند مثالیں

اپنے موقع پر باب ارشاد وافاضہ باطنی کے جزو پنج گنج اشرف میں بیان کی جا چکی ہیں۔

اگر کوئی بڑی رقم مصارف خیر کے لئے آتی ہے تو اس کا حساب بھی رقم بھیجنے والے کے پاس ارسال فرما دیتے ہیں لیکن اگر کوئی خود حساب طلب کرتا ہے تو خود اس رقم ہی کو یہ تحریر فرما کر واپس فرما دیتے ہیں کہ جس کو ہم پر اطمینان نہیں وہ ہم سے یہ خدمت ہی کیوں لے۔

جس اہتمام خاص سے حضرت والا رقوم موصولہ کو ان کے مصارف میں صرف فرماتے ہیں ایسا کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس اہتمام میں اپنا بہت وقت بھی صرف فرماتے ہیں اور بہت تعب بھی برداشت فرماتے ہیں کہیں مستحقین کی فہرستیں تیار ہو رہی ہیں کہیں تخمینے لگائے جا رہے ہیں کہیں تقسیم کے لئے نظام عمل تجویز فرمائے جا رہے ہیں کہیں کارہائے خیر کی تعیین کے متعلق تحقیق فرمائی جا رہی ہے لیکن بلا اظہار نام معطی تاکہ لوگ اس کو جا جا کے تنگ نہ کریں۔ غرض مجال ہے کہ کوئی بے عنوانی یا بدانتظامی یا بے اصولی ہونے پائے کیونکہ جو خدمت حضرت والا اپنے ذمہ لے لیتے ہیں پھر اس کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں اور حضرت والا کے ہاتھوں بڑے بڑے کام اس سکون اور حسن انتظام کیساتھ انجام پاتے ہیں کہ نہ کوئی ہلچل نظر آتی ہے نہ ضروریات روزمرہ میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے نہ کسی قسم کی کوئی گڑبڑ ہونے پاتی ہے۔

خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جو علمی کام اور جگہ بڑے بڑے محکموں کے ذریعے سے اور ہزاروں روپوں میں ہو سکتے وہ یہاں بفضلہ تعالیٰ چند غرباء کے ذریعے سے اور تھوڑے سرمایہ میں ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔

حضرت والا کی خدمت میں بعض اہل خیر ایسی رقمیں بھی بھیجتے رہتے ہیں جن کے متعلق وہ حضرت والا کو اختیار دے دیتے ہیں کہ جن مصارف خیر میں چاہیں صرف فرما دیں۔ حضرت والا نے ایسی رقموں میں سے علاوہ دیگر ضروری کارہائے خیر کے بعض مساکین مستحقین کو ماہوار بطور تنخواہ کے بھی مقرر فرما رکھا ہے جس کا آج کل اوسط تیس روپیہ ماہوار ہے لیکن بہت سی مصلحتوں کی بناء پر ان مساکین کے ذمہ یہ رکھا ہے کہ وہ ہر مہینہ یاد دلایا کریں۔ باہر والے بذریعہ ڈاک کے اور مقامی بذریعہ پرچہ کے۔

حضرت والا کا کئی سال سے یہ بھی معمول ہے کہ اختیاری رقوم میں سے بشرط گنجائش

کتابیں خرید کر مدارس دیوبند و سہارنپور میں بھجوا دیتے ہیں اور اکثر اعلاء السنن کے نسخے خرید فرما کر بھجواتے ہیں تاکہ اس مفید کتاب کی اشاعت بھی ہو جائے۔

۲۷۔ تدریس کے متعلق معمول

جب حضرت والا درس و تدریس میں مشغول تھے تو اس میں یہ معمول تھا کہ طالب علموں کا وقت غیر متعلق مباحث کی تقریروں میں ضائع نہ فرماتے تھے جیسی کہ اکثر مدرسین کی آج کل عام عادت ہے بلکہ کتاب کا صرف نفس مطلب کے حل کی طرف توجہ فرماتے تھے البتہ شاذ و نادر کسی خاص تحقیق کی تقریر فرما دینا اور بات ہے۔ اگر کوئی شاگرد حضرت والا کی کسی تقریر پر کوئی معقول اشکال کرتا تو بخلاف عام عادت مدرسین اپنی بات نہ بناتے بلکہ فوراً تسلیم فرما لیتے اسی طرح اگر کوئی شاگرد مصنف کی کسی عبارت پر کوئی معقول اعتراض کرتا تب بھی بجائے مصنف کی خواہ مخواہ حمایت کرنے کے جیسا کہ مدرسین کا دستور ہے فوراً فرما دیتے کہ یہاں مصنف سے غلطی ہو گئی ہے۔

اس طرز عمل سے طلباء کا وقت بھی ضائع نہ جاتا اور بہت جلد جلد کتابیں ختم ہوتیں اور اس اعتراض سے یہ بھی مقصود ہوتا تھا کہ طلباء کو بھی یہی عادت ہو جائے۔ حضرت والا نے اپنے اس معمول کو بیان فرما کر فرمایا کہ یہ معمول مدرسین کے بہت کام کا ہے ان کو چاہیے کہ اس کو اپنا دستور العمل بنا لیں۔

اسی طرح حضرت والا کا معمول تھا کہ سبق شروع کرانے کے قبل اس کی ایک سہل اور جامع تقریر فرما دیتے اور ضرورت کے مواقع پر مثالیں دے دے کر اس کے مضامین کو پہلے ہی سے اچھی طرح ذہن نشین کرا دیتے ' پھر عبارت کتاب کو اس پر منطبق فرما دیتے۔ یہ تو مدرسین کے نفع کے دستور العمل ہیں اور طلباء کے نفع کے لیے یہ فرمایا کرتے ہیں کہ بس تین چیزوں کا التزام کر لیں پھر چاہے کچھ یاد رہے یا نہ رہے میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ استعداد علمی ضرور پیدا ہو جائے گی اول تو سبق کا مطالعہ کریں پھر استاد سے سمجھ کر پڑھ لیں پھر ایک مرتبہ اپنی زبان سے اس کی تقریر کر لیں اور ایک چوتھی بات درجہ استحسان میں ہے وہ یہ کہ آموختہ بھی بالالتزام کرتے رہا کریں۔ بس پھر نہ رٹنے کی ضرورت نہ محنت کرنے کی اھ۔

اس ارشاد کو مفصلات شاید باب درس وتدریس میں یا اور کہیں لکھا جا چکا ہے۔

۲۸۔ دربان کا تقرر

حضرت والا کو تعارف وغیرہ کی گفتگو کرنے میں نو واردین کی طرف سے بہت اذیتیں پہنچتی تھیں جن سے جانبین کو کلفت ہوتی تھیں بالخصوص حضرت والا کو اب ضعف و پیری میں اس اذیت کا تحمل بھی دشوار ہو گیا تھا اور صحت پر بُرا اثر پڑنے لگا تھا۔ حضرت والا کے اعزہ اور خدام نے اس پر زور دیا کہ ایک بواب یعنی دربان مقرر کیا جائے جس کے واسطہ سے گفتگو فرمائی جایا کرے حضرت والا نے اس میں ایک شان مخدومیت ہونے کی وجہ سے اس کی مخالفت کی لیکن جب مصالح کی بناء پر بار بار بآ دب عرض کیا گیا تو بادل نخواستہ منظور فرما لیا۔ اب جو نیا آنے والا آتا ہے وہ پہلے بذریعہ بواب کے اپنا ضروری تعارف کراتا ہے اور سب ابتدائی مراحل طے ہو جاتے ہیں اس وقت حاضری خدمت کی اجازت ہو جاتی ہے اس میں جانبین کو بڑی سہولت اور رحت ہوگی۔ **فالحمدللہ الوھاب علی تقرر البواب۔**

شروع شروع میں تو حضرت والا کو اس انتظام سے بڑی وحشت رہی لیکن جب اس کی تائیدات حدیث سے یاد آ گئیں تو عقلی ناگواری زائل ہو گئی گو خلاف عادت ہونے کی وجہ سے طبعاً کسی قدر گرانی اب بھی ہے۔

اس جگہ بواب کے متعلق جس کا ایک لقب حاجب بھی ہے مسئلے کی مختصر تحقیق مناسب معلوم ہوتی ہے وہ یہ تحقیق ہے کہ کسی معتد بہا ضرورت یا مصلحت سے مثلاً واردین کی اطلاع و استیذان اور ان کی کوئی بات یا ان کو کوئی بات پہنچا دینے کے لئے عارضی یا مستقل طور پر بواب کا انتظام جائز ہے تاکہ جانبین کو سہولت و راحت رہے۔ یہ جواز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بھی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے فعل سے بھی ثابت روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ عن ابن عباس عن عمر فی حدیث طویل قال فدخلت علی حفصة وھی تبکی فقلت اطلقکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت لا ادری ھوذا معتزل فی ھذہ المشربة فاتیت غلاماله اسود فقلت استاذن

لعمرالی قوله فاذ الغلام یدعونی فقال ادخل فقد اذن لک فدخلت فسلمت علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الخ. وفی بعض الروایات قول عمر یا رباح استاذن لی الی قوله و انه اذن له عند ذلک الخ (جمع الفوائد عن الشیخین والترمذی والنسائی تفسیر سورۃ الطلاق)

(٢)۔ عن ابی موسیٰ فی حدیث طویل فجلست عند الباب فقلت لاکونن بواب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الیوم فجاء ابوبکر فدفع الباب فقلت من هذا فقال ابوبکر فقلت علی رسلک ثم ذهبت فقلت یا رسول اللّٰه هذا ابوبکر یستاذن فقال ائذن له وفیه ثم جاء عمر ثم جاء عثمان وفی روایة قلت لا کونن الیوم بواب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولم یأ مرنی وفی اُخری انه صلی اللّٰه علیه وسلم دخل حائطا وامرنی بحفظ باب الحائط (جمع الفوائد عن الشیخین والترمذی باب فضائل الصحابۃ المشترکۃ)

(٣)۔عن مالک بن اوس فی حدیث طویل قال بینما انا جالس عنده (ای عند عمرؓ) اتاه حاجبه یرفا فقال هل لک فی عثمان و عبدالرحمن بن عوف والزبیر و سعد بن ابی وقاص یستأذنون قال نعم فدخلو افسلموا وجلسو اثم جلس یرفایسیر ا ثم قال هل لک فی علی و عباس قال نعم فاذن لهما فد خلاوجلسا الخ۔(بخاری کتاب الجهاد باب فرض الخمس)

قال الکر مانی یرفا بفتح التحتیته وسکون الراء و فتح الفاء مهموزا وغیره مهموز هو علم حاجب عمر رضی اللّٰه عنه وقال ابن حجر و یرفا هذا کان من موالی عمر ادرک الجاهلیة ولا یعرف له صحبة وحج مع عمر فی خلافة ابی بکر رضی اللّٰه عنه.

دیکھئے کیسے بڑے بڑے صحابہ کو خاص وقت میں بدوں توسط بواب کے رسائی نہیں ہوئی اور حدیث ثانی میں حضرت ابوموسیٰ کے ان دونوں قول میں لم یامرنی اور امرنی میں تعارض کا شبہ نہ کیا جائے۔ تطبیق یہ ہے کہ شروع میں تو یہ اپنی رائے میں بیٹھ گئے اس کے بعد

آپ کی بھی اجازت ہوگئی۔ اور حضرت انس کی ایک حدیث میں ایک مصیبت زدہ عورت کے قصہ میں جو آیا ہے فاتت بابہ فلم تجد علی بابہ بوابین (کمافی جمع الفوائد عن الشیخین وابی داؤد والترمذی باب الصبر علی النوائب) تو نفی مستلزم نہی کو نہیں اس کا مدلول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی عادت کا بیان ہے اور فعل مذکور کسی خاص وقت میں کسی خاص عارض کے اقتضاء پر محمول ہے۔ فلم یتعارضا البتہ اگر تجبر و تکبر و ترفع و تصنع و تکلف و تصلف کے قصد سے ہو اس کے مذموم ہونے میں کوئی شبہ نہیں وہذا واللہ اعلم فقط۔

۲۹۔ طبعی لطافت اور تناسب و تربیت کا اہتمام

اگر کسی کپڑے یا انگلی وغیرہ پر سیاہی وغیرہ کا کوئی ذرا سا بھی داغ دھبہ پڑ جاتا ہے تو حضرت والا کو وہ اس قدر بدنما معلوم ہوتا ہے کہ اس کو فوراً خاص اہتمام کے ساتھ دھوتے ہیں۔ اس طرح جس زمانے میں زکام ہوتا ہے رومال کے ایک گوشے میں گرہ لگا لیتے ہیں اور جب ضرورت ہوتی اسی طرف کے گوشے سے ناک صاف فرماتے رہتے ہیں تا کہ کل رومال آلودہ نہ ہو اور جو گوشہ آلودہ ہوا ہے بس وہی آسانی کے ساتھ دھولیا جائے۔

پلاؤ وغیرہ اس طرح تناول فرماتے ہیں کہ بچے ہوئے کے کنارے ہموار رہیں اور جس طرف سے تناول فرمایا ہے وہ حصہ برتن کا بالکل صاف ستھرا ہوتا کہ اگر کوئی بچے ہوئے کو کھائے تو اس کو گھن نہ آئے۔ ایک بار فرمایا کہ مجھ کو تناسب اور ترتیب کا اتنا اہتمام ہے کہ استنجے کے ڈھیلوں میں بھی جو سب سے بڑا ہوتا ہے پہلے اس کو استعمال کرتا ہوں پھر اس سے چھوٹا پھر اس سے چھوٹا۔ اھ

اگر کوئی آبخورے میں بہت سا پانی بھر کر لے آتا ہے تو جب اس کو کم کرا دیتے ہیں تب پیتے ہیں۔ ورنہ ایسی وحشت ہوتی ہے کہ تھوڑا بھی نہیں پیا جاتا۔ کسی کا جھوٹا کھانا نہیں کھا سکتے جھوٹا پانی نہیں پی سکتے۔ البتہ ساتھ کھانے میں انقباض نہیں ہوتا۔

اگر کسی سواری میں حضرت والا کے بائیں طرف جس طرف قلب ہوتا ہے کوئی بیٹھا ہو تو گرانی ہوتی ہے گھر میں تاکید فرما رکھی ہے کہ کھانے کے وقت ہاتھ دھونے کے لئے جو لوٹا میں پانی بھر کر رکھا جائے تو صرف نصف لوٹا بھرا جائے تا کہ اس کے اٹھانے میں خواہ

مخواہ تکلف نہ ہو۔ آسانی سے ہاتھ دھوئے جاسکیں۔ جس کمرے میں کوئی تیز خوشبودار چیز رکھی ہو مثلاً امرود وغیرہ تو وہاں حضرت والا کو نیند نہیں آتی۔ غرض لطافت مزاج میں حضرت والا گویا اپنے وقت کے حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۳۰۔ نمازوں کے اوقات کے تقرر کا انتظام

حضرت والا نے نمازوں کے اوقات کا ایسا نفیس انتظام فرما رکھا ہے کہ سبحان اللہ بڑے اہتمام کے ساتھ دھوپ گھڑی کے حساب سے نقشہ تبدیل اوقات بنا رکھا ہے اور اس کو چھپوا بھی لیا ہے۔ ایک روز قبل نماز کی تبدیل اوقات کا اعلان بذریعہ مؤذن کرا دیا جاتا ہے اور مسجد میں بھی موجودہ اوقات نماز کا ایک نقشہ ہر وقت آویزاں رہتا ہے۔ گھڑی جلد جلد دھوپ گھڑی سے ملائی جاتی ہے تاکہ زیادہ تفاوت نہ ہونے پائے۔

عیدین کی نمازوں کے وقت کا اعلان کچھ دن قبل آویزاں کرا دیا جاتا ہے بالخصوص جمعہ پیشین کے دن تاکہ دیہات سے آنے والوں کو بھی وقت کا علم ہو جائے۔ عیدین کی نماز کا وقت قصبہ کی عیدگاہ کے وقت سے بہت مقدم ہوتا ہے تاکہ یہاں کی جماعت میں کم پہنچ سکیں اور وہاں کی جماعت میں زیادہ لیکن پھر بھی مجمع بہت زیادہ ہو جاتا ہے چونکہ نماز عید الضحیٰ میں تعجیل مستحب ہے اور نماز عید الفطر میں تاخیر اس لئے ان دونوں نمازوں کے اوقات میں بھی فرق رکھا ہے یعنی عید الضحیٰ کی نماز تو طلوع آفتاب کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہوتی ہے اور عید الفطر کی دو گھنٹہ بعد۔

تنبیہ: عبادات سے متعلق معمولات بارے حضرت والا کا ملفوظ

معمولات متذکرہ بالا صرف وہ ہیں جو عادت سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ اس لئے بیان کئے گئے کہ ان کا اتباع ہو سکتا ہے اب ممکن ہے بعض ناظرین کو حضرت والا کے ان معمولات کا بھی انتظار ہو جن کا تعلق عبادت سے ہے۔ اس لئے ایسے معمولات کے متعلق حضرت والا کا ایک ملفوظ ذیل میں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو نہایت کارآمد اور ایک نہایت مفید تحقیق پر مشتمل ہے۔

ایک اہل علم نے احقر کو لکھا کہ حضرت والا کے جو معمولات رمضان شریف میں ہوں وہ احقر حضرت والا سے پوچھ کر انہیں لکھ بھیجے۔ حضرت والا کے حضور میں جب احقر نے صاحب

ممدوح کی یہ درخواست پیش کی تو فرمایا کہ اول تو معمولات بزرگوں کے ہوتے ہیں میں تو ایک طالب علم آدمی ہوں بجز اوراق سیاہ کرنے کے میرے معمولات ہی کیا ہوتے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی صاحب معمولات بھی ہو تو اس کے معمولات کی تفتیش اس لئے بھی عبث ہے کہ اتباع امتی کے افعال کا نہیں ہوتا صرف انبیاء علیہم السلام کے افعال کا ہوتا ہے یا جس کے افعال کے اتباع کا سنت میں امر وارد ہوا ہو جیسے حضرات خلفاء راشدین یا اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مثلاً غرض باستثناء مذکور غیر نبی کی تعلیمات قولیہ کا اتباع ہوتا ہے نہ کہ اس کے معمولات فعلیہ کا کیونکہ ممکن بلکہ غالب ہے کہ اس کے معمولات فعلیہ اس کی خصوصیات میں سے ہوں اور وہ اتباع کرنے والے کے مناسب حال نہ ہوں مثلاً اگر ان کی مقدار زیادہ اور متبع کے تحمل سے باہر ہوئی تو اس کو وہ مضر ہوں گے۔ اسی طرح اگر کسی صاحب معمولات کے معمولات اس کی خصوصیت حال کی وجہ سے کم ہوئے تب بھی ان کا اتباع دوسروں کو مضر ہوگا کیونکہ مثلاً کتابوں میں لکھا ہے کہ ابدال کی نماز بہت مختصر ہوتی ہے مگر بلا نقص اور ان کے ظاہری اعمال نافلہ بھی بہت کم ہوتے ہیں تو جو اس درجہ کا نہ ہوگا اس کے لئے یہ کمی معمولات مضر ہوگی۔

بہر حال کسی کے معمولات فعلیہ کا اتباع نہیں چاہیے اور جب اتباع نہیں کرنا تو پھر پوچھنا بھی ایک فعل عبث ہے بلکہ اس تفتیش میں صاحب معمولات کے انقباض کا احتمال ہے کیونکہ ممکن ہے وہ اپنی بعض عبادات کو اوروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہو۔ اس لئے تفتیش نہیں چاہیے اتفاق سے علم ہو جائے تو اور بات ہے لیکن اس صورت میں بھی بلا پوچھے ان پر عمل ہرگز نہ کرے البتہ انبیاء کے اقوال و افعال سب متبوع ہیں تاوقتیکہ کوئی تخصیص کی دلیل قائم نہ ہو۔ اھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سترہواں باب

''اصلاح معاشرت''

تمہید

ا۔ اصلاحِ معاشرت کی اہمیت

منجملہ شعب دینیہ کے ایک نہایت ضروری شعبہ ادب معاشرت بھی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کو آج کل عوام تو عوام اکثر خواص بھی گویا داخل دین ہی نہیں سمجھتے۔ الا ماشاء اللہ۔

حضرت والا نے بہ حیثیت ایک حکیم الامت اور مجدد الملۃ ہونے کے اس شعبہ ضروریہ کی اصلاح کی جانب بھی اس درجہ اہتمام اور اس قدر تفصیل کے ساتھ توجہ فرمائی ہے کہ اس امر مہم کی جانب ایسی توجہ خاص صدیوں سے نہ ہوئی ہوگی چنانچہ ایک بار خود فرمایا کہ مجدد ملت تو خیر کیا لیکن مجدد معاشرت میں ضرور ہوں۔ حضرت والا کو اصلاح معاشرت کا اس قدر اہتمام ہے کہ بلاخوف لومۃ لائم رات دن لوگوں کو نہایت اہتمام کے ساتھ اس کے متعلق روک ٹوک فرماتے رہتے ہیں اور کم فہموں کے طعنوں کی مطلق پروا نہیں فرماتے بمصداق (ع) خلقے بطعن وگفتگو عاشق بکارِ خویشتن۔ (مخلوق طعنوں اور باتوں میں مصروف ہے اور عاشق اپنے کام میں مشغول ہے)

حضرت والا جن جن آداب معاشرت کی تعلیم فرماتے رہتے ہیں وہ اتنے زیادہ تعداد میں ہیں کہ ان کا احصاء ممکن نہیں کیونکہ بہ حیثیت ایک مرجع خلائق ہونے کے حضرت والا کو ہر قسم کے لوگوں سے آئے دن سابقہ پڑتا رہتا ہے اور ان کے ساتھ مختلف قسم کے معاملات بکثرت پیش آتے رہتے ہیں اور چونکہ بربناء غفلت عامہ حضرت والا کے یہاں سب سے مقدم تعلیم اصلاح معاشرت ہی کی ہوتی ہے اس لئے ہر ہر کوتاہی کی نہایت تدقیق کے ساتھ قولی اور عملی تعلیم فرماتے رہتے ہیں۔ جس کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ خود حضرت والا کو خاص اپنے معاملات میں بھی طبعاً وشرعاً حسن معاشرت کا غایت درجہ اہتمام رہتا ہے۔

جیسا کہ سولہویں باب معمولات میں عرض کیا گیا مجھ کو اس باب میں بھی زیادہ نہیں لکھنا کیونکہ جو معمولات باب مذکور میں اور دیگر ابواب اشرف السوانح میں مجتمعاً یا متفرقاً لکھے جا چکے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر کا تعلق اصلاح معاشرت سے بھی ہے حاجت اعادہ نہیں۔ لہٰذا اس باب میں احقر حضرت والا کی تصنیف لطیف موسومہ آداب المعاشرت سے اس کی تمہید اور اس میں سے بعض آداب کے نقل کر دینے پر اکتفا کرتا ہے جس میں بعض آداب متفرقہ بہشتی زیور سے بھی منقول ہیں۔ نیز یہ مشورہ بھی عرض کیا جاتا ہے کہ بہت سے ضروری آداب معاشرت نہایت تفصیل کے ساتھ حسن العزیز جلد اول میں جو احقر کا مرتب کیا ہوا مجموعہ ملفوظات ہے مذکور ہیں اس کو بھی ملاحظہ فرما لیا جائے تو اس مبحث کے متعلق مزید بصیرت حاصل ہو جائے۔

نقل تمہید و بعض آداب از آداب المعاشرت

تمہید

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده

مسلمان (کامل) وہ شخص ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان لوگ محفوظ رہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

معاشرت کی تعلیم نہ ہونے کا نقصان

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ اس وقت دین کے پانچ اجزاء میں سے عوام نے صرف دو ہی جز کو داخل دین سمجھا یعنی عقائد و عبادات کو اور علماء ظاہر نے تیسرے جز کو بھی دین اعتقاد کیا یعنی معاملات کو اور مشائخ نے چوتھے جزء کو بھی دین قرار دیا یعنی اخلاق باطنی کی اصلاح کو لیکن ایک پانچویں جزء کو کہ وہ ادب معاشرت ہے قریب قریب ان تینوں طبقوں نے الا ماشاء اللہ اکثر نے تو اعتقاداً اور بعض نے عملاً دین سے خارج اور بے تعلق قرار دے رکھا ہے اور اسی وجہ سے اور اجزاء کی تو کم و بیش خاص طور پر یا عام طور پر یعنی وعظ میں کچھ تعلیم و تلقین بھی ہے لیکن اس جزء کا کبھی زبان پر نام تک بھی نہیں آتا اسی لئے علماً و عملاً یہ جزء بالکلیہ نسیاً منسیا (بھول بھلیاں ۱۲) ہو چلا ہے اور میرے نزدیک باہمی الفت و اتفاق میں

(جس کی شریعت نے سخت تاکید کی ہے اور اس وقت عقلاء بھی اس کی بہت کچھ چیخ پکار کر رہے ہیں) جو کمی ہے اس کا بڑا سبب یہ سوء معاشرت (برتاؤ کا برا ہونا) بھی ہے کیونکہ اس سے ایک کو دوسرے سے تکدر وانقباض ہوتا ہے اور وہ رافع ومانع ہے۔ انبساط وانشراح کا جو اعظم مدار ہے الفت باہمگر کا حالانکہ خود اس خیال کو کہ اس کو دین سے کوئی مس نہیں آیات و احادیث واقوال حکماء دین کے رد کرتے ہیں۔

قرآن وحدیث میں آداب معاشرت

چنانچہ ان میں سے بعض بطور نمونہ کے پیش کرتا ہوں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو جب تم سے کہا جاوے کہ مجلس میں جگہ کو فراخ کر دو تو جگہ کو فراخ کر دیا کرو اور جب تم سے کہا جاوے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو۔

اور ارشاد ہے (سورہ مجادلہ ۱۲) کہ دوسرے کے گھر میں (گو وہ مردانہ ہو مگر خاص خلوت گاہ ہو) بے اجازت لئے مت (سورہ نور ۱۲) جایا کرو۔

دیکھئے اس میں اپنے جلیسوں کی راحت کی رعایت کا کس طرح حکم فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک ساتھ کھانے کے وقت دو دو چھوارے ایک دم سے نہ لینا چاہیے تاوقتیکہ اپنے رفیقوں سے اجازت نہ لے لے (متفق علیہ ۱۲)۔

دیکھئے اس میں ایک نہایت خفیف امر محض اس وجہ سے کہ بے تمیزی ہے اور دوسروں کو ناگوار ہوگا ممانعت فرمادی اور حضور ہی کا ارشاد ہے کہ جو شخص لہسن اور پیاز (یعنی خام) کھائے تو ہم سے (یعنی مجمع سے) علیحدہ رہے۔ (متفق علیہ ۱۲)

دیکھئے اس خیال سے کہ دوسروں کو ایک خفیف سی اذیت ہوگی منع فرمایا

اور ارشاد فرمایا کہ مہمان کو حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اس قدر قیام کرے کہ وہ تنگ ہو جاوے۔ (متفق علیہ ۱۲)

اس میں ایسے امر سے ممانعت ہے جس سے دوسرے کے قلب پر تنگی ہو

اور ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ کھانے کے وقت گو پیٹ بھر جائے مگر جب تک کہ دوسرے لوگ فارغ نہ ہو جائیں ہاتھ نہ کھینچے کیونکہ اس سے دوسرا کھانے والا شرما کر ہاتھ کھینچ

لیتا ہے اور شاید اس کو ابھی کھانے کی حاجت باقی ہو (رواہ ابن ماجہ ۱۲)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس سے دوسرا آدمی شرما جائے۔

بعضے آدمی طبعی طور پر مجمع میں کسی چیز کے لینے سے شرماتے ہیں اور ان کو گرانی ہوتی ہے یا ان سے مجمع میں کوئی چیز مانگی جائے تو انکار و عذر کرنے سے شرماتے ہیں گو پہلی صورت میں لینے کو جی چاہتا ہو اور دوسری صورت میں دینے کو جی نہ چاہتا ہو۔ ایسے شخص کو مجمع میں نہ دے نہ مجمع میں اس سے مانگے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ ایک بار حضرت جابر رضی اللہ عنہ درِ دولت پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے پوچھا کون ہے انہوں نے عرض کیا کہ میں ہوں آپ نے ناگواری سے فرمایا میں ہوں میں ہوں (متفق علیہ ۱۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ بات صاف کہے کہ جس کو دوسرا سمجھ سکے۔ ایسی گول بات کہنا جس کے سمجھنے میں تکلیف ہو الجھن میں ڈالنا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا۔ مگر آپ کو دیکھ کر اس لئے کھڑے نہ ہوتے تھے کہ جانتے تھے کہ آپ کو ناگوار ہوتا ہے (ترمذی ۱۲)۔

اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی خاص ادب و تعظیم یا کوئی خدمت کسی کے مزاج کے خلاف ہو اس کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے گو اپنی خواہش ہو مگر دوسرے کی خواہش کو اس پر مقدم رکھے۔

بعضے لوگ جو بعض خدمات میں اصرار کرتے ہیں بزرگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔

اور ارشاد ہے کہ (ایسے) دو شخصوں کے درمیان میں (جو قصداً پاس پاس بیٹھے ہوں) جا کر بیٹھنا حلال نہیں۔ بدوں ان کے اذن کے۔ (ترمذی ۱۲)

اس سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسی بات کرنا جس سے دوسروں کو کدورت ہو نہ چاہیے اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ ہاتھ یا کپڑا سے ڈھانپ لیتے اور آواز کو پست فرماتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے جلیس کی اتنی رعایت کرے کہ اس کو سخت آواز سے بھی

اذیت ووحشت نہ ہو۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تو جو شخص جس جگہ پہنچ جاتا وہاں ہی بیٹھ جاتا۔ (ابوداؤد)

یعنی لوگوں کو چیر پھاڑ کر آگے نہ بڑھتا۔ اس سے بھی مجلس کا ادب ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اتنی ایذا بھی نہ پہنچائے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ موقوفاً (رزین ۱۲) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (بیہقی ۱۲) اور حضرت سعید بن المسیب سے مرسلاً مروی ہے (بیہقی ۱۲) کہ عیادت میں بیمار کے پاس نہ بیٹھے۔ تھوڑا بیٹھ کر جلدی اٹھ کھڑا ہو۔ اس حدیث میں کس قدر دقیق رعایت ہے اس امر کی کہ کسی کی ادنیٰ گرانی کا سبب بھی نہ بنے کیونکہ بعض اوقات کسی کے بیٹھنے سے مریض کو کروٹ بدلنے میں یا پاؤں پھیلانے میں یا بات چیت کرنے میں ایک گونہ تکلف ہوتا ہے۔ البتہ جس کے بیٹھنے سے اس کو راحت ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے غسل جمعہ کے ضروری ہونے کی یہی علت بیان فرمائی ہے (ابوداؤد ۱۲) کہ ابتدائے اسلام میں اکثر لوگ غریب مزدوری پیشہ تھے میلے کپڑوں میں پسینہ نکلنے سے بدبو پھیلتی اس لئے غسل واجب کیا گیا تھا۔ پھر بعد میں یہ وجوب منسوخ ہو گیا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس کی کوشش واجب ہے کہ کسی کو کسی سے معمولی اذیت بھی نہ پہنچے اور جن احادیث کے حوالے متن میں نہیں ہیں وہ مشکوٰۃ وتعلیم الدین سے نقل کئے ہیں ۱۲)

اور سنن نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شب برات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر سے آہستہ اٹھے اور اس خیال سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوتی ہوں گی بے چین نہ ہوں۔ آہستہ نعل مبارک پہنے اور آہستہ سے کواڑ کھولے اور آہستہ سے باہر تشریف لے گئے اور آہستہ سے کواڑ بند کئے اس میں سونے والے کی کس قدر رعایت ہے کہ ایسی آواز یا کھڑکا بھی نہ کیا جائے جس سے سونے والا دفعتہً جاگ اٹھے اور پریشان ہو۔

اور صحیح مسلم میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے ایک طویل قصہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے اور آپ ہی کے ہاں مقیم تھے۔ بعد عشاء آ کر لیٹ

رہتے۔حضور اقدس دیر میں تشریف لاتے تو (چونکہ مہمانوں کے سونے اور جاگنے دونوں کا احتمال ہوتا تھا (اس لئے) سلام (تو) کرتے کہ شاید جاگتے ہوں اور ایسا آہستہ سلام کرتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے اس سے بھی وہی اہتمام معلوم ہوا جو اس سے پہلی حدیث میں معلوم ہوا تھا اور بکثرت حدیثیں اس بات کی موجود ہیں۔روایات فقہیہ میں ایسے شخص کو جو طعام وغیرہ یا درس یا اوراد (وظیفوں ۱۲) میں مشغول ہو سلام نہ کرنا مصرح ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بلاضرورت کسی مشغول شغل ضروری کے قلب کو منتشر اور دو جانب کرنا شرعاً ناپسند ہے اسی طرح گندہ ذہنی کے مرض میں جو شخص مبتلا ہو اس کو مسجد میں نہ آنے دینا بھی فقہاء نے نقل کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اذیت کے اسباب کا انسداد نہایت ضروری ہے۔

ادب معاشرت کی روح

ان دلائل میں مجموعی طور پر نظر کرنے سے بہ دلالت واضحہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے نہایت درجہ پر اس کا خاص طور سے اہتمام کیا ہے کہ کسی شخص کو کوئی حرکت کوئی حالت دوسرے شخص کے لئے ادنیٰ درجے میں بھی کسی قسم کی تکلیف واذیت یا ثقل وگرانی یا ضیق وتنگی یا تکدر یا انقباض یا کراہتہ وناگواری یا تشویش وپریشانی یا توحش یا خلجان کا سبب وموجب نہ ہو اور شارع علیہ السلام نے صرف قول اور اپنے فعل ہی سے ان کے اہتمام کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ خدام کے قلت اعتناء (کم پرواہی ۱۲) کے موقع پر ان کو ان آداب کے عمل کرنے پر بھی مجبور فرمایا اور ان سے کام لے کر بھی بتلایا ہے چنانچہ ایک صحابی ایک ہدیہ لے کر آپ کی خدمت میں بدوں سلام وبدوں استیذان (اندر آنے کی اجازت لینے۱۲) داخل ہوگئے آپ نے فرمایا باہر واپس جاؤ اور السلام علیکم کیا میں حاضر ہوں کہہ کر پھر آؤ (ترمذی وابوداؤد ۱۲) اور فی الحقیقت حسن اخلاق مع الناس (لوگوں کے ساتھ اچھی عادت ہونا ۱۲) کا راس واساس یہی ایک امر ہے کہ کسی کو کسی سے ایذاء وکلفت نہ پہنچے جس کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جامع الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

3 (مسلمانوں کامل وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے بھی کسی کو تکلیف نہ ہو) (رواہ البخاری)

معاشرت کا مقدم ہونا

اور جس امر سے اذیت ہو گو وہ صورۃً خدمت مالی یا جانی ہو یا ادب و تعظیم ہو جو عرف میں حسن خلق (اچھی عادت ۱۲) سمجھا جاتا ہے مگر اس حالت میں وہ سب سوء خلق (بری عادت ۱۲) میں داخل ہے کیونکہ راحت کہ جان خلق ہے مقدم ہے خدمت پر کہ پوست خلق ہے اور قشرِ بلا لُب (چھلکا بغیر مغز کے ۱۲) کا بیکار ہونا ظاہر ہے اور گو شعائر ہونے کے مرتبہ میں باب معاشرت مؤخر ہے بابِ عقائد وعبادات فریضہ سے لیکن اس اعتبار سے کہ عقائد و عبادات کے اخلال سے اپنا ہی ضرر ہے اور معاشرت کے اخلال سے دوسروں کا ضرر ہے اور دوسروں کو ضرر پہنچانا اشد ہے اپنے نفس کو ضرر پہنچانے سے) اس درجے میں اس کو ان دونوں پر تقدم ہے آخر کوئی بات تو ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں **الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً** (جو لوگ کہ زمین پر متواضع چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل کوئی بات چیت کرتے ہیں تو اچھی بات کہتے ہیں ۱۲) کو کہ دال ہے حسن معاشرت پر ذکر میں مقدم فرمایا صلوٰۃ وخشیت (نماز اور خوف خرچ میں اعتدال کرنے اور توحید ۱۲) واعتدال فی الانفاق وتوحید پر جو کہ باب طاعات مفروضہ وعقائد سے ہیں اور یہ تقدم علی الفرائض (فرائض پر مقدم کرنا ۱۲) تو محض بعض وجوہ سے ہے لیکن نفل عبادت پر اس کا تقدم من کل الوجوہ ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دو عورتوں کا ذکر کیا گیا ایک تو نماز وروزہ کثرت سے کرتی تھی (یعنی نوافل کیونکہ کثرت اسی میں ہوسکتی ہے) مگر اپنے ہمسایوں کو ایذا پہنچاتی تھی اور دوسری زیادہ نماز وروزہ نہ کرتی تھی (یعنی صرف ضروریات پر اکتفا کرتی تھی) مگر ہمسایوں کو ایذا نہ دیتی تھی۔ آپ نے پہلی کو دوزخی اور دوسری کو جنتی فرمایا (ترغیب وترہیب منذری عن احمد و بزار وابن حبان وحاکم وابوبکر بن ابی شیبہ ۱۲) اور باب معاملات سے گو اس حیثیت مذکورہ سے یہ مقدم نہیں کیونکہ اس کے اخلال سے بھی دوسروں کو ضرر پہنچتا ہے مگر ایک دوسری حیثیت سے یہ اس سے بھی اہم ہے وہ یہ کہ گو عوام نہ سہی مگر

---

3 اشرف السوانح - جلد ۳ ک

خواص باب معاملات کو داخل دین سمجھتے ہیں اور باب معاشرت کو بجز اخص الخواص کے بہت خواص بھی داخل دین نہیں سمجھتے اور جو بعض سمجھتے بھی ہیں مگر معاملات کے برابر اس کو مہتم (اہتمام کے قابل ۱۲) بالشان اعتقاد نہیں کرتے اور اسی وجہ سے عملاً بھی اس کا اعتناء (پرواہ ۱۲) کم کرتے ہیں اور اخلاق باطنی کی اصلاح عبادات مفروضہ کے حکم میں ہے جو حیثیت تقدم معاشرت علی العبادات کی اوپر مذکور ہو چکی ہے وہ یہاں بھی جاری ہے۔

غرض اس جزء یعنی باب معاشرت کا سب اجزاء دین سے مقدم و مہتم بالشان ہونا کسی سے من وجہ اور کسی سے من کل وجہ ثابت ہو گیا مگر باوجود اس کے عوام کا تو بکثرت اور خواص میں سے بھی بعض کا اس کی طرف خود عملاً بھی التفات کم ہے اور جو کسی نے خود عمل بھی کیا مگر دوسروں کو خواہ وہ اجانب (اجنبی) ہوں یا اپنے متعلقین ہوں روک ٹوک یا تعلیم و اصلاح کرنا تو مفقود محض ہے اس وجہ سے مدت سے اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ کچھ ضروری آداب معاشرت جن کا اکثر اوقات موقع اور اتفاق پڑتا ہے۔ تحریراً ضبط کر دیئے جائیں اور گو یہ احقر مدتوں سے اپنے متعلقین کو ایسے مواقع پر زبانی احتساب کرتا رہتا ہے گو اس میں میری اتنی خطا ضرور ہے کہ بعض وقت مزاج میں حدت (تیزی) پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف کر کے اصلاح فرما دے۔ اور اکثر وعظ میں بھی ایسے امور کی تعلیم و تبلیغ کرتا ہوں مگر حسب قول مشہور العلم صید و الکتابة قید (علم شکار ہے اور لکھنا اس کا قید ہے ۱۲) جو بات تحریر میں ہے تقریر میں کہاں۔ اس لئے تحریر ہی کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی تھی۔ مگر اتفاق سے دیر ہوتی گئی۔ خدائے تعالیٰ کے علم میں اس کا یہی وقت مقدر (مقرر) تھا۔ الحمد للہ کہ اب اس کی نوبت آئی۔

میں ہر تعلیم کے لئے لفظ ادب کو سرخی قرار دوں گا اور کیفما اتفق (جس طرح بنے گا ۱۲) جو بات یاد آوے گی یا پیش آوے گی بلا کسی خاص ترتیب کے لکھتا چلا جاؤں گا۔ (اب اس ایڈیشن میں ہم نے ہر ادب پر عنوان لگا دیا ہے۔ زاہد) اگر یہ رسالہ بچوں کو بلکہ بڑوں کو بھی پڑھا دیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں لطف جنت کا نصیب ہونے لگے گا جیسا کہا گیا ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　　کسے را با کسے کارے نباشد

(وہ جگہ بہشت ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو کسی کو کسی سے کوئی غرض نہ ہو)

واللہ ولی التوفیق و ھو خیر رفیق

آداب

کسی سے کوئی چیز مانگنے کا ادب

کسی ایسے شخص سے کوئی چیز مت مانگو کہ تم کو قرآئن سے یقین ہو کہ وہ باوجود گرانی کے بھی انکار نہ کر سکے گا اگرچہ یہ مانگنا بطور عاریت یا قرض ہی کے ہو۔ البتہ اگر یہ یقین ہو کہ اس کو گرانی ہی نہ ہوگی۔ یا اگر گرانی ہوئی تو یہ آزادی سے عذر کر دے گا تو مضائقہ نہیں اور یہی تفصیل ہے کسی کو کام بتلانے میں کوئی فرمائش کرنے میں کسی سے کسی کی سفارش کرنے میں۔ اس میں آج کل بہت ہی تساہل ہے۔

بزرگ کا جوتا اٹھانے کا ادب

اگر کسی بزرگ کا جوتا اٹھانا چاہو تو جس وقت وہ پاؤں سے نکال رہے ہوں اس وقت ہاتھ میں مت لو کہ اس سے بعض اوقات دوسرا آدمی گر پڑتا ہے۔

کسی کی خدمت کرنے کا ادب

بعض اوقات بعض خدمت دوسرے سے لینا پسند نہیں ہوتا۔ سو ایسی خدمت پر اصرار نہ کرنا چاہیے کہ خود مخدوم کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ بات اس مخدوم کی صریح ممانعت یا قرائن سے معلوم ہو جاتی ہے۔

کسی کے پاس بیٹھنے کا ادب

کسی کے پاس بیٹھنا ہو تو نہ اس قدر مل کر بیٹھو کہ اس کا دل گھبرائے اور نہ اس قدر فاصلہ سے بیٹھو کہ بات چیت کرنے میں تکلیف ہو۔

مشغول آدمی کی رعایت

مشغول آدمی کے پاس بیٹھ کر اس کو مت تکو کہ اس سے دل بٹتا ہے اور دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے بلکہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر بھی مت بیٹھو۔

میزبان کو اپنے نہ کھانے کی اطلاع

اگر کسی کے ہاں مہمان جاؤ اور تم کو کھانا کھانا منظور نہ ہو۔ خواہ تو اس وجہ سے کھا چکے ہو

یا روزہ ہو یا کسی وجہ سے کھانے کا ارادہ نہ ہو تو فوراً جاتے ہی اس کی اطلاع کردو کہ میں اس وقت کھانا نہ کھاؤں گا ایسا نہ ہو کہ وہ انتظام کرے اور انتظام میں اس کو تعب بھی ہو۔ پھر کھانے کے وقت اس سے یہ اطلاع کرو تو اس کا یہ سب اہتمام وطعام ضائع ہی گیا۔

میزبان کی اجازت کے بغیر دعوت قبول نہ کرے

اسی طرح مہمان کو چاہیے کہ کسی کی دعوت بدون میزبان سے اجازت حاصل کئے ہوئے حاصل قبول نہ کرے۔

میزبان کو اطلاع کر کے جانا

اسی طرح مہمان کو چاہیے کہ جہاں جائے میزبان سے اطلاع کر دے تا کہ اس کو کھانے کے وقت تلاش میں پریشانی نہ ہو۔

کسی سے اپنا کام کہنے کا ادب

کوئی حاجت لے کر کہیں جائے تو موقع پا کر فوراً اپنی بات کہہ دے انتظار نہ کراوے یعنی آدمی پوچھنے پر تو کہہ دیتے ہیں کہ صرف ملنے آئے ہیں جب وہ بے فکر ہو گیا اور موقع بھی نہ رہا اب کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ کہنا ہے تو اس سے بہت اذیت ہوتی ہے۔

بات کرنے کا ادب

اسی طرح جب بات کرنا ہو۔ سامنے بیٹھ کر بات کرے۔ پشت پر سے بات کرنے میں الجھن ہوتی ہے۔

اجتماعی چیز کے استعمال کا ادب

کوئی چیز کئی شخصوں کے استعمال میں آتی ہو تو جو شخص اس کو اٹھا کر کام لے بعد فراغ جس جگہ سے اٹھائی تھی وہاں ہی رکھ دے اس کا بہت ہی اہتمام کرے۔

چارپائی کو ایک طرف رکھنا

بعض دفعہ کسی ایسے موقعہ پر جہاں ہر وقت چارپائی نہیں بچھتی رہتی۔ سونے یا بیٹھنے کے لیے چارپائی بچھائی جاتی ہے سو جب فارغ ہو جائے اس جگہ سے اٹھا کر کہیں ایک طرف رکھ دے تا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

دوسرے کے خط کو نہ دیکھنا

کسی کا خط جس کے تم مکتوب الیہ نہ ہو مت دیکھو نہ حاضرانہ جیسے بعضے آدمی لکھتے میں دیکھتے جاتے ہیں اور نہ غائبانہ

کسی کے کاغذات کو نہ دیکھنا

اسی طرح کسی کے سامنے کاغذات رکھے ہوئے ہوں ان کو اٹھا کر مت دیکھو شاید وہ شخص کسی کاغذ کو تم سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے گو وہ چھپا ہوا کیوں نہ ہو کیونکہ بعض دفعہ وہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کاغذ کا اس شخص کے پاس ہونا تم کو معلوم ہو۔

بغیر رضا کے کسی کا کھانا نہ کھاؤ

جو شخص کھانے کے لیے جارہا ہو یا بلایا گیا ہو اس کے ساتھ اس مقام تک مت جاؤ کیونکہ صاحب خانہ شرما کر کھانے کی تواضع کرتا ہے اور دل اندر سے نہیں چاہتا اور بعضے جلدی قبول کر لیتے ہیں تو صاحب خانہ کی بلا رضا کھانا کھایا اور اگر قبول نہ کیا تو صاحب خانہ کی سبکی ہے پھر خود صاحب خانہ کا اول وہلہ میں تردد یہ بھی مستقل ایذاء ہے۔

کسی کو اپنا کام یاد دلانے کا طریقہ

جب کسی شخص سے کوئی حاجت پیش کرنا ہو جس کو پہلے بھی ذکر کر چکا ہو تو دوبارہ پیش کرنے کے وقت بھی پوری بات کہنا چاہیے۔ قرائن پر یا پہلی یاد کے بھروسہ پر ناتمام بات نہ کہے۔ ممکن ہے کہ مخاطب کو وہ پہلی بات یاد نہ رہی ہو اور غلط سمجھ جائے یا نہ سمجھنے سے پریشان ہو۔

پیچھے سے کھنکارنا

بعضے آدمی پیچھے بیٹھ کر کھنکارا کرتے ہیں تا کہ کھنکارنے کی آواز سن کر یہ شخص ہم کو دیکھے اور پھر ہم سے بات کرے سو اس حرکت سے سخت اذیت ہوتی ہے اس سے تو یہی بہتر ہے کہ سامنے آبیٹھے اور جو کچھ کہنا ہو کہہ دے اور مشغول آدمی کے ساتھ یہ بھی جب کرے کہ سخت ضرورت ہو ورنہ بہتر یہی ہے کہ اس کے فارغ ہونے تک ایسی جگہ بیٹھ جائے کہ اس کو اس کے

آنے کی اطلاع نہ ہو ورنہ اس سے بھی احیاناً پریشان ہو جاتا ہے۔ پھر جب یہ فارغ ہو جائے پاس آ بیٹھے اور جو کچھ کہنا ہو کہہ سن لے۔

تیزی سے جانے والے سے مصافحہ

جو آدمی تیزی کے ساتھ جارہا ہو راستہ میں اس کو مصافحہ کے لئے مت روکو کہ شاید اس کا کوئی حرج ہو اسی طرح ایسے وقت میں اس کو کھڑا کر کے بات مت کرو۔

مجلس میں ہر ایک سے مصافحہ

بعضے آدمی مجلس میں پہنچ کر سب سے الگ الگ مصافحہ کرتے ہیں اگرچہ سب سے تعارف نہ ہو جس میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اور فراغ تک تمام مجلس مشغول اور پریشان رہتی ہے مناسب یہ ہے کہ جس کے پاس قصد کر کے آئے ہو اس کے مصافحہ پر کفایت کرو۔ البتہ اگر دوسروں سے بھی تعارف ہو تو مضائقہ نہیں۔

بات کو صاف طریقہ سے کہنا

بعضے آدمی تھوڑی بات پکار کر کہتے ہیں اور تھوڑی بات بالکل آہستہ کہ یا تو بالکل سنائی ہی نہ دے یا ناتمام سنائی دے اور دونوں صورتوں میں ممکن ہے کہ سامع کو غلط فہمی یا تردد والجھن ہو اور دونوں کا نتیجہ ناگوار ہے۔ بات کے ہر جز کو بہت صاف کہنا چاہیے۔

بات سننے کا ادب

بات کو اچھی طرح توجہ سے سننا چاہیے اور اگر کچھ شبہ رہے تو متکلم سے فوراً دوبارہ تحقیق کرنا چاہیے بے سمجھے محض اجتہاد سے عمل نہ کرے۔ بعض اوقات غلط فہمی کے ساتھ عمل کرنے سے متکلم کو اذیت ہوتی ہے۔

بڑے کے بتائے ہوئے کام کی اطلاع

اگر کوئی اپنا مطاع کوئی کام بتلا دے تو اس کو پورا کر کے ضرور اطلاع دینا چاہیے اکثر اوقات وہ انتظار میں رہتا ہے۔

میزبان کے معاملات میں دخل نہ دے

کہیں مہمان جائے تو وہاں کے انتظامات میں مہمان ہونے کی حیثیت سے ہرگز دخل نہ

دے۔ البتہ اگر میزبان کوئی خاص انتظام اس کے سپرد کرے تو اس کے اہتمام کا مضائقہ نہیں۔

بڑے کی معیت کا ادب

جب اپنے سے بڑے کے ساتھ ہو بدون اسکی اجازت کے مستقل کوئی کام نہ کرنا چاہیے۔

بات کا جواب صاف دینا

ایک نو وارد شخص سے پوچھا گیا کہ تم کب جاؤ گے اس نے جواب دیا جب حکم ہو اس پر تعلیم کی گئی کہ یہ مہمل جواب ہے۔ مجھ کو کیا خبر کہ تمہاری کیا حالت ہے کیا مصلحت ہے۔ کس قدر گنجائش وقت میں ہے یوں چاہیے کہ جواب میں اپنے ارادے سے اطلاع دے اور اگر ایسا ہی ادب واطاعت اور تفویض کا غلبہ ہے تو بعد اطلاع ارادہ کے اتنا اور کہہ دے کہ میرا تو ارادہ اس طرح ہے آگے جس طرح حکم ہو۔ غرض ایسا جواب مت دو کہ پوچھنے والے پر بار پڑے۔

طالب علموں کو دینوی کاموں سے پرہیز

ایک طالب علم نے کسی کے لئے تعویذ دردزہ کا مانگا اس کو تعلیم کیا گیا کہ طالب کو دوسروں کے حوائج دنیویہ پیش نہ کرنا چاہیے اگر کوئی شخص اس سے ایسی فرمائش کرے تو عذر کردے کہ ہم کو اس سے معاف کرو خلاف ادب ہے۔

اپنے ارادے کی میزبان کو اطلاع کرنا

ایک طالب علم مہمان آئے جو پہلے بھی آئے تھے اور دوسری جگہ ٹھہرے تھے اور اب کی بار یہاں ٹھہرنے کے قصد سے آئے مگر ظاہر نہیں کیا کہ اب کے بار تمہارے پاس ٹھہرا ہوں اس لئے کھانا نہیں بھیجا گیا بعد میں پوچھنے سے معلوم ہوا کہ کھانا منگایا گیا اور ان کی فہمائش کی کہ ایسی حالت میں از خود ظاہر کردینا چاہیے تھا کیونکہ بے کہے کیسے معلوم ہو اور بوجہ اس کے کہ پہلے اور جگہ قیام کیا تھا کیسے احتمال ہو کہ خود ہی پوچھ لیا جائے۔

میزبان کے خادم سے برتاؤ

ایک مہمان صاحب نے میزبان کے خادم سے پانی یہ کہہ کر مانگا کہ پانی لاؤ۔ فرمایا

کہ تحکم کا لہجہ ہرگز نہیں چاہیے یہ بداخلاقی ہے یوں کہنا چاہیے تھوڑا پانی دیجئے گا۔

مجلس کی گفتگو میں مداخلت

اگر مجلس میں کوئی خاص گفتگو ہو رہی ہے تو نئے آنے والے کو یہ چاہیے کہ خواہ مخواہ سلام کر کے اپنی طرف متوجہ کر کے سلسلہ گفتگو میں مزاحم نہ ہو بلکہ چاہیے کہ چپکے سے نظر بچا کر بیٹھ جائے پھر موقعہ سے سلام وغیرہ کر سکتا ہے۔

کھانے پر اصرار نہ کرنا

کھانے پر اصرار تکلف کے ساتھ خلاف مصلحت مہمان نہ چاہیے۔

پیٹھ کے پیچھے بیٹھنا

خواہ مخواہ پیٹھ کے پیچھے بیٹھنا سخت بار معلوم ہوتا ہے۔ تعظیم کے لیے ہر نشست و برخاست کے موقع پر اکثر باوجود ضرورت اٹھنے سے مانع ہوتا ہے۔ نہیں چاہیے۔

دوسرے کا جوتا اس کی جگہ سے نہ ہٹاؤ

جہاں جس کا جوتہ رکھا ہو اس کو ہٹا کر اپنا جوتا رکھ کر جگہ کر کے مسجد وغیرہ میں نہ جانا چاہیے جہاں جس کا جوتہ رکھا ہو وہ اسی کا حق ہے وہیں آ کر دیکھے گا نہ ملے گا پریشان ہوگا۔

(ع) بہشت آنجا کہ آزارے نباشد (بہشت وہی جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو)

کسی کے وظیفہ میں مداخلت نہ کرنا

وظیفہ پڑھتے وقت خاص طور سے قریب بیٹھ کر انتظار کرنا قلب کو متعلق کر کے وظیفہ کو مخل کرنا ہے البتہ اپنی جگہ بیٹھا رہے تو کچھ حرج نہیں۔

تکلیف نہ کرنا

بات ہمیشہ صاف اور بے تکلف کہہ دے۔ تکلف کی تمہید وغیرہ نہ کرے۔

کسی کے واسطہ سے پرہیز کرنا

کسی کے توسط سے بلا ضرورت پیغام نہ پہنچائے جو کچھ کہنا ہو خود بے تکلف کہہ دے۔

صاحبِ ہدیہ کی دل شکنی سے پرہیز

ہدیہ کے بعد فوراً ہدیہ دینے والے کے سامنے اس رقم کو چندہ خیر میں بھی دینا دل شکنی ہے۔ ایسے وقت میں دے کہ اس کو معلوم نہ ہو۔

دوسرے کی مجلس میں اپنا حکم نہ چلاؤ

ایک دیہاتی کچھ باتیں کر رہا تھا بعض باتیں بے تمیزی کی بھی کرنے لگا ایک شخص نے اہل مجلس میں سے اشارے سے اس کو روک دیا۔ اس شخص کو سختی سے تنبیہ کی کہ تم کو اس کے روکنے کا کیا حق تھا تم لوگوں کو مرعوب کرتے ہو۔ میری مجلس کو فرعون کی مجلس بناتے ہو اگر کہا جائے کہ یہ بے تمیزی کرتا تھا سو بے تمیزی سے روکنے کے لیے خدا نے مجھ کو بھی زبان دی ہے تم کیوں دخل دیتے ہو اور اس دیہاتی سے کہا کہ جو کچھ کہنا ہے خوب آزادی سے کہو۔

بزرگوں کے متعلقین کو دعوت دینے کا طریقہ

اپنے بزرگ کے ساتھ اگر ان کے بعض متعلقین کی بھی دعوت کرے تو خود ان سے نہ کہے کہ فلاں کو بھی لیتے آیئے۔ بعض اوقات یاد نہیں رہتا کام و نیز اپنا ان سے لینا خلاف ادب بھی ہے۔ بلکہ ان سے اجازت لے کر اس متعلق سے خود کہہ دے اور اس متعلق کو بھی چاہیے کہ اپنے بزرگ سے پوچھ کر منظور کرے۔

پیش کی ہوئی چیز کی وضاحت

ایک شخص نے کچھ آٹا لاکر رکھ دیا کہ یہ لایا ہوں اور یہ نہیں کہا کہ کس واسطے اس کو واپس کر دیا اور کہہ دیا کہ جب تک پیش کرنے کے ساتھ از خود یہ نہ کہو گے کہ میرے واسطے لائے ہو یا مدرسہ کے لئے اس وقت تک نہ لیا جائے گا۔

استنجا خانہ کا استعمال

استنجا خانہ کو جاتے ہوئے دیکھا کہ ایک طالب علم وہاں پیشاب کر رہا ہے اس کے فارغ ہونے کے انتظار میں ذرا فاصلے سے آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ جب زیادہ دیر ہو گئی تو سامنے ہو کر

دیکھا تو وہ طالب علم صاحب پیشاب سے فارغ ہو کر استنجا خشک کرنے کے لیے بھی وہیں کھڑے ہیں اس پر ان کی فہمائش کی گئی کہ اب اس جگہ کو محبوس کرنے کی کیا ضرورت ہے یہاں سے ہٹ کر استنجا خشک کرنا چاہیے تھا بعضے لوگ لحاظ کے سبب اس جگہ کے خالی ہونے کے منتظر رہتے ہیں۔ دوسرے کے ہوتے ہوئے آتے ہوئے شرماتے ہیں۔

استنجا، سکھانا

ایک شخص کو دیکھا کہ استنجا سکھاتا ہوا ایک عام گزرگاہ پر ٹہل رہا ہے اس پر فہمائش کی کہ حتی الامکان لوگوں کی نظر سے چھپ کر استنجا سکھلانا چاہیے جس قدر بھی دوری ممکن ہو۔

دوسرے کی چیز بغیر اجازت استعمال کرنا

مجھ کو مدرسے کی ایک کتاب کی ضرورت ہوئی جو میرے ایک دوست کے پاس امانت تھی وہ اس وقت موجود نہ تھے میں نے ان کے بیٹھنے کی جگہ اس کی تلاش کرائی نہ ملی خود دیکھنے اٹھا نہ ملی دفعتہً کسی کی نظر پڑی کہ اسی جگہ ایک طالب علم صاحب وہاں ہی بیٹھے تکرار کسی کتاب کا کر رہے ہیں اور اس کے نیچے بطور تکیہ کے وہ مدرسے کی کتاب رکھ چھوڑی ہے جو ان کی کتاب کے نیچے ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آئی۔ دفعتہً وہ پہچانی گئی تب وہ ملی۔ ان طالب علم صاحب کو ملامت کی گئی کہ بلا اطلاع کسی کی چیز کا استعمال کرنا اول تو ناجائز ہے۔ دوسرے اس میں یہ خرابی ہے کہ تمہاری بدولت اتنی دیر تک کئی آدمی پریشان رہے ایسی حرکتیں مت کیا کرو۔

بڑوں کو کام کی اطلاع کرنا

کوئی اپنا بزرگ کسی کام کی فرمائش کرے تو اس کو انجام دے کر اطلاع بھی دینا چاہیے تاکہ اس بزرگ کو انتظار سے انتشار نہ ہو۔

پنکھا جھلنے کا طریقہ

پنکھا جھلنے والوں کو کئی امر کی رعایت رکھنے کے لئے کہا گیا اول یہ کہ پہلے پنکھے کو ہاتھ سے یا کپڑے سے خوب جھاڑ لو کیونکہ بعض اوقات پنکھے کے فرش پر پڑے رہنے سے اس میں

کچھ گرد وغبار کبھی کوئی باریک سا ریزہ مٹی کا یا چونہ کا یا کنکر کا لگا رہتا ہے۔ اور حرکت دینے سے وہ آنکھ وغیرہ میں جا پڑتا ہے جس سے تکلیف ہوتی ہے۔ دوسرے ہاتھ ایسے انداز ے سے رکھو کہ نہ تو سر وغیرہ میں لگے اور نہ اس قدر اونچا رہے کہ ہوا ہی نہ لگے اور ایسے زور سے بھی مت جھلو جس سے دوسرا پریشان ہو تیسرے اس کا خیال رکھو کہ کسی پاس بیٹھے ہوئے آدمی کو اس سے ایذا نہ ہو مثلاً پنکھا اس کے منہ سے اڑا دیا جائے یا دیوار کی طرح اس کے سامنے بطور آڑ کے ہو جائے چوتھے جب مخدوم اٹھنے کو ہو تو خیال رکھو کہ پہلے ہی پنکھا ہٹا لو تا کہ لگ نہ جائے پانچویں اگر کوئی کاغذ وغیرہ نکالنے لگیں تو پنکھا روک لو مشین کی طرح تار نہ باندھ دو۔

ہدیہ دینے کا ادب

بعض طبائع پر ایسے شخص سے ہدیہ لینا گراں گزرتا ہے جس کی کوئی حاجت ان سے متعلق ہو۔ مثلاً دعا کرانا۔ کوئی تعویذ لینا۔ سفارش کرانا۔ مرید ہونا و مثل ذلک سو اس کی بہت احتیاط رکھے ہدیہ تو محض محبت سے ہونا چاہیے۔ جس میں کوئی غرض نہ ہو اگر کوئی حاجت ہی ہو تو اس کے ساتھ نہ ملائے بلکہ جب حاجت پیش کرے تو یہ شبہ نہ ہو کہ وہ ہدیہ اس واسطے دیا تھا۔ اور جب ہدیہ پیش کرے تو یہ شبہ نہ ہو کہ کسی حاجت کے لیے دیا ہے۔

بلا ضرورت خدمت کی ضرورت نہیں

ایک صاحب نے میرے لئے قبل از نماز صبح اس خیال سے کہ میں گھر سے آ کر وضو کروں گا لوٹا پانی کا بھر کر اس پر مسواک رکھ کر رکھ دیا جب میں مسجد میں آیا تو اتفاق سے مجھ کو وضو تھا۔ سیدھا مسجد میں چلا گیا مگر مسجد میں پہنچ کر اتفاق سے بلا قصد اس لوٹا پر نظر پڑی اپنی مسواک پہچان کر سمجھا کہ یہ لوٹا میرے لئے رکھا گیا ہے میں نے تحقیق کیا کس نے رکھا ہے بہت تفتیش کے بعد رکھنے والے نے خود ظاہر کیا۔ میں نے اس وقت مجملاً اور نماز پڑھ کر مفصلاً ان صاحب کو فہمائش کی کہ دیکھو تم نے محض احتمال پر کہ شاید میں وضو کروں لوٹا بھر کر رکھ دیا اور یہ احتمال نہ ہوا کہ شاید وضو ہو چنانچہ وہ تمہارا احتمال واقع میں غلط نکلا اور یہ دوسرا احتمال واقع ہوا تو اس صورت میں اگر اتفاق سے میری نظر لوٹے پر نہ پڑتی اور رکھنے والے

خود بھی غائب تھے تو یہ لوٹا یوں ہی بھرا ہوا رکھا رہتا اور کوئی اس کو نہ برت سکتا۔ اول تو اس کے بھرے ہونے کی وجہ سے یہ قرینہ ہے کہ کسی نے اپنے لئے رکھا ہے اور دوسرے اس پر مسواک رکھے رہنے کے سبب سے کہ یہ تو عادۃً قرینہ قطعیہ ہے دوسروں کو استعمال سے روکنے کا۔ پس جب اس کو کوئی نہیں خرچ کر سکتا تو تم نے ایسی چیز کو بلاضرورت محبوس کیا جس کے ساتھ نفع عام متعلق ہے جو کہ اس کی وضع ونیت واقف کے خلاف ہے تو یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ یہ لوٹے کے متعلق ہوا۔ اب مسواک رہی سو تم نے بلاضرورت اس کو محفوظ جگہ سے ہٹا کر ایک غیر محفوظ جگہ میں رکھ دیا اور چونکہ اس کا انتظام نہیں کیا گیا کہ رکھنے کے بعد اس کی نگرانی بھی کی جائے کہ بعد فراغ اس کو پھر پہلی جگہ رکھ دیا جائے کیونکہ لوٹا پر رکھ کر بزعم خود یقین کرلیا گیا کہ فلاں شخص اس کو استعمال بھی کرے گا اور استعمال کر کے اٹھا کر بھی رکھ دے گا تو اس لئے اس کو ضیاع کے خطرے میں ڈال دیا تمہاری یہ خدمت اتنے ناجائز امور اور کلفتوں کا سبب ہوئی آئندہ سے کبھی ایسا مت کرو یا اجازت لے کر ایسا کرو یا جس وقت دیکھو کہ وضو کیلئے آمادہ ہے اس وقت مضائقہ نہیں۔ ورنہ بے قاعدہ خدمت سے بجائے راحت کے اور الٹی کوفت ہوتی ہے۔ لطیفہ یہی حال ہے بدعات کا کہ صورت ان کی طاعت کی ہے جیسے یہ صورۃً خدمت تھی مگر اس میں مفاسد مخفی ومضمر ہوتے ہیں جن کو کم فہم نہیں جانتے جیسے اس خدمت میں باریک خرابیاں تھیں جن کو خدمت کرنے والے نے نہ جانا۔

درخواست پیش کرنے کا طریقہ

ایک طالب علم نے مدرسہ ہی میں ایک رقعہ میں حاجت کپڑے کی لکھوا کر دوسرے طالب علم کے ہاتھ بھیجا درخواست کنندہ کو بلا کر اس کی وجہ پوچھی گئی اس نے بیان کیا کہ مجھ کو کوئی کام نکل آیا تھا اس لئے دوسرے کے ہاتھ بھیج دیا اس پر فہمائش کی گئی کہ ایک تو اس میں قلت ادب ہے کہ باوجود ہر وقت ایک جگہ رہنے کے محض بہ سبب ایک کام نکل آنے کے نہ کہ بہ سبب خجلت وحیا کے (کہ وہ بھی ایک درجہ میں عذر ہوتا ہے) خود آ کر استدعا نہیں کی دوسرے کے ہاتھ پیام بھیجا جو کہ مساوات کے درجے میں ہوتا ہے۔ دوسرے اس میں بے

رغبتی کی صورت ہے کہ بیگار سی ٹال دی۔ تیسرے اس میں دوسرے سے خدمت لینا ہے ابھی سے مخدومیت سیکھتے ہو اور یہ بھی کہا کہ اس بے تمیزی کی سزا یہ ہے کہ چار روز کے لیے یہ درخواست واپس کرتا ہوں پھر اپنے ہاتھ سے دینا چنانچہ چوتھے روز پھر اپنے ہاتھ سے درخواست دی اور خوشی سے لے لی گئی۔

سفارش کرنے کا طریقہ

آج کل کی سفارش جبر و اکراہ ہے کہ اپنے اثر سے دوسروں پر زور ڈالتے ہیں جو شرعاً جائز نہیں اگر سفارش کرو تو اس طرح سے کہ مخاطب کی آزادی میں ذرہ برابر خلل نہ پڑے وہ جائز بلکہ ثواب ہے۔

کسی کی وجاہت سے کام نکالنا

اسی طرح کسی کی وجاہت سے کام نکالنا مثلاً کسی بڑے آدمی سے اپنی قرابت ہے اور اس کے کسی معتقد یا اثر ماننے والے کے پاس اپنی کوئی حاجت لے جائے اور قرائن سے معلوم ہو کہ وہ بطیب خاطر اس حاجت میں سعی نہ کرے گا بلکہ محض اس بڑے آدمی کے تعلق اور اثر سے کہ بے توجہی میں وہ ناراض نہ ہو جائے تو اس طرح سے کام نکالنا یا کام کی فرمائش کرنا حرام ہے۔

کام کے لئے مقررہ وقت کی پابندی

ایک شخص نے تعویذ مانگا اس کو ایک وقت معین پر آنے کو کہہ دیا وہ دوسرے وقت آیا اور آکر تعویذ مانگا اور کہا کہ مجھ کو تم نے بلایا تھا آیا ہوں اور یہ نہیں ظاہر کیا کہ کس وقت بلایا تھا میں نے پوچھا کہ بھائی کس وقت آنے کو کہا تھا تب اس نے وقت بتلایا۔ میں نے کہا کہ اب تو دوسرا وقت ہے جس وقت بلایا تھا اس وقت آنا چاہیے تھا اس نے کسی کام کا عذر کیا میں نے کہا کہ جس طرح تم کو اس وقت عذر تھا ہم کو اس وقت عذر ہے اب یہ کیسے ہو کہ ہر وقت ایک ہی کام کے لئے بیٹھا رہوں اپنا کوئی کام نہ کروں۔

چھپ کر بات سننا

ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم کے ذریعے سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور خود

پوشیدہ سننے کھڑا ہو گیا اتفاقاً میں نے دیکھ لیا پاس بلا کر دھمکا کر سمجھایا کہ چوروں کی طرح چھپ کر سننے کے کیا معنی؟ کیا کسی نے یہاں آنے سے منع کیا ہے اور اگر شرم آتی تھی تو اپنے فرستادہ سے جواب پوچھ لیتے چھپ کر کسی کی باتیں سننا عیب اور گناہ کی بات ہے کیونکہ ممکن ہے کہ متکلم کوئی ایسی بات کرے جس کو اس مختفی سے مخفی کرنا چاہیے۔

کسی کو راستہ دینے کا طریقہ

ایک شخص فرشی پنکھا کھینچنے لگنے میں کسی کام کو اٹھنے لگا تو انہوں نے پنکھے کی رسی اپنی طرف زور سے کھینچ لی تا کہ پنکھا میرے سر سے نہ لگے میں نے سمجھایا کہ ایسا مت کرو اگر میں پنکھے کی جگہ خالی دیکھ کر اسی جگہ کھڑا ہو جاؤں اور اتفاق سے رسی تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے یا ٹوٹ جائے تو پنکھا سر میں آ کر لگے بلکہ یہ چاہیے کہ رسی بالکل چھوڑ دو تا کہ پنکھا اپنی جگہ آ کر مستقر ہو جائے پھر اٹھنے والا خود سنبھل کر اٹھ جائے۔

میزبان کو اپنے پرہیز کی اطلاع

مہمان کو چاہیے کہ اگر مرچ کم کھانے کا عادی ہو یا پرہیزی کھانا کھاتا ہو تو پہنچتے ہی میزبان سے اطلاع کر دے۔ بعض لوگ جب کھانا دسترخوان پر آ جاتا ہے اس وقت نخرے پھیلاتے ہیں۔

دسترخوان پر پنکھا جھلنا

دسترخوان پر بعض اوقات شکر بھی ہوتی ہے اس وقت بعض خادم اس طرح پنکھا جھلتے ہیں کہ شکر برتن سے اڑنے لگتی ہے اور بعض اوقات اس برتن سے جب چمچہ میں لیتے ہیں تو چمچے سے اڑنے لگتی ہے سو خادم کو ان باتوں کی تمیز چاہیے۔

دوسرے کی چیز میں بغیر اجازت تصرف

بھائی کے گھر سے ایک بند خط میرے پاس اپنے کارندے کے ہاتھ بھجوایا گیا تا کہ اس کو ڈاک میں چھڑوا دیا جائے اور میں ہی اس کی فرمائش کر آیا تھا کیونکہ اس خط کا مجھ سے تعلق تھا راہ میں کارندے نے دیکھا کہ اس وقت ڈاک لے کر ہرکارہ اسٹیشن جاتا ہے۔

کارندے صاحب نے یہ خیال کر کے ڈاکخانہ میں جانے سے کل نکلے گا اس ہرکارہ کو دے دیا کہ آج ہی روانہ ہو جائے گا کیونکہ ہرکارہ ریل کے پوسٹ ماسٹر کو دے دے گا۔ اب میں اس کا منتظر کہ بھائی کے گھر والے میرے پاس خط بھیجیں گے جب وہ خط نہ آیا تو میں نے تحقیق کیا اس وقت یہ سب قصہ معلوم ہوا۔ میں نے کارندہ صاحب کو بلا کر فہمائش کی کہ تم نے امانت میں بلا اذن کیسے تصرف کیا تم کو کیا معلوم کہ میرے پاس بھیجنے میں کیا مصلحت تھی اور تم کو کیا معلوم کہ میں ڈاکخانہ کے ذریعے سے بھیجنے کو ہرکارندہ کے ہاتھ بھیجنے پر کس مصلحت سے ترجیح دیتا تم نے اپنے اجتہاد فاسد سے یہ سب مصلحتیں برباد کیں۔ تم کو دخل دینا کیا ضرور تھا۔ تمہارا کام صرف اس قدر تھا کہ وہ خط میرے پاس پہنچا دیتے۔ کارندہ نے معذرت کی کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

سامنے کھڑا ہونا

ایک طالب علم بازار میں جانے کی اجازت لینے کے لئے آیا اور کھڑا ہو گیا میں کسی بات میں مشغول ہو گیا وہ میرے انتظار فراغ میں کھڑا رہا اور مجھ کو اس کا کھڑا ہونا بوجہ صورت تقاضہ کے بار معلوم ہوا۔ میں نے سمجھایا کہ اس سے طبیعت تنگ ہوتی ہے تم کو چاہیے تھا کہ جب مشغول دیکھا تھا بیٹھ جاتے اور جب فارغ دیکھتے گفتگو کرتے۔

ہدیہ دینے کا صحیح طریقہ ملحوظ رکھنا

ایک مہمان نے بقصد ہدیہ دینے کے دو روپے میرے قلمدان میں رکھ دیئے اور مجھ کو خبر نہیں کی میں نماز عصر کو اٹھا قلمدان تنہا رکھا رہا نماز کے بعد کسی ضرورت سے قلمدان منگوایا تو اس میں دو روپے دیکھے پوچھا گیا تو کس قدر توقف سے ان صاحب نے اس کی اطلاع دی میں نے وہ روپے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ جب تم کو ہدیہ دینا نہیں آیا تو یہ ہدیہ دینا ہی کیا ضرور۔ کیا یہی طریقہ ہے دینے کا۔ اول تو ہدیہ دیتے ہیں راحت و مسرت پہنچانے کو اور جبکہ اس کی تحقیقات میں اس قدر پریشانی ہوئی تو اس کی غرض ہی فوت ہو گئی۔ دوسرے اگر قلمدان میں سے کوئی لے جاتا جس کی نہ تم کو خبر ہوتی نہ مجھ کو۔ تو تم اس گمان میں رہتے کہ ہم نے دو روپے دیئے اور میں

اس سے ذرا بھی منتفع نہ ہوتا تو مفت کا احسان میرے سر پر رہتا۔ تیسرے اگر کوئی لے بھی نہ جاتا اور میرے ہی ہاتھ آتے تب بھی مجھ کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ یہ کس نے دیئے اور کس کو دیئے اور جب نہ معلوم ہوتا تو چندروز امانت رکھنے کا مجھ پر بار ہوتا۔ پھر لقطہ کی مد میں صرف کر دیا جاتا۔ یہ ساری مصیبت تکلف کی ہے سیدھی بات تو یہ ہے کہ جس کو دینا ہواس کے ہاتھ میں سپرد کر دے اور اگر مجمع سے لحاظ معلوم ہو تو تنہائی میں دیدے۔ اگر تنہائی میسر نہ ہو تو کہہ دے کہ میں تنہائی میں کچھ کہوں گا پھر تنہائی ہو دے دے اور مہدی الیہ کو مناسب ہے کہ اس ہدیہ کو ظاہر کر دے خواہ مہدی کے ہوتے ہوئے خواہ اس کے چلے جانے کے بعد جبکہ اس کے شرمانے کا احتمال ہو۔

اپنے گھر بلا کر ہدیہ دینا

ایک سفر میں بعض لوگ اپنے مکان پر لے جا کر ہدیہ دیئے لگے ان کو سمجھا دیا گیا کہ ایسا کرنے سے دیکھنے والے گھر لے جانے کے واسطے اس کو لازم سمجھیں گے تو غربا یا بلا کر تردد میں پڑیں گے یا نہ بلانے کی ان کو حسرت ہوگی جس کو کوئی چیز دینا ہو میری فرودگاہ پر آ کر گفتگو کرو تا کہ میری آزادی میں خلل نہ آئے۔

امانت کا حق

ایک شخص سہارنپور سے جمعہ کے روز بارہ ۱۲ بجے دن کی گاڑی میں آئے ایک عزیز نے ان کے ہاتھ کچھ برف بھیجا تھا وہ مدرسہ میں ایسے وقت پہنچے کہ طلبہ جمعہ میں نہ گئے تھے وہ شخص برف ایک طباق میں رکھ کر جامع مسجد چلے گئے بعد جمعہ ایک دوست جن سے میں نے وعظ کی درخواست کی تھی وعظ کہنے لگے چونکہ وہ مجھ سے شرماتے تھے میں مدرسہ میں چلا آیا وہ شخص وعظ میں شریک رہے بہت دیر کے بعد مدرسہ میں آئے اور اس وقت وہ برف پیش کیا جو ایک رومال میں لپٹا تھا۔ اول تو یہی بات نامناسب معلوم ہوئی۔ برف کے ساتھ کمبل یا ٹاٹ یا برادہ لاتے مگر یہ فعل دوسرے کا تھا اور ان کے اختیار سے باہر تھا لیکن جو کام ان کے کرنے کا تھا انہوں نے اس میں بھی کوتاہی کی یعنی اول تو آتے ہی برف گھر پہنچاتے اگر یہ کسی وجہ سے ذہن میں نہیں آیا تھا تو بعد نماز فوراً آ جاتے اور اگر آنے کو جی نہ چاہتا تھا تو جب میں آنے لگا

تھا اس وقت مجھ سے اس کی اطلاع کر دیتے میں اس کو لے لیتا۔ اب دو گھنٹے کے بعد آ کر سپرد کیا جو قریب قریب کل کے کھل گیا۔ برائے نام تھوڑا باقی رہ گیا مجھ کو تمام قصہ معلوم ہوا تو میں نے فہمائش بھی کی اور چونکہ میری رائے میں باقتضائے خصوصیت ان کی طبیعت کے خالی فہمائش ناکافی ہوئی اس لئے میں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا تا کہ ان کو ہمیشہ یاد رہے وہ بہت پریشان ہوئے میں نے کہا کہ تم نے ایک شخص کی امانت ضائع کی اور جب ضائع ہوگئی اب مجھ کو دینا چاہتے ہو میں بلا وجہ احسان لینا نہیں چاہتا۔ اب اس بقیہ کو تم ہی خرچ کرو۔ تم کو یا تو امانت نہ لینا چاہیے تھا اور اگر لی تھی تو اس کا حق پورا پورا ادا کرنا چاہیے تھا۔ 4

سوتے ہوئے کی رعایت کرنا

میں صبح کو صحرا سے مدرسہ میں آیا اور سہ دری میں آ کر بیٹھا اور وہاں ایک عزیز سوتے تھے میں آہستہ سے بیٹھ گیا۔ ڈاک لے جانے والا دکھلانے کے لئے روانگی کے خطوط لایا۔ میں نے دیکھ کر لے جانے کے لئے حوالہ کر دیئے تو اس نے ٹین کے نلکہ میں جو اسی کام کیلئے موضوع ہے زور سے خط چھوڑے جس سے کارڈ اس سے لگ کر بولے میں نے فہمائش کی کہ سوتے ہوئے کی رعایت کرنا چاہیے۔

خط کے ساتھ منی آرڈر کو متعلق نہ کرنا

ایک صاحب نے خط میں بعض مضامین جواب طلب لکھے اور اس میں یہ بھی لکھ دیا کہ پانچ روپیہ کا منی آرڈر بھیجتا ہوں۔ اس مضمون کی وجہ سے اس کے انتظار میں اس خط کا جواب نہ گیا کہ وصول ہونے کے بعد ساتھ ہی ساتھ رسید بھی لکھ دی جائے گی۔ اس میں کئی روز گزر گئے اور معلوم نہیں کیا سبب روپیہ وصول نہ ہوا۔ اور دوسرے مضامین کے سبب قلب پر تقاضا جواب کا ہوتا تھا۔ کئی روز یہی کشمکش و انتظار رہا آخر ان کو لکھا گیا کہ یا تو خط میں اس کی اطلاع نہ دینا تھا یا اور کچھ جواب طلب مضامین لکھنے تھے۔

بلا مقصد شکایت سے پرہیز

ایک صاحب اپنے لڑکے کو ساتھ لائے اور ایک مکتب کی شکایت کی کہ اس کے مہتمم

---
4 اشرف السوانح- جلد ۳ ص

نے میرے لڑکے کو نکال دیا۔ بندہ نے نرمی سے سمجھا دیا کہ میرا اس مکتب میں کوئی دخل نہیں۔ کہنے لگے میں نے سنا تھا کہ تم اس کے سرپرست ہو میں نے کہا کہ البتہ وہاں کی تنخواہ میری معرفت دی جاتی ہے۔ باقی انتظامی امور میں میرا کچھ دخل نہیں۔ وہ پھر اس مہتمم کی شکایت کرنے لگے میں نے کہا جس تذکرہ کا کوئی نتیجہ نہ ہو اس سے کیا فائدہ بجز غیبت سنانے کے۔ تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہونے لگے اور وداعی مصافحہ کرتے وقت پھر کہا کہ اس مہتمم نے بڑی زیادتی کی کہ میرے لڑکے کو خارج کر دیا چونکہ میں مناسب تصریح کے ساتھ اصل حقیقت ظاہر کر کے ان کو اس شکایت سے منع کر چکا تھا ان کی اس مکرر سہ کرر شکایت سے مجھ کو بہت برہمی ہوئی اور میں نے ان سے تیزی کے ساتھ باز پرس کی کہ افسوس باوجود اس تمام تر اہتمام کے پھر وہی بات کی جو طبیعت کے خلاف اور محض بے نتیجہ انہوں نے کچھ تاویلیں کرنا چاہیں مگر سب لغو۔ اسی حالت سے ان کو رخصت کیا۔

تکلف و تصنع سے پرہیز

ایک صاحب جو پہلے مل چکے تھے عشاء کے بعد جس جگہ میں بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا ادھر کو آنے لگے اور ذرا رک رک کر اور مجھ کو دیکھ دیکھ کر آتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ میرے پاس آنا چاہتے ہیں مگر انتظار اجازت میں رُکتے ہیں۔ ایک تو عشاء کے بعد کا وقت ملنے ملانے کا نہیں ہوتا خاص کر جو شخص کہ پہلے مل چکا ہو۔ پھر جبکہ معلوم ہو کہ کوئی کام نہیں محض مجلس آرائی اور درباداری ہی غرض ہے جیسا کہ اکثروں کی عادت ہے۔ پھر وظیفہ میں دوسری جگہ متوجہ ہونا گراں گزرتا ہے۔ بالخصوص بلا ضرورت۔ پھر طلب اجازت کی صورت سے تقاضا ہوتا ہے کچھ بولو۔ یہ سب امور جمع ہو کر ناگواری بڑھی آخر وظیفہ چھوڑ کر کہنا پڑا کہ صاحب یہ وقت پاس بیٹھنے کا نہیں ہے۔ کہنے لگے کہ میں تو پانی پینے جاتا تھا۔ اس پر اور زیادہ ناگواری ہوئی کہ اوپر سے بات بناتے ہیں مگر انہوں نے کہا کہ واقعی پانی پینے جاتا تھا۔ میں نے کہا کہ پھر ایسی ہیئت کیوں اختیار کی جس سے پورا شبہ ہوا۔ دوسری طرف سے اور بے رُکے ہوئے جانا چاہیے تھا۔

بغیر تحقیق بات نہ کہو

ایک طالب علم سے ایک ملازم کی نسبت دریافت کیا کہ کیا کر رہا ہے اس نے کہا سو رہا

ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اپنی کوٹھڑی میں جا گتا تھا۔ اس پر اس طالب علم کو فہمائش کی کہ اول تو محض تخمین پر ایک بات کو تحقیقی سمجھنا یہ غلطی ہے اور اگر خود اس کو غیر تحقیقی سمجھتے تھے تو مخاطب پر اس کے تخمینی ہونے کو ظاہر کرنا چاہیے تھا۔ یوں کہتے کہ شاید سو رہے ہوں اور یہ بھی علی سبیل التنزیل کہا جاتا ہے ورنہ اصل جواب تو یہ تھا کہ معلوم نہیں میں دیکھ کر بتلاؤں گا پھر تحقیق کر کے صحیح جواب دیتے دوسرے اس میں یہ خرابی ہے کہ اگر مجھ کو اس کا جاگنا بعد میں معلوم نہ ہوتا اور اسی خیال میں رہتا کہ وہ سوتا ہے تو بعض اوقات بلکہ مجھ کو تو بہت اوقات ایسے موقع پر یہی خیال ہوتا ہے کہ سوتے آدمی کو جگانا بے آرام کرنا بدوں ضرورت کے بے رحمی ہے اور اسی خیال سے نہ جگاتا اور ممکن ہے کہ اس وقت اس سے کسی ضروری کام میں حرج ہو جاتا گو وہ ضرورت شدت کے درجے تک نہ ہوتی مگر اس حرج کو اس لئے گوارا کر لیا جاتا کہ سوتے کو جگانا اس سے زیادہ ناگوار تھا۔ پھر جب بعد میں معلوم ہوتا کہ وہ سوتا نہ تھا۔ اب اس حرج کی ناگواری کا اثر قلب پر ہوتا اور اس راوی پر غصہ آتا تو یہ تمام تر پریشانیاں بدولت اس کے ہوتیں کہ بلا تحقیق ایک بات کہہ دی تھی اس کی ہمیشہ احتیاط رکھنی چاہیے۔

کسی کے ہاں جا کر اپنا مقصد پہلے واضح کر دینا

ایک شخص آئے دریافت فرمایا کہ کیسے تشریف لائے کچھ فرمانا ہے جواب میں کہا جی کچھ نہیں ویسے ہی ملاقات کے واسطے حاضر ہوا تھا۔ جب جانے لگے مغرب کے بعد فرض و سنت کے درمیان میں تعویذ کی فرمائش کی۔ فرمایا ہر کام کے واسطے ایک موقع اور محل ہوتا ہے۔ یہ وقت تعویذ کا نہیں جب آپ تشریف لائے تھے تو میں نے استفسار کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ ویسے ہی ملاقات کے واسطے آیا ہوں اب اس وقت یہ فرمائش کیسی اسی وقت پوچھنے کے ساتھ ہی آپ کو فرمائش کرنا چاہیے تھا لوگ اس کو ادب سمجھتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ بڑی بے ادبی ہے اس کے تو یہ معنی ہیں کہ دوسرا شخص ہمارا نوکر ہے جس وقت چاہیں فرمائش کریں اس کی تعمیل ہونا چاہیے۔ اب آپ ہی ذرا غور سے کام لیجئے کہ مجھ کو اس وقت کتنے کام ہیں ایک تو سنن و نوافل پڑھنا پھر بعضے ذاکرین و شاغلین کو کچھ کہنا ہے ان کی سننا۔

مہمانوں کو کھانا کھلانا۔ افسوس ہے کہ فی زمانا دنیا سے بالکل ادب وتہذیب مرتفع ہوگیا۔ اب تعویذ کے لیے پھر تشریف لائیے۔ یاد رکھئے جہاں جائے اول مقصود کا ذکر کر دینا چاہیے بالخصوص پوچھنے پر۔ میں تو ہر شخص کے آنے کے ساتھ ہی دریافت کر لیتا ہوں تاکہ جو کچھ کہنا ہے کہہ لے اور اس کا حرج نہ ہو اور نہ میرا حرج ہو اور میں خود اس وجہ سے پوچھ لیتا ہوں کہ اکثر اہل حوائج آتے ہیں اور بعض اشخاص بوجہ شرم وحیا خود نہیں کہہ سکتے یا مجمع کی وجہ سے پوشیدہ بات کو ظاہر نہیں کر سکتے پوچھنے سے وہ بتلا دیتے ہیں یا کہہ دیتے ہیں کہ خلوت میں کہنے کی بات ہے میں جب موقع پاتا ہوں علیحدگی میں ان کو بلا کر سن لیتا ہوں اور جب آدمی کچھ منہ ہی سے نہ بولے تو کیسے خبر ہو سکتی ہے۔ مجھے علم غیب تو ہے ہی نہیں۔

بات سن کر اس کا جواب دینا

بعد مغرب ایک ذاکر شاغل کو جس کی استدعاء پر اس کو یہ وقت دیا گیا تھا کچھ تلقین کے واسطے پکارا کیونکہ ذرا دور تھے ان صاحب نے زبان سے ہاں تک نہ کی بلکہ خود اپنی جگہ سے اٹھ کر روانہ ہوئے جس کی اطلاع نہ ہوئی اس لئے دوبارہ اس خیال سے پکارا کہ شاید نہ سنا ہو اتنے میں وہ خود آ گئے استفسار فرمایا کہ آپ نے جواب کیوں نہیں دیا یا جواب کے لائق مجھ کو نہیں سمجھا۔ جواب دینے سے داعی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ مدعو نے سن لیا اور جواب نہ دینے میں کلفت ہوتی ہے کہ وہ دوسری مرتبہ پکارے تیسری دفعہ آواز دے تو دوسرے کو یہ تکلیف محض آپ کی لاپرواہی اور سستی کی وجہ سے ہوئی کہ آپ سے زبان تک نہ ہلائی گئی۔ اگر آپ ہاں کہہ دیتے تو کیا مشکل تھا۔ آج کل علوم کی تعلیم تو ہر جگہ ہے لیکن اخلاق کی تعلیم مثل عنقا ہے۔ اب طبیعت پریشان ہوگئی پھر دوسرا وقت آپ کو دیا جائے گا اس میں اس امر کا لحاظ رکھنا۔

بات کو ٹوکنا

ایک ذاکر نے اثناء تعلیم میں کہ ابھی تقریر ختم بھی نہیں ہوئی تھی۔ اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا۔ فرمایا یہ کیا حرکت ہے کہ ایک گفتگو ابھی ختم نہیں ہوئی۔ دوسری بات داخل کر دی۔

سخن را سر است اے خرد مند و بن ۔۔۔ میاور سخن در میاں سخن

اے عقل مند بات کی ابتداء وانتہاء ہے بات کے درمیان میں بات نہ کر۔

خداوند تدبیر و فرہنگ و ہوش نگو یدسخن درمیان سخن

تدبیر، عقل اور سمجھ والا آدمی بات کے درمیان میں بات نہیں کرتا۔

آپ کی دخل دہی کے یہ معنی ہیں کہ مقصود خواب بیان کرنا تھا اور تعلیم وتلقین آپ کے نزدیک فضول ہے گویا میرا اتنی دیر تقریر کرنا ضائع گیا آئندہ ایسی حرکت کبھی نہ کرنا اب اٹھو دوسرے وقت بتلا دیا جائے گا۔ اس وقت تم نے تعلیم کی بے قدری کی ہے۔

ردّ کی ہوئی بات نہ دہراؤ

گفتگو میں متکلم جس دلیل پر رد یا دعوے کے خلاف ثابت کر چکا ہو تم کو ان مقدمات پر کلام کرنا تو مضائقہ نہیں۔ مگر بعینہ اسی دعوے یا دلیل کا اعادہ کرنا اپنے مخاطب کو ایذا پہنچانا ہے اس کا بہت خیال رکھو۔

کام کرنے والے کے پاس بیٹھنا

تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ کام کرنیوالے آدمی کے پاس بلاضرورت بیکار آدمی کا بیٹھنا اس کے قلب کو مشغول ومشوش کرتا ہے۔ خاص کر جب اس کے پاس بیٹھ کر اس کو تکتا بھی رہے۔ اس کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے۔

پرنالوں میں پانی چھوڑنا

بالاخانہ کے بعض پرنالے لب سڑک خاص برسات کے پانی کے لئے ہوتے ہیں دوسرے اوقات میں ان میں پانی چھوڑنا راہ گیروں کو تکلیف دینا ہے گو کوئی تمہارے لحاظ سے نہ بولے مگر تم کو بھی تو خیال ولحاظ رکھنا چاہیے۔

خلاصۂ آداب

خلاصہ ان تمام تر آداب کا یہ ہے کہ اپنے کسی قول یا فعل یا حال سے دوسرے کی طبیعت پر کوئی بار یا پریشانی یا تنگی نہ ڈالے بس یہی خلاصہ ہے حسن اخلاق کا جو شخص اس قاعدے کو مستحضر کرلے گا وہ

زیادہ تفصیل سے مستغنی ہو جائے گا۔ اسی لئے اس فہرست کو بڑھایا نہیں گیا۔ البتہ اس قاعدے کے لحاظ کے ساتھ اتنا کام اور کرنا پڑے گا کہ ہر قول وفعل کے قبل ذرا سوچنا ہوگا کہ ہماری یہ حرکت موجب ایذا تو نہ ہوگی۔ پھر غلطی بہت کم ہوگی اور چند روز کے بعد خود طبیعت میں صحیح مذاق ایسا پیدا ہو جائے گا کہ پھر سوچنا بھی نہ پڑے گا۔ یہ سب امور مثل طبعی کے ہو جائیں گے۔

بعضے آداب بہشتی زیور سے

ضرورت سے زیادہ نہ بیٹھنا

اگر کسی سے ملنے جاؤ تو وہاں اتنا مت بیٹھو یا اس سے اتنی دیر باتیں مت کرو کہ وہ تنگ ہو جائے یا اس کے کسی کام میں حرج ہونے لگے۔

کام بتانے والے کو جواب دینا

جب تم سے کوئی کسی کام کو کہے تو اس کو سن کر ہاں یا نہیں ضرور زبان سے کچھ کہہ دیا کرو کہ کہنے والے کا دل ایک طرف ہو جائے نہیں تو ایسا نہ ہو کہ کہنے والا تو سمجھے کہ اس نے سن لیا ہے اور تم نے سنا نہ ہو یا وہ سمجھے کہ تم یہ کام کر دو گے اور تم کو کرنا منظور نہ ہو تو ناحق دوسرا آدمی بھروسہ میں رہا۔

میزبان سے فرمائش نہ کرو

کسی کے گھر میں مہمان جاؤ تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کرو۔ بعضی دفعہ چیز تو ہوتی ہے بے حقیقت مگر وقت کی بات ہے گھر والا اس کو پوری نہیں کر سکتا ناحق اس کو شرمندگی ہوگی۔

مجلس کے سامنے نہ تھوکو

جہاں اور آدمی بیٹھے ہوں وہاں بیٹھ کر تھوکو مت۔ ناک مت صاف کرو اگر ضرورت ہو تو ایک کنارے جا کر فراغت کر آؤ۔

گھن والی چیزوں کا نام نہ لو

کھانا کھانے میں ایسی چیزوں کا نام مت لو جس سے سننے والوں کو گھن پیدا ہو۔ بعضے

نازک مزاجوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔

بیمار کو مایوس نہ کرو

بیمار کے سامنے یا اس کے گھر والوں کے سامنے ایسی باتیں مت کرو جس سے زندگی کی ناامیدی پائی جائے۔ ناحق دل ٹوٹے گا۔ بلکہ تسلی کی باتیں کرو انشاءاللہ تعالیٰ سب دُکھ جاتا رہے گا۔

اشارہ سے بات نہ کہو

اگر کسی کی پوشیدہ بات کرنی ہو اور وہ بھی اس جگہ موجود ہو تو آنکھ سے یا ہاتھ سے اُدھر اشارہ مت کرو ناحق اس کو شبہ ہوگا اور یہ جب ہے کہ اس بات کا کرنا شرع سے درست بھی ہو اور اگر درست نہ ہو تو ایسی بات ہی کرنا گناہ ہے۔

کپڑے گندے نہ کرو

بدن اور کپڑے میں بدبو پیدا ہونے نہ دو اگر دھوبی کے گھر کے دُھلے ہوئے کپڑے نہ ہوں تو بدن ہی کے کپڑوں کو دھو ڈالو۔

بیٹھنے والوں کے پاس جھاڑو

آدمیوں کے بیٹھے ہوئے جھاڑو مت دلواؤ۔

مہمان تھوڑا سالن روٹی بچادے

مہمان کو چاہیے کہ اگر پیٹ بھر جائے تو تھوڑا سالن روٹی دسترخوان میں ضرور چھوڑ دے تاکہ گھر والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ مہمان کو کھانا کم ہوگیا اس سے وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔

راستہ بند نہ کرو

راہ میں چارپائی یا پیڑھی یا اور کوئی برتن اینٹ پتھر وغیرہ مت ڈالو۔

پردے کی جگہ کے پھوڑا کا نہ پوچھو

پردے کی جگہ کسی کے پھوڑا پھنسی ہو تو اس سے مت پوچھو کہ کہاں ہے۔

گٹھلی چھلکا احتیاط سے پھینکو

گٹھلی چھلکا کسی آدمی کے اوپر سے مت پھینکو۔

چیز پھینک کر نہ دو

کسی کو کوئی چیز ہاتھ میں دینا ہو تو دور سے مت پھینکو کہ وہ ہاتھ میں لے لے گا۔

گھر کا حال پوچھنا

جس سے بے تکلفی نہ ہو اس سے ملاقات کے وقت اس کے گھر کا حال مت پوچھو۔

غم وغیرہ کی خبر بغیر تحقیق نہ پھیلاؤ

کسی کے غم یا پریشانی یا دکھ بیماری کی کوئی خبر سنو تو قبل پختہ تحقیق کے کسی سے نہ کہو خصوص اس کے عزیزوں سے۔

دوبارہ سالن کیلئے برتن نہ اٹھاؤ

دسترخوان پر سالن کی ضرورت ہو تو کھانے والے کے سامنے سے مت اٹھاؤ۔ دوسرے برتن میں لے آؤ۔

بچوں کے سامنے گفتگو

لڑکوں کے سامنے کوئی بے شرمی کی بات مت کہو۔

(تمام ہوئے بعضے آداب بہشتی زیور کے)

بڑوں کیلئے آداب

اور یہاں تک اکثر آداب وہ ہیں جن کا برابر والوں یا اکابر کے ساتھ لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اب دو چار آداب ایسے بھی بتلاتا ہوں جن کا لحاظ بڑوں کو چھوٹے کے ساتھ رکھنا مناسب یا واجب ہے۔

نازک مزاجی سے پرہیز

بڑوں کو بھی بہت نازک مزاج نہ ہونا چاہیے کہ بات بات پر بگڑا کریں۔ بات بات پر جھنکا کریں۔ یہ یقینی بات ہے کہ جیسے دوسرے تم سے بے تمیزی کرتے ہیں تم اگر اپنے سے بڑوں کے ساتھ رہو ہو تو تم سے بھی بہت سی بے تمیزیاں ہوا کریں یہ سمجھ کر کچھ تسامح بھی کیا کرو اور ایک بار دو بار نرمی سے سمجھا دو جب اس سے کام نہ چلے تو مخاطب کی مصلحت کی نیت سے تندی و درشتی کا بھی مضائقہ نہیں۔ اگر تم نے بالکل تحمل نہ کیا تو صبر کی فضیلت سے ہمیشہ محروم رہے۔ اور جب خدا تعالیٰ نے تم کو بڑا بنایا ہے تو ہر طرح کے لوگ تمہاری طرف رجوع کریں گے ان میں مختلف طبائع مختلف عقول کے لوگ ہوتے ہیں ایک ہی تاریخ میں سب یکساں کیسے ہو جائیں گے۔ یہ حدیث قابل یاد رکھنے کے ہے۔ **المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علی نواھم خیر من الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم۔**

غیر واجب کا حکم نہ کرو

جس شخص کی نسبت تم کو قرائن سے متیقن یا مظنون ہو کہ تمہارے کہنے کو ہرگز نہ ٹالے گا تو اس سے کسی ایسی چیز کی فرمائش نہ کرو جو شرعاً واجب نہیں۔

خادموں کی راحت کا خیال رکھنا

اگر بلا فرمائش کے کوئی تمہاری مالی یا بدنی خدمت کرے تب بھی اس کا لحاظ رکھو کہ اس کی راحت یا مصلحت میں خلل نہ پڑے۔ یعنی اس کو زیادہ مت جاگنے دو اس کی گنجائش سے

زیادہ اس کا ہدیہ مت لو اگر وہ تمہاری دعوت کرے بہت سے کھانے مت پکانے دو۔ ہمراہی میں بہت سے آدمیوں کی دعوت مت کرنے دو۔

سختی و نرمی ملی جلی رکھو

اگر کسی شخص پر قصداً ناخوش ہونا پڑے یا اتفاقاً ایسا ہو جائے تو دوسرے وقت اس کا دل خوش کر دو اور اگر تم سے واقعی زیادتی ہوگئی ہے تو بے تکلف اس سے معذرت کر کے اپنی زیادتی کی معافی مانگ لو۔ عارمت کرو۔ قیامت میں وہ اور تم برابر ہو گے۔

ادب:۔ اگر گفتگو میں کسی کی بے تمیزی پر زیادہ تغیر مزاج میں ہونے لگے تو بہتر ہے کہ بلا واسطہ اس سے گفتگو مت کرو۔ کسی اور مزاج شناس سلیقہ شعار کو بلا کر اس کے واسطہ سے گفتگو کرو تا کہ تمہارا تغیر دوسرے پر اور اس کی بے تمیزی تم پر اثر نہ کرے۔

کسی کو خصوصی مقرب نہ بناؤ

اپنے کسی خادم یا متعلق کو اپنا ایسا مقرب مت بناؤ کہ دوسرے لوگ اس سے دبنے لگیں یا وہ دبانے لگے اسی طرح اگر وہ لوگوں کی روایات و حکایات تم سے کہنے لگے منع کر دو۔ ورنہ لوگ اس سے خائف ہو جائیں گے اور تم لوگوں سے بدگمان ہو جاؤ گے۔ اسی طرح اگر وہ کسی کا پیام یا سفارش تمہارے پاس لاوے سختی سے منع کرو تا کہ لوگ اس کو واسطہ سمجھ کر اس کی خوشامد نہ کرنے لگیں۔ اس کو نذرانے نہ دینے لگیں یا وہ لوگوں سے فرمائش نہ کرنے لگے۔ خلاصہ یہ کہ تمام لوگوں کا تعلق براہ راست اپنے سے رکھو کسی شخص کو واسطہ مت بناؤ۔ ہاں اپنی خدمت کے لئے ایک آدھ شخص خاص کر لو مضائقہ نہیں۔ مگر اس کو لوگوں کے معاملات میں ذرہ برابر دخل نہ دو۔ اسی طرح مہمانوں کا قصہ کسی پر مت چھوڑو۔ خود سب کی دیکھ بھال کرو۔ گو اس میں تم کو تعب زیادہ ہوگا مگر دوسروں کو تو راحت و سہولت رہے گی اور بڑے تو تعب کے لئے ہوا ہی کرتے ہیں۔ خوب کہا گیا ہے۔

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی کانگشت نمائے عالمے خواہد شد

جس روز تو چاند ہوگا تو نہیں جانتا کہ پورے جہاں کی انگلیاں اٹھیں گی۔

اب ان آداب وقواعد کو ایک بے قاعدگی کے قاعدے پر ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ ان میں بعض آداب تو عام ہیں۔ ہر حالت اور ہر شخص کے لئے اور بعضے آداب وہ ہیں جن سے بے تکلف مخدوم یا بے تکلف خادم مستثنیٰ بھی ہیں چونکہ اس درجے کی بے تکلفی تک پہنچ جانے کا ادراک وجدانی و ذوقی ہے اس لئے ایسے آداب کی تعیین بھی وجدان و ذوق پر چھوڑتا ہوں اور رسالہ کو اس شعر پر جو کہ ادب تکلف اور ادب بے تکلفی دونوں کے لئے جامع (اماللاول فبان يقال فى معناه ان طرق العشق منحصرة فى الادب فمن الا ادب له لا عشق له واما للثانى فبان يقال فى معناه انّ ماهو من طرق العشق كلها ادب فما كان عشقاً فهوادب و ان كان خلاف ادب فى الظاهر و تطبيق المصرع الثانى على المعنين غير خفى ۱۲منه) ہے تمام کرتا ہوں۔

طرق العشق کلہا ادب ادّبو النفس ایہا الاصحاب

عشق کے راستے ادب ہیں اے ساتھیو اپنے آپ کو ادب سکھاؤ

ويوم ختامه هو يوم ختام رسالة اغلاط العوام

بفضل قدر اكثر من ساعة و اقل من ساعتين

وهو ثامن المحرم ۱۳۳۲ھ فى تهانه بهون.

متفرق آداب

اب آخر میں چند متفرق آداب معاشرت بھی جو مختلف ذرائع سے احقر مؤلف سوانح ہذا کے علم میں ہیں عرض کئے جاتے ہیں۔

خدا سے بدنظمی کا نقصان

ایک صاحب سے حضرت والا نے بقیمت آنولہ کا مربہ منگوایا تھا۔ جس ٹین کے ڈبہ میں مربہ تھا اس کا ڈھکن رانگ سے جڑا ہوا تھا۔ لانے والے صاحب نے غلطی سے وہ ڈبہ حضرت والا کو الٹا دیا یعنی جس رخ پر ڈھکن تھا وہ نیچے کی جانب تھا۔ حضرت والا نے اس کو الماری میں اسی طرح لے جا کر رکھ دیا۔ بعد کو جو دیکھا تو الماری اور فرش کو شیرہ سے آلودہ پایا۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ڈبہ الٹا رکھا گیا اور چونکہ رانگ کے جوڑ میں کوئی چھوٹا سا سوراخ رہ گیا تھا۔ اس لئے اس میں سے شیرہ رس رس کر بہنے لگا۔ فرش اور الماری کو صاف کرنے میں بڑی زحمت ہوئی۔

اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ اول تو لانے والے کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ڈبہ کا کون سا رخ سیدھا ہے اگر یہ نہ کیا تھا تو کم از کم الٹا کر کے تو نہ دیتے۔ پھر فرمایا کہ دیکھئے ذرا سی بدنظمی سے اتنی بڑی خرابی ہوگئی۔ ہر کام میں چاہے جتنا چھوٹا ہو نظم کی سخت ضرورت ہے۔ اھ۔ حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے جو سلطنت گئی ہے وہ بدنظمی ہی کی وجہ سے کیونکہ سلطنت کفر کے ساتھ تو جمع ہو سکتی ہے لیکن بدانتظامی کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہو سکتی۔ اھ

حضرت والا عموماً مسلمانوں کی بدانتظامیاں دیکھ دیکھ کر بہت شکایت اور اظہار افسوس فرمایا کرتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ بوجہ شامت اعمال مسلمانوں کے اندر سے سلطنت کا مادہ ہی نکال لیا گیا ہے۔

اخلاق ومعاشرت ذکر وشغل سے مقدم ہے

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میری نظر ذکر وشغل پر اس قدر نہیں ہے جس قدر کہ اصلاح اخلاق ومعاشرت پر کیونکہ ان کا تعلق دوسروں سے ہے۔

کنیت لکھنا

اگر کنیت لکھنا تفاخراً ہو جیسا کہ آج کل عموماً معمول ہے تو حضرت والا اس پر تنبیہ

فرماتے ہیں اور استفسار فرماتے ہیں کہ اس میں بجز تفاخر اور کیا مصلحت ہے؟

فضول کاموں کا نقصان

(ماخوذ از اشرف الکمالات نمبر ۲۸۱) فرمایا کہ میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنے فضول کاموں میں غور کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ لغو اور فضول کاموں سے ضرور بطور افضاء کے گناہ تک وصول ہو گیا ہے مثلاً مجھے خود یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ بعض دفعہ کوئی شخص آ کر بلا ضرورت پوچھتا ہے کہ آپ فلاں جگہ کب جائیں گے اس سوال سے مجھ پر گرانی ہوتی ہے اور مسلمان کے قلب پر گرانی ڈالنا خود معصیت ہے۔ اگر سوال کرنے والا مخلص ہو جب بھی مجھے گرانی ہوتی ہے کہ اس کو ہمارے ذاتی افعال کی تفتیش کا کیا حق ہے۔ غرض یہ کہ کوئی لغو اور فضول کام ایسا نہیں جس کی سرحد معصیت سے نہ ملی ہو پس لغو اور فضول ابتداً تو مباح ہے مگر انتہا معصیت۔ اھ

طالب علم سے کام لینا

اگر حضرت والا مدرسہ یا مکتب کے کسی طالب علم سے درس کے وقت میں کوئی مختصر اور معمولی اور ضروری کام لیتے ہیں تو اس سے یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ اپنے استاد سے اجازت لے کر جانا۔

عورتوں تک پیغام اس کے محرم کے واسطہ سے ہونا

اس کی سخت ممانعت ہے کہ کوئی چیز یا کوئی پرچہ اگر چہ کسی عورت ہی کی طرف سے ہو بواسطہ ملازم زنانہ میں پہنچایا جائے بلکہ شوہر کے سامنے پیش کیا جائے وہ جس ذریعہ سے چاہے پہنچاوے یا اگر کسی گھر میں شوہر نہ ہو تو کسی محرم مرد کے واسطہ سے پہنچایا جائے اسی طرح جواب بھی بذریعہ شوہر یا محرم آنا چاہیے۔ اسی قسم کے بے شمار آداب معاشرت ہیں جو حضرت والا رات دن تعلیم فرمایا کرتے ہیں کہاں تک لکھے جا سکتے ہیں۔ فقط

اٹھارہواں باب

’’تصنیف وتالیف‘‘

تصانیف کی ہمہ گیریت:

حضرت والا بعون اللہ تعالیٰ و بفضلہٖ اس وقت تک چھ سو چھاسٹھ ۶۶۶ کتابوں کے مصنف ہو چکے ہیں جن کی فہرست اس سوانح کے آخر میں قبیل خاتمہ الکتاب ملحق ہے۔ ایسے کثیر التصانیف حضرات جیسے کہ حضرت والا ہیں قدماء میں ہوا کرتے تھے۔ دین کا کوئی ضروری شعبہ ایسا نہیں جس پر حضرت والا کی تصنیف موجود نہ ہو اور جس کی پوری تحقیق حضرت والا نے نہ فرمادی ہو۔ اور مجدد کا یہی کام ہوتا ہے کہ دین کے ہر ہر جزو میں جو جو خرابیاں لوگوں نے پیدا کردی ہوں ان کو دور کر کے دین کو اس کی اصلی صورت میں جلوہ گر کردے۔

’’اعلاء السنن‘‘ کی ترتیب وتالیف

حضرت والا نے تصوف تفسیر حدیث فقہ علم کلام تجوید سبھی شعب دینیہ کے متعلق کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ البتہ ان میں سے حدیث کی معتد بہ خدمت بلا واسطہ نہیں فرمائی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب حضرت والا نے اس طرف توجہ فرمائی اور چاہا کہ فقہ حنفی کے کل ابواب کے دلائل حدیثوں سے جمع کئے جائیں چنانچہ اس کے متعلق بطور نمونہ ایک عجالہ ’’جامع الآثار مع حاشیہ تابع الآثار‘‘ بھی لکھا تو کچھ دن بعد حضرت والا کو دوسرے کام کرنے والے مل گئے ان سے اپنی نگرانی میں ’’اعلاء السنن‘‘ جس کے پہلے حصے کا نام ’’احیاء السنن‘‘ ہے لکھوانا شروع فرمادی اور خود اس پر نظر اصلاحی فرماتے رہے چنانچہ اب تک یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ برابر جاری ہے اگر دوسرے کام کرنے والے نہ ملتے تو اس نہایت مہتم بالشان اور ممتد خدمت کو بھی خود ہی انجام دینے کا قصد تھا اور اس کو حضرت والا اتنی ضروری اور مہتم بالشان کتاب سمجھتے ہیں کہ اس کی تالیف پر ہزاروں روپیہ خرچ فرما چکے ہیں اور ایک مدت دراز سے اس کا سلسلہ جاری

فر مار کھا ہے۔ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ اگر یہاں کے مدرسہ میں اور کوئی کام نہ ہو صرف یہی ایک تصنیف تیار ہو جائے تو اس مدرسہ کا بڑا کارنامہ ہو کیونکہ یہ اپنی شان کی ایک بالکل نئی تصنیف ہے۔

تصوف وتفسیر سے خصوصی دلچسپی

حضرت والا کو تصوف اور تفسیر اور منطق سے خاص مناسبت ہے اور ان فنون میں اعلیٰ درجے کی مہارت ہے بالخصوص تصوف اور تفسیر کی مناسبت کی تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز نے ابتداء ہی میں خاص طور سے بشارت دے دی تھی جس کا ذکر باب شرف بیعت واستفاضہ باطنی میں گزر چکا ہے اور جو بفضلہ تعالیٰ بعد کو بالکل سچی ثابت ہوئی۔

تصانیف کی خصوصیت

حضرت والا کی کسی تصنیف کو لے کر دیکھنا شروع کر دیجئے بس حقائق دیہیہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوتے چلے جاتے ہیں اور شرح صدر ہوتا چلا جاتا ہے۔

موضوع کی تکمیل کرنا

حضرت والا جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو پھر اس کا کوئی ضروری پہلو نظر انداز نہیں ہونے پاتا اور اس پر نہایت مکمل ومدلل بحث فرماتے ہیں اور مدلل بھی بہ دلائل صحیحہ وقویہ عقلیہ ونقلیہ جس پر پھر کسی اہل فہم وانصاف کو بجز تسلیم کوئی چارہ نہیں ہوتا اور ذرا بھی گنجائش انکار باقی نہیں رہتی اور عنوان بھی ایسا غیر دل آزارانہ اور محبوبانہ ہوتا ہے کہ مضامین دل میں گھر کرتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت والا خود اس کی یہ وجہ فرمایا کرتے ہیں کہ الحمدللہ میری شروع ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ بس سچی ہی سچی باتیں لکھی جائیں اور سچی ہی سچی باتیں میں لکھتا بھی ہوں اسی لئے وہ عموماً دل کو لگ جاتی ہیں کیونکہ حدیث میں ہے الصدق طمانینة و الکذب ریبة۔

مقبولیتِ عامہ

حضرت والا کی تصانیف بفضلہ تعالیٰ اس قدر مقبول ہوئی ہیں کہ مصنف کی حیات میں شاید ہی کسی کی تصانیف کو اپنی مقبولیت عامہ حاصل ہوئی ہو چنانچہ بعضی تو ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد

میں چھپ چکی ہیں اور برابر چھاپی جارہی ہیں اور شرقاً وغرباً ان کا شیوع ہورہا ہے اور بعض کتابیں تو گھر گھر پائی جاتی ہیں حتیٰ کہ مخالفین کے گھروں میں بھی۔ کہیں مختلف زبانوں میں ترجمے ہورہے ہیں کوئی انتخابات کررہا ہے کوئی تبویب کررہا ہے جیسا کہ تفصیل اعتناء اہل علم سے ظاہر ہے جو فہرست تالیفات کے بعد سوانح ہذا کے آخر میں یعنی مضمون ''خاتمۃ الکتاب'' کے بعد متصلاً ملحق ہے۔ بہت سے تو حضرت والا ہی کی تصانیف کی بدولت اچھے خاصے مصنف بن گئے۔ حضرت والا کے ملفوظات کی ترتیب وتالیف نیز حضرت والا کے کلمات حکمت آیات اس اہتمام سے قلمبند کئے گئے ہیں اور کئے جارہے ہیں کہ جس کی نظیر صدیوں سے مفقود ہے گویا جو کلمہ زبان فیض ترجمان سے نکلتا ہے وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ بمصداق قول احقر

سب نے کرلی حرز جاں وردِ زباں　　　بات جو نکلی لبِ اعجاز سے

اور واقعی حضرت والا معمولی گفتگو میں بھی اور سرسری طور پر بھی جو بات فرماتے ہیں اس میں بھی علوم ومعارف ہوتے ہیں اور آب زر سے لکھنے کے قابل ہوتی ہے اور اکثر معمولی گفتگو بھی دین ہی کے متعلق ہوتی ہے یا دین کا پہلو لئے ہوئے ہوتی ہے۔

حضرت والا کا اپنا ایک ارشاد

حضرت والا کی تصانیف کی مقبولیت عامہ کے متعلق خود حضرت والا کا ایک بہت پرانا ارشاد یاد آیا۔ عرصہ دراز ہوا ایک بار مخالفین کی مخالفانہ کارروائیوں کا ذکر فرما کر احقر سے بہت جوش کے ساتھ فرمایا تھا کہ مخالفین سب اپنی اپنی کوششیں کرلیں آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ میری کتابیں ایسی پھیلیں گی ایسی پھیلیں گی کہ کسی کے روکے نہ رکیں گی۔ اھ۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ اس پر احقر کو اپنے یہ شعر یاد آتے ہیں۔

خود ہی مٹ جائینگے سب حق کے مٹانیوالے　　　لاکھ کوشش کریں مٹتا ترا افسانہ نہیں
داغ دل چمکے گا بن کر آفتاب　　　لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

تصانیف سے زندگیوں میں انقلاب

حضرت والا کی تصانیف کی مقبولیت عامہ اور نافعیت تامہ کے ہزارہا واقعات و

شہادات ہیں جو احاطہ بیان سے باہر ہیں۔ آئے دن حضرت والا کے پاس نئے نئے طالبین کے خطوط آتے رہتے ہیں جن میں وہ یہی لکھتے ہیں کہ حضرت والا کی تصانیف سے ہماری بالکل کایا پلٹ ہوگئی۔ بہت سے انگریزی خوانوں کے دہری خیالات کی اصلاح ہوگئی اور وہ پکے مسلمان ہوگئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض مجاز بیعت وتلقین بھی ہوئے۔ بہت سے فیشن پرست خدا پرست ہوکر سر سے پاؤں تک ملانی وضع میں رہنے لگے۔ بہت سے اہل بدعات ورسوم نے اپنے آبائی طریق کو چھوڑ دیا اور اپنے خویش واقارب کی بھی کچھ پروانہ کی بلکہ بہتیروں نے اپنے سابق پیروں تک کو چھوڑ دیا اور حضرت والا سے رجوع کیا۔ بہت مرتبہ خود احقر کو اس کے مشاہدہ کا اتفاق ہوا کہ غیر مسلم اور فرق باطلہ کے لوگ بھی حضرت والا کے مضامین سن کر عش عش کرنے لگے اور نہایت شوق کے ساتھ کتابیں مانگ مانگ کر بغرض مطالعہ لے جانے لگے اور الفضل ما شہدت بہ الاعداء کا ظہور ہوا۔

مواعظ کی افادیت

ایک غالی بدعتی مولوی صاحب نے جو حضرت والا کے سخت مخالف تھے حضرت والا کا مضمون حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے متعلق ایک رسالہ میں دیکھ کر قبل حضرت والا کے نام دیکھنے کے بہت تعریفیں کیں کہ یہ تو کسی بڑے عاشق رسولؐ اور بڑے محقق کا لکھا ہوا ہے لیکن جب حضرت والا کا لکھا ہوا بتایا گیا تو چپ رہ گئے۔ بعض گمراہ صوفی جو نماز پڑھنے کو بھی نعوذ باللہ ضروری نہیں سمجھتے تھے حضرت والا کا مطبوعہ وعظ روح الارواح پڑھ کر نماز پڑھنے لگے۔ مطبوعہ مواعظ راحت القلوب اور طریق القلندر کو بھی دیکھ کر اور سن کر لوگوں کو بہت متاثر ہوتے ہوئے احقر نے خود مشاہدہ کیا ہے اور مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ غیر مسلموں تک کو۔

ایک دنیادار واعظ صاحب نے حضرت والا کے دو چار وعظ زبانی یاد کر لئے تھے اور آپ کہتے تھے کہ اللہ بھلا کرے میری تو روٹیوں کا سہارا ہوگیا جگہ جگہ جا کر بس وہی سنا آتا ہوں۔ خوب نذرانے ملتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑا عالم ہے۔ حضرت والا کے رسائل بہشتی زیور اور مناجات مقبول سے بہت کم مسلمان گھر خالی ہوں گے۔

اشرف السوانح- جلد ۳ ص 5

تفسیر بیان القرآن

حضرت والا کی تفسیر ''بیان القرآن'' تو بے نظیر سمجھی جاتی ہے اور آج کل عموماً حضرت والا ہی کا ترجمہ مترجم حمائلوں اور قرآنوں میں چھاپا جاتا ہے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ جن کا تبحر علمی مسلم و مشہور تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ بیان القرآن دیکھ کر تو مجھے اردو کتابوں کے پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا ورنہ میں سمجھتا تھا کہ اردو کی کتابوں میں علوم عالیہ کہاں۔ ایک اہل فضل کلام مجید کا انگریزی ترجمہ کر رہے ہیں اور ان کے پیش نظر متقدمین و متاخرین سب کی تفاسیر رہتی ہیں وہ تفسیر بیان القرآن کی بار بار انتہاء درجے کی تعریفیں لکھ لکھ کر بھیجا کرتے ہیں اور لکھتے رہتے ہیں کہ جتنی اس سے مجھ کو مدد مل رہی ہے کسی تفسیر سے نہیں ملی۔

غرض حضرت والا کی تصانیف کی مقبولیت عامہ اور نافعیت تامہ مسلم و مشہور زمانہ ہے اور اگر کسی کو دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو وہ اب دیکھ کر اس کی تصدیق کرے۔ میں تو اس اشرف السوانح کو مرتب کرنے کے دوران میں اس کا بخوبی تجربہ کر چکا ہوں کہ اگر اتفاق سے بھی حضرت والا کی کوئی تحریر کسی قسم کی بھی نظر سے گزر گئی ہے تو اس میں حقائق و معارف کے جواہرات انبار کے انبار بھرے ہوئے پائے ہیں۔ اور میں تو نہایت وثوق کے ساتھ بانگ دہل کہتا ہوں کہ غور و فہم و انصاف سے جو شخص بھی حضرت والا کی تصانیف کو مطالعہ میں لائے گا اس کو بھی ہر تصنیف میں بس یہی منظر نظر آئے گا اور وہ بھی میرا ہمنوا بن جائے گا۔ بقول احقر۔

جو غور سے خطِ شوق آنجناب دیکھیں گے :: تو لفظ لفظ میں مضمر کتاب دیکھیں گے

لیکن افسوس تو یہی ہے کہ لوگ یا تو مال و دولت کی ہوس میں یا عناد و حسد کی بلا میں یا اپنے علم و تبحر کے ناز میں یا اخبار بینی اور ناول بینی کے شوق میں ایسے مبتلا ہیں کہ انہیں ان بے بہا کتابوں کے دیکھنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ بقول شخصے۔

افسوس قدردان نہیں ہیں کمال کے — کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو تحصیل دین کا شوق عطا فرمائے اور حضرت والا کی تصانیف سے مستفید ہونے کی کماحقہ توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

اہم تصانیف

یوں تو حضرت والا کی ہر تصنیف بے حد نافع اور ضروری ہے لیکن چند کتابیں اپنی خصوصیات میں خاص امتیازی شان رکھتی ہیں مثلاً تفسیر بیان القرآن۔ کلید مثنوی۔ قصد السبیل۔ تربیت السالک۔ اصلاح انقلاب۔ حیات المسلمین۔ الانتباہات المفیدہ۔ احکام الائتلاف۔ مسائل السلوک۔ التکشف۔ التشرف۔ نشر الطیب۔ التنبیہ الطربی۔ السنۃ الجلیہ۔ اخبار بنی۔ سجادہ نشینی تلبین العرائک۔ بوادر النوادر۔ الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد۔ الاعتدال فی متابعۃ الرجال۔ ونحو ذلک

بہشتی زیور کی مقبولیت

حضرت والا کی تصانیف کو جو منجانب اللہ مقبولیت عامہ حاصل ہے وہ بالکل ظاہر ہے محتاج بیان نہیں۔ ایک بہشتی زیور ہی کو دیکھ لیجئے کہ لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکا ہے اور گھر گھر موجود ہے جس کی حضرت والا نے اس کے دیباچہ میں تمنا بھی تحریر فرمائی تھی جو اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی۔ اس کتاب کی مقبولیت عنداللہ کے متعلق جناب مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے ایک صالح شخص کا خواب روایت فرمایا جس کے متعلق مولوی صاحب ممدوح ہی کی تحریر بلفظہ درج ذیل کی جاتی ہے۔

احقر عبدالکریم سے مخدوم مکرم جناب مولوی رستم علی صاحب ساکن ملاپور ضلع انبالہ نے چند مرتبہ بیان فرمایا ہے کہ ایک عرصہ ہوا (غالباً ۱۳۲۸ھ یا اس سے کچھ قبل کا ذکر ہے) کہ میرے بھائی حاجی رحمت اللہ صاحب نے حضرت رائپوری علیہ الرحمۃ سے میری موجودگی میں عرض کیا کہ چند روز ہوئے میں نے خواب میں ایک نہایت نفیس باغ دیکھا اور لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ اس میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں بندہ باغ میں داخل ہو کر دربار پر انوار میں حاضر ہوا لیکن دربان نے حجرہ شریفہ کے دروازے سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی میں نے دوسرے دروازے سے داخل ہونا چاہا وہاں بھی دربان موجود تھا آخر کار دروازے پر کھڑے کھڑے زیارت سے مشرف ہوتا رہا حضور صلی

اللہ علیہ وسلم احکام جاری فرمارہے تھے اور خدام کا غذات پیش کر رہے تھے اخیر میں جب کاغذات کی پیشی ختم ہوچکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر مبارک اٹھا کر اس غلام کی طرف دیکھا اور محبت سے ارشاد فرما کر درباریوں سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو اردو میں سمجھاؤ اس پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے چند اوراق اٹھا کر مجھ کو دے دیئے میں پڑھا لکھا نہیں اس واسطے پڑھ تو نہ سکا لیکن اوراق الٹ کر خوب دیکھا بعض جگہ بڑے بڑے حروف تھے اور بعض جگہ چھوٹے چھوٹے اور ان کاغذات کا نقشہ خوب ذہن نشین ہوگیا اس کے بعد بیدار ہوا اور کتابیں دیکھیں (احقر عبدالکریم کو یہ یاد نہ رہا کہ حاجی رحمت اللہ صاحب نے کتابیں قصداً دیکھیں یا اتفاقاً نوبت آ گئی) جب بہشتی زیور پر نظر پڑی تو میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی کتاب ہے اور اس کو پڑھوا کر سنا تو خوب سمجھ میں آئی حضرت رائپوری قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ مبارک خواب ہے اور بہشتی زیور کے مقبول ہونے کی دلیل ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوگی ۔ مولوی رستم علی صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ بھائی صاحب کو چند روز کے بعد ۱۳۲۸ھ میں بمعیت حضرت رائپوری زیارت حرمین نصیب ہوگئی اور ان کو بہشتی زیور سننے کا بے حد شوق ہے بار بار سننے سے تمام کتاب کے مسائل از بر یاد ہوگئے اور خوب سمجھتے ہیں خود پڑھ نہیں سکتے لیکن خاندان کے لڑکے لڑکیوں کو پڑھاتے رہتے ہیں ۔ انتہا بلفظہ

حضرت کے اوقات میں برکت

حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے اعلیٰ درجے کا ملکہ تصنیف عطا فرمایا ہے چنانچہ طالب علمی ہی کے زمانے میں جبکہ صرف ۱۸ سال کی عمر تھی فارسی میں مثنوی زیروبم لکھی ۔ اسی طرح حضرت والا کی اس کثرت تصانیف میں شروع ہی سے امداد غیبی بھی شامل حال رہی ہے چنانچہ اس زمانہ میں جبکہ حضرت والا اپنے پیرومرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں قیام پذیر تھے اور حسب ایماء اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عطاء اسکندری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تنویر کا اردو ترجمہ اکسیر فی اثبات التقدیر کر

رہے تھے جو ۱۳۱۲ھ کی تصنیف ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کم وقت میں بہت زیادہ کام ہوتا ہوا دیکھ کر یہ بشارت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے وقت میں برکت رکھی ہے۔ چنانچہ واقعی حضرت والا کے وقت میں کھلی ہوئی برکت دیکھنے میں آتی ہے۔ جتنے وقت میں جتنا کام حضرت والا کر لیتے ہیں اکثر تجربہ کاروں کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ دوسرا نہیں کر سکتا۔

برکت کا پہلا سبب: کام کی دُھن

اس امدادِ غیبی کے چند ظاہری سبب بھی ہیں۔ ایک سبب یہ ہے کہ حضرت والا کے اندر کسی کام کو شروع کر کے اس سے اپنے قلب کو فارغ کرنے کا تقاضا اس شدت سے پیدا ہو جاتا ہے کہ جب تک اس سے بالکل فراغ حاصل نہیں فرما لیتے چین ہی نہیں پڑتا رات دن وقت بے وقت بہ استثناء امور ضروریہ اسی کی تکمیل کی دُھن میں لگے رہتے ہیں اور اس کو جلد سے جلد پورا فرما کر ہی دم لیتے ہیں۔ چنانچہ احقر کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب کلید مثنوی کی شرح قریب ختم پہنچی تو حضرت والا کے اندر اس سے فراغت حاصل کرنے کا اس شدت کے ساتھ تقاضا ہوا کہ آخر میں دن بھر اسی کو لکھتے رہے اور پھر تمام رات لکھتے رہے ایک منٹ کے لئے بھی نہ سوئے اور قبل فجر اس کو ختم کر کے چھوڑا اور فرمایا کہ پوری رات جاگنے کا اس سے پہلے کبھی اتفاق نہ ہوا تھا جس کا یہ اثر ہوا کہ بوجہ خلاف عادت تعب برداشت کرنے کے بخار ہو گیا۔ لیکن بخار میں بھی ایک اطمینانی کیفیت تھی کیونکہ کام سے فارغ ہونے کے بعد بخار آیا تھا۔

گو حضرت والا کے اندر کام سے جلد فراغ حاصل کرنے کا تقاضا فطری ہے لیکن اس میں ایک خاص مصلحت بھی ہے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ میں اپنے قلب کو ہر وقت فارغ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ اگر کبھی متوجہ بحق ہونے کی توفیق ہو تو کوئی مانع تو نہ ہو بہ آسانی قلب کو رجوع کیا جا سکے۔ اھ۔

دوسرا سبب استحضارِ علوم

دوسری صورت امدادِ غیبی کی یہ ہوتی ہے کہ حضرت والا کو کسی مضمون کے تحریر فرمانے میں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی اکثر بڑے بڑے غامض مضامین کو بھی قلم برداشتہ ہی لکھتے دیکھا گو دوران تحریر میں بھی اور بعد کو بھی اس میں اضافات و ترمیمات بھی بکثرت فرماتے رہتے

ہیں اوراس کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ میں اس کو اپنا نقص سمجھا کرتا تھا کہ میرا مسودہ بوجہ کثرت ترمیمات واضافات کے اکثر بہت ناصاف ہوتا ہے لیکن ایک ماہر کا قول سننے میں آیا کہ یہ نقص نہیں ہے بلکہ کمال ہے کیونکہ یہ ذہن کی جولانی کی علامت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذہن خوب چلتا ہے اور کسی ایک مقام پر رُکتا نہیں بلکہ ترقی کر کے آگے کو بڑھتا چلا جاتا ہے۔اھ

تیسرا سبب: موانع سے حفاظت

تیسری وجہ وقت میں برکت کی یہ ہوتی ہے کہ موانع سے حفاظت رہتی ہے۔ چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ "تفسیر بیان القرآن" لکھنے کے زمانے میں جس کی مدت تقریباً اڑھائی سال تھی میرا کبھی کان بھی گرم نہیں ہوا حالانکہ اس زمانے میں یہاں طاعون کی بھی بہت کثرت رہی۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جب تفسیر لکھنے کے زمانے میں قصبے کے اندر شدت کے ساتھ طاعون پھیلا تو میں نے دعا کی کہ یا اللہ جب تک تفسیر پوری نہ ہو اس وقت تک تو مجھے زندہ ہی رکھئے گا چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ میرا کان بھی گرم نہ ہوا اور الحمدللہ تفسیر مع الخیر پوری ہوگئی۔

نیز حضرت والا نے اس زمانے میں سفر بھی موقوف فرما دیا تھا۔ موانع سے حفاظت کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ ایک بار پچاس خط کے قریب آگئے اور چونکہ ریل کے اوقات بدل جانے کی وجہ سے ظہر کے بعد بہت دیر میں ڈاک ملتی تھی اس لئے جوابات لکھنے کے لئے بہت کم وقت رہ گیا تھا اس روز اللہ تعالیٰ کی یہ دستگیری ہوئی کہ تحریر جوابات کے دوران میں تعویذ وغیرہ مانگنے والے بھی نہیں آئے ورنہ عموماً خطوط کے جوابات لکھنے کے دوران میں لوگوں کی مختلف اغراض کے لئے آمد وشد لگی ہی رہتی ہے۔ نیز اکثر یہ دیکھنے میں آیا کہ جب کسی مضمون کے لکھنے کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت ہوئی تو وہ بہ آسانی مل گیا تلاش میں زیادہ وقت نہیں صرف کرنا پڑا۔

ایک بار مثنوی شریف کی شرح لکھتے وقت کبوتر بازوں کی کسی اصطلاح یا عام عادت کے معلوم کرنے کی ضرورت پڑی تو اس وقت حضرت والا کو تشویش ہوئی کہ اس وقت کبوتر باز کہاں ملے جس سے پوچھوں اتفاق سے اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نے ایک تعویذ کی درخواست کی حضرت والا کو معلوم تھا کہ وہ کبوتر باز ہے اس لئے اس سے وہ دریافت طلب امر پوچھ لیا جس سے مثنوی شریف کا وہ مقام فوراً حل ہوگیا۔ چنانچہ حضرت والا نے اس

مقام کی شرح میں غالباً یہ واقعہ بھی تحریر فرما دیا ہے۔

چوتھا سبب: غلو نہ کرنا

چوتھا سبب حضرت والا کی کثرت تصانیف کا عدم غلو ہے۔ چنانچہ جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق نائب مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند نے بھی ایک بار یہی رائے ظاہر فرمائی تھی۔ حضرت والا مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی رائے کو نقل فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ واقعی بالکل صحیح فرمایا۔ زیادہ کاوش سے کچھ کام نہیں ہوتا۔ میری نظر تو صرف ضرورت پر رہتی ہے۔ ضرورت سے زیادہ کاوش کرنے سے بہت جی الجھتا ہے اسی وجہ سے میری عبارت بہت مختصر ہوتی ہے مگر اظہار مدعا کے لئے بالکل کافی ووافی ہوتی ہے اور واضح بھی ہوتی ہے۔ بلا ضرورت میں ہرگز تطویل نہیں کرتا مگر جہاں وضوح کے لئے تطویل ہی کی ضرورت ہو وہاں تطویل سے گریز بھی نہیں کرتا۔ اھ

یادداشت کو ضبط کرتے رہنا

حضرت والا جس زمانے میں بکثرت کتابیں تصنیف فرماتے تھے اکثر اپنے پاس پنسل اور کاغذ رکھتے تھے اور جس وقت اس کے متعلق کوئی مضمون ذہن میں آتا فوراً اس کو لکھ لیتے بلکہ بعض اوقات رات کو سوتے وقت بھی تکیہ کے نیچے کاغذ اور پنسل رکھ لیتے تاکہ اگر رات کو بھی کوئی مضمون ذہن میں آئے تو فوراً روشنی کر کے اس کے متعلق یادداشت لکھ لی جائے۔

جب بہشتی زیور کا حصہ دہم زیر تالیف تھا جس میں عورتوں کی بے تمیزیوں کا بھی ذکر ہے اس زمانے میں جب کسی کے گھر تشریف لے جانا ہوتا تو جہاں جو بے تمیزی کی بات دیکھنے میں آتی فوراً اس کو اپنی یادداشت میں لکھ لیتے۔ اسی طرح مشی وغیرہ میں بھی حضرت والا کا ذہن فارغ نہیں رہتا۔ اکثر مسائل مشکلہ پیش آمدہ میں غور وخوض ہی فرماتے رہتے ہیں اور جب کوئی بات سمجھ میں آتی ہے اس کو یادداشت میں تحریر فرما لینے کا فوراً انتظام فرماتے ہیں تاکہ ذہن سے نکل نہ جائے یہاں تک کہ بعض مرتبہ اسی غرض کے لئے جنگل سے لوٹ آئے اور اس مضمون کو قلمبند فرما کر پھر مشی کے معمول کو پورا کرنے کے لئے جنگل دوبارہ تشریف

لے گئے اس کا یہ بھی سبب ہے کہ حضرت والا اپنے دماغ پر کسی بات کے یادرکھنے کا بار بلا ضرورت کبھی نہیں ڈالتے اور کوئی کام اُدھار نہیں رکھتے چنانچہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جس وقت جو کام پیش آتا ہے میں اس کو دوسرے وقت پر نہیں ٹالتا فوراً کر ڈالتا ہوں گو اس میں اس وقت تو تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہے لیکن بعد فراغ بس بالکل بے فکری ہو جاتی ہے اور پھر بڑی راحت رہتی ہے۔ ورنہ ٹالنے سے اکثر کام پھر ہوتے ہی نہیں اور اگر ہوئے بھی تو برابر فکر دامنگیر رہتی ہے اور جتنا وقت گزرتا ہے وہ کلفت ہی میں گزرتا ہے پھر اس سے تھوڑی دیر کی تکلیف ہی کیوں نہ گوارا کر لی جایا کرے پھر چاہے فراغ کا وقت کم ہی ملے مگر وہ راحت اور بے فکری سے تو گزرے گا جس سے دماغ کو سکون ہوگا اور قلب کو فرحت حاصل ہوگی۔

حضرت والا تصنیف کے ان معمولات کو بیان فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ ایسی حالت میں اگر کوئی خادم دین معاش کا شغل کرے تو وہ دین کی خدمت کما حقہ کیونکر کرسکتا ہے۔

پانچواں سبب: اوقات کا انضباط

حضرت والا کی کثرت تصانیف اور وقت میں برکت ہونے کا پانچواں سبب یہ بھی ہے کہ حضرت والا نہایت منضبط الاوقات ہیں چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر میں انضباط اوقات نہ کرتا تو دین کی جو کچھ تھوڑی بہت مجھ سے خدمت ہوسکی ہے وہ ہرگز نہ ہوسکتی۔

حضرت والا انضباط اوقات کے یہاں تک پابند ہیں کہ جب حضرت والا کے استاد مکرم جناب مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا کر حضرت والا کے مہمان ہوئے تو حضرت والا نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے راحت و آرام کے سارے انتظامات فرما دینے کے بعد جب تصنیف کا وقت آیا تو نہایت ادب کے ساتھ اجازت حاصل فرما کر تصنیف کے کام میں مشغول ہو گئے گو پھر دل نہ لگا اور تھوڑی ہی دیر بعد حاضر خدمت ہو گئے لیکن بالکل ناغہ اس روز بھی نہ کیا۔

تصانیف کیلئے متعلقہ کتب کی دستیابی

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعض تصانیف میں کسی بہت ہی مختصری بات کے

معلوم کرنے کے لئے بعض کتب کو دوسرے مقامات سے بڑا اہتمام اور خرچ کر کے منگوایا گیا اور اس کی مدد سے ایک ذرا سی عبارت لکھ کر ان کو فوراً واپس کر دیا گیا۔ اب اس ذرا سی عبارت کو دیکھنے والا یوں ہی پڑھتا چلا جائے گا لیکن اس کو کیا خبر کہ اس کے لکھنے میں کتنا اہتمام کیا گیا تھا۔ غور و خوض اسی طرح تفسیر بیان القرآن کے بعض بعض مقامات کی تفسیر لکھنے کے قبل میں آدھ آدھ گھنٹہ ٹہلتا رہا اور سوچتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا تب کہیں جا کر شرح صدر ہوا اور جن بعض مقامات کے متعلق پھر بھی شرح صدر نہ ہوا۔ وہاں اس کا صاف اظہار فرما دیا اور لکھ دیا کہ اگر اس سے بہتر تفسیر کہیں مل جائے تو اسی کو اختیار کیا جائے۔ چنانچہ تفسیر میں دو مقامات ایسے ہیں ایک سورۂ براءت میں ایک سورۂ حشر میں اور یہ حضرت والا کی خصوصیات خاصہ میں سے ہے ورنہ اکثر اہل علم کو اپنے عجز و نقص کے اظہار سے عار مانع ہوتی ہے۔

سلف کی تائیدات کی تلاش

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے بیان القرآن میں یہ بھی التزام کیا ہے کہ تفسیر تو وہی لکھی جو خود میری سمجھ میں آئی لیکن جب تک اس کی تائید سلف صالحین کی تفاسیر سے نہیں ملی اس پر اطمینان نہیں کیا۔ اس صورت میں تفسیر بظاہر تو سلف کی تفاسیر سے ماخوذ معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ سرتاسر خود حضرت والا ہی کی تفسیر ہے نیز اس التزام میں وقت بھی بہت صرف ہوا اور ہر مقام کے لئے بہت سی تفاسیر کو دیکھنا پڑا اور دیکھنے والوں کو اس کی خبر بھی نہیں۔ اور جہاں اپنی تفسیر کی کوئی صریح تائید سلف سے باوجود تلاش نہیں ملی وہاں بھی رکھا میں نے اپنی ہی تفسیر کو لیکن اس کے آگے یہ لکھ دیا کہ ہذا من المواہب اھ۔

حیٰوۃ المسلمین کی تصنیف

اسی طرح حیٰوۃ المسلمین کو واضح اور سلیس اور جامع مانع عبارت میں تحریر فرمانے کی حضرت والا نے اتنی سعی فرمائی کہ خود فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے اتنا تعب اپنی کسی تصنیف میں نہ پڑا ہوگا کیونکہ صرف اسی تصنیف میں یہ ہوا کہ اس کے اکثر مضامین کے جو ارواح کے لقب سے ملقب ہیں دو دو مسودے اور کسی مضمون کے تین مسودے تک لکھنے پڑے۔ اھ

حضرت والا اپنی اس تصنیف کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ گو لوگوں نے اس کو اس نظر سے نہیں دیکھا لیکن یہ مسلمانوں کی مادی اور روحانی فلاح کے لئے (بہ انضمام رسالہ صیانۃ المسلمین جس میں نظام عمل مذکور ہے) اتنی نافع اور کافی ہے کہ مجھے اس کے اجر میں انشاء اللہ تعالیٰ مغفرت کی توقع ہے۔

تصانیف سے کوئی دنیوی مفاد متعلق نہ رکھنا

غرض حضرت والا نے ہر تصنیف کا پورا پورا حق ادا کیا ہے اور محض لوجہ اللہ۔ کیونکہ اپنی کسی تصنیف سے کبھی کسی قسم کا دنیوی مفاد حاصل نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ کسی کتاب کے طبع ہونے کے بعد اس کے نسخہ کے ملنے کی بھی توقع نہیں رکھی چہ جائیکہ شرط البتہ اگر کسی نے محبت سے کوئی نسخہ پیش کیا تو لینے سے انکار بھی نہیں فرمایا۔

حضرت والا کی طرف سے عام اجازت ہے کہ جس تصنیف کو جو چاہے اور جتنی تعداد میں چاہے چھاپ سکتا ہے۔ چنانچہ اہل مطابع نے لاکھوں روپے حضرت والا کی تصانیف کو چھاپ چھاپ کر پیدا کر لئے اور بہتیروں کی تو روزی ہی حضرت والا کی تصانیف سے چل رہی ہے۔

ایک انگریز کی حیرت

ایک انگریز جنٹ نے حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کو تفسیر کے لکھنے میں کتنے روپے ملے جب حضرت والا نے فرمایا کہ کچھ بھی نہیں تو اس نے بہت تعجب کیا اور کہا کہ پھر اتنی بڑی کتاب لکھنے کی آپ نے محنت ہی کیوں کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ہم لوگ اس کے قائل ہیں کہ علاوہ اس زندگی کے ایک اور بھی زندگی ہے جس کو آخرت کہتے ہیں۔ میں نے یہ محنت اس توقع پر کی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے اس کا عوض اس دوسری زندگی میں ملے گا۔ اور ایک اس سے دنیا کا فائدہ بھی ہے وہ یہ کہ جب میں دیکھوں گا کہ میرے بھائی مسلمان پڑھ پڑھ کر اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو مجھ کو خوشی ہوگی۔ اھ

حضرت والا کی یہ تقریر سن کر جنٹ پر خاص اثر ہوا اور اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے قلب میں اس جواب کی بہت وقعت ہوئی۔

حقوق طباعت بارے حضرت والاؒ کی رائے اور اعلان

چونکہ حضرت والا نے محض خدمت دین سمجھ کر خالصاً لوجہ اللہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور مقصود اشاعت دین ہے اس لئے حضرت والا نے اپنی کسی تصنیف کی نہ خود رجسٹری کرائی نہ کسی دوسرے کو رجسٹری کرانے کی اجازت دی کیونکہ رجسٹری کرنا اور رجسٹری کرانا شرعاً بالکل ناجائز ہے۔ چنانچہ بہ ضرورت شرعیہ حضرت والا نے اس کے متعلق ایک اعلان بھی تتمہ رابعہ تنبیہات وصیت مطبوعہ الامداد بابت جمادی الاول ۱۳۳۵ھ میں شائع فرمادیا ہے۔ جو یہاں مکرر اطلاع عام کے لئے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔ وہ اعلان یہ ہے۔

''چونکہ یہاں کی تصانیف پر کسی سے کچھ حق تصنیف وغیرہ نہیں لیا جاتا اس لئے ان کی رجسٹری کرانے کا کسی کو حق حاصل نہیں۔ فقط یکم جمادی الاول ۱۳۳۵ھ''

اسی طرح احقر ناچیز بھی بہ ضرورت شرعیہ نیز حضرت والا کی اتباع میں اپنی اس تصنیف اشرف السوانح کے متعلق بھی یہی اعلان کرتا ہے کہ یہ میں نے محض لوجہ اللہ نفع عام کی نیت سے بلا کسی قسم کے معاوضہ وغیرہ کے لکھی ہے اللہ تعالیٰ خلوص عطا فرمائے اور قبول و نافع فرمائے۔ میری طرف سے عام اجازت ہے جو چاہے اس کو طبع کرائے اور میں کسی شخص کو اس کا حق طباعت واشاعت کسی نوع سے محفوظ کرانے کا اختیار نہیں دیتا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی جتنی زیادہ سے زیادہ اشاعت وطباعت جمیع اہل مطابع وغیر اہل مطابع کرسکیں کریں تا کہ اس کا خوب شیوع ہو جائے اور نفع عام وتام ہو۔ واللہ الموفق

اپنی تصانیف کی فہرست اشاعت

حضرت والا مثل دیگر امور ضروریہ کے اپنی تصانیف کے متعلق بھی نہایت احتیاط اور اہتمام کا التزام رکھتے ہیں چنانچہ اپنی ہر چھوٹی بڑی تصنیف یا تحریری مضمون کے نام کی بالالتزام اپنے پاس یادداشت رکھتے ہیں اور وقتاً فوقتاً شائع فرماتے رہتے ہیں۔ اس میں علاوہ تکمیل فہرست محفوظ رہنے کی مصلحت کے بڑی مصلحت یہ بھی ہے کہ اس صورت میں کوئی

تصنیف غلط طور پر حضرت والا کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ حضرت والا نے ایک یہ عام اطلاع بھی شائع فرمادی ہے کہ جس مسودے پر میرے دستخط نہ ہوں یا جا بجا میرے ہاتھ کی اصلاح بنی ہوئی نہ ہو وہ میرا نہ سمجھا جائے۔ اھ

تسامحات سے رجوع اور ان کی اشاعت

سب سے بڑی احتیاط جو حضرت والا کی اعظم خصوصیات سے ہے یہ ہے کہ اپنی تصانیف کی تسامحات اتفاقی کو جن کا علم خود یا کسی دوسرے کے ذریعے سے ہوتا رہتا ہے ان سے رجوع فرماتے رہتے ہیں اور اس رجوع کو شائع بھی فرماتے رہتے ہیں اور اس سلسلہ کا ایک خاص لقب میں ''ترجیح الراجح'' تجویز کیا گیا ہے جو مستقل طور پر جاری ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت والا کو یہاں اپنے تسامح پر شرح صدر ہو جاتا ہے وہاں رجوع فرما لیتے ہیں اور جہاں تردد رہتا ہے وہاں جواب لکھ کر یہ تحریر فرما دیتے ہیں کہ دیگر علماء سے بھی تحقیق کر لیا جائے۔ اس سلسلے کے متعلق ایک مولوی صاحب سے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول احقر نے سنا ہے کہ ترجیح الراجح اس زمانے میں ایک بالکل نرالی چیز ہے۔ یہ سلف صالحین کا معمول تھا۔ مولانا تھانوی (یعنی حضرت والا) کی امتیازی شان اور کمال صدق و اخلاص کے ظاہر کرنے کے لئے بس یہی کافی ہے۔ اھ

حضرت والا نے بعض فضلاء سے اپنی تصانیف بہشتی زیور امداد الفتاویٰ اور تفسیر بیان القرآن پر نظر ثانی بھی کرائی اور جن تسامحات پر شرح صدر ہو گیا ان کو اصل میں درست فرما کر شائع فرما دیا۔

غرض حضرت والا اس کی بہت ہی احتیاط فرماتے ہیں کہ میری کسی تحریر سے کسی کو کسی زمانہ میں کسی قسم کا بھی ضرر دینی نہ پہنچنے پائے اور غلط فہمی نہ ہونے پائے۔ چنانچہ حضرت والا کے رسالہ تنبیہات وصیت کی تنبیہ رہم متعلقہ تالیفات خود میں بھی اور اس رسالہ کے تتمات میں بھی بعض احتیاطیں مذکور ہیں جو وہاں یا اشرف السوانح کے باب وصایا میں تلاش سے مل سکتی ہیں۔

حضرت والا کی تصانیف کی بعض خصوصیات فہرست تالیفات میں بھی مذکور ہیں جو اس سوانح کے آخر میں ملحق ہے ان کو بھی ملاحظہ فرمالیا جائے۔

حضرت والاؒ کے مکتوبات

علاوہ ان تحریرات کے جو شائع کی جاچکی ہیں حضرت والا کے ہزار ہا مکتوبات طالبین کے پاس غیر شائع شدہ بھی موجود ہیں جن میں بڑے بڑے نافع مضامین پائے جاتے ہیں جیسا کہ احقر نے بارہا مشاہدہ کیا اور ہر مکتوب اپنی ذات میں گویا ایک تصنیف کا حکم رکھتا ہے لیکن چونکہ سارے مکتوبات کی نقل محفوظ رکھنا متعذر تھا۔ اس لئے ان سے عام فائدہ نہیں پہنچ سکا۔ بہرحال جتنا ذخیرہ محفوظ ہے وہ بھی اس مصرعہ کا مصداق ہے۔ (ع) قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف مدت فیوضہم العالیہ کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور مدت مدید تک اس اُمت مرحومہ پر سایہ گستر رکھے اور تا قیامت تصانیف کے فیض کو جاری رکھے اور سب مسلمانوں کو ان سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واتباعہ اجمعین۔

انیسواں باب

’’تنقیح کشف وکرامت‘‘

’’تمہید‘‘

حضرت والا کا صاحب کشف ہونے سے انکار

اس وقت عام عادت ہے کہ اپنے کسی معتقد فیہ کے سوانح میں ایک حصہ کشف و کرامت کا بھی ضرور داخل کیا جاتا ہے۔ احقر کا بھی یہی خیال تھا اور بعض واقعات احقر کو اور نیز بعض احباب کو ایسے معلوم بھی تھے کہ وہ حسب عادت معاصرین مصنفین سوانح بے تکلف اس کے تحت میں مذکور ہو سکتے تھے مگر جب اس کا ذکر خود حضرت صاحب سوانح کے سامنے ہوا تو اسکی سخت مخالفت فرمائی اور بحلف فرمایا کہ مجھ کو اپنا ایک واقعہ بھی ایسا معلوم نہیں کہ جس کو کشف یا کرامت کہہ سکیں۔ بڑا شبہ جو منشاء احتمال کشف کا ہو گیا یہ ہے کہ بعض لوگ کوئی بات دل میں لیکر آتے ہیں اور یہاں قبل اظہار اس کا جواب ہو جاتا ہے لیکن اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو علم ہے کہ فلاں شخص کی زبان سے اس کا جواب ہو جانے سے صاحب شبہ کو تسلی ہو جائے گی۔ اس لئے مجیب کے قلب میں اس جواب کا داعیہ القاء فرما دیتے ہیں اور وہ جواب اس کی زبان سے ظاہر ہو جاتا ہے سو یہ وہ کشف نہیں جس میں کلام ہو رہا ہے۔ وہ کشف تو اس وقت ہوتا کہ جب مجیب کو یہ بھی اطلاع ہوتی کہ اس سائل کے قلب میں فلاں شبہ ہے سو اس کا مجھ کو علم نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ کشف نہیں۔ اھ

صاحب کرامت ہونے سے انکار

اسی طرح بعض واقعات جن کو ہم لوگ کرامت سمجھتے ہیں حضرت والا کے سامنے بیان کئے گئے تو آپ نے کسی کو تو اتفاقی امر بتلایا کسی کو فراست یا ذوق صحیح پر محمول فرمایا کسی کو رسائی عقل یا تجربہ کا ثمرہ قرار دیا اور رسائی عقل کے متعلق امیر عبدالرحمٰن خان صاحب مرحوم والی کابل

کا قول نقل فرمایا کہ جو بات کشف سے معلوم ہوتی ہے وہی عقل سے بھی معلوم ہوسکتی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ کشف کی مثال ٹیلیفون کی سی ہے جس میں بعینہ الفاظ مسموع ہوتے ہیں اور عقل کی مثال ایسی ہے جیسے ٹیلیگراف جس میں قوت فکریہ اور استدلال سے کام لینا پڑتا ہے کیونکہ بعینہ الفاظ مسموع نہیں ہوتے بلکہ کھٹکوں کے ذریعے سے اشارات میں گفتگو ہوتی ہے۔

اسی طرح بعض واقعات کو انعام الٰہی کی فرد بتلایا جس کا مفہوم کرامت سے عام ہے اور عام کا وجود مستلزم نہیں ہوتا وجود خاص کو اور یہ بھی فرمایا کہ ہر چند کرامت میں صاحب کرامت کو اس کا علم ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے علم نہ ہونا تو نفی کرامت کو مستلزم نہیں لیکن اسی طرح ثبوت کرامت کو بھی مستلزم نہیں تو غایت مافی الباب احتمال کرامت ثابت ہوا لہٰذا جزماً کرامت کا تحقق نہ ہوا اور یہی مقصود ہے نفی سے اور بدوں دلیل کے کسی امر کے تحقق کا دعویٰ ایۃ و لا تقف مالیس لک بہ علم۔ میں منہی عنہ ہے۔

کشف وکرامت کی حیثیت

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر واقع میں میں صاحب کشف وکرامت ہوتا تو میں خود اس کا اقرار کر لیتا کیونکہ یہ چیزیں کمالات مقصودہ میں سے نہیں نہ کوئی فضیلت کی چیز ہے چنانچہ اکابر نے تصریح کی ہے کہ کرامت کا درجہ ذکر لسانی سے بھی متاخر ہے تو اس کا دعویٰ یا اقرار ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میری آنکھوں میں قوت باصرہ یا کانوں میں قوت سامعہ ہے بلکہ اس کا انکار کفران وجحود نعمت ہوتا۔

بعض متعلقین نے حضرت والا سے ان واقعات کی جن کو ہم لوگ کرامت سمجھتے تھے توجیہ سن کر عرض کیا کہ یہ تو کرامت سے بھی بڑھ کر ہے تو جواب میں ارشاد فرمایا کہ پھر تم میں بھی ایک ایسی چیز موجود ہے جو کرامت سے بڑھ کر ہے یعنی ایمان تو اس کو اپنے فضائل میں کیوں نہیں شمار کرتے ہاں انعامات الٰہیہ میں شمار کرتے ہو تو انعامات الٰہیہ میں شمار کرنے کی میں بھی اجازت دیتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ جب کشف وکرامت کے متعلق یہ تحقیق ہے کہ وہ نہ ثابت ہے نہ فضیلت ہے تو تصرف کے لئے بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہے کہ اس کا علم نہ ہونا تو اس کی نفی کو یقیناً

مستلزم ہے کیونکہ قصد وعلم لوازم تصرف سے ہے تو قصد وعلم کی نفی سے اس کا وقوع یقیناً منفی ہوگیا۔ نیز وہ اہل باطل میں بھی پایا جاتا ہے جس سے اس کا فضیلت ہونا منفی ہوگیا۔ اھ

حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ آج کل لوگ اپنے شیخ کی ہر عجیب بات کو کرامت میں داخل کر دیتے ہیں حالانکہ ہر عجیب بات کرامت نہیں ہو سکتی بلکہ کرامت وہ خارق عادت ہے کہ جس کے اندر یہ تاویل ہو ہی نہ سکے کہ اس واقعہ کا سبب اسباب طبعیہ میں سے کوئی سبب ہے حتیٰ کہ اس میں خود ان بزرگ کے تصرف کا بھی احتمال نہ ہوا۔ اھ

حضرت والاؒ کی ایک تحریر

یہ تو حضرت والا کی تقریرات مذکور ہوئیں جن میں حضرت والا نے اپنے لئے کشف و کرامت کی نفی فرمائی ہے اب اس کے متعلق ایک تحریر بھی نقل کی جاتی ہے جو حسن اتفاق سے تربیت السالک میں نظر پڑ گئی۔ غیر سلسلے کے ایک شیخ نے جو اختلاج قلب میں مبتلا تھے۔ اپنی باطنی پریشانیاں لکھیں بالخصوص تکلیف دہ خطرات کے ہجوم سے سخت متاذی ہونے کا حال لکھا۔ اسی سلسلے میں یہ بھی لکھا کہ ایک دن ایسے ہی خیالات کا ہجوم تھا۔ میں نے حضرت کی طرف رخ کیا ایک استغراقی حالت طاری ہوئی۔ میں نے حضرت کی تسکین بخش باتیں کانوں سے سنیں۔ دل کے کانوں سے نہیں بلکہ جسمانی کانوں سے بالکل ظاہری طور پر۔ میں خواب میں نہیں تھا ٹہل رہا تھا۔ اسی وقت تسکین ہوگئی اور میں نے بے ساختہ متبسم ہوکر جو لوگ حاضر تھے ان سے کہا کہ میں نے اس وقت حضرت کی گفتگو صاف سنی ہے۔ میرے متعلق تسکین بخش تقریر فرما رہے ہیں اور ایک دن مغرب کی نماز میں پہلے سجدہ میں حضرت کی شبیہ مبارک میں نے کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھی۔ اھ۔ اس کا حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ ایسے واقعات کبھی ناسوتی ہوتے ہیں یعنی تصرف اپنے متخیلہ کا اور کبھی ملکوتی ہوتے ہیں یعنی حکمت حق کسی لطیفہ غیبیہ کو کسی مانوس صورت میں تسکین کے لئے ظاہر فرما دیتی ہے اور صاحب صورت کو اطلاع بھی نہیں ہوتی۔ البتہ احیاناً بطور خرق عادت کے صاحب صورت کے علم سے اور کبھی قصد سے بھی ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں۔ لیکن

۱؎ الحمدللہ میں اس مقام خرق عادت سے معرّا ہوں۔ یہاں اوپر والی دوصورتوں میں سے ہر صورت کا احتمال ہے اور ہر حال میں آپ کے لئے یہ دستگیری غیبی ہے۔اھ

کشف وکرامت کی بجائے تنقیح کشف وکرامت

غرض حسب ارشاد حضرت والا اس سوانح میں بجائے باب کشف وکرامت کے یہ باب تنقیح کشف وکرامت کا قائم کیا گیا جس میں بجائے واقعات کشف وکرامت کے مذکورہ بالا تنقیحات کشف وکرامت ارشاد فرمودہ حضرت والا عرض کی گئیں اور یہ بات اس سوانح کی خاص خصوصیات اور حضرت صاحب سوانح کی خاص اصلاحات میں سے ہے جس سے مصنفین سوانح کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

حضرت والاؒ کی کراماتِ معنویہ

حضرت والا کی تو بڑی زبردست کرامات معنویہ جن کا انکار ہی نہیں ہوسکتا تجدید ملت اور اصلاح اُمت اور مافوق العادت استقامت ہیں والاستقامۃ فوق الکرامۃ اور انہی کے متعلق واقعات عرض کرنے کا اس سوانح میں خاص اہتمام بھی کیا گیا ہے اور جس قسم کے واقعات کو باب کشف وکرامت میں ذکر کرنا آج کل عام طور سے معتاد ہے ان میں بعض کو محض بطور نمونہ انشاء اللہ تعالیٰ باب آئندہ انعامات الٰہیہ میں ذکر کردیا جائے گا۔

کراماتِ حِسّیہ پر کراماتِ معنویہ کی فضیلت

کرامات معنویہ کا کرامات حسیہ سے افضل ہونا سب محققین کے نزدیک مسلم ہے چنانچہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ العزیز اپنے رسالہ فتوحات کے باب ۱۸۴ میں کرامات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ وھی علی قسمین حسیة و معنوية فالعامته ماتعرف من الكرامة الا الحسية مثل الكلام على الخاطر و الاخبار بالمغيبات الماضية و الكائنة و الآتيته والاخذعن الكون و المشى على الماء و اخراق الهواء وطى الارض والاحتجاب عن الابصار واجابة الدعا فالعامة لا يعرف الكرامة الامثل هذا.

واما الكرامة المعنوية فلا يعرفها الاالخواص من عباد الله و العامة لا

يعرف ذالک وهی ان تحفظ علیه آداب الشریعة و ان یوفق لاتیان مکارم الاخلاق و اجتناب سفسافها ولمحافظة علی اداء الواجبات مطلقاً فی اوقاتها و المسارعة الی الخیرات و ازالة الغل للناس من صدره و الحسد و الحقد وسوء الظن و طهارة القلب من کل صفة مذمومة و تحلیة بالمراقبة مع الانفاس و مراعاة حقوق الغیر فی نفسه و فی الاشیاء و تفقد آثار ربه فی قلبه و مراعات انفاسه فی خروجها و دخولها فیتلقا ها بالادب اذا وردت علیه و یخرجها علیه خلعته الحضور فهذه کلها عند ناکرامات الاولیاء المعنویه التی لا یدخلها مکرو استدراج فان ذالک کله دلیل علی الوفاء بالعهود وصحة المقصود و الرضا بالقضاء فی عدم المطلوب ووجود المکروه و الابشار کک فی هذه الکرامة الا الملئکة المقربون واهل الله المصطفون الاخیار و اما الکرامة التی ذکرنا ان العامة یعرفها فکلها یمکن ان یدخلها المکرالخصی ثم اذا فرضنا هاکرامة فلا بد ان تکون نتیجة استقامة اوینج استقامته لا بدمن ذالک و الالیست بکرامة و اذا کانت الکرامة تنتج استقامة فقد یمکن ان یجعلها اللّٰه حظ عملک و جزاء فعلک فاذاقدمت علیه یمکن ان یحاسبک بها وما ذکرنا من الکرامة المعنویة فلا یدخلها شئ مما ذکرناه. اور بعد چند سطروں کے تحریر فرماتے ہیں۔ فآنس ماا کرمهم اللّٰه به من الکرامات العلم خاصةً. اورفرماتے ہیں۔ سئل ابویزیدؒ عن طے الارض فقال لیس بشئ فان ابلیس یقطع من المشرق الی المغرب فی لحظة واحدة وما هوعند الله بمکان و سئل عن اخراق الهوافقال ان الطیریخرق الهوا والمؤمن عندالله افضل من الطیر فکیف یحسب کرامة من یشارکه فیها طائروهکذاعلل جمیع ماذکر له ثم قال الهی ان قوما طلبوک بما ذکروه فشغلتهم به واهلتهم له اللهم ان اهلتنی بشئ فاهلنی بشئ من اشیائک ای من اسرارک فما طلب الاالعلم لانه اسنی تحفة واعظم کرامة.

الحمدللہ حضرت والا بھی بفضلہ تعالیٰ انہی کرامات معنویہ سے بہ تمام وکمال مشرف ہیں جن کا ذکر حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ارشاد بالا میں فرمایا ہے۔ چنانچہ ان کی تفصیل

سے یہ اشرف السوانح سر بسر لبریز ہے۔ حضرت والا کی سب سے نمایاں کرامات معنویہ حضرت والا کی خدمات دینیہ ہیں جو کرامات حسیہ سے کہیں بڑھ کر ہیں اور کہیں زیادہ نافع ہیں دوسروں کے لئے بھی اور خود حضرت والا کے لئے بھی۔ دوسروں کے لئے نافع ہونا تو ظاہر ہے کہ ان خدمات سے ایک مخلوق کثیر کو دینی نفع پہنچ رہا ہے۔ تھوڑا بہت نہیں بے انتہاء جس کا صدہا طالبین آئے دن اپنے خطوط میں حضرت والا سے اظہار کرتے رہتے ہیں اور خود حضرت والا کے لئے بھی وہ بہ نسبت کرامات حسیہ کے زیادہ نافع ہیں کیونکہ وہ خدمات موجب اجر وقرب ہیں بہ خلاف کرامات حسیہ کے کہ قرب کا ان پر ترتب نہیں ہوتا ہاں بعض احوال میں خود ان کا ترتب قرب پر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بزرگوں کی کرامات اسی قبیل سے ہوتی ہیں۔

بہر حال کرامت حسیہ موجب قرب نہیں ہوتیں گو قرب سے ناشی ہوں بلکہ بعض صاحب کرامات بزرگوں نے تو یہ تمنا کی ہے کہ کاش ہم سے کوئی کرامت ہی صادر نہ ہوتی اور بعض نے دعائیں کی ہیں کہ ہم سے کرامتوں کا صدور بند ہو جائے کیونکہ اس میں فتنے ہیں مثلاً عُجب شہرت ہجوم وغیرہ انہی وجہ سے اوپر جو ایک غیر سلسلے کے شیخ کا مکتوب نقل کیا گیا ہے اس کے جواب میں حضرت والا نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ الحمد للہ میں اس مقام خرق عادت سے معرّا ہوں۔ اھ۔ اس معَرا ہونے پر احقر تو حضرت حافظ کا یہ شعر پڑھتا ہے۔

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند　　　دلبر ماست کہ باحسن خدا داد آمد

دل کو فریب دینے والے پودوں نے سب زیور پہن لئے ہیں۔ یہ ہمارا محبوب ہے جو خدا کے دیئے ہوئے حسن کے ساتھ آیا ہے۔

نیز یہ مصرعہ بھی پڑھتا ہے ع بہ آب و رنگ و خال وخط چہ حاجت روئے زیبارا۔
(حسین چہرہ کو پانی و رنگ اور خط و خال کی کیا ضرورت ہے)

غرض اس سوانح میں کشف و کرامت کا کوئی باب نہیں جس کی وجوہ اوپر بہ تفصیل عرض کی گئیں۔ جامع اوراق کو اس فقدان باب کشف و کرامت اور تفاوت کرامات حسیہ و کرامات معنویہ پر حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آتا ہے اور اسی پر اس باب تنقیح کشف و کرامت کو ختم کیا جاتا ہے وہ شعر یہ ہے۔

اے خواجہ چند نقل کرامات شیخ شہر　　　نقدے ز وقت خویش بیار ایں فسانہ چیست

اے سردار شہر کے بزرگ کی چند کرامات ابھی اسی وقت میں بیان کر کہ یہ افسانہ کیا ہے

بیسواں باب

”انعامات الٰہیہ“

حضرت والاؒ کے متعلقین کی نظر

جیسا کہ ابھی باب سابق تنقیح کشف وکرامت میں وعدہ کیا گیا ہے۔ باب ہذا میں محض بطور نمونہ بعض ایسے واقعات عرض کئے جائیں گے جن کو لوگ عموماً کشف وکرامت میں داخل کر لیتے ہیں حالانکہ وہ حسب ارشاد حضرت والا از قبیل کشف وکرامت نہیں ہوتے بلکہ یا تو محض اتفاقی امور ہوتے ہیں یا فراست وذوق صحیح وغیرہ پر مبنی ہوتے ہیں یا مطلق انعام الٰہی کی فرد ہوتے ہیں اس کی تحقیق قدرے تفصیل کے ساتھ باب سابق میں عرض کی جا چکی ہے لیکن حقیقت الامر تو یہ ہے کہ حضرت والا کے خدام نے حضرت والا کو کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں کیونکہ بہ فیض حضرت والا یہ ان سب صاحبوں کے اچھی طرح ذہن نشین ہو چکا ہے کہ کرامات معنویہ کے مقابلہ میں کرامات حسیہ قابل التفات ہی نہیں اور یہ بھی حضرت والا سے بارہا سن چکے ہیں کہ جو طالب اپنے کام میں باقاعدہ مشغول ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کی کرامتوں کے دیکھنے کا کبھی متمنی نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو اپنے باطن میں اپنے شیخ کی کرامتوں کا ہر وقت مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور جس کو یہ مشاہدہ نہ ہوتا اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ یا تو وہ طریقہ سے اپنے کام میں مشغول نہیں یا اس کو شیخ سے مناسبت نہیں یا خود اس کا شیخ ہی محقق نہیں۔ اھ

کشف وکرامات کے چرچوں کا مقصد

اور واقعی اکثر کشف وکرامت کے چرچے ایسی ہی جگہ زیادہ سننے میں آتے ہیں جہاں طالبان دنیا کا ہجوم ہوتا ہے اور اکثر ایسے حضرات کی طرف جو صاحب خوارق ہوتے ہیں طالبان دنیا ہی کا بہت زیادہ ہجوم ہونے لگتا ہے۔ بالخصوص آج کل کہ دین کے طالب عموماً بہت کم ہیں اور لوگ اہل اللہ سے بھی رجوع کرتے ہیں تو زیادہ تر اپنی دنیوی ہی بہبودی کے لئے۔

لیکن الحمدللہ حضرت والا نے تو اپنے یہاں کا طریق تربیت ہی ایسا مقرر فرما رکھا ہے کہ یہاں سوائے طالب دین کے اور طالب دین بھی وہ جو طالب صادق ہو اور کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ ایک بار خود فرمایا کہ میرے یہاں کوئی ایسا ویسا تو ٹھہر ہی نہیں سکتا صرف طالب صادق ہی ٹھہر سکتا ہے۔ جیسے بلاتشبیہ مدینہ طیبہ کی صفت میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کالکیر ینفی الخبث یعنی بھٹی کی مانند ہے جو میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ اھ

حضرت والاؒ کا طریق اصلاح

اور یہ برکت حضرت والا کے طریق اصلاح کی ہے جس کا حاصل احتساب شرعی ہے اور جس کا استعمال مواقع ضرورت میں مصلح کو کرنا ہی پڑتا ہے چنانچہ جن طالبین کو حضرت والا تنبیہ فرماتے ہیں وہ درحقیقت مستحق تنبیہ ہی ہوتے ہیں کیونکہ وہ بڑے بڑے سخت امراض روحانی لے کر آتے ہیں جن کا علاج تنبیہ وہ تقئید ہی سے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس کی ایک بہت ہی بین نظیر قریب ہی کے زمانے میں گزر چکی ہے۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ العزیز جو ایک شہرہ آفاق اور مرجع خلائق بزرگ گزرے ہیں اکثر آنے والوں کو بہت ڈانٹا ڈپٹا کرتے تھے اور ان کے ساتھ بہت تیزی سے پیش آیا کرتے تھے جو ایک بہت مشہور بات ہے اور عموماً سب کو معلوم ہے۔ ایک بار کسی نے جرأت کر کے پوچھا کہ حضرت یہ آپ آنے والوں پر اتنے خفا کیوں ہوا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ میاں تمہیں کیا خبر ایک ایک کے ساتھ سو سو شیطان ہوتے ہیں میں تو ان شیطانوں پر خفا ہوا کرتا ہوں۔ اھ۔ سو واقعی (ع) قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید (قلندر جو کہتا ہے دیکھ کر ہی کہتا ہے)۔ حضرات اہل اللہ جواسیس القلوب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے پورے پورے مصداق ہوتے ہیں اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللّٰه۔ اگر کسی پر ان حضرات کی طرف ڈانٹ ڈپٹ ہو تو اس کو بلا دلیل یقین کر لینا چاہیے کہ میرے اندر ضرور کوئی کھوٹ ہے اور جب اللہ تعالیٰ فیض صحبت سے نور بصیرت عطا فرما دیتے ہیں تو اس کھوٹ کا فی الحال ورنہ فی المآل خود بھی کھلی آنکھوں مشاہدہ ہونے لگتا ہے ورنہ دوسروں پر

جلدی یا بہ دیر ضرور اس کا ظہور ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت والا کے یہاں بھی اس کا رات دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے جس کے بعض واقعات ابواب ماسبق میں موقع بہ موقع عرض بھی کئے جا چکے ہیں اور ایک واقعہ اسی وقت یاد آیا۔ حضرت والا نے ایک طالب کے اندر مرض کبر تشخیص فرمایا لیکن ان کی سمجھ ہی میں نہ آیا پھر پانچ برس کے بعد انہوں نے اقرار کیا کہ جی ہاں اب اتنے دن کے بعد مجھ کو پتہ چلا کہ حضرت کی تشخیص بالکل صحیح تھی واقعی مجھ میں کبر ہے۔ حضرت والا اس واقعہ کو نقل فرما کر یہ بھی فرمادیا کرتے ہیں۔ (ع) کہ خبث نفس نہ گردد بہ سالہا معلوم۔ (نفس کی گندگی کئی سال معلوم نہیں ہوتی)

حضرت والا کا ارشاد

حضرت والا کے اس طریق اصلاح کے متعلق خود حضرت والا کا ایک تازہ ملفوظ یاد آیا جو کل ہی ۷۔ ذالحجہ ۱۳۵۴ھ کو ایک واقعہ کے ضمن میں فرمایا تھا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ احقر نے ایک مفید مضمون کے متعلق جو ایک طالب کے خط کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا عرض کیا کہ یہ تو مکتوبات حسن العزیز میں نقل کرالیا جائے تو اچھا ہو اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ جن کی طرف سے ایسے خطوط کے نقل کئے جانے کا انتظام ہے ان کو چونکہ نقل کی اجرت دینی پڑتی ہے اس لئے میں انتخاب میں بہت احتیاط کرتا ہوں تاکہ ان پر بے جا بار نہ پڑے۔ صرف وہی خطوط نقل کے لئے بھیجتا ہوں جو میرے ذوق میں خاص طور سے قابل نقل ہوتے ہیں ورنہ درحقیقت تو کوئی خط بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں کوئی نہ کوئی مفید بات نہ ہو۔ اھ

پھر فرمایا کہ مجھ کو دوسرے کے پیسے کی اپنے پیسے سے بھی زیادہ قدر ہے۔ میں کسی پر ایک پیسے کا بھی بار نہیں ڈالتا نہ کبھی کسی سے کوئی فرمائش کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں کہا کرتا ہوں کہ کوئی عمر بھر میں ایک واقعہ بھی نہیں بتا سکتا جس میں میں نے کسی سے کوئی ایسی فرمائش کی ہو جس میں اس پر ابتداء میری طرف سے کوئی بار پڑا ہو۔ میں دوسروں کی راحت کی اتنی تو رعایت کرتا ہوں اور پھر بھی مجھ پر تشدد کا الزام ہے۔ بس میرا تشدد یہی ہے کہ میں امراض نفس کا علاج کرتا ہوں جیسے ڈاکٹر کہ ویسے تو بیچارہ چپ بیٹھا ہے کسی سے کچھ نہیں کہتا لیکن

چونکہ اس کا کام ہی آپریشن کرنا ہے اس لئے قینچی نشتر بھی لئے بیٹھا ہے۔ اب اگر اس کے پاس کوئی مریض آئے جس کا زخم مرہم کی حد سے تجاوز کر گیا ہو تو وہ ضرور نشتر لگائے گا چاہے مریض لاکھ ہائے واویلا کرے کیونکہ ڈاکٹر کا تو کام ہی یہ ہے۔ اس میں اس غریب کا کیا قصور۔ قصور تو خود مریض کا ہے کہ اس نے اپنے زخم کو مرہم کی حد سے بڑھنے ہی کیوں دیا کہ نشتر کی نوبت آئی۔ اور اگر ایسی حالت میں بھی وہ نشتر سے بچنا چاہتا تھا تو اس کو ڈاکٹر کے پاس آنا ہی نہ چاہیے تھا اس نے بلایا تھوڑا ہی تھا۔ اھ

حضرت والاؒ کے ہاں اصل دولت پر توجہ ہے

غرض اس طریق اصلاح کی برکت سے حضرت والا کے یہاں بفضلہ تعالیٰ چھٹ چھٹا کر طالبان صادق ہی رہ جاتے ہیں جن کو طالبان دنیا کی طرح کشف و کرامت دیکھنے کا انتظار نہیں رہتا نہ اس طرف ان کو کبھی کوئی التفات ہوتا ہے بلکہ جو اصل دولت حضرت والا کے پاس ہے یعنی دین بس اسی کی تحصیل اور تکمیل میں مشغول اور منہمک رہتے ہیں لہٰذا کسی نے کبھی ایسے واقعات کا جن کو عام نظر میں کشف و کرامت میں داخل سمجھا جاتا ہے تتبع ہی نہیں کیا تاہم ایسے جتنے واقعات بلاتکلف یاد آئیں گے ہدیہ ناظرین کر دیئے جائیں گے۔ باقی جیسا باب سابق میں قدرے تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا حضرت والا کی سب سے بڑی اور کھلی ہوئی کرامت تو حضرت والا کی مافوق العادت استقامت اور خدمات دینیہ ہیں جن کا انکار ہی نہیں کیا جا سکتا اور جن کے واقعات سے یہ ساری اشرف السوانح ہی بھری پڑی ہے اور انعامات الٰہیہ کے متعلق حضرت والا اکثر نہایت تشکر و امتنان کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رات دن ایسی کھلی کھلی دستگیریاں اور عنایتیں ہوتی رہتی ہیں کہ بس آواز تو آتی نہیں لیکن معاملہ سب ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ہر موقع پر یہ بھی فرماتے جاتے ہوں کہ دیکھ ہم نے تیرے ساتھ یہ عنایت کی دیکھ ہم نے تیری یہ دستگیری کی۔ اھ

چند واقعات

بس اس جگہ اسی مختصر سی تمہید پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ باب سابق تنقیح کشف و کرامت

بھی توکل کا کل در حقیقت باب ہذا ہی کی تمہید میں ہے جو ملاحظہ سے ابھی گزر چکا ہے۔

اب بعد تمہید ہذا اس باب کے موضوع یعنی انعامات الٰہیہ کے متعلق حسب وعدہ چند واقعات بھی بطور نمونہ عرض کیے جاتے ہیں جو بلا واسطہ یا بواسطہ ثقات احقر کے علم میں آئے ہیں اور گوان میں سے بعض کو ابواب ماسبق میں موقع بموقع بیان بھی کیا جا چکا ہے اور اس لئے ممکن ہے کہ کوئی اس کو تکرار سمجھے مگر چونکہ وہ واقعات اس وقت میرے پیش نظر نہیں اس لئے اس تکرار سے تحرز دشوار ہے نیز چونکہ عنوان غالباً مختلف ہوگا اس لئے من کل الوجوہ وہ تکرار بھی نہیں۔

۱۔ حضرت والا کی ولادت کا واقعہ

حضرت والا کا وجود باوجود خود سراپا ایک بڑی زبردست اور حیرت انگیز کرامت ہے جس کا کہ انکار ہی نہیں ہوسکتا جیسا کہ حضرت والا کے واقعہ ولادت باسعادت سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے جو اپنے موقعہ پر بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کرامت کے لغوی معنی ہیں عزت افزائی اور کرامت کو کرامت اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندہ کی عزت افزائی فرماتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی عزت افزائی حضرت والا کی ابتداء آفرینش ہی سے اس طور سے فرمائی کہ عین اس حالت میں جبکہ حضرت والا کے والدین شریفین بالکل مایوس الاولاد ہو چکے تھے اس زمانہ کے ایک مشہور اور مسلم صاحب خدمت مجذوب حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا بھی فرمائی اور حضرت والا کے تولد کی بہ تعیین نام بشارت بھی دی چنانچہ حضرت والا انہی بزرگ کی دعا اور بشارت کی برکت سے معرض وجود میں آئے۔ اور مقبولان الٰہی کی دعا اور بشارت کی برکت سے پیدا ہونا بھی ایک بہت بڑا شرف ہے چنانچہ خود حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فضائل میں فرماتے ہیں انا دعوة ابی ابراهیم و بشارة عیسیٰ علیهما السلام ١ه. کما اخرج احمد و الحاكم و البيهقي عن العرباض بن سارية (الخصائص الکبریٰ للسیوطی جلد اول ص ۹)

حضرت والا کی ولادت باسعادت کا تفصیلی واقعہ باب چہارم میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے یہاں اجمالاً امواج طلب سے اس واقعہ کے متعلق جو کچھ حضرت والا

نے فارسی عبارت میں تحریر فرمایا ہے وہ نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ہذا۔

''وقصۂ تولد ما ہر دو برادران چوں قدرے عجیب است استطرا داً ذکر آں نامناسب نیست انچہ از بزرگان خاندان ودیگر حاضران واقعہ شنیدہ است حاصل مجموعش آنست کہ والد صاحب مرحوم بمقام میرٹھ بمرض خارش چناں مبتلا شدند کہ تدبیرے نافع نمی شد۔ ڈاکٹرے گفت کہ یک دوا برائے ایں مرض حکم اکسیری دارد ولاکن قاطع النسل است۔ والد صاحب چوں ازمرض بہ تنگ آمدہ بودند باآنکہ آں وقت فرزندے نرینہ از اولاد اور زندہ نبود فرمودند کہ بقائے شخص مقدم سبت از بقائے نسل واستعمال آں دوا نمودند حق تعالیٰ صحت بخشید۔ آنگاہ تبصور قطع نسل خیلے پریشان شدند وچوں بحصول رخصت از ریاست شیخ الٰہی بخش صاحب مرحوم رئیس میرٹھ در وطن آمدند وبہ اہلخانہ خود یعنی والدہ صاحبہ ایں راقم تذکرہ درمیان نہادند ایں خبر ایشاں راہم پریشان کردہ۔ شدہ شدہ خبر بہ والدہ ایشاں یعنی بہ جدۂ احقر رسید اتفاقاً دراں زمان افضل مجاذیب وقتِ خویش حضرت حافظ غلام مرتضٰی صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بہ سابقہ تعلقے کہ بانانا صاحب میداشت تشریف آوردند۔ نانی صاحبہ درخدمت ایشاں عرض نمود کہ فرزندانِ ایں دختر نمی زیند۔ حضرت بطریق معما فرمودند کہ در کشاکشی عمرؓ و علیؓ ہلاک میشوند۔ دریں نوبت بہ علی سپرد کنید زندہ خواہد ماند۔ ایں معمائے مجذوبانہ بخیال کسے نیامد۔ الا والدہ صاحبہ کہ بفہم خدا داد آں راحل کردند گفتند کہ مطلب حافظ صاحب انیست کہ پدرِ فرزندان (یعنی والد صاحب) فاروقی اندو مادرِ شان (یعنی والدہ صاحبہ) علوی اندو ہنوز ہرقدر کہ فرزندان بہ وجود آمدند نام شان برنام پدر نہادہ می شد مثل فضل حق وغیرہ ایں بار اگر فرزند عطا شود نامش برخاندان مادر یعنی بضم لفظ علی نہادہ شود۔ حضرت تبسم فرمودند کہ ایں دختر بسیار عاقل ست مطلب من ہمیں ست وفرمودند کہ انشاء اللہ تعالیٰ دو پسر بوجود خواہند آمد یکے را اشرف علی ودیگرے را اکبر علی نام نہید وہر دو زندہ خواہند ماند وصاحب نصیب خواہند بود چنانچہ ہر دو برادران بوجود آمدند وتا اکنون زندہ وشاد وخورسند ہستیم۔''

۲۔ بچپن میں نرالی شان کا ظہور

حضرت والا نے فرمایا کہ خود مجھے بھی یاد ہے اور میں نے اپنے بزرگوں سے بھی سنا

ہے کہ بچپن میں جب کبھی مجھے کوئی سفر پیش آتا تو اکثر اس دن ابر ہو جاتا۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ بزرگان خاندان میں اس کا خاص طور سے تذکرہ ہونا ضرور ظاہر کرتا ہے کہ اس کا بکثرت وقوع ہوتا تھا اور یہ بات حضرت والا کی خصوصیت سمجھی جاتی تھی استطراداً حضرت والا کے بچپن کے زمانے کی ایک اور خصوصیت یاد آ گئی۔ حضرت والا نے اپنے بزرگان خاندان ہی سے یہ بھی سنا تھا کہ حضرت والا اپنے بچپن کے زمانے میں کسی کا ننگا پیٹ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہوتا تو فوراً قے ہو جاتی۔ چنانچہ ہم عمر لڑکے حضرت والا کو قصداً اپنا ننگا پیٹ دکھا دکھا کر پریشان کیا کرتے۔

چونکہ اس واقعہ سے بھی حضرت والا کے بچپن کے زمانہ کی غیر معمولی نظافت و لطافت طبع جو ایک خاص شرف کی صفت ہے ایک عجیب و غریب شان کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے جو نہ کسی بچہ میں دیکھی گئی نہ سنی گئی اس لئے باب ہذا کے مناسب سمجھ کر استطراداً نقل کر دی گئی۔

۳۔ بغیر سوال بتائے جواب مل جانا

اس امر کی تصدیق بارہا لوگوں سے سننے میں آئی اور خود بھی بارہا اس کا تجربہ ہوا کہ جو بات دل میں لے کر آئے یا جو اشکال قلب میں پیدا ہوا قبل اظہار ہی اس کا جواب حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے ہو گیا یا کسی باطنی پریشانی کی حالت میں حاضر ہوئے تو خطاب خاص یا خطاب عام میں کوئی بات ایسی فرما دی جس سے تسلی ہو گئی بمصداق شعر مثنوی شریف ؎

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال ‏ ‏ ‏ مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

اے وہ شخصیت! کہ تیری زیارت ہی ہر سوال کا جواب ہے، تجھ سے تو بغیر بحث و مباحثہ مشکل حل ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ایسے ہی مشاہدات کی بناء پر بعض فضلاء تک نے بھی جزماً اپنا یہ اعتقاد حضرت والا کی خدمت میں ظاہر کیا کہ حضرت والا صاحب کشف ہیں لیکن حضرت والا نے حلفاً اس کی نفی فرمائی اور جیسا کہ باب تنقیح کشف و کرامت میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اس کی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کو تو علم ہے کہ فلاں شخص کی زبان سے جواب ہو جانے پر صاحب شبہ کو تسلی ہو جائے گی۔ اس لئے مجیب کے قلب میں اس جواب کا داعیہ القا فرما دیتے ہیں۔ اھ

ایک مشہور فاضل نے جزماً اپنا یہی اعتقاد تحریر فرما کر بھیجا تو حضرت والا نے ان کے خیال کی نفی فرما دی اور جب پھر بھی انہوں نے نہ مانا اور اس نفی کو تواضع پر محمول کیا تو حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ وہ تاجر بڑا خوش قسمت ہے جو اپنے سودے کا ناقص ہونا خود ظاہر کر رہا ہے لیکن خریدار پھر بھی یہی کہہ رہا ہے کہ نہیں یہ ناقص نہیں ہے بہت قیمتی ہے۔ اھ

بلا اظہار ہی اشکالات کے جوابات مل جانے پر احقر کو خود اپنا واقعہ یاد آیا۔ عرصہ دراز ہوا الٰہ آباد میں حضرت والا کا وعظ ہو رہا تھا۔ دوران وعظ میں حضرت والا نے فرمایا کہ وساوس سے پریشان نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ قلب کے اندر نہیں ہوتے بلکہ ان کو تو شیطان اوپر سے ڈالتا ہے۔ اس پر احقر کے قلب میں یہ اشکال پیدا ہوا کہ بظاہر تو وساوس قلب کے اندر ہی معلوم ہوتے ہیں بس یہ خیال آتا تھا کہ فوراً حضرت والا نے فرمایا کہ گو بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ قلب کے اندر ہیں لیکن درحقیقت محض ان کا عکس اندر ہوتا ہے اور وہ خود قلب کے اوپر ہی اوپر رہتے ہیں جیسے اگر کوئی مکھی آئینہ کے اوپر بیٹھی ہو تو دیکھنے میں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے وہ آئینہ کے اندر بیٹھی ہو حالانکہ آئینہ کے اندر محض اس کا عکس ہوتا ہے اور وہ خود آئینہ کے اوپر ہی ہوتی ہے۔ اھ

اس تقریر سے احقر کی فوراً تسلی ہوگئی اور جو اشکال پیدا ہوا تھا وہ رفع ہوگیا۔

۴۔ دوسروں سے معاملہ کرنے میں دلی شہادت

اس امر کا بھی بارہا تجربہ ہوا کہ حضرت والا نے جس کے ساتھ جس وقت جیسا معاملہ فرمایا وہ اکثر بعد کو اسی معاملہ کا اہل ثابت ہوا گو دیکھنے والوں کو اس معاملہ کے وقت ایک گونہ استعجاب ہوتا تھا۔ چنانچہ عرصہ دراز ہوا ایک نوجوان شخص نے آکر بہت اظہار عقیدت کیا اور بیعت ہونا چاہا۔ حضرت والا نے بے رخی کا برتاؤ فرمایا اور دفع الوقتی کے لئے اصلاح الرسوم دیکھ کر رائے قائم کرنے کو فرما دیا۔ احقر نے از راہ ترحم اس کو اپنے داموں سے خرید کر اصلاح الرسوم دے دی۔ پھر اس کے چلے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ تو اپنے والد سے خفا ہو کر بھاگ آیا تھا۔ اس پر حضرت والا نے احقر کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں جس کے ساتھ جیسا معاملہ کروں میرے احباب اس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی کام لیتے ہیں تو اس کو

اس کام کی سمجھ بھی عطا فرما دیتے ہیں اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ چنانچہ بعض کو تو میرا قلب فوراً قبول کر لیتا ہے اور بعض کو نہیں قبول کرتا۔ اور گو اس وقت میرے ذہن میں اس قبول وعدم قبول کی کوئی دلیل نہیں ہوتی لیکن بفضلہ تعالیٰ اکثر بعد کو میری شہادت قلب ہی ٹھیک نکلتی ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے اگر کوئی نادانستہ مکھی کھا جائے تو گو اس کو مکھی کا علم نہ ہو لیکن معدہ کو تو مکھی کی اچھی طرح پہچان ہے وہ اس کو ہرگز قبول نہ کرے گا اور فوراً نکال باہر کرے گا۔ اھ

اسی سلسلہ میں حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعض کی طرف قلب کو اتنا میلان ہوتا ہے کہ خود یہ جی چاہتا ہے کہ یہ بیعت کی درخواست کرے چنانچہ جب کبھی ایسا ہوا اکثر اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کے منہ سے بیعت کی درخواست کرا دی اور چونکہ میں سمجھ جاتا ہوں کہ اس کو میری ہی خواہش پر اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس لئے اس سے انکار نہیں کرتا بے چون و چرا بیعت کر لیتا ہوں۔ اھ۔ غرض حضرت والا کی صحت شہادت قلب کے صدہا واقعات آئے دن مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں۔

۵۔ شیخ محمد عمر الہ آبادیؒ کا واقعہ

مکرمی شیخ محمد عمر صاحب الہ آبادی جو حضرت مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور مولاناؒ حضرت والا کے پیر بھائی تھے۔ عرصہ تیس سال کا ہوا بعد انتقال مولانا ممدوحؒ ایک بار شیخ صاحب پیران کلیر شریف سے واپسی پر حضرت والا کی زیارت کے لئے تھانہ بھون بھی حاضر ہوئے۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنے رفیق سے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں واپسی میں حضرت مولانا تھانوی کی زیارت کے لئے تھانہ بھون حاضر ہونا چاہتا ہوں تو انہوں نے اس سے اتفاق رائے کیا لیکن یہ مشورہ دیا کہ اپنا پیران کلیر شریف کے عرس سے آنا نہ ظاہر کرنا ورنہ مولانا تو اتنا ناخوش نہ ہوں گے مگر اور خانقاہ والے تم کو بدعتی سمجھ کر تم سے سخت نفرت کریں گے۔ چنانچہ جب میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا میں نے عرض کیا کہ الہ آباد سے اس پر یہ سوال ہوا کہ الہ آباد سے کب چلے۔ میں نے دل میں کہا کہ اب پکڑا گیا لیکن جواب دینا تو ضرور ہی تھا۔ عرض کیا آٹھ دس روز ہوئے اس پر فرمایا کہ درمیان میں کہاں قیام رہا میں نے عرض کیا۔ پیران کلیر شریف میں۔ یہ پوچھ کر

حضرت والا خاموش ہوگئے۔ نہ حضرت والا مجھے پہلے سے جانتے تھے نہ میں نے یہ ظاہر کیا کہ میں مولانا الہ آبادی کا مرید ہوں کیونکہ اس کے ظاہر کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں آیا تھا۔

جب حضرت والا کے ملازم نے مولانا سے پوچھا کہ ان کا کھانا کہاں پکے گا تو حضرت والا نے فرمایا کہ یہ تو میرے مہمان ہیں گھر ہی میں کھانا پکے گا پھر ملازم نے کھانے کے متعلق میرا معمول پوچھا تو مولانا نے فرمایا کہ اجی یہ تو اپنے ہی ہیں ان کا معمول کیا جس وقت جو ملے گا کھالیں گے۔اھ

شیخ صاحب اس واقعہ کو نقل کر کے کہنے لگے کہ اس لفظ کے سننے سے کہ یہ تو اپنے ہی ہیں میرا ذہن حضرت والا اور حضرت مولانا الہ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے اتحاد معنوی اور اتحاد سلسلہ کی طرف منتقل ہوا جس سے میں بے انتہا متاثر اور مسرور رہا اور مجھ کو تعجب ہوا کہ حضرت والا نے یہ کیسے معلوم فرمالیا کہ یہ تو اپنے ہی ہیں اور اپنوں ہی کا سا معاملہ بھی فرمایا اور باوجود پہلی حاضری کے خلاف معمول ان چیزوں کو بھی قبول فرمالیا جو میں بطور ہدیہ کے لایا تھا۔اھ

۶۔احقر مرتب کا واقعہ

جب احقر نے ڈپٹی کلکٹری کے زمانے میں اپنی خدمات محکمہ تعلیم میں منتقل کئے جانے کی حکام سے درخواست کی تو چونکہ اس وقت محکمہ تعلیم میں کوئی عہدہ ایسا نہ تھا جو مجھ کو دیا جاسکتا اس لئے انکاری جواب آگیا اور میں بالکل مایوس ہوگیا۔ جب حضرت والا سفر کے سلسلہ میں کانپور تشریف لائے جہاں میں ڈپٹی کلکٹر تھا میں نے بہ افسوس حضرت والا سے اس انکاری جواب کا ذکر کیا اور تبدیل محکمہ سے مایوسی ظاہر کی حضرت والا نے فوراً فرمایا کہ آپ اب بھی کوشش برابر جاری رکھئے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کوئی بہتر صورت ہوجائے گی۔اھ

چنانچہ میں نے پھر کوشش کی تو اسی دوران میں حسن اتفاق اور حضرت والا کی دعا اور تمنا کی برکت سے محکمہ تعلیم کے اندر ایک بالکل نیا عہدہ ڈپٹی انسپکٹری مسلم مدارس کا اضافہ کیا گیا جس پر منجملہ دیگر ڈپٹی انسپکٹروں کے ایک میں بھی مقرر کردیا گیا۔ فللّٰہ الحمد۔

یہ حضرت والا کی دعا اور بشارت کی کھلی ہوئی برکت اور صحت شہادت قلب کی نا قابل انکار حجت ہے۔

۷۔احقر مرتب کے ڈپٹی کلکٹری کے امتحان کا واقعہ

اسی طرح خود ڈپٹی کلکٹری کے امتحان میں بھی مجھ کو کامیابی سے مایوسی تھی۔ جب احقر امتحان دے کر حاضر خدمت ہوا تو ایک دن حضرت والا کسی نماز کے بعد آرام فرمانے کے لئے تھوڑی دیر کو لیٹ گئے۔ خدام پاؤں دبانے لگے احقر بھی پاؤں دبانے لگا۔ اتنے میں حضرت والا کی آنکھ لگ گئی احقر اٹھ کر چلا گیا کچھ دیر بعد حضرت والا نے احقر کو یاد فرمایا۔ احقر حاضر ہو گیا۔ فرمایا کہ میں اس وقت آپ کے امتحان کے متعلق بہت مفصل خواب دیکھتا رہا گو پہلے سے کہنے میں کرکری ہونے کا اندیشہ ہے لیکن میں کیا اور میرا خواب ہی کیا اس لئے کہے دیتا ہوں۔ پورا خواب تو یاد نہیں رہا لیکن اس کا خلاصہ یاد ہے کہ آپ مایوس ہو گئے ہیں اور میں نے خواب ہی میں یہ بھی دیکھا کہ ایک مضمون میں اندیشہ تھا لیکن اس میں بھی پاس ہونے کے لائق نمبر مل گئے ہیں۔ چنانچہ الحمدللہ احقر امتحان میں کامیاب ہو گیا اور حضرت والا کی بشارت بالکل صحیح نکلی اور واقعی ایک مضمون میں بہت مایوسی تھی عجب نہیں کہ آخری موقع ہونے کی وجہ سے کچھ رعایتی نمبر دے کر پاس کر دیا گیا ہو۔

۸۔مرغیوں کے محبوس رہنے والا واقعہ

ایک بار حضرت والا طالبین مقیمین خانقاہ کے خطوط جو حسب معمول اس ٹین کے ڈبہ میں سے جو (بطور لیٹر بکس کے ایک دیوار میں لگا ہوا ہے اور جس میں طالبین اپنے حالات کے خطوط ڈال دیتے ہیں) نکال کر بعد نماز فجر جواب تحریر فرما رہے تھے۔ ایک خط کا جس میں کوئی الجھی ہوئی حالت درج تھی جواب ہی نہیں سمجھ میں آتا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ حضرت والا کے ساتھ یہ ہے کہ کوئی کیسی ہی الجھی ہوئی حالت باطنی لکھ کر بھیجے بعون اللہ تعالیٰ فوراً جواب شافی وکافی سمجھ میں آ جاتا ہے اور قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت والا حیران تھے کہ یا اللہ یہ آج کیا معاملہ ہے شرح صدر کے ساتھ کیوں جواب سمجھ میں نہیں آتا اور جب تک شرح صدر نہیں ہوتا حضرت والا کوئی جواب نہیں تحریر فرماتے۔ اسی سوچ میں تھے کہ فوراً خیال آیا کہ چھوٹے گھر میں مرغیاں دربہ کے اندر محبوس پڑی ہوئی ہیں

کیونکہ حضرت پیرانی صاحبہ کے کیرانہ تشریف لے جانے کی وجہ سے ان کو کوئی کھولنے والا نہ تھا۔ چنانچہ حضرت والا فوراً گھر تشریف لے گئے اور مرغیوں کو کھول دیا۔ پھر آ کر جو اس خط کو جواب لکھنے کی غرض سے دوبارہ پڑھا تو اس کا جواب فوراً سمجھ میں آ گیا۔ حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ چونکہ ادھر مرغیاں محبوس تھیں اور تنگی میں تھیں اللہ تعالیٰ نے ادھر میری طبیعت کو بھی منقبض اور تنگ کر رکھا تھا۔ جب میں نے ان کو جا کر کھول دیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طبیعت کو بھی کھول دیا اور شرح صدر فرما دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کھلی دستگیری ہے ورنہ وہ بیچاری دن بھر محبوس ہی رہتیں اور مجھے ان کا خیال ہی نہ آتا کیونکہ بوجہ روزمرہ کا معمول نہ ہونے کے مجھ کو ان کا کھولنا یاد ہی نہ رہا تھا۔ اھ

۹۔ ایک دیہاتی کے میراث کے فتوے کا واقعہ

ایک بار ایک دیہاتی کوئی فرائض کا مسئلہ دستی طور پر حضرت والا سے عجلت میں لکھا لے گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضرت والا کو معلوم ہوا کہ ذہول سے غلط جواب لکھا گیا۔ اب سخت پریشان کہ کیا کیا جائے کیونکہ نہ اس کا نام معلوم نہ پتہ معلوم، نہ یہ معلوم کہ کس راستہ کو گیا ہوگا کچھ معلوم نہ تھا اور چونکہ فرائض کا مسئلہ تھا لہٰذا سخت فکر دامنگیر ہوئی کہ نہ معلوم کتنے اہل حقوق کی حق تلفی ہوگی اور آئندہ کہاں تک اس حق تلفی کا سلسلہ پھیلے گا دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ میرے قبضہ سے تو اب یہ معاملہ نکل چکا۔ میری قدرت میں تو اب اس کے تدارک کی کوئی صورت رہی نہیں لیکن آپ کو تو سب کچھ قدرت ہے آپ تو اب بھی قادر ہیں۔ آپ ہی غیب سے کوئی صورت نکالئے۔ اھ

چنانچہ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ کیا دیکھتے ہیں وہ شخص فتویٰ لئے چلا آ رہا ہے۔ اس نے آ کر کہا کہ اجی مولوی جی میں تو دور نکل گیا تھا۔ راستہ میں جو فتویٰ پر نظر پڑی تو دیکھا کہ اس پر مہر تو لگی ہی نہیں۔ اجی اس پر مہر تو لگا دو۔ حضرت والا خوش ہو گئے فرمایا لا بھائی لا۔ مُہر تو میرے پاس ہے نہیں لیکن جلدی میں مسئلہ غلط لکھ کر دے دیا تھا اس لئے اللہ میاں نے تجھے میرے پاس پھر بھیج دیا ہے کہ میں مسئلہ کی درستی کر دوں۔ میں تو سخت حیران تھا کہ کیا کروں کیونکہ تیرا نام و نشان کچھ معلوم ہی نہ تھا دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا۔ خیر اللہ تعالیٰ نے تجھ کو

اسی بہانہ یہاں واپس بھیج دیا اور میری دعا قبول فرمالی۔ اھ

پھر حضرت والا نے اس کو صحیح جواب لکھ کر دے دیا۔

سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کی کیسی کھلی اعانت ہے جو من وجہ کرامت سے بھی بڑھ کر ہے۔

حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ اس روز سے میں فتویٰ کا دست بدست جواب نہیں لکھتا کیونکہ اس شخص کے موجود رہنے سے قلب میں تقاضا سا رہتا ہے اور طبیعت مشوش رہتی ہے اس لئے غلطی کا اندیشہ رہتا ہے۔ اھ

۱۰۔ لکڑیاں لینے والا واقعہ

عرصہ دراز ہوا ایک بار حضرت والا نے حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کے مشورے پر دس روپے کی لکڑیاں یکمشت لے لی تھیں کیونکہ اچھی مل گئی تھیں چونکہ اتفاق سے اس وقت دام موجود نہ تھے اس لئے قرض ہو گیا تھا۔ حضرت والا کے قلب مستغنی پر کسی کے ایک پیسے کا قرض بھی بے حد بار ہوتا ہے۔ اول تو الحمدللہ حضرت والا پر کبھی کسی کا قرض ہوتا ہی نہیں اور اگر شاذ و نادر کبھی ہوا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اس سے سبکدوش فرما دیا ہے۔ چونکہ قلب مبارک پر اس قرض کا سخت بار تھا اس لئے حضرت والا نے دعا فرمائی جو بفضلہٖ تعالیٰ بہت جلد قبول ہوئی۔ چنانچہ لکڑیاں شام کو لی گئیں اور اگلے ہی روز اللہ تعالیٰ نے قرض سے سبکدوش فرما دیئے کی یہ صورت فرمائی کہ ایک قریبی قصبہ کے ایک معزز رئیس جو ایک ریاست میں کسی بڑے عہدہ پر بھی تھے اور جو رخصت لے کر آئے ہوئے تھے حضرت والا کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے وہ حضرت والا سے بیعت بھی تھے۔ انہوں نے پچیس روپیہ ہدیۃً پیش کئے لیکن حضرت والا نے ان میں سے صرف دس روپیہ تو لے لئے اور پندرہ روپیہ واپس فرما دیئے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میرا خیال تو اس سے بھی کم لینے کا تھا لیکن مجھے ڈر لگا کہ میں نے اللہ میاں سے دس روپے مانگے تھے۔ دس سے بھی کم لینے میں کہیں اللہ میاں ناخوش نہ ہوں کہ مانگتا بھی ہے اور پھر جب ہم دلواتے ہیں تو لیتا بھی نہیں۔ پھر ان رئیس کے چلے جانے کے بعد ان کے ساتھیوں سے جو ٹھہر گئے تھے معلوم ہوا کہ ان صاحب نے پہلے دس ہی روپیہ

دینے کا قصد کیا تھا لیکن اس رقم کو کم سمجھ کر پندرہ اور ملائے تھے تا کہ کم مقدار کے ہدیہ دینے 7
سے سبکی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کے قلب پر اثر ڈال دیا کہ خلوص کا حصہ تو لے لیا اور ریاء کا واپس فرما دیا۔ جب ساتھیوں نے حضرت والا سے اظہار تعجب کیا کہ کیا آپ کو کشف ہو گیا تو حضرت والا نے کشف کی نفی فرمائی اور پھر پورا واقعہ بیان فرمایا جو مذکور ہوا۔

۱۱۔ایک دیہاتی کے گڑ لانے کا واقعہ

اسی طرح ایک قریب کے گاؤں کا شخص گڑ ہدیہ لایا تو حضرت والا نے قبول نہیں فرمایا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ زکوٰۃ عُشر کا تھا حضرت والا نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ دیکھئے لوگ مجھ کو خواہ مخواہ وہمی کہتے ہیں اب دیکھئے اگر میں بلا پوچھے گچھے لے لیتا اور بعد کو معلوم ہوتا تو طبیعت کو کس قدر نا گوار ہوتا اور اس کی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوتی وہ تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قلب میں پیشتر ہی نفرت پیدا ہو گئی تھی ورنہ انہوں نے اپنی طرف سے کیا کسر رکھی تھی پھر یہ شعر فرمایا۔

قتل ایں خستہ بہ شمشیر تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دلِ بے رحم تو تقصیر نبود

اس کمزور کا تیری تلوار سے قتل ہونا تقدیر میں نہ تھا، ورنہ تیرے بے رحم دل نے کوئی کمی نہیں کی۔

بھلا ایسی صورت میں سوچنے سے کوئی کہاں تک احتمالات نکال سکتا ہے لیکن وہ تو خود حق تعالیٰ ہی دستگیری فرماتے ہیں۔ قلب میں بحمد اللہ بس ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی کہہ گیا ہو۔ اھ

حضرت والا کی اکثر امور میں احتیاطیں بعد کو واقعات سے صحیح نکلتی ہیں ایسے مواقع پر حضرت والا یہ فرما دیا کرتے ہیں کہ دیکھئے لوگ مجھے خواہ مخواہ وہمی کہتے ہیں اگر میں وہمی ہوں تو پھر میرے اکثر وہم صحیح کیوں نکلتے ہیں۔ اھ

۱۲۔نفس کی بیماریوں کی تشخیص

امراض نفس کی تشخیص میں تو حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے وہ ملکۂ تامہ عطا فرمایا ہے اور وہ فراست صحیحہ بخشی ہے کہ الحمد للہ فن تربیت میں یگانہ روزگار ہیں اور آج دنیائے اسلام میں حکیم الامت کے لقب سے یاد فرمائے جاتے ہیں۔

عرصہ ہوا اس کے متعلق خود حضرت والا نے ایک بار کسی سلسلہ کلام میں فرمایا تھا کہ

---

7 اشرف السوانح- جلد ۳ ک 7

جب کوئی طالب اصلاح آتا ہے تو بفضلہ تعالیٰ اس سے سابقہ پڑتے ہی اجمالی طور پر فوراً یہ ادراک ہوجاتا ہے کہ یہ فلاں مرض لے کر آیا ہے اور اس کو فلاں تدبیر نافع ہوگی۔

یہ فراست کشف سے ہزار درجہ افضل وانفع ہے اور اس کے صدہا واقعات ہیں جن میں سے بعض موقع بموقع ذکر بھی کئے جاچکے ہیں۔ چنانچہ حضرت والا کا ایک طالب کے اندر مرض کبر تشخیص فرمانا اور پانچ برس بعد اس طالب کا اقرار کرنا اسی باب کی تمہید میں عرض کیا جاچکا ہے اور ایک واقعہ اس وقت بھی یاد آیا۔

حضرت والا کسی پر احتساب شرعی فرمارہے تھے اور وہیں ایک اور طالب بیٹھے ہوئے تھے حضرت والا نے محض ان کے بشرہ سے محسوس فرمالیا کہ ان کے قلب میں حضرت والا کے اس احتساب کے متعلق اعتراض ہے چنانچہ حضرت والا نے ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے اقرار کیا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کے اس صدق سے تو میں بہت خوش ہوا لیکن ھل جزاء الصدق الا الصدق۔ میں بھی سچی بات عرض کئے دیتا ہوں کہ ایسی صورت میں مجھ سے آپ کو نفع نہ پہنچے گا۔ اب آپ کسی دوسرے سے رجوع کریں۔ اور اب عمر بھر نہ مجھے کبھی کوئی خط لکھیں نہ میرے پاس آئیں۔ اھ

ایک صاحب کے استفسار پر اس کے متعلق حضرت والا نے یہ تفصیل فرمائی کہ اگر شیخ کے متعلق دل میں محض وسوسہ آئے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں یا بوجہ کسی بات کے سمجھ میں نہ آنے کے استعجاب ہو تو اس کا بھی مضائقہ نہیں لیکن اعتراض اور شبہ سخت چیز ہے اس کا قلب میں پیدا ہونا نہایت درجہ مضر اور مانع استفاضہ ہے اور اگر شیخ کے کسی قول یا فعل پر بوجہ سمجھ میں نہ آنے کے استعجاب اور وسوسہ ہو تو اس کو خود شیخ ہی سے رفع نہ کرائے بلکہ دوسرے سے پوچھے ورنہ اس سے اس کے قلب میں تنگی پیدا ہوگی کیونکہ اگر اس نے جواب دیا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تم ہمارے معتقد رہو اس کو کیا غرض پڑی ہے کہ اس غرض سے اپنا تبریہ کرے۔ بھلا اس کی غیرت دینیہ نیز غیرت طبعیہ کب اس کو گوارا کرسکتی ہے۔ اھ

اسی طرح ایک اور صاحب پر جو اہل علم تھے حضرت والا حسب معمول بہ نیت اصلاح مواقع ضرورت میں احتسابات شرعی فرماتے رہتے تھے ان کے بشرہ سے حضرت والا کو یہ

محسوس ہو گیا کہ ان کو یہ احتسابات ناگوار ہوتے ہیں چنانچہ حضرت والا نے ان سے صاف صاف فرما دیا کہ ان احتسابات میں میری کوئی مصلحت نہیں آپ ہی کی اصلاح کی مصلحت سے میں احتسابات کیا کرتا ہوں اگر آپ کو ناگواری ہوتی ہو اور آپ یہ چاہتے ہوں کہ میرے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جائے تو آپ صاف کہہ دیں چنانچہ انہوں نے ناگواری کا اقرار کرلیا اور پھر حضرت والا ان کی اصلاح سے دستکش ہو گئے اور پھر تعظیم کا معاملہ فرمانے لگے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں ان کے خطوط کے جواب میں ان کو مخدوم ومکرم لکھنے لگا لیکن اگر اپنی اصلاح کے متعلق کچھ سلسلہ جنبانی کرتے تو میں صاف انکار لکھ دیتا۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ سے کسی کا اپنے نفس کی چوریاں چھپانا بہت دشوار ہے۔اھ۔ چنانچہ واقعی اکثر دیکھا جاتا ہے کہ حضرت والا کو طالبین کی اصل حالت کا یا تو فراست سے پتہ چل جاتا ہے یا منجانب اللہ ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں کہ ان کی اصل حالت کھل ہی جاتی ہے اور یہ دونوں باتیں انعام الٰہی کی اعظم افراد میں سے ہیں۔ نیز یہ بھی رات دن کا مشاہدہ ہے کہ حضرت والا اکثر یکساں احوال میں بھی مختلف معاملات فرماتے ہیں اور یہ اختلاف ہی عین مصلحت ثابت ہوتا ہے اور اس کا مدار زیادہ تر محض شہادت قلب پر ہوتا ہے۔ راز اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر وطاعت کی برکت سے حضرت والا کے قلب مطہر کو ایسا لطیف الادراک اور صحیح الحس بنا دیا ہے کہ جس کی جس وقت جیسی حالت ہوتی ہے اس کا اس وقت ویسا ہی اثر قلب پر پڑنے لگتا ہے اور اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمانے لگتے ہیں گو ظاہر میں احوال یکساں ہی نظر آئیں۔ اور جو طالب خاص اپنے حالات اور خاص اپنے ساتھ حضرت والا کے معاملات کا بغور تتبع کرے گا اسکو حضرت والا کی صحت شہادت قلب کا روز روشن کی طرح مشاہدہ ہو جائے گا بشرطیکہ وہ طریقے کے ساتھ کام میں مشغول ہو اور اپنی اصلاح کی دھن میں ہو لیکن احقر نے یہ بھی مشاہدہ کیا ہے کہ بعض احوال میں حضرت والا اپنی شہادت قلب پر فوراً عمل شروع نہیں فرما دیتے بلکہ اس اثر کو اپنے ذہن میں لئے رہتے ہیں اور موقع کے منتظر رہتے ہیں۔

بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ مختلف طالبین نے ایک ہی عیب کی اصلاح چاہی تو کسی کے لئے کوئی علاج تجویز فرمایا کسی کے لئے کوئی اور فرمایا کہ بس جس کے لئے جو بات نافع ہوتی ہے اللہ

تعالیٰ وہی ذہن میں ڈال دیتے ہیں پھر بعد کو اس طالب کے خط سے بحمداللہ اس کے حق میں اسی تدبیر کا نافع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس پر یاد آیا کہ بعض کے لئے تو حضرت والا نے تکبر کے لئے ایسے علاج تجویز فرمائے جو نفس کو بہت گراں ہوتے ہیں اور ایک طالب کے لئے صرف یہی تجویز فرمایا کہ تم مجھ کو اپنے ہر خط میں بس یہی لکھ بھیجا کرو کہ مجھ میں تکبر ہے۔ میرے لئے دعا کی جائے جب اس قسم کے پانچ خطوط بھیج چکو تو پھر اپنی حالت لکھنا چنانچہ ان کو اسی سے نفع ہو گیا۔

ایک بار احقر نے اپنا ایک عیب لکھا تو تحریر فرمایا کہ میں کل دن بھر آپ کے خط کو رکھے رہا کیونکہ اس مرض کے جتنے علاج ہیں وہ تو آپ کو معلوم ہی ہیں۔ سوچتا رہا کہ اور کیا لکھوں چنانچہ آج فجر کی نماز میں ایک خاص علاج قلب پر وارد ہوا وہ چونکہ نیا ہے اس لئے لکھتا ہوں چنانچہ بفضلہ تعالیٰ اسی سے اس عیب کا جس کی اصلاح سے تقریباً مایوسی ہو چکی تھی بالکلیہ استیصال ہو گیا اور جب احقر نے اس نتیجہ سے مطلع کیا تو تحریر فرمایا کہ مجھ کو بھی اللہ تعالیٰ سے یہی توقع تھی۔ اھ

چونکہ یہ سب کھلے ہوئے انعامات الٰہیہ ہیں اس لئے اس باب میں بھی ان کا ذکر مناسب سمجھا گیا گو ان میں سے بعض کا بیان اور موقعوں پر بھی غالباً آ چکا ہے اور ان کے علاوہ بھی اور بہت سے اس قسم کے واقعات دیگر ابواب میں گزر چکے ہیں۔

۱۳۔ کسی کو یاد فرمانے کا اس کے دل پر اثر

احقر کو بارہا اس کا تجربہ ہوا کہ جب حضرت والا نے احقر کو کسی سلسلہ میں غائبانہ یاد فرمایا تو اکثر احقر کے قلب میں بھی یک بیک بلا کسی سبب ظاہری کے ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی اور معاً احقر کو بربناء تجربہ گمان ہوا کہ غالباً اس وقت حضرت والا احقر کو یاد فرما رہے ہیں۔ چنانچہ بعد کو اہل مجلس سے معلوم ہوا کہ واقعی حضرت والا احقر کا کچھ تذکرہ فرما رہے تھے۔ بلکہ ایک بار تو یہاں تک اثر ہوا کہ احقر حضرت والا کی خدمت میں فوراً پہنچا دیکھا تو ایک کاغذ ہاتھ میں لئے ہوئے تھے اور اس تلاش میں تھے کہ کوئی نظر پڑے تو اس کو میرے پاس بھیجیں چنانچہ جب احقر خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ میں تو اس وقت آپ کو یاد ہی کر رہا تھا۔

ایسے موقعوں پر جو اثر احقر کے قلب پر ہوتا ہے وہ ہمیشہ انجذاب الی الحق کی صورت

میں ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت والا کے خیال میں ہمیشہ یادِ حق ہی بسی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جب اپنے کسی خادم غافل کی طرف سرسری خیال بھی فرما لیتے ہیں تو اس کے قلب میں بھی یادِ حق کی ایک آنی اثر پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۴۔خدمتِ عالیہ میں عریضہ لکھنے سے پریشانی کا اختتام

احقر نے یہ بھی بارہا تجربہ کیا اور اکثر احباب سے بھی اس کی تحقیق ہوئی کہ جب کسی ظاہری یا باطنی پریشانی کے متعلق حضرت والا کو عریضہ لکھا تو لکھنے کے بعد ہی سے اس کا رفع ہونا شروع ہو گیا اور جواب آنے پر بفضلہ بالکل ہی زائل ہو گئی۔ چنانچہ کل پرسوں ہی ایک بہت ثقہ اور دیندار صاحب نے اپنے بھائی صاحب کو جو ڈپٹی کلکٹر ہیں اور آج کل حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہیں بسبیل تذکرہ یہ لکھا کہ الحمدللہ اب میرا بچہ بالکل اچھا ہے یہ عجیب بات ہے کہ مجھے جب کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آتی ہے ادھر حضرت والا کو عریضہ لکھا کہ فوراً اس میں کمی اسی وقت سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ فوراً ہی اس کا اثر جاتا رہتا ہے۔ (یعنی قلب سے) میں جب واپس آیا تو اس کو نمونیہ میں مبتلا پایا۔ سانس لینا مشکل تھا۔ اسی وقت حضرت کو عریضہ لکھا اور اسی دن بفضلہ تعالیٰ اس کی حالت بہت کچھ درست ہوگئی اور دوسرے تیسرے دن بفضلہ تعالیٰ بالکل اچھا ہو گیا اب صرف ہلکی سی کھانسی باقی ہے۔ اھ۔

احقر جامع اوراق کو تو اس قسم کے اتنے تجربے ہوئے ہیں کہ ان کو بیان کر کے اکثر اپنے بے تکلف پیر بھائیوں سے بہ تاکید شدید حضرت والا سے خط و کتابت کی کثرت رکھنے کے لئے کہتا رہتا ہوں تا کہ صلاح و فلاح دین و دنیا حاصل ہو گو افسوس خود اس کا بوجہ سخت بدانتظام ہونے کے جیسا چاہیے پابند نہیں لیکن جب بھی عریضہ لکھا اپنی حالت ظاہری و باطنی میں نمایاں بہتری کا مشاہدہ کیا۔

اس امر کے بھی بہت سے شاہد ہیں کہ مبتلایان پریشانی کی پریشانیاں حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو جانے کے بعد بفضلہ تعالیٰ بہت جلد زائل ہو جاتی ہیں بلکہ بعض کی پریشانی کا علاج تو خود حضرت والا ہی نے پاس رہنا تجویز فرمایا۔

آج کل بھی ایک طالب یہاں مقیم ہیں جو سخت پریشانی کے عالم میں بغرض رفع پریشانی حاضر ہوئے تھے اور ممتد قیام کا قصد تھا یہاں تک کہ یہ ارادہ کر کے آئے تھے کہ اگر کئی سال رہنے

کی بھی ضرورت ہوئی تو کئی سال رہوں گا۔ لیکن بفضلہ تعالیٰ حضرت والا کی برکت سے تیسرے روز ہی پریشانی بالکل رفع ہوگئی جس پر حضرت والا نے ان کو مبارکباد دی اور تحریر فرمایا کہ الحمدللہ غیب سے علاج ہوگیا اور چونکہ وہ طالب علم ہیں اس لئے جلد واپس جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ آج ہر طرح مطمئن ہوکر چلے گئے حالانکہ انہیں ازالہ مرض سے بالکل مایوسی تھی۔

اسی طرح خطوط کے ذریعے سے بھی صدہا طالبین کی پریشانیاں آئے دن رفع ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ بعضوں نے لکھا کہ آپ کے کرامت نامہ نے خودکشی سے بچالیا۔ اسی لئے حضرت والا فوراً خطوط کے جوابات دیا کرتے ہیں اور اس کے بہت سختی کے ساتھ پابند ہیں۔

ایک طالب کو جو دوسرے شیخ سے مرید تھے اپنے شیخ کے حج کو تشریف لے جانے کے بعد ہجوم وساوس نے اس قدر پریشان کیا کہ گھبرا کر حضرت والا سے بذریعہ عریضہ رجوع کیا۔ حضرت والا کا کرامت نامہ پہنچتے ہی فوراً تسلی ہوگئی اور سارے وساوس کافور ہوگئے چنانچہ اپنے دوسرے عریضہ میں حضرت والا کو بہت دعائیں لکھیں اور اس آڑے وقت میں دستگیری کا بہت شکر ادا کیا۔

غرض یہ صدہا بلکہ ہزارہا کا تجربہ ہے کہ حضرت والا کے کرامت ناموں سے بہت ہی تسلی ہوتی ہے بلکہ جیسا اس نمبر کے شروع میں عرض کیا گیا عریضہ لکھتے ہی پریشانی کم ہونا شروع ہو جاتی ہے راز اس کا حسب ارشاد شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی قدس صاحب سرہٗ العزیز یہ ہے کہ چونکہ شیخ محقق اللہ تعالیٰ کے اسم ہادی کا مظہر ہوتا ہے اس لئے اس کی برکت بلا اس کے علم کے بھی طالب صادق کو پہنچتی رہتی ہے۔ اھ

حضرت والا کی اس برکت کا تو حضرت والا کے متوسلین کو بفضلہ تعالیٰ عین الیقین بلکہ حق الیقین ہے اور اسی برکت کی ایک فرد یہ بھی ہے کہ حضرت والا کے کرامت نامہ کے محض چھوٹے چھوٹے جملوں سے اتنا اثر قلب پر ہوتا ہے اور اتنا نفع پہنچتا ہے کہ بڑے بڑے رسالوں کے پڑھنے سے بھی وہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ احقر کو خود اپنے تاثرات تو یہ اچھی طرح یاد نہیں جو حضرت والا کے کرامت ناموں کو دیکھتے ہی قلب پر مستولی ہو جاتے تھے۔ جن کی کس قدر تفصیل باب ارشاد وافاضہ باطنی میں عرض بھی کی جا چکی ہے اور خود حضرت والا نے متعدد بار فرمایا کہ گو میرے جوابات بہت ہی مختصر ہوتے ہیں لیکن ان کا اثر کوئی اس وقت

دیکھے جب وہ مخاطبین کے پاس پہنچتے ہیں۔

اس کا سبب سوائے برکت کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا جو حضرت والا کی مقبولیت عند اللہ کی کھلی دلیل ہے۔ فالحمدللہ حمداً کثیراً و ذالک فضل اللہ یوتیه من یشاء ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

۱۵۔ اوقات میں برکت

جیسا کہ اٹھارہویں باب تصنیف و تالیف میں قدرے تفصیل کے ساتھ عرض کیا جا چکا ہے حضرت والا کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے کھلی ہوئی برکت رکھی ہے جس کی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز نے ابتداء ہی میں بشارت فرما دی تھی اور یہ یقینی بات ہے جو چاہے تجربہ کر لے جتنا اور جس نوع کا تصنیف و تحریر کا کام جتنے وقت میں حضرت والا کر لیتے ہیں کوئی دوسرا فی زماننا ہمارے علم و گمان میں نہیں کر سکتا۔

اکثر دیکھا گیا کہ اکثر دوران تصنیف و تحریر خطوط میں حضرت والا کو کسی کتاب کے اندر کسی مضمون کے تلاش کرنے کی ضرورت پڑی تو وہ بہت آسانی سے مل گیا۔ یہاں تک کہ ایک بار مثنوی شریف کی شرح لکھتے وقت ایک مقام پر کبوتر بازوں کے کسی معمول کے معلوم کرنے کی ضرورت واقع ہوئی تو حضرت والا کو تشویش ہوئی کہ اس وقت کوئی کبوتر باز کہاں ملے بس اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک کبوتر باز کو تعویذ لینے کے لیے بھجوا دیا اور چونکہ حضرت والا اس کو پہلے سے جانتے تھے کہ کبوتر باز ہے اس لئے اس سے وہ معمول معلوم فرما لیا جس سے مثنوی شریف کا وہ مقام حل ہو گیا اور کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ یہ حق تعالیٰ کی بالکل کھلی دستگیری تھی۔

اسی طرح الحمدللہ ثم الحمدللہ حضرت والا بہت ہی کم بیمار ہوتے ہیں اور اگر کبھی بیمار بھی ہوتے ہیں تو بفضلہٖ تعالیٰ بیماری ممتد نہیں ہوتی جس سے حضرت والا کے کاموں میں کوئی معتدبہ خلل نہیں پڑتا اور حضرت والا کے ذمہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثیر خدمات دینیہ مفوض ہیں وہ بفضلہٖ تعالیٰ و بعونہ مدت العمر سے بحسن و خوبی برابر بلا رکاوٹ انجام پذیر ہو رہی ہیں ورنہ اگر موانع جیسے کہ اکثر لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں حضرت والا کو بھی خدا ناکردہ پیش آئیں اور کام کچھ دن کے لئے بھی رک جائے تو بوجہ کثرت کارہائے مفوضہ کام

اتنا جمع ہوجائے کہ پھر اس کا سمیٹنا مشکل ہوجائے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت والا سے دین کا کام لینا ہے اس لئے ہر قسم کے موانع سے محفوظ رکھتے ہیں۔ بار ہا اس کا بھی مشاہدہ ہوا کہ اگر کسی روز ڈاک زیادہ ہوئی تو اس روز تعویذ وغیرہ کے مانگنے والے یا تو بہت کم آئے یا بالکل نہیں آئے اور اگر کوئی آیا بھی تو جب حضرت والا باطمینان ڈاک ختم فرما چکے تب آیا۔ یہ سب کھلے ہوئے انعامات الٰہیہ ہیں۔

۱۶۔ سفر کے دوران راحت

حضرت والا کے ہمراہ احقر نے بہت سفر کئے۔ کبھی نہیں یاد کہ ریل میں جگہ کی تنگی پیش آئی ہو حالانکہ عموماً تیسرے درجہ میں سفر فرمایا کرتے جس میں عام طور سے مسافروں کا بہت زیادہ ہجوم رہا کرتا ہے۔ بعض اسٹیشنوں پر تو یہ دیکھ کر مجھ کو حیرت ہوجاتی کہ مسافروں کا ریلا حضرت والا کے پاس سے ہوتا ہوا گزرتا چلا جاتا اور ادھر رخ بھی نہ کرتا غرض نہایت آرام کے ساتھ سفر طے ہوتے تھے اور ہمیشہ ریل کے ڈبہ کے اندر بھی جماعت ہی سے نماز پڑھتے تھے اور جماعت اکثر بہت لمبی ہوتی تھی۔ اگر علاوہ رفقاء کے کچھ اور بھی مسافر ہوتے تو وہ بھی حضرت والا کا مع رفقاء کے بہت لحاظ رکھتے یہاں تک کہ ہنود پر بھی اتنا اثر ہوتا کہ بعض مواقع پر ڈبہ بدلا گیا تو جب حضرت والا دوسرے ڈبہ میں تشریف لے جانے لگے تو وہ لوگ حسرت سے کہنے لگے کہ اجی آپ کہاں چلے آپ کی وجہ سے تو یہاں بڑی رونق تھی اور بڑا نور تھا۔

اسی طرح ایک بار حضرت والا اپنے رفقاء سفر سے معمولی باتیں فرما رہے تھے تو دو ہندو جو آریہ تھے آپس میں سرگوشی کرنے لگے جس کو بعض رفیقوں نے سنا ایک نے کہا معلوم نہیں ان کی باتوں کی طرف دل کو کیوں کشش ہوتی ہے دوسرے نے کہا کہ یہ ان کے سچے ہونے کی علامت ہے بے شک ہے۔

ع الفضل ماشهدت به الاعداء

(فضیلت وہی ہے جس کی گواہی دشمن دیں)

۱۷۔ جن کے نام خط

برادری کی ایک بی بی پر جو حضرت والا کے ایک خادم کی صاحبزادی ہیں جن کا اثر ہوا۔

چونکہ حضرت والا عامل نہیں اور آثار سے جن کا قوی ہونا معلوم ہوا اس لئے تعویذ دینا مناسب نہیں سمجھا لیکن حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کے اصرار سے جن کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس کا یہ مضمون تھا کہ اگر تم مسلمان ہو تو میں تم کو قرآن وحدیث کی وہ وعیدیں یاد دلاتا ہوں جو کسی کو ستانے پر وارد ہوئی ہیں اور اگر تم کافر ہو تو اول تو ہم صلح کی تحریک کرتے ہیں اور اگر تم نہیں مانتے تو یاد رکھو کہ ہم میں بعض ایسے بھی ہیں جو تمہارا پورا استیصال کر سکتے ہیں۔ اھ

چنانچہ جب یہ خط اس کو سنایا گیا تو اس جن نے کہا کہ یہ ایسے شخص کا خط نہیں ہے کہ اس کا کہنا نہ مانا جائے۔ اچھا لو میں جاتا ہوں۔ چنانچہ فوراً بالکل اثر جاتا رہا گو بعد چندے پھر اثر ہو گیا۔ جب اس سے کہا گیا کہ ہم پھر تھانہ بھون جاتے ہیں تو اس نے کہا نہیں وہاں نہ جاؤ میں جاتا ہوں چنانچہ پھر اثر جاتا رہا چکا ہے۔

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید   ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

جو کہ اللہ سے ڈرا اور پرہیزگار بنا اس سے جن و انسان اور ہر دیکھنے والا ڈرتا ہے

لیکن چونکہ وہ بار بار پھر آجاتا تھا اس لئے اس کا مکمل بندوبست اور استیصال کلی حضرت حاجی محمد عابد صاحب دیوبندیؒ سے جو عامل کامل تھے کرا دیا گیا۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد میں شریک ہونا

عرصہ دراز ہوا ایک صاحب نے خود احقر سے یہیں خانقاہ میں بایں عنوان اپنا واقعہ بیان کیا کہ گو دیکھنے میں تو حضرت والا یہاں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن کیا خبر اس وقت کہاں پر ہوں کیونکہ میں ایک بار خود حضرت والا کو باوجود تھانہ بھون میں ہونے کے علی گڑھ میں دیکھ چکا ہوں جبکہ وہاں نمائش تھی اور اس کے اندر سخت آگ لگی تھی۔ میں بھی اس نمائش میں اپنی دکان لے گیا تھا جس روز آگ لگنے والی تھی اس روز خلاف معمول عصر ہی کے وقت سے میرے قلب کے اندر ایک وحشت سی پیدا ہونے لگی جس کا یہ اثر ہوا کہ باوجود اس کے کہ اصل بکری کا وقت وہی تھا لیکن میں نے اپنے دوکان کا سارا سامان قبل از وقت ہی سمیٹ سمیٹ کر بکسوں میں بھرنا شروع کر دیا جب بعد مغرب آگ لگنے کا غل شور ہوا تو چونکہ میں اکیلا تھا اور بکس بھاری بھاری تھے اس لئے میں سخت پریشان ہوا کہ یا اللہ دوکان سے باہر کیونکر لے جاؤں

اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دفعتہً حضرت والا نمودار ہوئے اور بکسوں میں سے ایک ایک بکس کے پاس تشریف لیجا کر فرمایا کہ جلدی سے اٹھاؤ۔ چنانچہ ایک طرف سے تو اس بکس کو خود اٹھایا اور دوسری طرف سے میں نے اٹھایا۔ اسی طرح تھوڑی دیر بعد میں ایک ایک کر کے سارے بکس باہر رکھوا دیئے۔ اس آگ سے اور دکانداروں کا تو بہت نقصان ہوا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ میرا سب سامان بچ گیا۔ اس واقعہ کو سن کر احقر نے ان سے پوچھا کہ آپ نے حضرت والا سے یہ نہ دریافت کیا کہ آپ یہاں کہاں اس پر انہوں نے کہا کہ اجی کچھ پوچھنے گچھنے کا مجھ کو اس وقت ہوش ہی کہاں تھا میں تو اپنی پریشانی میں مبتلا تھا۔ اھ۔ جب احقر نے اس واقعہ کو حضرت والا سے عرض کیا تو فرمایا کہ ہاں مجھ سے بھی کسی نے یہ واقعہ نقل کیا تھا لیکن مجھ کو اس کی کچھ خبر بھی نہیں۔ البتہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی کی دستگیری اور اعانت اس صورت سے فرماتے ہیں کہ کسی لطیفہ غیبیہ کو کسی مانوس شکل میں ظاہر فرما دیا اور اس کے ذریعہ سے اس کا کام بنوا دیا اور خود اس شکل والے کو اس کی کچھ خبر بھی نہیں ہوئی۔ اھ

۱۹۔ ایک مسجد کے آباد کرنے کا واقعہ

مکرمی جناب مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی مدفیضہم نے جو بڑا اجراڑہ ضلع میرٹھ کے مدرسہ میں مدرس رہ چکے ہیں خود احقر سے بیان فرمایا کہ جب حضرت والا وہاں کے مدرسہ کے جلسے میں وعظ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے تو جس وقت وہاں پہنچے ہیں سب مسجدوں میں نماز ہو چکی تھی۔ حضرت والا کو جماعت نہ ملنے کا افسوس ہوا اور بار بار پوچھا کہ کیا کوئی بھی مسجد ایسی نہیں جس میں ابھی جماعت نہ ہوئی ہو۔ بار بار استفسار فرمانے پر لوگوں نے کہا کہ ایک غیر آباد مسجد تو البتہ ہے جو بالکل شکستہ ہے حضرت والا نے غیر آباد کے لفظ پر فرمایا کہ چلو پھر اسی کو آباد کریں۔ چنانچہ حضرت والا نے مع اپنے رفقاء کے وہیں تشریف لے جا کر نماز باجماعت ادا کی۔ مولوی صاحب ممدوح بیان فرماتے ہیں کہ حضرت والا کی ایسی برکت ہوئی کہ بس اسی روز سے بلکہ اسی وقت سے وہ مسجد واقعی آباد ہو گئی اور از سر نو تعمیر بھی ہو گئی۔ اور محلہ کے نمازی جو بوجہ اس مسجد کے شکستہ ہونے کے دوسری مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تھے اسی میں نماز پڑھنے لگے۔ غرض حضرت والا کا یہ ارشاد کہ چلو پھر اسی کو آباد

کریں بفضلہٖ تعالیٰ حرف بہ حرف صحیح ہوگیا۔

۲۰۔ حضرت والا سے محبت وادب کی برکات

حضرت والا کے ساتھ حسن اعتقاد کی برکات اور ادنیٰ سوء اعتقاد یا ضعف اعتقاد کی ظلمات کے مشاہدات اس کثرت سے ہیں کہ نا قابل انکار ہیں اور وہ حضرت والا کی مقبولیت عنداللہ کی بالکل کھلی علامات ہیں۔ بالخصوص ان کے لئے جن کو دونوں حالتوں کے خود تجربے ہو چکے ہیں اور ایسے بہت ہیں چنانچہ حضرت والا کی خدمت میں دونوں قسم کی حالتوں کے بہت خطوط آتے رہتے ہیں۔ جن سے حضرت والا کا حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار کا ہو بہو مصداق ہونا ان کو بلا مبالغہ کالشمس فی نصف النہار واضح ہو جاتا ہے۔

مغز را خالی کن از انکار یار — تا کہ ریحان یا بی از گلزار یار

اپنے دماغ کو محبوب کے انکار سے خالی کر، تا کہ تو محبوب کے گلزار سے خوشبو پائے

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق — گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کی عنایات کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہوگا تو اس کا ورق سیاہ ہوگا

چوں حسد بُردی تو برکس بے حسد — زاں حسد دل را سیاہی ہا رسد

جب تو نے کسی پر بلا وجہ حسد کیا تو اس حسد سے دل سیاہ ہو جاتا ہے

اسی طرح حضرت والا کا کسی کی جانب سے انشراح قلبی موجب برکات اور تکدر خاطر مورث ظلمات ہوتا ہے اور اس کے بھی بہت سے واقعات ہیں۔

بعضوں نے حضرت والا کی خدمت میں گستاخانہ خطوط بھیجے پھر بعد کو نہایت مضطربانہ معذرت چاہی۔ کسی نے لکھا کہ اسی دن سے میری آنکھوں کی روشنی کم ہو چلی۔ کسی نے لکھا کہ اعمال میں انشراح بالکل نہیں رہا۔ اور جمعیت قلب بالکل فوت ہوگئی۔ کسی کے بارہ میں معلوم ہوا کہ آثار جنون شروع ہو گئے۔ بعضوں نے سوء اعتقاد کا یہ اثر محسوس کیا کہ دونوں جہان ان کو تاریک نظر آنے لگے۔ اور سوء خاتمہ کا اندیشہ پیدا ہوگیا اور حضرت والا کے اس ارشاد کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوگیا کہ شیخ کے ساتھ سوء اعتقاد رکھ کر یا اس کو مکدر کر کے کوئی دنیا میں چین کی

زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ محققین کا ارشاد ہے کہ بزرگوں کے ساتھ سوء ظن احیاناً نعوذ باللہ سوء خاتمہ کا بھی موجب ہو جاتا ہے۔ اھ۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین ۱۲)

کانپور کا واقعہ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ واقعی شیخ محقق کے ساتھ تعلق بہت سوچ سمجھ کر پیدا کرنا چاہیے کیونکہ اس کی مثال بقول حضرت والا کے ایک مجاز خاص کے بجلی کی روشنی کی سی ہے کہ اس سے نور بھی حاصل ہوتا ہے اور اگر بے احتیاطی کی گئی تو پھر وہی ہلاکت کا سبب بھی ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں نور بھی نار ہو جاتا ہے۔ اھ

حضرت والا اپنے قیام کانپور کے زمانہ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے ہیں جو کسی موقع پر پہلے بھی ہدیۂ ناظرین کیا جا چکا ہے اس کو بمناسبت مقام ہذا حسن العزیز جلد اول کے ملفوظ نمبر ۶۱۳ سے ملخصاً مکرر نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ہذا۔

ایک صاحب کی باتوں کے متعلق حضرت نے فرمایا کہ دل کو نہیں لگتیں حضرت کے ملازم میاں نیاز نے عرض کیا کہ باتیں دل کو کیسے لگ جایا کرتی ہیں۔ اس پر ایک لمبی تقریر فرمائی اور بزرگوں کی معمولی باتوں کے بھی پُر اثر ہونے کی حکایات بیان فرماتے رہے اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ از دل خیزد بر دل ریزد (جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل پر لگتی ہے)۔ پھر فرمایا کہ یہ بات ہے میاں نیاز ان باتوں سے اثر ہوتا ہے پھر دوسرے کو بھی وہ اثر لگنے لگتا ہے پھر فرمایا کہ اجی واقعیت کا تو کیوں اثر نہ ہوتا اگر محض گمان ہو کہ یہ شخص اچھا ہے اس کا بھی اثر ہونے لگتا ہے اس گمان پر یاد آیا۔ کانپور کا ذکر ہے میرا معمول تھا کہ جیسا وقت ہوتا تھا اس کے مناسب وعظ میں احکام بیان کیا کرتا تھا چنانچہ محرم میں بدعات وغیرہ کا بیان کیا ان میں غالباً یہ بھی تھا کہ شہادت نامہ محرم میں پڑھنا بدعت ہے۔ وہاں تھوڑا زمانہ ہوا ایک بزرگ عالم تھے ان کا معمول تھا کہ وہ محرم میں شہادت نامہ پڑھا کرتے تھے وعظ کے بعد ایک بوڑھے خان صاحب میرے پاس آئے جو کسی زمانہ میں بڑے رئیس تھے اور بڑے آن بان کے شخص تھے اور مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنے نزدیک بڑی خیر خواہی کے ساتھ

بطور مشورہ مجھ سے کہا کہ عوام میں اس وعظ کا زیادہ تذکرہ تھا خصوص شہادت نامہ کا۔ یہ عوام ایسے ہوتے ہیں کہ اگر پیشتر ان کی تالیف قلب کی جائے پھر منکرات پر انکار کیا جائے تو ان کو وحشت نہیں ہوتی ورنہ اس طرح یہ لوگ متوحش ہو جاتے ہیں۔ مجھے ان کا یہ مشورہ دینا برا معلوم ہوا میں نے انہیں اس قسم کا جواب دیا کہ افسوس غیر اہل علم اہل علم کو امور علمیہ میں مشورہ دیں پھر میں نے کہا کہ آپ یوں سمجھتے ہوں گے کہ ہم لوگوں کا عوام پر دارومدار ہے۔ میں نے یہ ذرا تند لہجہ میں کہا۔ وہ بھی خان صاحب تھے اور میرے بڑے تھے اور بزرگانہ شفقت ہی سے ازراہ ہمدردی یہ مشورہ دیا تھا کہنے لگے بڑی مشکل تو یہ ہے کہ ہم خیر خواہی سے ایک بات کہتے ہیں وہ بھی نہیں مانی جاتی اور ناخوش ہو کر چلے معذرت نہیں کی۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ پھر لوٹ کر آئے اور کہا کہ بات بھی نہیں مانتے اور ہم جانا چاہتے ہیں تو جانے بھی نہیں دیتے۔ نہیں معلوم آپ نے کیا کر دیا قدم ہی نہیں اٹھتا تھا واقعی آپ کی بات مجھے گراں گزری تھی مگر میں جو اٹھ کر چلا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے سینکڑوں من کا لوہا پیروں میں باندھ دیا ہے۔ قدم نہیں اٹھتا تھا بے شک معلوم ہوا کہ ہے کچھ بات۔ اللہ کے واسطے رسول کے واسطے مجھ معاف کر دیجئے۔ میں نے کہا کہ خان صاحب آپ کس خیال میں ہیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ میں نے بہت تسلی دی کہ کوئی بات نہیں لیکن انہوں نے کہا کہ بس آپ کچھ ہی کہیں میں نے تو اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ اب کیا گنجائش انکار باقی ہے۔ آج معلوم ہوا کہ ہیبت کیا چیز ہوتی ہے اور رعب کیسا ہوتا ہے میں نے ہر چند کہا کہ یہ آپ کا گمان ہے لیکن انہوں نے کہا کہ آخر گمان اوروں کے ساتھ بھی تو ہے وہاں ایسا کیوں نہ ہوا۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے۔

ہیبت حق ست ایں از خلق نیست　　　ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

یہ حق کی ہیبت ہے مخلوق کی نہیں ہے، یہ اس گدڑی والے آدمی کی ہیبت نہیں ہے۔

۲۱۔ عنداللہ مقبولیت اور بشارتیں

حضرت والا کی مقبولیت عنداللہ کے متعلق بشارات منامیہ بھی بہت کثرت سے ہیں۔

جن سے رسالہ اصدق الرؤیا بھرا پڑا ہے اور جن میں سے بعض کو باب آئندہ بشارات منامیہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ہدیۂ ناظرین بھی کیا جائے گا۔

طالبین کو کثرت سے منجاب اللہ بذریعہ سچے خوابوں کے جن کو حدیث شریف میں مبشرات فرمایا گیا ہے حضرت والا سے رجوع کرنے کی صریح ہدایات ہوئی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں اور بعض غافلین منتسبین کو تنبیہات بھی ہوئی ہیں جن کی وجہ سے ان کی اصلاح ہوگئی ہے چنانچہ اس وقت بھی دو بالکل تازہ واقعات پیش آئے ہیں۔ ایک طالب جن کا اجمالاً اوپر بھی ذکر آ چکا ہے عشق مجازی میں جس کی ابتداء دوسری طرف سے ہوئی مبتلا ہوگئے تھے اور گو بفضلہٖ تعالیٰ معصیت تک نوبت نہیں پہنچی تھی لیکن کلفت نہایت شدید تھی یہاں تک کہ زندگی سے بیزار تھے۔ کب کسی طرح اس بلا سے چھٹکارا نہ ہو سکا تو سخت پریشانی کے عالم میں حضرت والا کی خدمت میں فیض درجت میں حاضر ہوئے اور چونکہ مرض سخت اور ممتد تھا اس لئے تہیہ کر کے آئے تھے کہ جب تک اس سے نجات نہ ہو جائے گی مقیم خانقاہ ہی رہوں گا خواہ کئی سال لگ جائیں اور حضرت والا نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ اس مقام کو چھوڑ دیا جائے یہ صدق طلب اور فکر و اہتمام اصلاح بھی حضرت والا ہی کے تعلق کی برکت سے تھی اور ایک انہی کو کیا بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کے اکثر منتسبین کو اللہ تعالیٰ نے صدق طلب اور اہتمام اصلاح سے نواز رکھا ہے جو کلید وصول بلکہ عین وصول ہے۔

غرض وہ طالب حاضر خدمت ہو گئے یہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی برکت سے تیسرے ہی روز اس مرض سے بالکلیہ نجات عطا فرما دی جس کی صورت یہ ہوئی کہ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا اس عورت کو جس سے قلب کو تعلق تھا جوتی سے پیٹ رہی ہیں آنکھ جو کھلی تو طبیعت بالکل صاف تھا اور پھر اس کی جانب قلب کو مطلق میلان نہ تھا۔ جب حضرت والا کو بذریعہ پرچہ اطلاع کی تو حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے غیب سے علاج کر دیا۔ غرض وہ بفضلہٖ تعالیٰ و برکت حضرت والا اس مرض مزمن سے اس قدر جلد اور کلی طور پر صحت یاب ہو کر واپس چلے گئے۔ مدتوں کا مرض جس کے علاج کے لئے برسوں ٹھہرنے کا قصد تھا اس طرح غیبی طور پر صرف تین دن

میں جاتا رہا۔ یہ حضرت والا کی کھلی برکت ہے۔

ایک صاحب کا واقعہ

دوسرا واقعہ جو اس وقت درپیش ہے وہ ایک ایسے صاحب کا ہے جو یا تو بہت متصلب فی الدین تھے یا ایک دنیوی مصیبت سے اتنے پریشان اور حواس باختہ ہوئے کہ نعوذ باللہ کفریہ شبہات لکھ کر حضرت والا کی خدمت میں نیز اپنے ایک پیر بھائی کے پاس بھیجے۔ پیر بھائی نے تو مشفقانہ باتیں اور ان شبہات کے جوابات ازراہ ہمدردی لکھ کر بھیجے لیکن حضرت والا نے نہایت استغناء کے ساتھ صرف یہ لکھ بھیجا کہ اگر کسی جسمانی مرض میں ابتلاء ہو جائے جس سے طبیب کے پاس رہنے کی ضرورت ہو تو کیا تجویز کیا جائے گا۔اھ

یہ ان کے لئے عین مصلحت اور ہمدردی تھی لیکن اس کی انہوں نے قدر ہی نہ کی اور حاضری خدمت کی تو کیا توفیق ہوتی بہت دن تک حضرت والا کی خدمت میں پھر کوئی خط بھی نہیں لکھا اور ادھر حضرت والا کو ازراہ ہمدردی و خیر خواہی و شفقت جو حضرت والا کے اندر اللہ تعالیٰ نے گویا کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ اس قدر تعلق خاطر ہو گیا تھا کہ برابر منتظر رہے اور خود احقر سے کئی بار شکایت فرمائی کہ دیکھئے یہ طلب کا حال ہے کہ سکوت محض اختیار کر کے بیٹھ رہے۔اھ

وہ صاحب حضرت والا سے مدت دراز تک محض بذریعہ خط و کتابت ہی استفاضہ کرتے رہے لیکن حاضری میں اس قدر کم ہمت ہیں کہ سالہا سال کے تعلق میں بھی عرصہ دراز ہوا صرف ایک بار تو ایک دو روز کے لئے حاضر خدمت ہوئے تھے پھر باوجود احباب کے توجہ دلانے بلکہ اصرار کرنے کے بھی کبھی رخ ہی نہ کیا اور تکلیف سفر وغیرہ کے فضول عذر کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو باوجود پابندی اعمال کے دین سے مناسبت پیدا نہیں ہوئی چنانچہ جب ان کا حال متغیر ہوا تو حضرت والا نے یہی فرمایا کہ بدوں کچھ دن پاس رہے مناسبت پیدا نہیں ہوتی اور رنگ نہیں چڑھتا اور محض استدلالی ایمان کا کچھ اعتبار نہیں ذرا سی بات میں متزلزل ہو جاتا ہے چنانچہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

دلیل پر بنیاد رکھنے والوں کے پاؤں لکڑی کے ہوتے ہیں اور لکڑی کے پاؤں انتہائی

کمزور ہوتے ہیں۔

ان کو دین سے مناسبت پیدا نہیں ہوئی تھی بس محض ضابطہ کا دین تھا اس لئے ایک جھونکے میں اُڑ گیا۔ اھ۔

بہر حال حضرت والا کو ان کے اس ابتلاء پر بہت ہمدردی تھی اور بہت تعلق خاطر تھا۔ جس کی یہ برکت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے ان کو متنبہ فرمایا جس کی یہ صورت ہوئی کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ حضرت مولانا تم سے کچھ ناخوش ہیں بس اس سے ان کو تشویش پیدا ہوگئی اور فوراً حضرت والا کی خدمت میں عریضہ لکھا جو مع حضرت والا کے جواب کے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ہذا۔

صاحب واقعہ کا خط اور حضرت والاؒ

(مضمون) عرصہ سے عریضہ ارسال کرنے کا خیال تھا کہ اسی اثناء میں ایک خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ حضرت مولانا تم سے کچھ ناخوش ہیں اگرچہ خواب کسی امر کے لئے دلیل قطعی نہیں مگر تشویش پیدا کرنے کے لئے تو کافی ہے۔

(جواب) تعجب ہے خواب کو تو کافی سمجھا جائے اور بیداری کو اور اس میں بھی اپنی حالت کو کافی نہ سمجھا جائے۔ کیا یاد نہیں اس واقعہ کے بعد کیا کیا اعتراضات شریعت مقدسہ پر کئے پھر جس نے خیر خواہی سے کچھ کہا ان کی کیسی بے قدری کی۔ ان میں ایک میں بھی ہوں تو اس سے تو ناراضی کا شبہ نہ ہوا اور جب خواب کی وحی نازل ہوئی اس سے شبہ ہوا اس کا سبب بجز مسخ قلب کے کیا ہوسکتا ہے۔

(مضمون) اگرچہ دل و دماغ ان دنوں دونوں جواب دے رہے ہیں تاہم ہمت کر کے اس عریضہ کو لکھنے بیٹھ گیا۔

(جواب) اگر آپ خدا اور رسول کو جواب نہ دیتے تو دل و دماغ آپ کی غلامی کرتے۔

(مضمون) تین ماہ سے سخت پریشانیاں گھیرے ہوئے ہیں۔ لڑکی کی شادی کر کے خیال تھا کہ ایک بار سے سبکدوش ہوگئی مگر جو اس شادی کا حشر ہوا اس کو اس کے پہلے ایک عریضہ میں عرض کر چکا ہوں۔

(جواب) اور میں بھی تو کچھ عرض کر چکا ہوں اس کی کیا قدر کی۔

(مضمون) اور جو کچھ میری حالت اس واقعہ سے ہو رہی ہے اس کو بھی لکھا تھا جس کے جواب میں حضرت نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ اگر کسی جسمانی مرض میں ابتلا ہو جائے جس سے طبیب کے پاس رہنے کی ضرورت ہو تو کیا تجویز کیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ایسے وقت طبیب کے پاس جا کر رہنا چاہیے مگر میں اس وقت تک حاضر نہ ہو سکا۔ کوئی اس وقت یہاں سے نکلنے کی صورت نظر نہیں آتی۔ 8

(جواب) اگر ایمان کی محبت ہوتی تو ایک صورت کیا ہزاروں صورتیں نظر آنے لگتیں۔

(مضمون) اگرچہ اس نہ آنے میں جہاں اور اسباب ہیں میری کم ہمتی بھی ایک اس کا خاص سبب ہے۔ بہرحال اگر کوئی تعطیل ہوئی تو اس وقت آنے کی کوشش کروں گا۔

(جواب) ایسے وعدوں سے بچوں کو بہلائیے اب میں نہیں بلاتا جب تک ناک نہ رگڑ والوں گا۔

(مضمون) اس واقعہ کا اثر لڑکی پر اس قدر ہے کہ وہ بالکل ایک سکتے کے عالم میں ہے منہ سے کچھ نہیں کہتی ہم لوگوں کا منہ تکا کرتی ہے۔

(جواب) وہی اچھی۔ کفریات تو نہیں بکتی۔

(مضمون) گھر میں اس روح فرسا منظر سے جو کچھ تکلیف ہوتی ہے اس کو کیا عرض کیا جائے۔

(جواب) کچھ عرض کی ضرورت نہیں قلعی کھل چکی۔

(مضمون) حضرت سے درخواست ہے کہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس صدمہ کو دفع فرمادیں اور اس کے لئے کوئی بہتر انتظام کر دیویں۔ جس سے اس کی زندگی راحت سے بسر ہووے۔

(جواب) اللہ اللہ کیا یہ صدمہ کفر سے بڑا ہے۔ اس کی کچھ فکر نہیں اس کے لئے دعا نہ چاہی۔

(مضمون) میرے لئے بھی دعا کی سخت حاجت ہے کیونکہ اس وقت ایک ورطہ میں پھنسا ہوا ہوں۔

(جواب) خود یا کسی کے پھنسانے سے۔ اھ

احقر جامع اوراق اس خط کو اور حضرت والا کے جواب کو دیکھ کر بہت مسرور ہوا کہ الحمدللہ اصلاح کا دروازہ مفتوح ہوا اور فوراً حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہار

مسرت کیا اور عرض کیا کہ انشاء اللہ یہ جواب بہت نافع ہوگا۔

اس پر فرمایا کہ میں نے تو نفع ہی کی نیت سے اور ہمدردی ہی کی رو سے لکھا ہے کیونکہ ایسے مواقع پر ہمدردی نہ ظاہر کرنا ہی ہمدردی ہے۔ رہا نتیجہ سو وہ قبضہ میں نہیں۔ شریعت شفیق تو ہے لیکن کسی کی غلام نہیں۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو　　　　دار و گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

جو آنا چاہتا ہے آئے اور جو جانا چاہتا ہے جائے، اس دربار میں پکڑ دھکڑ اور نگران و چپڑاسی نہیں ہے۔

میرے نزدیک جوان کے لئے نافع جواب تھا وہ لکھ دیا ہے اب اگر وہ مضر بھی ہو تو میں ذمہ دار نہیں نہ مجھے اس کا افسوس ہوگا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبلہ ابن ایہم غسانی کے ساتھ ہمدردی ہی کی تھی کہ شریعت مقدسہ کے مطابق اس کو مواخذہ سے بری کرنا اور اس کے کبر کا علاج کرنا چاہا پھر جب وہ اس پر خفا ہو کر نصرانی ہوگیا تو آپ نے اس کی ذرا بھی پروا نہ کی ایک تو اس کا ایمان تھا کہ ذرا سی بات میں جاتا رہا اور ایک حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کا ایمان تھا جو اس قدر قوی تھا کہ باوجود اس کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خود بھی ترک کلام فرما دیا تھا اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ممانعت فرمادی تھی کہ ان سے کوئی نہ بولے اور اسی حال میں پچاس دن گزر گئے پھر بھی ان کی قوت ایمانیہ اور اخلاص میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ حالانکہ شاہ غسان نے جو نصرانی تھا ان کے پاس خط بھی لکھ کر بھجوایا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب نے تمہارے ساتھ یہ برتاؤ کیا حالانکہ تم بہت معزز آدمی ہو اگر تم ہم میں آجاؤ تو ہم تم کو یہاں بہت اکرام کے ساتھ رکھیں۔ جب قاصد خط لایا تو اس نے حضرت کعبؓ کا پتہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو کسی نے پتہ تک زبان سے نہ بتایا بلکہ ان کی طرف محض ہاتھ سے اشارہ کر دیا۔ کیا ٹھکانہ ہے حضرات صحابہ کی اطاعت اور احتیاط کا کہ گو ان کو بولنے کی تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ممانعت نہ تھی لیکن ان حضرات نے قاصد سے بھی ان کے متعلق کوئی کلام کرنا خلاف احتیاط سمجھا۔ ادھر حضرت کعبؓ کے ایمان کی بھی قوت دیکھئے کہ جب قاصد نے وہ خط ان کو دیا تو پڑھ کر بہت روئے

کہ یا اللہ میں اب اس قابل ہو گیا کہ کفار میں بھی میرے ایمان میں طمع رکھنے لگے اور قاصد کو زبان سے تو کچھ جواب دیا نہیں کسی دکان پر بھٹی جل رہی تھی بس اس میں خط کو جھوک دیا اور بزبان حال فرمایا کہ یہی تیرے خط کا جواب ہے اس پر وہ قاصد اپنا سا منہ لے کر اور ذلیل ہو کر چلا گیا۔ بات یہ ہے کہ عاشقانہ ایمان تھا فلسفیانہ ایمان نہ تھا۔ اھ۔

اس پر احقر جامع اوراق نے عرض کیا کہ پھر عاشقانہ ایمان حاصل کیسے ہو یہ تو اختیار ہی میں نہیں فوراً فرمایا کہ یہ آپ نے کیا جبریوں کی سی بات کہی۔ اللہ تعالیٰ سے اگر مانگے اور اعمال اسی نیت سے کرے تو اللہ تعالیٰ عطا فرما ہی دیتے ہیں وہ تو بڑے دینے والے ہیں۔ ہم لوگوں میں یہ بڑی کمی ہے کہ اعمال کو خالی الذہن ہو کر کرتے ہیں۔ حالانکہ نماز روزہ ذکر تلاوت وغیرہ جتنے بھی اعمال ہیں وہ سب مکمل ایمان ہیں ان کو تکمیل ایمان ہی کی نیت سے کرنا چاہیے اور اگر اعمال کو اس نیت اور اس تصور سے کیا جائے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے بذریعہ ان اعمال کے ایمان کامل بزبان حال مانگ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایمان کامل عطا فرما ہی دیتے ہیں۔ اھ

حضرت والا نے اس خط کے جواب کے متعلق جو اوپر نقل کیا گیا یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس سے مجھے انشاء اللہ تعالیٰ نفع کی توقع ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے تحقیر سے نہیں لکھا۔ اور تحقیر سے کیا لکھتا جبکہ میں خود اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ قضاء وقدر میں چاروں طرف سے جکڑا ہوا ہوں اور سب راستے بند ہیں۔ کوئی جائے گریز نہیں۔ (ع) اے حریفان راہ ہا رابست یار۔ نہ اپنے عمل کا اعتبار نہ علم کا نہ عقل کا جو کچھ احباب کا میرے بارے میں حسن ظن ہے وہ ظاہر ہے لیکن مجھے کبھی اس کے عشر عشیر کا بھی اپنے متعلق گمان نہیں ہوتا اور روک ٹوک جو کرتا ہوں وہ تو محض بمصلحت اصلاح کرتا ہوں۔ جیسے بھنگی جلاد حکم شاہی سے شہزادہ پر سزائے بید جاری کرے تو اس کو وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں شہزادہ سے افضل ہوں وہ تو محض حکم شاہی کی تعمیل میں ایسا کرتا ہے۔ اھ

غیبی تنبیہ وہدایت کا ایک اور واقعہ

غیبی تنبیہ وہدایت کے صدہا واقعات میں سے دو واقعے تو اوپر عرض کئے گئے اور ایک واقعہ اصدق الرؤیاء سے بھی نقل کیا جاتا ہے جس میں اس قسم کے اور بہت سے واقعات موجود ہیں۔

ایک طالب لکھتے ہیں۔ زوجہ بندہ بخواب دید کہ شفیع المذنبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت فاروق رضی اللہ عنہ وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہر سہ بخانہ بندہ تشریف آوردند وحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یک کتاب حدیث کشادہ بسوئے بندہ اشارہ نمودہ میگویندا ے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایں کس درامت شما داخل است حضرت فرمودایں کس دراُمت من داخل است پس حضرت عائشہؓ فرمود چرا ایں کس ایں احادیث رابیان نمودو باقی احادیث رابیان نہ نمود بعدازاں بہ آواز بلند حضرت عمرؓ را خطاب کردہ میگویندا ے امیرالمومنین شما باقی احادیث را اتمیان رابیان فرمایند۔ بعدازاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمودٗ امت مرا بایں طور تعلیم باید داد چنانکہ کورے رادست گرفتہ راہ نمودہ شود و نیز فرمود ایں کس اگر بمرشد خود مراسلت جاری داشتے بہ برکت آں از کارہائے خیر محروم نگشتے۔ اکنون بندہ بدل خود عہد نمودم کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہ دربار حضرت علی الدوام مراسلت جاری خواہم داشت۔ دیکھئے حضرت والا سے اصلاحی خط وکتابت جاری رکھنے کی نافعیت جس کی تاکید اوپر کے کسی نمبر میں عرض کی گئی تھی خود جناب رسالت مآب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد منامی سے بھی ظاہر ہوتی ہے جس کا صدہا طالبین کو روز روشن کی طرح مشاہدہ ہو چکا ہے اور ہوتا رہتا ہے چنانچہ ان کے آئے دن کے خطوط اس پر شاہد عدل ہیں۔

۲۲۔ ہر طالب سے اس کے مناسب برتاؤ

جس طالب کے لئے جو برتاؤ مناسب اور مصلحت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسی کا داعیہ حضرت والا کے قلب مبارک میں پیدا فرما دیتے ہیں چنانچہ اس کے متعدد واقعات موقع بہ موقع ذکر کئے جا چکے ہیں۔ بالخصوص وہ واقعہ جو باب ارشاد و افاضہ باطنی میں اس شخص کا بیان کیا گیا ہے جس کو وساوس کفریہ کے ہجوم میں نعوذ باللہ عیسائی ہو جانے کا وسوسہ آتا تھا اور اس کے ظاہر کرنے پر حضرت والا نے زور سے ایک تھپڑ رسید کیا اور دھکا دے کر فرمایا کہ جا کمبخت منحوس جا ہو جا عیسائی اسلام کو تیری پرواہ نہیں اور اس ایک تھپڑ ہی میں عمر بھر کے لئے اس کے سارے وساوس کفریہ ختم ہو گئے اور اس ایک ہی تھپڑ نے گویا مسہل کا کام دے دیا

جس میں سارا فاسد مادہ ایک ساتھ نکل گیا۔ اس قسم کے صدہا واقعات ہیں جن میں حضرت والا کے احتسابات شرعیہ طالبین کے لئے بے حد نافع ہوئے ہیں جیسا کہ خود انہوں نے بعد کو حضرت والا کی خدمت میں لکھ لکھ کر بھیجا ہے لیکن ہاں تحمل شرط ہے۔ تجربہ کاروں نے اچھی طرح تجربہ کرلیا ہے کہ حضرت والا کا جیسا برتاؤ جس کے ساتھ ہوتا ہے وہی اس کے لئے مصلحت اور نافع ہوتا ہے لہٰذا ہر طالب کو بلا دلیل یقین کر لینا چاہیے کہ یہی میرے لئے نافع ہوگا چاہے اس وقت سمجھ میں نہ آئے اور چاہے اس وقت نفس کو کتنا ہی ناگوار ہو اور بجائے اس کے کہ ناگواری کے ساتھ اس پر غور وخوض کیا جائے اپنی اصلاح حالت کے متعلق غور و خوض کرنا شروع کر دینا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے کہ ضرور میرے اندر کوئی کھوٹ ہے اور اپنی اصلاح میں مشغول ہو جانا چاہیے بس یہی وہ مرحلہ ہے جس میں لوگ عموماً کم ہمتی کر جاتے ہیں اور محروم رہ جاتے ہیں اور جو بعون اللہ تعالیٰ فہم و ہمت وتحمل سے کام لیتے ہیں وہ مالا مال ہو جاتے ہیں اور بالآخر اس کے مصداق ہو جاتے ہیں کہ ع۔ چند روزے جہد کن باقی بخند۔ (چند دن محنت کر باقی ہمیشہ ہنس کر گزار)

طالب صادق وفہم کے لئے بفضلہ تعالیٰ حضرت والا کی ہر تنبیہ یا تو کفارہ سیئات یا موجب رفع درجات ہو جاتی ہیں اور تازیانہ کا کام دے کر مزیل سست گامی و بیفکری ہو جاتی ہے اور حضرت والا کا مطمح نظر بھی یہ ہوتا ہے چنانچہ حال ہی میں ایک طالب نے جو عرصہ سے آتے جاتے تھے اور بہت بہت دن قیام بھی کرتے تھے ایک سخت اذیت دہ حرکت کی یعنی ناوقت جا کر حضرت والا سے آمد کا مصافحہ کیا اس پر تو خیر حضرت والا نے تحمل فرما لیا لیکن پھر وہ وہیں جمے بیٹھے رہے حالانکہ اذان عصر ہو چکی تھی اور حضرت والا کاموں کو جلدی جلدی سمیٹنے میں مشغول تھے اور ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ وقت حضرت والا کے پاس بیٹھنے کا نہیں ہے۔ اس پر حضرت والا نے بہت ڈانٹا اور دریافت فرمایا کہ اچھا تم یہ بتاؤ کہ یہاں آنا مقصود بالذات ہے یا اصلاح۔ عرض کیا اصلاح۔ فرمایا کہ جب اتنے دن آتے جاتے ہوگئے اور پھر بھی اصلاح نہ ہوئی تو آنے سے کیا فائدہ۔ کیا یہ بت خانہ ہے کہ بس آ کر ڈنڈوت کر لی اور بیفکر ہوگئے۔ ابھی چلے جاؤ اور خبردار جو پھر کبھی آئے۔ اھ۔ پھر حاضرین سے خطاب فرمایا کہ لوگ بس محض تفریح

کے لئے آتے ہیں جیسے کسی تھیٹر یا تماشے میں چلے گئے بھلا ایسے آنے کا کیا فائدہ۔ اگر یہاں آ کر اپنی اصلاح کی فکر بھی پیدا نہ ہوئی تو آنا بیکار ہے۔ ایسی کوتاہیاں بیفکری سے ہوتی ہیں نہ کہ غلطی سے جیسا کہ انہوں نے پہلے عذر کیا تھا اور بغیر فکر واہتمام کے اصلاح ہو نہیں سکتی۔ اھ

طالب مذکور واقعی بعض امور میں بہت غیر محتاط دیکھے جاتے تھے جن کا حضرت والا کو علم بھی نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت والا سے ان کے ساتھ وہی معاملہ کرا دیا جو ان کے مناسب حال اور ان کو اپنی اصلاحی طرف متوجہ کرنے والا تھا۔ قطب ارشاد کا قلب آئینہ ہوتا ہے اور وہ ملہم و مؤید من اللہ ہوتا ہے۔

حضرت والا نے تو اگر نادانستہ بھی کسی کو تنبیہ فرما دی ہے تو وہ بھی بالکل برمحل اور نافع ثابت ہوئی ہے چنانچہ ایک طالب کو جن کا حضرت والا کچھ لحاظ فرماتے تھے حضرت والا نے تزئین کے متعلق تنبیہ فرمائی لیکن تنبیہ فرماتے وقت ان کو پہچانا نہیں اور گو تنبیہ کے دوران ہی میں پہچان بھی لیا لیکن پھر بھی تنبیہ کو قطع نہیں فرمایا بعد کو فرمایا کہ میں اگر پہلے ہی پہچان لیتا تو ان کو اس طرح تنبیہ نہ کرتا مگر جب تنبیہ شروع کر دی تو پھر اس کو قطع کرنا خلاف مصلحت تھا اچھا ہوا اسی طرح ان کو تنبیہ ہو گئی۔ اھ

غرض ان کو وہ تنبیہ بے حد نافع ہوئی اور وہ خود احقر سے کہتے تھے کہ میں نے جو غور کیا تو واقعی یہ مرض اپنے اندر بہت پایا اور پھر وہ اپنے اس مرض کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس پر استطراداً حضرت والا کا حال ہی کا ایک ارشاد یاد آیا۔ کسی سلسلہ کلام میں نہایت قوت کے ساتھ فرمایا کہ بعض بزرگ ایسے گزرے ہیں اور بعض اب بھی ایسے بندے موجود ہیں کہ اگر اتفاق سے انہوں نے کسی امر میں غلط شق کو بھی اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بعد کو کچھ اسباب ہی ایسے مجتمع فرما دیئے اور واقعات ہی ایسا بدل دیا کہ پھر اسی شق کا حکم لگایا جانا حقیقۃً بھی صحیح ہو گیا۔ چنانچہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہی دعا فرمائی تھی کہ اللھم ادر الحق معہ حیث دار دیکھئے یہ نہیں فرمایا کہ ادرہ مع الحق حیث دار حضرت والا نے جب یہ فرمایا کہ بعض اب بھی ایسے بندے موجود ہیں تو احقر کو اس وقت ذوقاً یہ محسوس ہوا کہ بر بنائے تجربات یہ بات حضرت والا بفحوائے شعر۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

(زیادہ خوب یہی ہے کہ محبوبوں کے راز دوسروں کی باتوں میں کہے جائیں۔)

خود اپنے متعلق فرمارہے ہیں۔

۲۳۔آپریشن کامیاب ہونے کی بشارت

احقر کے گھر میں ایک خطرناک آپریشن ہونے والا تھا جس سے وہ بھی اور ہم لوگ بھی سخت پریشان تھے۔انہوں نے حضرت والا کو دعا کے لئے کہا اور خطرۂ جان کی وجہ سے کچھ مایوسانہ باتیں بھی لکھیں۔حضرت والا نے توکلاً علی اللہ تحریر فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ آپریشن کامیاب ہوگا اور تم یہاں آؤ گے۔اس سے ان کو بھی اور ہم سب کو بھی بے حد تسلی ہوئی اور بفضلہٖ تعالیٰ بہ برکت ارشاد حضرت والا ایسا ہی ہوا کہ آپریشن کامیاب ہوا اور پھر کچھ عرصہ بعد حسن اتفاق سے احقر نے طویل رخصت لی جس کے سلسلہ میں وہ دو برس سے زائد مقیم تھانہ بھون رہیں۔

اسی طرح دوران تحریر سوانح ہذا میں ہفتہ عشرہ ہوا ایک شب احقر کو تبخیر کی ایسی شدید تکلیف ہوئی کہ گھبرا گیا اور یہ خیال غالب ہوگیا کہ کہیں خاتمہ تو نہیں ہو جائے گا اور مرنے کے دن تو قریب نہیں آگئے۔دوسرے دن جو حضرت والا سے ذکر آیا تو ہنس کر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ابھی آپ نہ مریں گے۔اس ارشاد کو سن کر بفضلہٖ تعالیٰ وہ خیال بالکل جاتا رہا اور پھر بفضلہٖ تعالیٰ و بہ برکت ارشاد حضرت والا اس درجہ کی تبخیری کیفیت بھی نہیں ہوئی۔فالحمد للہ۔

۲۴۔حفاظت کا غیبی انتظام

جس زمانے میں سیاسی تحریکات کا بہت زور شور تھا اور حضرت والا کی عدم شرکت کی بناء پر حضرت والا کے پاس بعض شورش پسندوں کے طرح طرح کی دھمکیوں کے خطوط بھی آتے تھے اس زمانہ میں اکثر کوئی نہ کوئی مجذوب حضرت والا کے دولت خانہ کے پاس پڑا رہتا تھا اگر ایک چلا جاتا تو پھر دوسرا آجاتا۔حضرت والا نے اس کے متعلق فرمایا کہ بعض کا اور خود میرا بھی کسی قدر یہ خیال تھا کہ یہ میری حفاظت کا باطنی انتظام ہے جس کی تقویت اس سے بھی ہوئی کہ جب تحریکات کا زور ختم ہوگیا تو وہ لوگ بھی غائب ہوگئے اور پھر کوئی نظر نہیں پڑا۔حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ گو میرا یہ گمان تھا کہ یہ میری ہی حفاظت کررہے ہیں میں ان کی کچھ خدمت کروں یا نہ کروں۔اور نہ انہوں نے کبھی میری طرف کوئی خاص التفات کیا۔اھ

۲۵۔ عرصہ دراز ہوا حضرت والا کی خدمت میں ایک صاحب سندھ سے ایک پشت خار ہدیۃً لائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کیا ٹھکانا ہے اللہ تعالیٰ کی عنایتوں کا کتنی کتنی دقیق راحتوں کا سامان فرماتے ہیں۔ کچھ دن سے میری پیٹھ میں کھجلی اٹھنے لگی تھی جہاں ہاتھ بہت مشکل سے پہنچتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پشت خار بھیج دیا جس سے پیٹھ کھجانے میں بہت سہولت ہوگئی۔ اھ

۲۶۔ دل کی خواہش کی تکمیل

ایک بار ایک انگریز کلکٹر نے ایک معتقد ہندو ڈپٹی کلکٹر کی تعریف اور تحریک پر حضرت والا کے مدرسہ میں آنے کا قصد کیا۔ حضرت والا اس روز خود تو رام پور تشریف لے گئے اور فرما گئے کہ اگر آئیں تو اخلاق کے ساتھ پیش آیا جائے لیکن مدرسہ کی کوئی تعریف نہ کی جائے۔ اھ

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے میز کرسی وغیرہ کے انتظامات تو سب کر دیئے تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو لیکن چونکہ نئی بات ہونے کی وجہ سے قلب پر ایک قسم کا بار تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان فرما دیا کہ آنا ہی ملتوی ہو گیا۔

احقر جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ الحمد للہ اس کا ظہور ہو گیا۔

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں　　　　میدہد یزداں مراد متقیں

تو اسی طرح چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کی مراد پوری کرتا ہے۔

۲۷۔ ہندو اسٹیشن ماسٹر کا واقعہ

عرصہ دراز ہوا ایک بار حضرت والا بارہ پرگنہ اکبر پور ضلع کانپور تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر چونکہ بارش ہو رہی تھی اس لئے حضرت والا احتیاطاً پہلے سے عصر کے وقت ہی ریلوے اسٹیشن لال پور پر پہنچ گئے تھے حالانکہ ریل ۱۱ بجے رات کو وہاں سے کانپور کی طرف جاتی تھی۔ لال پور ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہے اور چونکہ بارش ہو رہی تھی اس لئے سائبان کے نیچے بھی پانی بھرا ہوا تھا لیکن اتفاق سے وہاں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی اس پر حضرت والا بیٹھ گئے۔ اتنے میں وہاں کا اسٹیشن ماسٹر آیا اور حضرت والا کو گودام کے کمرے میں لے جا کر

ٹھہرادیا کیونکہ اس کے پاس اکبر پور کے منصف صاحب نے خود ہی خط لکھا بھیجا تھا کہ حضرت والا کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ جب رات ہوئی تو اسٹیشن ماسٹر نے لالٹین جلانے کے لئے ریلوے ملازم سے کہا۔ حضرت والا کو شبہ ہوا کہ شاید ریلوے کمپنی کی لالٹین کو میرے لئے روشن کیا جائے گا جس کا بابو کو کوئی حق نہیں لیکن حضرت والا اس سے کچھ نہ فرما سکے کیونکہ یہ خیال ہوا کہ اگر میں اس سے کہتا ہوں تو یہ تو ہندو ہے اپنے دل میں کہے گا کہ مسلمانوں کے یہاں ایسی تنگی ہے ہم تو ان کی راحت کا سامان کرتے ہیں اور یہ اس کو بھی منظور نہیں کرتے پھر حضرت والا نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ آپ ہی اس سے بچایئے بس فوراً اس وقت اس بابو نے ملازم کو پکڑ کر کہا کہ دیکھو اسٹیشن کی لالٹین نہ جلانا ہماری لالٹین جلانا۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے حیرت ہوگئی کہ یہ تو ہندو ہے اس کو اس کا کیسے خیال ہوا لیکن وہ تو مسخر قدرت خداوندی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ خیال ڈال دیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ورنہ میں اسٹیشن کی لالٹین تھوڑا ہی اپنے پاس جلنے دیتا اندھیرے ہی میں بیٹھا رہتا۔

۲۸۔ واپس کی ہوئی رقم کا نعم البدل

حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جب کوئی رقم بوجہ بے اصول ہونے کے واپس کرتا ہوں اور ایسا اکثر ہوتا رہتا ہے تو اکثر اللہ تعالیٰ اسی روز یا دوسرے روز اس کا نعم البدل عطا فرما دیتے ہیں اور کوئی دوسری رقم بھجوا دیتے ہیں اور اگر کبھی نفس یہ شبہ کرتا ہے کہ یہ دوسری رقم تو پہلے رقم کے نہ لوٹانے کی صورت میں بھی آتی تو میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہیں ان کو پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فلاں رقم واپس کرے گا اس لئے اس کا بدل پہلے ہی سے روانہ کرا دیتے ہیں اور اگر میں واپس نہ کرتا تو یہ دوسری رقم وہ بھجواتے ہی کیوں۔ اور یہ میرے پاس آتی ہی کیوں۔ اھ

۲۹۔ غیبی کارسازی

کل پرسوں ہی کا واقعہ ہے کہ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو پانی پت جانا تھا اور

ادھر حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا بھی گنگوہ تشریف لے جانے والی تھیں۔ نہ ان دونوں کو حضرت والا کی تکلیف گوارا ہوسکتی تھی کہ دونوں میں سے کوئی بھی موجود نہ رہے اور نہ حضرت والا کو ان کی تنگی گوارا تھا لیکن جب حضرت والا نے دونوں سے الگ الگ ان کی روانگی اور واپسی کی تاریخیں دریافت فرمائیں اور ایک سے دوسرے کے قصد کی اصلاح نہیں کی تاکہ آزادی سے دونوں رائے قائم کریں تو معلوم ہوا کہ جو دن چھوٹے گھر میں کی واپسی کا ہے اس سے اگلے دن بڑے گھر میں کی روانگی ہے۔ حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ یہ ہے خدا کی کارسازی اور یہ ہیں انعامات الٰہیہ۔ اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ ایک بی بی نے آنے کو لکھا تھا میں نے حسب معمول لکھ دیا کہ جب تاریخ معین کرلی جائے اس وقت مجھ کو تاریخ سے مطلع کرکے پھر اجازت حاصل کی جائے۔ چنانچہ دیکھئے اگر ایسے وقت آجاتیں کہ دونوں گھروں میں سے کوئی موجود نہ ہوتیں تو میں کہاں ٹھہراتا۔ اب میں نے اطمینان کے ساتھ اجازت لکھ دی ہے انتظام میں یہ فوائد ہیں اور میں نے انہیں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اسٹیشن سے آتے ہی پہلے مجھے اطلاع کرنا اور یہ خط دکھا دینا تاکہ انہیں مکان کی تلاش میں دقت نہ ہو۔ میرے یہاں اتنی تو رعایتیں کی جاتی ہیں اور پھر بھی میں بدنام ہوں۔ بس لوگ قاعدوں سے گھبراتے ہیں۔ حالانکہ قاعدوں میں ان کی بھی سہولت و مصلحت ہے اور میری بھی۔ اھ

۳۰۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی تسبیح کا واقعہ

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک خادم حضرت کے انتقال کے بعد یہاں آئے وہ تین سو روپیہ کے مقروض تھے۔ ان کے پاس حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک تسبیح تھی انہوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ گو اس تسبیح کی قیمت ایک ہزار روپیہ بھی کم ہے لیکن جو مجھے تین سو روپیہ دے کر میرا قرض ادا کرادے گا اس کو میں دے دوں گا۔ مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا کوئی ایسا خادم بتا دیا جائے جو اتنے میں مجھ سے اس تسبیح کو لے لے میں نے اپنی لاعلمی ظاہر کردی۔ رات کو مجھے خیال ہوا کہ یہ اس تسبیح کو بیچتے پھریں گے اور اس میں مجھ کو حضرت حاجی صاحبؒ کی توہین سی معلوم ہوئی

اور دل میں یہ تمنا ہوئی کہ کسی طرح یہ تسبیح میرے پاس آ جائے صبح کو بعد نماز فجر وہ میرے پاس اس تسبیح کو لائے اور کہا کہ سفر میں مجھ سے اس کا ادب نہیں ہوتا میں یہ آپ کو دیتا ہوں میں نے کہا کہ میرے پاس تو تین سو روپیہ نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں اب میرا وہ خیال بدل گیا۔ اب میں اسے بیچوں گا نہیں پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آیا یہ تمہارے پاس طریق جائز سے بھی آئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو خود حضرت نے مجھے عطا فرمائی تھی۔ میں نے پھر پوچھا کہ مرض وفات میں یا اس سے پہلے کہا مرض وفات سے بہت پہلے دی تھی۔ پھر میں نے رکھ لی چنانچہ وہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔ اھ

احقر جامع اوراق پھر عرض کرتا ہے۔

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں　　　　میدہد یزداں مراد متقیں

تو اسی طرح چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی مراد پوری کرتا ہے۔

۱۳۱۔ تربیت میں برکت

حضرت والا کی یہ بھی کھلی برکت ہے کہ گو امر تربیت میں حضرت والا ابتداء تو کسی سے خطاب خاص نہیں فرماتے پھر بھی اکثر یہی دیکھا کہ بفضلہ تعالیٰ تعلق والوں کو جلدی یا بدیر اپنی اصلاح کی طرف توجہ ہو ہی جاتی ہے اور بعض ایسے دیکھے کہ حضرت والا کو ان کے ساتھ باوجود اس کے کہ ان کی ظاہری حالت پوری طرح شریعت پر منطبق نہ تھی۔ خاص تعلق تھا جس کا بالآخر یہ اثر ظہور پذیر ہوا کہ ان کا رنگ بدلا اور وہ پورے دیندار ہو گئے اور پھر ظاہر بینوں کا استعجاب بھی رفع ہو گیا۔

حضرت والا خود ہی فرمایا کرتے ہیں کہ میری نظر ملکات پر ہوتی ہے افعال پر نہیں ہوتی کیونکہ افعال تو ارادہ بدلنے پر ایک منٹ میں درست ہو سکتے ہیں لیکن ملکات کی اصلاح برسوں میں بھی ہونا مشکل ہے مثلاً بے نمازی تو ارادہ بدلنے پر ایک منٹ میں نمازی ہو سکتا ہے لیکن کبر کا برسوں کے مجاہدوں میں بھی زائل ہونا دشوار ہے۔

حضرت والا جس استغناء اور جس طرز سے تربیت طالبین فرماتے ہیں اگر وہ دوسرا اختیار کرے تو اس کو سب چھوڑ بیٹھیں۔ لیکن حضرت والا کی دلسوزی اور شفقت اور خیر خواہی کی یہ برکت اور کشش ہے کہ حضرت والا کی جانب عموماً قلوب کو بے حد انجذاب ہوتا ہے

اور حضرت والا کی اُکھڑی اُکھڑی باتیں بھی باوجود طبعاً گراں ہونے کے سلیم الفطرت طالبین کے قلوب میں گھر کرتی چلی جاتی ہیں۔ بقول احقر؎

نہ گھبرا کوئی دل میں گھر کر رہا ہے مبارک کسی کی دل آزاریاں ہیں

اور حضرت والا کے غصہ میں بھی ایک شان دلربائی ہوتی ہے بقول امیر مینائی مرحوم؎

ان کو آتا ہے پیار پر غصہ ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

اور بقول احقر؎

چہ پر مہر آں نگاہِ خشمگیں است کہ در دلہا محبت آفریں است

وہ غضبناک نگاہ کتنی محبت بھری ہے جو دلوں میں محبت پیدا کرتی ہے۔

پئے تادیب چوں پُر قہر گردد فدائے قہرا وصد مہر گردد

ادب کی تعلیم کیلئے جب وہ غصہ ہوتے ہیں تو ان کے غصہ پر سو مہربانی قربان ہوتی ہے

بصورت مظہرِ شانِ جلالی بمعنی مظہرِ شانِ جمالی

صورت میں جلالی شان کا اظہار کرنے والے اور حقیقت میں جمالی شان کے مظہر ہیں جس کی وجہ خلوص ہے۔ بقول احقر؎

زباں سے وہ کچھ ہی کہے جائیں مجھ کو نگہ دے رہی ہے پیام محبت

اس پر مجھ کو اپنے ایک اردلی مرحوم کا قول یاد آیا کہ جب حضرت والا کسی پر خفا ہوتے ہیں اور پھر حاضرین سے شکایت فرماتے ہیں کہ ''دیکھئے لوگوں کا یہ حال ہے'' تو مجھ کو حضرت والا کی یہ ادا بہت ہی پیاری معلوم ہوتی ہے۔

حضرت والا خود فرمایا کرتے ہیں کہ میں جو کچھ کسی کو کہتا ہوں الحمدللہ دلسوزی اور خیر خواہی سے کہتا ہوں تحقیر یا نفرت سے نہیں کہتا نفرت تو مجھے کسی مسلمان سے نہیں ہوتی چاہے وہ کتنی ہی دور پہنچا ہوا ہو یعنی اس کے افعال چاہے جتنے بُرے ہوں۔ اس کے افعال کو تو بُرا سمجھتا ہوں لیکن اس کی ذات کو بُرا نہیں سمجھتا۔ جیسے کسی حسین نے کالک مل لی ہو تو اس کا جاننے والا کالک کو تو بُرا سمجھے گا خود اس حسین کو بُرا نہ سمجھے گا بلکہ یہ خیال کرے گا کہ جب بھی یہ صابون سے منہ دھولے گا پھر چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔ اسی طرح ہر مومن اپنی ذات میں تو

اچھا ہی ہے گو وہ چاہے جتنا گنہگار ہو۔اھ

حضرت والا کی اس برکت کو بھی اس احقر نے ہمیشہ بہ نظر استعجاب دیکھا کہ طالبین خطوط کے جواب میں حضرت والا محض مختصر مختصر استفسارات تحریر فرما دیتے ہیں جن کو بظاہر سمجھنا بھی مشکل نظر آتا ہے لیکن مخاطبین کے لئے وہ اکسیر ثابت ہوتے ہیں اور اکثر طالبین کا یہ تجربہ ہے کہ جب امراض نفس کی حضرت والا کے حضور میں اطلاع کی گئی تو حضرت والا کے جوابات مختصرہ ہی کی برکت سے جن میں اکثر استعمال اختیار و ہمت ہی کی تاکید ہوتی ہے ان امراض کا ازالہ ہو گیا۔ اور استعمال اختیار و ہمت کی توفیق جو پہلے کسی طرح نہ ہوتی تھی بہ سہولت ہونے لگی۔ اور اس کا سبب سوائے برکت کے اور کچھ نہیں ورنہ کوئی اور تو اس قسم کے جوابات لکھ کر بھیجے جو کچھ بھی اثر ہو بلکہ اور الٹا اثر ہو۔

غرض بفضلہ تعالیٰ حضرت والا بالکل اس شعر کے مصداق ہیں ۔

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد　　　　واللہ خلاف نیست کو او عشقباز شد

جو بھی حضرت گیسو دراز کا مرید ہوا اللہ کی قسم وہ عشقباز ہو گیا۔

یہ اثر اور برکت بھی حضرت والا کے قطب الارشاد ہونے کی علامات میں سے ہے۔

۳۲۔ نکسیر پھوٹنے کا واقعہ

ایک بار حضرت والا کے نکسیر نکلی اور بہت زیادہ نکلی اور کئی دن تک مسلسل جاری رہی بہت تدبیریں کی گئیں لیکن کسی تدبیر سے نہ رُکتی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے اس کا سبب معلوم ہے وہ یہ کہ آجکل طبقات کبریٰ کا انتخاب کر رہا ہوں اس میں میں نے ایک بزرگ کا یہ واقعہ دیکھا کہ ان کو نماز پڑھتے وقت انگلی ناک میں ڈالنے کی عادت تھی تو اس کی منجانب اللہ ان کو بذریعہ الہام ممانعت ہوئی چنانچہ وہ رُک گئے ایک بار پھر بھول کر نماز میں ناک کی طرف ہاتھ بڑھانے لگے تو ہاتھ اکڑ گیا ناک تک پہنچ ہی نہ سکا گویا اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دستگیری فرمائی اس حکایت کو دیکھ کر مجھے بھی خیال ہوا کہ یہ عادت تو مجھ کو بھی ہے چنانچہ میں نے اس کو ترک کرنے کا تہیہ کر لیا لیکن بھول کر ایک دو بار پھر اس حرکت کا ارتکاب ہوا

اور اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے یہ نکسیر جاری کر دی اور اس طرح انگلی ڈالنے ہی سے جاری ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اس طرح حفاظت فرماتے ہیں۔

۳۳۔ خادم کا انتظام

حضرت والا نے اپنے ایسے دو بہت پرانے خادموں سے بالکل کام لینا چھوڑ دیا جن سے ہمیشہ متفرق کام لیا کرتے تھے کیونکہ ان سے اکثر غلطیاں ہو جاتی تھیں جن سے حضرت والا کو اذیت ہوا کرتی تھی اور سب سے زیادہ اذیت اس وجہ سے ہوتی تھی کہ ان کو برا بھلا کہنے کے بعد حضرت والا کو سخت افسوس ہوا کرتا تھا۔ ان میں سے ایک تنخواہ دار ملازم تھے۔ حضرت والا پھر اپنے متفرق کام خود ہی کرنے لگے لیکن جلدی ہی اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسے اسباب جمع فرما دیئے کہ حضرت والا کے پاس ہر وقت ایک بواب رہنے لگا جو علاوہ اپنے کار منصبی کے حضرت والا کے متفرق کام بھی کرتا ہے۔ بواب کے تقرر کا سبب اور اس کی مصلحت وغیرہ کی تفصیل باب معمولات کے نمبر ۲۷ میں گزر چکی ہے۔ پہلے تو ان خادموں سے صرف خاص خاص اوقات ہی میں اعانت ہوتی تھی اور اب تو ایک مستقل شخص حضرت والا کا ہر چھوٹا بڑا کام انجام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مستقلاً مقرر کرا دیا جس سے حضرت والا کو بہت ہی راحت ہو گئی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی کارسازی ہے اور کتنی بندہ نوازی ہے۔ اھ

۳۴۔ متوسلین کا حُسنِ خاتمہ

حضرت والا کے متوسلین کے حسن خاتمہ کے بکثرت واقعات ہیں جن سے مقبولیت و برکت سلسلہ ظاہر ہوتی ہے چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ کی یہ برکت ہے کہ جو بلا واسطہ یا بواسطہ حضرت سے بیعت ہو اس کا بفضلہٖ تعالیٰ خاتمہ تو بہت اچھا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض متوسلین گو مرید ہونے کے بعد دنیا دار ہی رہے لیکن ان کا بھی خاتمہ بفضلہٖ تعالیٰ اولیاء اللہ کا سا ہوا۔ اھ

حضرت والا اپنی ایک مریدنی کا واقعہ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ اس نے سکرات کے عالم میں میرا نام لے کر کہا کہ وہ اونٹنی لے کر آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پر بیٹھ کر چل پھر اس

کے بعد اس کا انتقال ہو گیا مجھے اس کی طلاع بھی نہیں بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کی اس طرح دستگیری فرماتے ہیں کہ کسی لطیفہ غیبیہ کو مانوس شکل میں ظاہر فرما دیتے ہیں۔

احقر سے میرے متعدد پیر بھائیوں نے اپنی بعض مستورات کے حسن خاتمہ کے عجیب وغریب واقعات بیان کئے جو حضرت والا سے مرید تھیں۔

احقر کے ایک بہنوئی تھے جو عرصہ دراز ہوا حضرت والا سے کانپور جا کر مرید ہو آئے تھے جبکہ اتفاقاً حضرت والا وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ بعد انتقال کے ایک صالحہ بی بی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ کہہ رہے ہیں کہ بہت ہی اچھا ہوا جو میں پہلے سے حضرت مولانا سے کانپور جا کر مرید ہو آیا۔ میں یہاں بڑے آرام میں ہوں۔ اھ

اللہ تعالیٰ اس احقر کو بھی حضرت والا کا سچا خادم بنائے اور حضرت والا کی برکت سے حسن خاتمہ نصیب فرمائے اور حضرت والا ہی کے خدام میں حشر فرمائے اور جنت میں معیت دائمہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بعض انعامات الٰہیہ

مرقومۂ جناب مولوی حکیم عبدالحق خان صاحب مد فیضہم

۳۵۔ ایک گھڑی کی صحبت کا اثر

حضرت والا کی صحبت کی یہ کھلی ہوئی برکت ہے کہ جس کو ایک مجلس بلکہ ایک ساعت کی بھی صدق دل سے معیت نصیب ہو گئی اس کے دل سے حُب دنیا دور ہو جاتی ہے اور اس کا تعلق مع اللہ بڑھ جاتا ہے اپنے قلب میں نور ایمان کی تازگی محسوس کرتا ہے اور دل میں تسکین اور بشاشت پاتا ہے۔ اس کے لئے خاص کسی شہادت کی ضرورت نہیں بلکہ ہر صحبت یافتہ اس کا شاہد ہے۔

۳۶۔ کلیم اللہ سے سلیم اللہ

ایک مرتبہ حضرت والا نے خود ارشاد فرمایا کہ کانپور میں ایک شخص کا نام کلیم اللہ تھا وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ بیمار ہی رہا کرتا تھا مجھ سے ذکر کیا تو میرا ذہن فوراً لغت کی طرف منتقل ہوا کہ

کلم کے معنی ہیں جراحت اس لئے کلیم اللہ سے بدل کر اس کا نام سلیم اللہ رکھ دیا چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ اب بہت تندرست اور اچھا رہتا ہے یہ حسن اتفاق ہے۔ اھ

گو حضرت والا نے اس کو اتفاق پر محمول فرمایا مگر ایک معتقد کی نگاہ میں یہ بھی برکت ہی ہے۔

۳۷۔ ایک کند ذہن بچے کا ذہین ہو جانا

جناب داروغہ عبداللہ خاں صاحب مدفیضہ جو بھوپال کے مشہور بزرگ اور حضرت کے خلیفہ اور مجاز ہیں نہایت وثوق کے ساتھ فرماتے تھے کہ میرا لڑکا جس کی عمر ۹۔۱۰ برس کی تھی بہت کند ذہن اور نہایت غبی تھا مجھ کو اس کا بہت قلق تھا۔ ایک مرتبہ میرے ساتھ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت والا نے ایک دن تفریحاً اور مزاحاً اس کا سر پکڑ کر اپنے سر سے لگا لیا اس کے بعد اس کا ذہن بہت تیز ہو گیا اور وہ خوب اچھی طرح پڑھنے لگا اور بہت جلد قرآن شریف ختم کر لیا۔ اھ

۳۸۔ بچی کیلئے پانی کا انتظام

جناب داروغہ صاحب مدفیضہم موصوف یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جب جناب چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئی تھیں حضرت والا بمبئی تک پہنچانے تشریف لے گئے تھے بعد بمبئی سے گجرات کا سفر ہوا۔ بندہ ہمرکاب تھا۔ چھوٹی پیرانی صاحبہ کی صاحبزادی سلمہا اللہ ساتھ تھی۔ دوران سفر ریل میں ایک مقام پر بچی کو پیاس لگی تو اس نے پانی مانگا حضرت والا نے فرمایا دیکھو کسی اسٹیشن پر پانی مل جائے تو لے لو تین چار اسٹیشن نکل گئے مگر کہیں پانی نہ ملا بچی پیاس سے بیقرار ہونے لگی اسی تردد میں تھے کہ دفعتاً ایک جگہ جنگل میں کسی سبب سے ریل کھڑی ہو گئی۔ دیکھا تو ہمارا ڈبہ ایک ندی کے پل پر کھڑا ہے۔ نیچے نہایت صاف اور شیریں پانی بہہ رہا ہے۔ رسی میں لوٹا باندھ کر پانی بھر لیا اور سب سیراب ہو گئے۔ بعد میں ایک خادم نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ آپ کی کھلی ہوئی کرامت ہے فرمایا میری نہیں یہ تو بچی کی کرامت ہے جس کو پیاس لگی تھی۔

۳۹۔ پنشن میں اضافہ

جناب داروغہ عبداللہ خاں صاحب بھوپالی مدظلہم نے راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ

پنشن ملنے کے بعد جب آستانہ اشرفیہ میں حاضر ہوا تو حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کس قدر پنشن ملی میں نے عرض کیا کہ ع ۲۲ نمبر ۱۰ ارفرمایا کم ہے۔ میں نے عرض کیا کہ خیر جس طرح ہوگا گزر کروں گا۔ پھر جب میں حضرت والا کی خدمت سے بھوپال گیا تو سرکار نے ع ۲۵ص ر اور اضافہ کر دیئے۔ میں تو اس کو حضرت والا ہی کی برکت سمجھتا ہوں۔ اھ 9

۴۰۔ آندھی کا اثر دور ہونا

جناب مولوی حافظ محمد عثمان خاں صاحب مدرس اول مدرسہ اشرف العلوم کانپور نے جو افسوس ہے اس ہفتہ کے اندر انتقال کر گئے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت والا محلہ بانس منڈی شہر کانپور میں وعظ فرمارہے تھے کہ یکایک زور کی آندھی آ گئی لوگ پریشان ہوئے تو حضرت والا نے انگشت شہادت پر کچھ دم کر کے گھما دیا فوراً آندھی کا اثر مجلس وعظ سے دور ہو گیا۔ اسی مجلس میں مولوی فلاں صاحب جو اہل بدعات میں سے تھے بہ نیت نکتہ چینی بعض مضامین لکھ رہے تھے۔ ان پر آندھی کے پہلے جھونکے میں ایک بانس شامیانہ کا گرا اور وہ زخمی ہو گئے۔ اھ

---

9 اشرف السوانح۔ جلد ۳ ک

اکیسواں باب

''بشارات منامیہ''

حضور والا کے متعلق منتسبین وغیر منتسبین صلحاء سے بکثرت بشارات منامیہ منقول ہیں۔ ان مبشرات میں سے انتخاب کر کے بطور نمونہ چند رویائے صالحہ اس باب میں نقل کیے جاتے ہیں اور معیار انتخاب یہ ہے کہ ان خوابوں میں سے صرف ایسے تیس (۳۰) خواب کیفما اتفق نقل کر دیے جائیں جن میں رائی (خواب دیکھنے والے) کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہو کیونکہ ایسے خوابوں میں از روئے حدیث شریف التباس کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا۔

نقل میں رائی کے الفاظ بعینہٖ محفوظ رکھے گئے ہیں (بجز بعض مختصر ضروری اضافات کے جس کو بین القوسین محصور کر دیا گیا ہے اور شاذ و نادر موقعوں میں صرف ایک دو جگہ غیر واضح لفظ کو واضح لفظ سے بدل دیا گیا ہے) لیکن اختصار مد نظر رکھا گیا ہے اور محذوفات کی جگہ نقطے لگا دیئے گئے ہیں۔ مآخذ حسب ذیل ہیں۔

(۱)۔ قلمی مسودہ اصدق الرؤیا حصہ اول (یہ النور کے مختلف پرچوں میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

(۲)۔ قلمی مسودہ اصدق الرؤیا حصہ دوم (یہ مسودہ دفتر مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں موجود ہے اور موقع پر شائع ہونے والا ہے)

(۳)۔ تبویب تربیت السالک باب ہفتم (یہ قریب زمانہ میں شائع ہو چکا ہے) سب سے پہلے رسالہ مذکورہ اصدق الرؤیا سے حضرت والا کی تحریر فرمودہ تمہید کا خلاصہ لکھا جاتا ہے جس میں بہت سے فوائد ضروریہ متعلقہ رویا اور نیز بعض اہم التزامات خاصہ جن کو اس مجموعہ مبشرات میں مرعی رکھا گیا ہے مذکور ہیں۔ مثلاً تعبیر کا نقل نہ کرنا اور بعض خوابوں کے آخر میں خواب دیکھنے والوں کے نام مذکور نہ ہونے کی وجہ وہ خلاصہ یہ ہے۔

''بعد الحمد والصلوٰۃ: فقد قال اللہ تعالیٰ لهم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الآخرہ الآیۃ روی الترمذی عن ابی الدرداء قوله صلی اللہ علیه وسلم فی

تفسیرہ هی الرؤیا الصالحة یراھاالمسلم اوتریٰ له وفی الحدیث للبخاری قالو او ماالمبشرات قال صلی اللّٰہ علیه وسلم هی الرویا الصالحة . وفی الحدیث المتفق علیه عن ابی هریرةؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی الحدیث. ثم قیل معناہ من رانی علیٰ صورتی التی انا علیها وقیل معناہ من رانی بای صورةٍ کانت لان تلک الصورة مثال لروحه المقدسة فان الشیطان لا یتمثل بمثال علیٰ انه مثال لهٗ صلی اللّٰہ علیه وسلم (سید علی المشکوٰۃ)

یہاں چند امور ہیں (اول) آیۃ اپنے عموم سے اور حدیث اپنے خصوص سے غیر نبی کے رؤیا صالحہ کو مطلقاً مبشر ہونے کی حیثیت سے معتبر بتلاتی ہے......... (ثانی) اور ایسی رؤیا کو بالخصوص حدیث زیادہ معتبر بتلاتی ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مبارکہ سے کسی کو شرف حاصل ہو.......... (ثالث) پھر حدیث ہی رؤیا صالحہ کے درجہ کا بھی جو شریعت میں تعیین کرتی ہے یعنی نہ وہ محض از قبیل اوہام واضغاث احلام ہے جیسا کہ بعض فلاسفہ اہل تفریط کا خیال ہے ورنہ لسان شارع میں اس کا لقب مبشر نہ ہوتا اور نہ وہ حجت فی الاحکام او مثبت حلال وحرام ہے جیسا کہ اکثر عوام و بعض خواص کالعوام اہل افراط کا مقال ہے ورنہ لسان شارع میں اس کی مبشریت پر اقتصار نہ ہوتا...... تو حاصل اس درجہ کا رحمت حق سے تقویت رجاء ہے یعنی امر مبشر بہ کے حصول حالاً یا مآلاً کی کہ وہی اس کی تعبیر ہوتی ہے...... (رابع) نیز حدیث بھی اس کی تبشیر کو عام بتلا رہی ہے خواہ خود صاحب معاملہ دیکھے یا صاحب معاملہ کے حق میں کوئی دوسرا مومن دیکھے۔ (خامس) پھر رویت نبویہ میں جو صورت اصلیہ کی تقیید میں اختلاف ہے یہ رؤیا کے اثر میں اس لئے مضر نہیں کہ اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا صرف تقویت رجاء کی جاتی ہے تو یہ رجاء قطع نظر رویاء سے مستقلاً بھی طاعت ہے۔ رویاء سے صرف اس کا وصف بڑھ جاتا ہے سو اگر وہ وصف نہ ہو تب بھی ذات کافی ہے۔

اور اول اول خواب دیکھنے والوں کے نام ونشان اس لئے نقل نہیں کئے جاتے تھے کہ خواب بھی ایک درجہ میں اسرار ہیں تو کیوں کسی کے اسرار ظاہر کئے اس کے بعد یہ خیال ہوا کہ نام ظاہر نہ

کرنے کی مصلحت مذکورہ سے نام ظاہر کرنیکی مصلحت اقویٰ ہے وہ یہ کہ دوسرے لوگ بھی ان کا ثقہ یا غیر ثقہ ہونا دیکھ سکیں اس لئے پھر نام نقل کئے جانے لگےاسی لئے بعض خوابوں کے ساتھ نام و نشان نظر آدیں گےاور بعض میں نہیں...... اور تعبیراس لئے نقل نہیں کی گئی کہ ناظرین کو جس پر اعتماد ہواس سے دریافت کرلیں...... انتہیٰ کلامہ اسی خلاصہ کے بعداب خواب نقل کئے جاتے ہیں جن میں سب سے پہلا خواب خود حضرت والا کا دیکھا ہوا ہے۔ بقیہ دوسرے صاحبان کے ہیں۔

خواب (۱) حجۃ الوداع میں معیت

ایک مسجد میں جو کہ مشابہ جامع مسجد کانپور کے ہے۔ جماعت نماز کی ہورہی ہے اور امام جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں بھی صف میں داہنی طرف ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے حضور حج وداع کے لیے تشریف لائے ہیں اور اب مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے اور یہ بھی یاد آتا ہے کہ اب ذی الحجہ ہے اور ربیع الاول میں وفات شریف ہوجائے گی تو کل تین ماہ اور حیات کے باقی ہیں اس لئے خیال کرر ہا ہوں کہ بس میں بھی ہمراہ رکاب چلوں گا اور جب تک اس عالم میں تشریف رکھتے ہیں حدیثیں سُن سُن کر لکھا کروں گا۔ (رائی خود حضرت والا)

خواب (۲) حضورؐ کے ساتھ سفر

حضرت آج کئی دن ہوئے رات خواب دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ بہت بڑی مجلس ہے اس مجلس میں حضرت (والا) تشریف لئے جارہے ہیں حضرت (والا) کے پیچھے احقر بھی جارہا ہے تھوڑی دور جا کر دیکھتا ہوں اور اصحاب بھی تشریف لئے جارہے ہیں۔ احقر نے لوگوں سے سوال کیا کہ یہ صاحبان کون ہیں تو جواب دیا کہ سب کے آگے ہمارے حضور سردار عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے بعد حضرت (والا) بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگئے ہیں۔ احقر پیچھے ہوں سامنے ایک دریا دیکھتا ہوں تو حضرت اور سب صاحبان آسانی سے پار ہوگئے ہیں۔ تو احقر فکر کرتا ہوں میں کیسے جاؤں۔ اس کے بعد حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی ایسے ہی چلے آؤ۔ تو احقر بھی پار ہوگیا۔ پار ہوکے دیکھتا ہوں وہ مجلس تیار ہے۔ (احقر سید احمد قصبہ رنگونیہ محلہ مرادنگر ضلع چاٹگام بنگال)

خواب (۳) حضور اکرمؐ سے گفتگو

ایک دفعہ حضور کو احقر نے خواب میں دیکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کچھ گفتگو فرماتے ہیں اور بھی بہت سے علماء حاضر خدمت ہیں لیکن سب کی طرف سے حضور ہی کو دیکھا کہ سوال فرماتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جواب ارشاد فرماتے ہیں اور سب سے اقرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور ہی کو دیکھا۔

(محمد عتیق اللہ تھانہ سرائیل گاؤں ٹیگھر ضلع کمرلہ بنگال نصف صفر ۱۳۴۵ھ)

خواب (۴) حضورؐ کی خدمت میں حاضری

رمضان المبارک سے پیشتر ایک خواب اس خادم نے دیکھا تھا وہ خواب یہ ہے۔ ایک شب کو رات کے آخری حصہ میں دیکھا کہ آنحضرت (یعنی حضرت والا) ایک مسجد میں نماز کے اندر کھڑے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور دل میں خیال آیا کہ کسی ایسے آدمی کو تلاش کر کے لاؤں جو حضرت مولانا مدظلہ سے میری سفارش بیعت کے لئے کر دے۔ اس خیال کے آتے ہی میں کسی کی جستجو میں گیا جب واپس آیا تو...... ایک آدمی سے دریافت کیا انہوں نے اشارہ کیا کہ وہ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف رکھتے ہیں اور کوئی معاملہ طے کر رہے ہیں یہ معلوم کر کے میں اُدھر گیا دیکھا کہ بڑا مجمع حلقہ کئے ہوئے کھڑا ہے اور کچھ لوگ آگے بیٹھے ہیں اور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آنحضرت (یعنی حضرت والا) بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تشریف رکھتے ہیں۔ خادم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح مجمع کو چیر کر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کروں مگر ناکام رہا۔ پس ایک روشنی نور کی مجمع کے اندر نظر آئی پھر آنکھ کھل گئی۔

(عبدالقیوم ڈرافس مین محلہ وہائٹ گنج ہردوئی)

خواب (۵) حضورؐ کے ساتھ مشورہ

تین چار روز ہوئے احقر کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت گنگوہی اور حضرت والا تینوں حضرات ہمارے مکان میں بیٹھے ہیں اور کچھ مشورہ

فرمارہے ہیں۔ (محمد شفیع ۱۵۔ رمضان ۱۳۴۷ھ)

خواب (۶) تفسیر بیان القرآن کی مقبولیت

احقر جو عید سے پہلے گڑھی گیا تھا وہاں ایک رات جو شب پنجشنبہ ۸۔ ذی الحجہ تھی خواب میں دیکھا کہ مدینہ منورہ میں کوئی بزرگ ہیں وہ بیان القرآن (تفسیر مصنفہ حضرت والا) کی تعریف کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ حضور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہا ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ فلاں آیت کی تفسیر ''بیان القرآن'' میں یوں ہے۔ بیان القرآن میں یہ لکھا ہے۔ الخ۔ خواب طویل تھا صرف یہی جز ومحفوظ رہ گیا اتنا خیال اور بھی ہے کہ شاید ان بزرگ کے ارشاد کے بعد احقر نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے مگر اس پر جزم نہیں۔ خواب ہی میں قلب پر یہ بات وارد ہوئی کہ بیان القرآن کی دربار رسالت میں اس قدر مقبولیت کا سبب حضرت والا کا غایت اخلاص ہے۔ (احقر ظفر احمد عفا عنہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ)

خواب (۷) حضورؐ کے مجمع میں حاضری

''مورد الفرخی فی مولد البرزخی'' حضرت کا وعظ جو جامع الحکم ہے پڑھا...... اس وعظ شریف کی برکت سے...... خواب میں حضرات صحابہؓ کی جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے زیارت نصیب ہوئی اور اس مجمع میں آپ بھی ہیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ......

(فضل احمد ہیڈ مولوی مکان عبدالرحمٰن والا محلہ افغانان علی گڑھ)

خواب (۸) حضورؐ کے پاس کھڑا ہونا

سولھویں شب کو دوران ذکر میں پھر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا...... خانقاہ کی مسجد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف رکھتے ہیں اور آپ داہنی جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل قریب استادہ ہیں...... اب کے یہ مزید احساس پیدا ہوا کہ بائیں جانب حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شاہ نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف رکھتے ہیں مگر ان دونوں حضرات کی طرف میری نظر اتنی زیادہ نہیں گئی۔ (خادم محمد نجم احسن وکیل پرتاب گڑھ اودھ ۲۸۔ رمضان ۱۳۴۶ھ)

خواب (۹) آداب ذکر مولد شریف کی مقبولیت

تین چار روز ہوئے میں نے ایک خواب صبح کے وقت دیکھا ہے کہ میں کسی مکان غیر معروف میں ہوں ایک براق آن کر اس مکان کے دروازے پر ٹھہرا ہے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ تیری سواری کے واسطے آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور سرور عالم جناب نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک براق پر تشریف لائے ہیں ایک نقاب بھی چہرہ مبارک پر پڑی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تشریف لا کر رونق افروز ہوئے ہیں۔ میری حالت اس وقت یہ تھی کہ گویا میں سو نہیں رہا جاگ رہا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کے بعد ایک قسم کا حجاب درمیان میں حائل ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو نہیں کر سکتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک کی آواز برابر میں سنتا ہوں۔ اب یا تو میں نے یا کسی اور حاضرین دربار نے۔ مجھ کو یہ یاد نہیں ہے۔ حضور سے عرض کیا کہ آج کل کانپور میں بہت شورش ہو رہی ہے۔ اور مولانا اشرف علی صاحب سے بہت لوگ مخالفت کر رہے ہیں۔ اس کی کیا اصلیت ہے؟ (اس زمانے میں حضرت والا کے مضمون متعلق آداب ذکر مولد شریف مرقومہ اصلاح الرسوم پر کانپور میں بہت غوغا تھا ۱۲ مولف) اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کچھ اشرف علی نے لکھا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے بعد حضور نے صرف مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اشرف علی سے کہہ دینا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے مگر یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لئے مناسب نہیں ہے۔ یہ آخر کا فقرہ اس قدر آہستہ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے سنا اور غالباً کسی دوسرے نے حاضرین میں سے نہیں سنا بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو صبح کی نماز کا وقت تھا۔ اور چہار شنبہ کا دن رجب کی دوسری تاریخ تھی جس قدر یاد تھا حرف بحرف عرض کیا گیا۔ فقط

حافظ منشی شرافت اللہ (چیف ریڈر پنشنر علی گڑھ) رجب ۱۳۲۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۰۱ھ) (یہ اس زمانہ میں کانپور میں ملازم تھے)

خواب (۱۰) نعلین مبارک صاف کرنا

مورخہ یکم ماہ شوال ۱۳۴۱ھ در خواب ہدایت انتساب می بینم کہ در ملک حجاز رفتہ ام بملاقات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فائز شدہ ام۔ و دیدم کہ حضرت مولانا و اولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نعلین مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را از غبار زدودہ بہ تف دہن خود و دست خود پاک و صاف نمودہ پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہادہ۔ آنحضرت نعلین مبارک خود در پا کردہ از مسجد خود بیروں شدہ۔

خواب (۱۱) حضورؐ کا آپ کو مسند پر بٹھانا

کل شب میں ایک خواب...... میں نے دیکھا کہ حضور پرُ نور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت تشریف لائے ہم سب کھڑے ہونے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا آپ اور...... جو جو تخت پر بیٹھے تھے یا تو اترنے لگے اور یا صدر کی جگہ سے ہٹنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا کہ آپ یہیں تشریف رکھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک طرف تخت پر بیٹھ گئے۔ چہرہ مبارک بہت نورانی تھا اور ریش مبارک بالکل سفید۔ قد نہ بہت لانبا نہ بہت چھوٹا بالکل جناب کے قد کے مطابق تھا۔ اس جلسہ میں ایک شخص نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صورت اور دیکھی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جس طرح کا ہوتا ہے وہ اس صورت میں مجھ کو دیکھتا ہے۔ یہ فرمانا مجھ کو خوب یاد ہے۔ اس کے بعد فوراً آنکھ کھل گئی اور اس کے بعد سے اب تک ایک حالت نہایت سرور کی ہے اور وساوس سب موقوف ہیں۔

خواب (۱۲) مجلس درس کی مقبولیت

یہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں تشریف فرما ہیں حضور والا بھی وہاں تشریف رکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی طالب علم بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک حدیث کی کتاب آپ کے پاس رکھی ہوئی ہے۔

خواب (۱۳) مناجاتِ مقبول

خادم نے حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے جس میں اکثر اپنے پیر بھائی ہیں مجھ کو جلسہ میں سب سے پیچھے جگہ ملی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عربی میں تقریر فرما رہے ہیں جو مطلق سنائی نہیں دیتی۔ اخیر میں تقریر کے اس قدر سنائی دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی حق تعالیٰ سے مثل قرآن شریف یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً۔ کے شکایت کروں گا کہ میری اُمت نے میری سنت کو ترک کر دیا اس کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر ختم ہو چکی ہے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری حالت نہایت خراب ہے للہ کچھ مجھ کو بھی فرمایئے۔ فرمایا کہ تم دعا میں کیا پڑھا کرتے ہوں۔ میں نے عرض کیا اللّٰھم انت السلام الخ۔ پھر...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مناجات مقبول جو مولانا اشرف علی صاحب نے لکھی ہیں (یا نہیں مولانا کا لفظ بھی فرمایا یا نہیں) وہ پڑھا کرو۔ اس کے بعد بیدار ہو گیا۔ اپنے آپ کو بہت بشاش پایا...........۔ (عزیز الرحمٰن زمیندار انچولی ضلع میرٹھ)

خواب (۱۴) جو لکھتے، بولتے ہیں حق ہے

دیکھتا ہوں کہ ایک جلسہ ہوا اس کے صدر سردار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد لوگ قسم بہ قسم مسئلے دریافت کرنے لگے۔ عند الفرصت بندہ نے بھی جا کے یہ بات دریافت کی کہ حضرت حکیم الامۃ صاحب تھانوی اور مولانا ابوبکر صاحب پھر پھروی کیسے ہیں اور جو کچھ فرماتے ہیں حسب شریعت ہے یا نہیں۔ جواب میں فرمایا دونوں نہایت نیک آدمی ہیں اور جو کچھ لکھتے ہیں اور بولتے ہیں بالکل حق ہے۔ (امیر حسن مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

خواب (۱۵) حضورؐ کا دیدار

میں بعد تناول سحری آرام کر رہا تھا خواب میں دیکھتا ہوں کہ جناب والا مع چند مریدوں کے حلقہ میں جلوہ فرما ہیں۔ اتنے میں میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی جناب ایک طرف روانہ ہو گئے اور جناب کے پیچھے میں بھی ہولیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ہم دونوں مدینہ منورہ میں حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف پر پہنچ گئے ہیں ہم دونوں کے اس جائے متبرکہ میں پہنچنے کے ساتھ ہی مزار شریف وسط سے شق ہو گیا اور ہم دونوں دیدار نبوی سے مالا مال ہو گئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کی طرف دیکھ کر تبسم فرما ہوئے اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ (محمد حسن الدین مدرسہ سید پور دار العلوم روح الاسلام پوسٹ سید پور ضلع رنگپور بنگال)

خواب (۱۶) حضورؐ کا مسائل سمجھانا

ایک بشارت حضور اقدس کو سناتا ہوں...... کہ میں نے بعد تمنا نہیں محض بفضل اللہ جل و علا شانہ اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا سر مبارک آپ کا یعنی اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا تھا بال مبارک نہایت سیاہ فرق نکالے ہوئے جلوس فرما تھے۔ اس وقت سوائے اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور اقدس اور اس ناتواں کے کوئی نہیں تھا۔ دائیں بائیں کی تو خبر نہیں مگر یہ ناتواں ایک گوشہ میں عاجزانہ صورت سے بیٹھا ہوا مشرف بدیدار ہوتا رہا اور روتا رہا۔ اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضور اقدس کو نہایت ہی جوش اور توجہ تام کے ساتھ اشارہ فرماتے ہوئے کسی مسئلہ میں سمجھا رہے تھے اور فرماتے رہے یوں ہوا یوں ہوا یہ لفظ مکرر احقر کو خوب یاد ہے۔

(محمد اسمٰعیل عقب کلاں مسجد دہلی ۲۴۔ رجب ۱۳۳۵ھ)

خواب (۱۷) اس نام کو یاد رکھو

چونکہ غریب الوطن کو تین سال ہو گئے ہیں کہ وطن سے آیا ہے اور بندہ کا یہ خیال تھا کہ کہیں پیر کامل کی قدم بوسی کروں...... مدت ہو گئی بندہ اسی پریشانی میں تھا کہ بندہ نے خواب دیکھا وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ کے ساتھ سعید ابن المسیبؓ تھے اور ان کے ساتھ ایک صندوق تھا مسدس۔ آپ نے امر کیا کہ اس کو رکھو اور اس صندوق کے ہر جانب اسماء مکتوب تھے اور فوق جانب ''راقم محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' یہ لفظ بعینہ تھا۔ اور مشرق جانب میں جناب کا نام تھا۔ اس طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے نام کی طرف اشارہ کیا اور مجھے فرمایا کہ اس نام کو یاد رکھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صندوق سے شمال کی جانب تھے اور سعید ابن المسیبؓ جنوب کی جانب تھے۔

خواب (۱۸) حضورؐ کے دربار میں حاضری

بتاریخ ۱۹۔ ذی الحجہ مبارک بروز بدھ ۲ بجے شب کے عالم رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ حضور کے ہمراہ بہت سے مرید ہیں جو بائیں جانب حضور کے برابر چلے جارہے ہیں اور فدوی داہنی جانب دائیں ہاتھ کے قریب پشت مبارک سے نہایت متصل ...... جارہا ہوں یہاں تک کہ ایک میدان میں یا احاطہ میں ...... پہنچ گئے۔ حضور وہاں کھڑے ہوگئے ...... اس وقت حضور نے فرمایا کہ حضور سرورِ عالم کا دربار ہے خوب غور سے دیکھو فدوی خوب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا تو حضور سرورِ عالم اور اصحاب کبار ایک بڑے تخت پر رونق افروز ہیں اور وہاں ایک مجمع کثیر حلقہ باندھے کھڑا ہے لیکن فدوی کو یہ تمام مجمع اور تخت مبارک اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کبار دُھندلی نظر سے معلوم ہوتے ہیں جیسے مکر چاندنی میں کوئی شے دکھلائی دیا کرتی ہے فدوی نے جناب اقدس سے نہایت گریۂ وزاری سے عرض کیا کہ مجھے سرورِ عالم کا چہرہ صاف اچھی طرح نہیں دکھلائی دیتا۔ جناب اقدس نے فرمایا کہ ذکر کی کثرت کیا کرانشاء اللہ صاف دکھائی دیویں گے۔ فدوی کو اسی رقت وزاری میں آنکھ کھل گئی۔

خواب (۱۹) حضورؐ کی خدمت کی سعادت

جس سال فقیر دورہ میں شریک تھا اس سال ایک رات جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور والا نے ایک لوٹے میں پانی بھر کے فقیر کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ سعید تم یہ لوٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے واسطے دے آؤ ...... خواب چونکہ بہت طویل ہے اس لئے مقصود ظاہر کرتا ہوں یعنی احقر نے حضور والا کو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے دیکھ کر خواب ہی خواب میں یہ ارادہ کرلیا کہ فقیر بھی اپنے آپ کو حضور والا کا خادم بنادوں۔ (سعید الرحمن چاٹگامی)

خواب (۲۰) جمعہ کی نماز میں حضورؐ کی تشریف آوری

یہ خواب نظر آیا کہ ایک اونچی کرسی کی مسجد ہے اور جمعہ کی نماز کے لئے صف بندی ہو رہی ہے اور احقر صحن مسجد میں ہے کسی شخص نے کہا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک سب سفید تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک احقر کو یاد نہ رہا اور اس مسجد میں حضرت والا نماز جمعہ یعنی آپ پڑھا رہے ہیں اس خواب کی وجہ سے دن کو ایک قسم کی خوشی ایسی معلوم ہوئی کہ جس کے اظہار کو کوئی لفظ ہی سمجھ میں نہ آیا جو تحریر کروں۔ (شہاب الدین کشمیری گیٹ دہلی)

خواب (۲۱) کتابوں کی قبولیت

جمعۃ الوداع یعنی رمضان المبارک کے آخری جمعہ کی شب کو فدوی نے ایک خواب دیکھا کہ بندہ کسی جگہ پر بیٹھا ہوا حلقہ کر رہا ہے اور اوپر سے ایک تخت نمودار ہوا جس میں چار چراغ روشن تھے اور چار ہی اصحاب نظر آئے وہ اصحاب مجھے تخت پر بٹھا کر اپنے ہمراہ لے گئے اور پھر جنگلوں کی طرف لے گئے اور پھر سمندر بھی نظر آیا اور اس سمندر کے اوپر بھی وہ تخت گزر گیا پھر اس طرح منزل بمنزل چلتے ہوئے ایک مسجد دکھائی دی یہاں پر وہ تخت ٹھہرا وہاں نماز پڑھی وراس مسجد کی پچھلی طرف ایک نہر بھی چلتی تھی اس نہر میں سے انہوں نے اور میں نے پانی پیا پھر وہاں سے تخت پر بیٹھ کر ایک بازار آیا وہاں سب طرح کا سامان بک رہا تھا انہوں نے اس تخت کو بازار میں ٹھہرایا اور ایک دکان پر لکھا ہوا تھا کہ یہاں پر رشیدیہ اور اشرفیہ کتابیں مل سکتی ہیں۔ تو میں نے اسے پڑھ کر ان بزرگوں سے دریافت کیا کہ مجھے مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب کی کتابیں دے دو انہوں نے چار کتابیں مجھے دیں ان سے وہ کتابیں لے کر پھر اسی تخت پر بیٹھا کر رخصت ہوئے پھر ایک سفید مکان دکھائی دیا جس پر سبز پردے پڑے ہوئے تھے وہاں تخت ٹھہرا اس کمرے کے اندر چاروں بزرگ مجھے بھی لے گئے اس کمرے کی روشنی اس قدر تھی کہ تاب نہیں لا سکتا تھا۔ اور نہ چراغ نہ بتی دکھائی دیتی تھی تو وہاں پر تکیہ اور قالین بچھا ہوا تھا جس پر سردار جہاں آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مع چاروں اصحاب کے موجود تھے اور ہمارے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید اُونی کپڑے پہنائے جا رہے ہیں اور کپڑے پہننے کے بعد اُسی تکیہ سے کمر لگا کر بیٹھ گئے اور میں دروازے کے باہر ان کے سامنے کھڑا ہوا ہوں تو پھر مجھے انہوں نے اندر بلایا اور حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شریف احمد ہے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو بلا لو کہ یہ مولانا اشرف علی صاحب کا خادم ہے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور مصافحہ بھی کیا وہاں پر ایک گلاس پانی کا آیا پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا اور پھر چاروں اصحاب نے پی کر مجھے بھی دیا اور میں نے بھی پیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مولانا صاحب کی کتابوں پر عمل کرتے رہنا اور دوسروں کے کہنے سننے سے مت رُکنا ....۔

(شریف احمد سقہ گنج پوری تحصیل وضلع کرنال)

خواب (۲۲) مبلّغین کی مقبولیت

ایک بار خواب میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور کے سامنے اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ بیٹھے ہیں اور حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے مولانا حکیم الامت تھانوی ہیں اور مولانا کے پیچھے میں ہوں اور تھوڑی دیر میں ...... مولانا حکیم الامت نے میرا ہاتھ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا غلام تبلیغ اسلام کا کام کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں میرے ہاتھ لے لئے تو مجھ پر گریہ طاری ہو گیا اور اسی حالت میں بیدار ہو گیا...........

(سید نوازش حسین صاحب مبلغ رنگون برروایت مولوی ظفر احمد صاحب)

خواب (۲۳) تصانیف کی مقبولیت

احقر کو شب پنجشنبہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور یہ دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احقر کے والد صاحب مدظلہ (یعنی محمد عثمان خاں صاحب مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی یکے از مجازین حضرت والا) کی دوکان پر تشریف فرما ہیں اور حضرت والا کی تصنیف کردہ کتابیں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہیں۔ (خادم عبدالمنان دہلوی)

خواب (۲۴) مواعظ کی مقبولیت

میں نے پرسوں ۲۰۔ شعبان ۱۳۵۳ھ کی شب کو خواب دیکھا کہ میرے شہر لکھنؤ میں

میرے محلّہ کے قریب ایک محلّہ صحبتیا باغ ہے وہاں حضور کا وعظ ہے میں بھی اس وعظ میں گیا ہوں۔ محفل میں ایک کٹہرہ درمیان میں لوہے کا لگا ہے کٹہرہ کی ایک جانب میں ایک بہت اونچا تخت بچھا ہے جس پر سفید فرش ہے تخت اس قدر اونچا ہے کہ دو تین سیڑھیاں چڑھ کر اس پر پہنچنا ہوتا ہے۔ اس تخت پر حضور وعظ فرما رہے ہیں .... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا گلا پڑ گیا ہے جس کے سبب آواز پھنسی ہوئی اور خراش کے ساتھ نکل رہی ہے اور بہت دھیمی ہوگئی ہے لیکن جو کچھ بیان ہو رہا ہے وہ صاف سمجھ میں آتا ہے میرے ہم قرین لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ آواز تو بالکل بیٹھی ہوئی ہے اس قدر مجمع ہے لوگ کیا سنتے ہوں گے تو دوسرے شخص نے یا میں نے بخوبی یاد نہیں۔ کہا کہ واہ اس قدر مجمع اور گلا بیٹھا ہوا ہے مگر سنو تو سب صاف سنائی دے رہا ہے۔ ذرا بھی گنجلک نہیں یہی تو کمال ہے یا کرامت کہا...... بیان میں سلوک و معرفت کے درجات اور سالکوں کے حالات بیان ہو رہے ہیں کہ ایک مقام پر جہاں شاید...... یہ بیان تھا کہ سالک مختلف تغیرات و کیفیات سے گزرتا ہوا معرفت کے درجے پر پہنچتا ہے اگر وہ ان مختلف تغیرات میں پھنسا۔ جب حضور بیان کرتے ہوئے یہاں پہنچے...... ایک شخص نے ٹوکا جس کا منشاء یہ تھا کہ اس کو نہ بیان کر و آگے چلو فوراً اس شخص کے ٹوکنے پر میں نے کہا کہ ہائیں اس شخص نے کیوں ٹوکا...... تو ایک اور آدمی نے کہا بھائی یہ ٹوکنے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں...... ٹوکے جانے کے بعد جناب والا تخت سے وعظ کو چھوڑ کر ایک سیڑھی کر کے اترے اور ان صاحب کے پاس آئے جنہوں نے ٹوکا تھا اور ان سے پوچھا کہ تو یہ نہ بیان کروں انہوں نے کہا نہیں اس کو چھوڑ کر آگے بیان کرو یہ موقع نہیں ہے کسی دوسرے بیان میں اس کو بیان کرنا جناب والا نے فرمایا کہ جی ہاں اس کے بعد فلاں...... جگہ وعظ ہوگا تو ان صاحب نے جن کو مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلایا گیا فرمایا ہاں وہاں بیان کرنا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور ان سے دریافت فرما کر پھر تخت پر تشریف لے گئے (وہ سماں یعنی تخت سے اتر کر دریافت کرنے کو تشریف لانا اور پھر واپس جانا اب تک آنکھوں میں ہے) ...... اس وقت حضور پیر میں سیاہ پاپوش (...... چمڑے کے عربی موزے سے ملتی ہوئی) پہنے ہوئے ایک عصا ہاتھ میں سفید لباس کو ٹخنوں تک لانبا قمیص تھا خیر تخت پر تشریف لے جا کر تھوڑا وعظ اور فرمایا پھر ختم کر دیا۔ (قاری نور الحق جامع مسجد ٹانگو (برہما)

خواب (۲۵) اچھا وعظ بیان کرنے والے

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ان کی خدمت میں ہمارے حضرت مولانا (یعنی حضرت والا) اور دیگر حضرات علماء ہیں۔ ایک بڑا مکان ہے...... سب علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور وعظ بیان فرمائیں۔ حضور نے جواب میں فرمایا کہ وعظ بیان کرنے والے بہت سے علماء موجود ہیں۔ پھر دوبارہ علماء نے درخواست وعظ کی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ جواب میں ہمارے حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وعظ انہیں بیان کرنا چاہیے۔ یہ اچھا وعظ بیان کرنے والے ہیں سب علماء چپ ہوگئے۔

(جیون ساکن گاؤں گوگواں تحصیل کرانہ ۵۔ شعبان جمعرات ۱۳۵۲ھ)

خواب (۲۶) متعلقین کی مقبولیت

شب پنجشنبہ کو احقر نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے...... حضرت والا کی ہمراہی میں احقر بھی ہے اور بہت بڑی تعداد پیر بھائیوں کی بھی ہے جو سب کے سب حضرت والا کی ہمراہی میں سفر حج میں ہیں ایک مقام پر قیام ہوا اور وہ عمارت دو منزل کی معلوم ہوتی ہے وہاں اور بھی بہت لوگ ہیں۔ جب ہم سب لوگ ٹھہر گئے تو کسی کہنے والے نے کہا جس کو احقر پہچانتا نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم سب لوگ مع حضرت والا کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے لگے...... پھر کسی کہنے والے نے کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے فرماتے ہیں۔ وہ وقت فجر کی نماز کا معلوم ہوتا تھا ہم سب لوگ حضرت والا کے خادم اور دیگر لوگ بھی وضو کرنے لگے۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو صفیں سیدھی ہونے لگیں۔ پھر کسی نے کہا...... مولانا اشرف علی صاحب کے مرید سب اگلی صف میں ہو جاؤ ہم سب لوگ متفرق صفوں میں سے نکل نکل کر اگلی صف میں ہو گئے۔ نماز ختم ہونے کے بعد مع حضرت والا کے ایک میدان میں...... پہنچے جس میں ہم سب حضرت والا کے خادم ہی تھے میدان میں پہنچتے ہی سب لوگ روتے ہوئے زمین پر لوٹنے لگے اور حضرت والا کھڑے ہیں اتنا دیکھنے کے بعد گھڑی کے الارم سے آنکھ کھل گئی ۴ بجے تھے احقر نماز تہجد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ (شہاب الدین نئی دہلی ۲۔ ج ۲۔ ۱۳۵۲ھ)

خواب (۲۷) حضورؐ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ ہونا

چند روز ہوئے ایک خواب میں یہ دیکھا کہ میرے مکان میں آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ تشریف لائے ہیں۔ بات چیت نہیں ہوئی۔ دوسرے شخص نے تعارف کرایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور یہ مولانا اشرف علی ہیں...... (عمر جی آمنجی کمبولی ضلع بھروچ)

خواب (۲۸) جنت کی بشارتیں

میں نے حضور پرُنور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ زمانہ عدم بلوغ میں جبکہ نحو میر وغیرہ پڑھتا تھا خواب میں دیکھا حسین وجمیل صورت تھی مولانا محمد اشرف علی صاحب کے مکان کے ایک درجہ میں حضور کے لئے چارپائی بچھی ہوئی تھی اور حضور رنگین لباس پہنے ہوئے تھے مخلوق حضور سے دریافت کر رہی تھی کہ ہمارے لئے کیا ہے جنت یا دوزخ آپ مسلمانوں کے لئے جنت کی بشارت سنا رہے تھے۔ اخیر میں مکان کے اس درجہ میں تشریف لاکر چارپائی پر رونق افروز ہوئے مولانا محمد اشرف علی صاحب کو اطلاع دی گئی مولانا مکان سے باہر تشریف لائے اور معانقہ حضور سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد یہ احقر ایسی حالت میں حاضر دربار اقدس ہوا کہ اس وقت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی دوسرا وہاں نہ تھا۔ احقر نے بھی اپنے لئے عرض کیا کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے۔ حضور نے جنت کی بشارت سنائی۔

خواب (۲۹) اتباعِ نبویؐ

احقر جس وقت حضرت کے ساتھ کانپور میں تھا اس وقت تین خواب نظر آئے ایک یہ ہے...... کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستہ سے چلتے ہیں اور ان کے پیچھے آنحضور (یعنی حضرت والا) اور ان کے بعد بندہ بھی غرض تینوں ایک ساتھ چلتے ہیں۔

خواب (۳۰) حضورؐ کی معیت میں بیٹھنا

کل شب کو خواب دیکھا کہ سرزمین مکہ معظمہ کے ایک بہت وسیع میدان میں حضور سرور عالم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور دائیں جانب حضرت والا تشریف

رکھتے ہیں اور ادھر ادھر بہت کثیر مجمع دیگر اصحاب کا حلقہ کئے ہوئے بیٹھا ہے۔ مگر بجز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے کا چہرہ صاف نہیں نظر آتا تھا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ تھا اور نہایت لطیف اور نازک اور سفید ٹوپی حضور زیب سر کئے ہوئے تھے۔ میں حاضر ہوا اور میں نے قصد بیعت ہونے کا کیا۔ اس پر ارشاد ہوا سامنے آ کر بیٹھو ہم بھی دیکھیں مرید کیسا ہے میں نہایت ادب سے ڈرتا ہوا دو زانو بیٹھا مگر کچھ مسکراہٹ آنے لگی میں نے روکا اور زیادہ مؤدب ہو کر دو زانو سامنے بیٹھا۔ پھر تھوڑا سا آگے بڑھا اور بیعت کی خواہش کا اظہار کیا اس پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد بیعت لینا شروع کیا مگر ہنوز شروع نہ کیا تھا کہ حضرت والا نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان سے یہ عہد لے لیجئے کہ کرسی پر نہ بیٹھیں گے اسی پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عہد کرو کہ میں کرسی پر نہ بیٹھوں گا اور اسی کے ساتھ کسی اور بات کا عہد لیا مگر وہ بات یاد نہیں رہی۔ میں نے عہد کیا کہ میں کرسی پر نہ بیٹھوں گا۔.........

(منقول از اصل خط منشی علی سجاد صاحب بی۔ اے ڈپٹی کلکٹر جو خواب دیکھنے کے زمانہ میں شاہ آباد ضلع ہردوئی میں تحصیلدار تھے۔ خط کے آخر میں تاریخ ۴۔ ذی الحجہ لکھی ہوئی ہے لیکن سنہ لکھا ہوا نہیں۔ کرسی پر نہ بیٹھنے کے عہد کے متعلق حضرت والا کی یہ تعبیر بھی اس خط میں لکھی ہوئی ہے کہ مراد یہ ہے کہ بلاضرورت بلکہ اصل مراد ترفع سے نہی گو بلا کرسی ہی ہو خاص صورت کرسی کی مراد نہیں۔ اھ

ڈپٹی صاحب نے کرسی پر بیٹھنا چھوڑ بھی دیا تھا لیکن حضرت والا کی تعبیر مذکور کی بناء پر پھر بیٹھنے لگے ۱۲

نوٹ نمبرا یہ مبشرات تو ان مبشرات میں سے بعض ہیں جن میں حضرت والا کے متعلق بشارات بضمن زیارت حضورِ اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دی گئیں۔ ان کے علاوہ ایسے مبشرات بھی بکثرت ہیں جن میں حضرت والا کے متعلق بشارات دیگر اکابر کی زیارت کے ضمن میں دی گئیں ان اکابر میں سے بعض کے اسمائے گرامی جو سرسری مطالعہ سے نظر پڑ گئے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام	۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	۶۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ　　۸۔ حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ
۹۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ　　۱۰۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ
۱۱۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ　　۱۲۔ حضرت میانجی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ
۱۳۔ حضرت حافظ غلام مرتضیٰ مجذوب پانی پتیؒ　　۱۴۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ
۱۵۔ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ　　۱۶۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ
۱۷۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ　　۱۸۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ
۱۹۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ　　۲۰۔ حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ
۲۱۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی　　۲۲۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ

نوٹ نمبر۲ جن صاحبوں کو مزید مبشرات مطالعہ کرنے ہوں وہ مآخذ مذکورہ تمہید باب ہذا کو ملاحظہ فرمائیں۔ فقط۔

تم هذا الباب فالحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات

بائیسواں باب

''ازواج محترمات''

حضرت والا کی ازواج محترمات دو ہیں۔اور بفضلہ تعالیٰ دونوں نہایت شفیق غربا پرور، متوکل، قانع، مہماں نواز اور حضرت والا کی نہایت خدمت گزار ہیں۔

حضرت والا کے دوسرے عقد کا مفصل حال خود حضرت والا کے قلم مبارک کا لکھا ہوا رسالہ اصلاح انقلاب امت میں موجود ہے۔ اس دوسرے عقد کی وجہ سے حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو شروع میں کچھ عرصہ تک طبعاً رنج رہا لیکن اب بحمداللہ طبیعت صاف ہے بلکہ حضرت والا کی راحت رسانی کے خیال سے اپنے بعض حقوق سے بھی بخوشی دستبردار ہوگئی ہیں۔اور حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو ہبہ کر دیئے ہیں۔

دونوں ازواج میں عدل کا اہتمام

حضرت والا کو عدل کا اس درجہ اہتمام ہے کہ شاید و باید۔ شروع شروع میں عدل کی جزئیات دقیقہ کی رعایت میں بڑی دشواری پیش آئی لیکن چونکہ حضرت والا حقوق العباد کے متعلق خاص طور سے بہت ہی زیادہ محتاط ہیں اس لئے برابر فکر و اہتمام بلیغ میں مشغول رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ و من یومن باللہ یھد قلبہ سب دشواریوں کو آسان فرما دیا اور رفتہ رفتہ ساری جزئیات عدل کے متعلق طریق عمل سمجھ میں آ گیا جو علماً اور عملاً ہر لحاظ سے سہل ہے اور اب بفضلہ تعالیٰ کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

اسی رعایت جزئیات عدل کی بناء پر حضرت والا نے بعض کے اس کہنے پر کہ آپ نے تو عقد ثانی کا دروازہ کھول دیا۔ یہ جواب ارشاد فرمایا کہ نہیں میں نے دروازہ کھولا نہیں ہے بلکہ بند کر دیا ہے کیونکہ جب لوگ یہ دیکھیں گے کہ عدل کی اتنی رعایت کرنی پڑے گی تو اس کو دشوار سمجھ کر عقد ثانی کی ہمت ہی نہ کر سکیں گے۔اھ۔ چنانچہ حضرت والا نے عدل کی دشواریوں ہی کا ذاتی تجربہ فرما کر اس مضمون میں جو اپنے عقد ثانی کے متعلق اصلاح انقلاب امت میں تحریر فرمایا ہے دوسروں کو یہ نصیحت فرمائی کہ ع من نکردم شما حذر بکنید۔ (میں نہیں کر سکا تم احتیاط کرنا)

حضرت والا کے اہتمام جزئیات عدل کے متعلق اس زمانہ کا ایک ملفوظ یاد آیا جبکہ نیا نیا

عقد ثانی ہوا تھا۔ فرمایا کہ میں تو ایک کی باری میں دوسری کا خیال لانا بھی خلاف عدل سمجھتا ہوں کیونکہ اس سے اس کی طرف توجہ میں کمی ہوگی جس کی باری ہے اور یہ اس کی حق تلفی ہے۔ اسی طرح اب میں اپنے کپڑے خانقاہ ہی میں رکھتا ہوں اگر میں ایک گھر میں کپڑے رکھتا تو دوسرے گھر والوں کو شکایت پیدا ہوتی کہ ہمارے ساتھ اتنی خصوصیت نہیں جتنی دوسری کے ساتھ ہے۔ اھ۔ اسی سے اندازہ فرمالیا جائے کہ حضرت والا کو عدل کا کس درجہ اہتمام رہا ہے۔

حضرت والا نقد یا غیر نقد جو کچھ دیتے ہیں دونوں کو برابر برابر دیتے ہیں اور اس کا یہاں تک اہتمام ہے کہ ایسی چیزوں کی تقسیم کے لئے جو وزن کی جاتی ہیں ایک نہایت صحیح کانٹا اپنی نشست گاہ کے سامنے لٹکا رکھا ہے جس کو مزاحاً میزان عدل فرمایا کرتے ہیں۔ کھانا بھی ایک دن ایک گھر میں تناول فرماتے ہیں اور ایک دن دوسرے گھر میں اور رمضان المبارک میں افطار کے وقت بڑے گھر اور سحر کے وقت چھوٹے گھر۔

مہر کی ادائیگی

گو برادری میں ادائے مہر کا عام دستور نہیں ہے لیکن حضرت والا نے دونوں گھروں کا مہر ادا فرما دیا ہے۔ بلکہ حضرت والا تو فرمایا کرتے ہیں کہ اگر عورت مہر معاف بھی کر دے تب بھی مرد کی غیرت کا مقتضا یہی ہونا چاہیے کہ وہ پھر بھی مہر ادا کر دے۔ چنانچہ حضرت بڑی پیرانی مدظلہا نے اپنا پانچ ہزار کا مہر نہایت خوشی سے معاف فرما دیا تھا لیکن پھر بھی حضرت والا نے ادا فرما دیا اور حضرت والا کے نزدیک **وان تعفوا اقرب للتقویٰ**۔ کی راجح تفسیر یہی ہے۔

غیرت و احسان

حضرت والا کو تو اس امر میں اتنی غیرت ہے کہ گھر والوں کے ایک پیسہ کے احسان کے بھی روادار نہیں لیکن خشکی اور دلشکنی کا معاملہ کسی حال میں نہیں فرماتے۔ چنانچہ حضرت والا دونوں گھروں میں خاص اپنے گھر کا خرچ الگ دیا کرتے تھے جب دونوں نے بہت اصرار کیا کہ بس اب تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا اس کو موقوف کیجئے تو حضرت والا نے موقوف فرما دیا لیکن پھر یکمشت غالباً ایک ایک ہزار یا کچھ کم و زیادہ دونوں کو ان کے حصہ موظفہ سے زائد اپنے حصہ میں سے دے دیا کیونکہ حضرت والا اپنی فتوحات کے تین حصے فرما کر ایک ایک حصہ دونوں گھروں میں دے

دیتے ہیں اور ایک حصہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ رقم مذکور دیتے وقت تو کچھ نہیں فرمایا لیکن بعد کو مزاح کے لہجہ میں ظاہر فرما کہ یہ میں نے کرایہ مکان اور اپنی خوراک کا حساب لگا کر ۱۳۷۰ھ تک کا روپیہ یکمشت دے دیا ہے۔ کرایہ مکان اس لئے ادا فرماتے ہیں کہ دونوں مکانوں کو دونوں کی ملک فرما چکے ہیں اور چونکہ حضرت والا بھی دونوں مکانوں سے متمتع ہوتے رہتے ہیں اس لئے اس تمتع کا معاوضہ ادا فرماتے رہتے ہیں۔ اسی طرح قبل عقد ثانی حضرت والا نے بڑے گھر میں پانچ سو روپیہ کی سونے کی چوڑیاں بنوادی تھیں اور خیال یہی تھا کہ میں ان کے مملوک مکان سے متمتع ہوتا ہوں اس کا معاوضہ بمجوائے هل جزاء الاحسان الا الاحسان اس صورت سے ادا کئے دیتا ہوں گو بوجہ تراضی یہ رقوم حضرت والا کے ذمہ شرعاً واجب الادا نہیں لیکن حضرت والا کی طبیعت خلقۃً ایسی غیور ہے کہ کسی کا اتنا احسان لینا بھی گوارا نہیں بالخصوص اپنی بیویوں کا جن کے ساتھ خود ہی احسان کرنا زیبا ہے نہ کہ الٹا ان کا احسان لینا۔

گھر والوں کی راحت کا خیال رکھنا

اسی طرح حضرت والا گھر والوں پر حتی الامکان کوئی بوجھ نہیں ڈالتے یہاں تک کہ کسی خاص کھانے کی بھی کبھی فرمائش نہیں کرتے الا نادراً البتہ جب اصرار ہوتا ہے تو دلشکنی بھی نہیں فرماتے بلکہ یہ دریافت فرماتے ہیں کہ اچھا تم خود ہی کھانوں کے نام لو جو تمہیں پکانا آسان ہوں پھر ان میں سے جو مجھے مرغوب ہوگا میں بتا دوں گا چنانچہ جب چند کھانوں کے نام لئے جاتے ہیں تو حضرت والا انہی میں سے ایک کی تعیین فرما دیتے ہیں غرض حضرت والا کے اندر غیرت تو بے حد ہے لیکن غیریت کی حد تک نہیں۔

نرمی و بے تکلفی کا برتاؤ

حضرت والا اپنے گھروں میں بہت ہی نرمی اور لطف و بے تکلفی کا برتاؤ فرماتے ہیں یہاں تک کہ احقر کو اپنی مستورات سے معلوم ہوا اور دونوں گھروں کے متعلق معلوم ہوا کہ بعض اوقات پیرانی صاحبان حضرت والا کے گھر میں تشریف لانے کے وقت کسی کام میں مشغول ہوئیں تو حضرت والا نے نہایت لطف آمیز لہجہ میں فرمایا کہ ہم تو دن بھر کے کام کے

بعد تھک تھکا ئے تھوڑی دیر کے لئے اپنے دماغ کو راحت دینے کی غرض سے تمہارے پاس آتے ہیں اور تم اس وقت بھی اپنے کام میں لگی رہتی ہو۔ اھ

گو حضرت والا کو بوجہ کثرت مشاغل دینیہ گھروں میں تشریف لے جانے کے لئے بہت کم وقت ملتا ہے لیکن بہت التزام کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں یہاں تک کہ بکثرت ایسا ہوا کہ مغرب سے ذرا قبل تشریف لے گئے اور پھر کھڑے کھڑے دو چار باتیں کر کے نماز مغرب کے لیے فوراً ہی واپس تشریف لے آئے۔

حضرت والا کو احقر نے یہ بھی فرماتے سنا کہ گو بعض روز گھر بہت ہی کم جانا ہوتا ہے لیکن بیچاریوں کو کبھی اس کی شکایت نہیں ہوتی۔ میں آزادی کے ساتھ اپنے کاموں میں مشغول رہتا ہوں۔

احقر نے یہ بھی اپنی مستورات سے سنا کہ حضرت والا اپنے گھروں میں بہت ہی نرم لہجہ سے گفتگو فرماتے ہیں اور ان کے اعزہ کے یا مہمان مستورات کے بچوں سے خوب مزاح فرماتے رہتے ہیں اور ان کو چھیڑتے رہتے ہیں۔ غرض جب تک گھر میں تشریف فرما رہتے ہیں بہت ہشاش بشاش اور بے تکلف رہتے ہیں لیکن تنبیہ کے موقعوں پر بے تکلف تنبیہ بھی فرماتے ہیں۔ بے تکلفی پر یاد آیا۔ ایک بار حضرت والا نے خود فرمایا کہ میں تو بعض اوقات چولہے ہی کے پاس بیٹھ کر کھانا کھا لیتا ہوں اور بوقت ضرورت پانی کا گھڑا بھی خود اٹھا کر رکھ دیتا ہوں۔

احقر نے اپنی مستورات سے یہ بھی سنا کہ اگر کبھی اتفاق سے دستر خوان پر پانی نہ ہوا تو بجائے کسی سے مانگنے کے خود ہی گھڑے کے پاس جا کر اس میں سے پانی انڈیلا۔ اور جب ہماری مستورات نے دیکھا کہ بوجہ گھڑے کے وزنی ہونے کے حضرت والا کو پانی انڈیلنے میں قدرے زحمت ہو رہی ہے تو اس وقت ان کا بے اختیار جی چاہا کہ کسی طرح خود جا کر حضرت والا کو پانی پلا دیں لیکن پردہ مانع تھا۔

غرض حضرت والا جب تک گھروں میں رہتے ہیں بہت بے تکلف اور ہشاش بشاش رہتے ہیں۔ مخدومیت کی شان سے نہیں رہتے اور گھر والوں کی طرف ایسے ملتفت رہتے ہیں جیسے ان کے ساتھ بہت زیادہ تعلق ہو اور اس وقت ہوتا بھی یہی حال ہے لیکن جب تھوڑی دیر بعد پھر خانقاہ میں تشریف لا کر مشغول مشاغل دینیہ ہو جاتے ہیں تو پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی سے کچھ تعلق ہی نہیں۔

غرض حضرت والا ہر موقع اور محل کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں لیکن اصل تعلق صرف اپنے محبوب حقیقی ہی سے ہے۔ چنانچہ عرصہ ہوا ایک بار احقر سے غالباً کسی خاص حالت کے غلبہ میں بطور راز کے فرمایا کہ بعض اوقات تو تعلقات سے اس قدر وحشت ہونے لگتی ہے کہ گو محض وسوسہ اور خطرہ ہی کے درجہ میں ہوتا ہے لیکن یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ یہ جو تھوڑا بہت تعلق گھر والوں کا لگا ہوا ہے یہ بھی ختم ہو جائے لیکن میں اس وسوسہ کے آتے ہی فوراً ان کی درازئ حیات کی بہ تکلف دعا کرنے لگتا ہوں تا کہ اس کا تدارک ہو جائے اور کسی ضرر کا احتمال بھی نہ رہے کیونکہ بعض اوقات قوت خیالیہ سے بھی دوسرے کو ضرر پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح ایک بار احقر سے یہ بھی بطور راز ہی کے فرمایا کہ پہلے یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود انتہاء درجہ کی ہیبت حق کے حضرات ازواج مطہرات سے کیونکر ہنستے بولتے تھے لیکن اب اس کا استبعاد کسی قدر کم ہو گیا ہے اور کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگا ہے کہ واقعی ایسا ہو سکتا ہے۔ اھ۔

حسن سلوک

حضرت والا بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی عام طور سے بہت تاکید فرماتے رہتے ہیں اور جب کسی کے تشدد کا حال سنتے ہیں تو حضرت والا کا دل بہت ہی کڑھتا ہے اور فرماتے ہیں کہ عورتیں بیچاریاں ہر طرح بس شوہر ہی کے رحم پر ہوتی ہیں سوائے شوہر کے اور ان کا کون ہوتا ہے لہٰذا بہرحال رحم ہی کا برتاؤ کرنا چاہیے اور ہندوستان کی عورتیں تو عموماً اپنے شوہر کی فدائی ہوتی ہیں ان کے اوپر تشدد تو اور بھی بے رحمی ہے اور عموماً عفیف بھی ایسی ہوتی ہیں جیسے حوریں جن کی صفت قرآن مجید میں قاصرات الطرف فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ مردوں میں تو نامحرم کے وسوسوں سے شاید ہی کوئی بچا ہوا ہو اور شریف عورتیں قریب قریب سب ہی ایسی ہیں کہ ان کو کبھی عمر بھر بھی کسی غیر مرد کا وسوسہ تک نہ آیا ہوگا۔

گھر والوں کی راحت کیلئے خود تکلیف اٹھانا

حضرت والا کو اپنے دونوں گھروں کی راحت و عافیت کا بہت ہی زیادہ خیال رہتا ہے۔ چنانچہ دونوں کو بیماریوں کے علاج کے لئے متعدد بار ہر قسم کی تکلیفیں اور اخراجات برداشت فرما

کر دور دور کے شہروں میں خود اپنے ہمراہ لے گئے اور بعض دفعہ زنانے شفاخانوں میں بھی ٹھہرا کر ان کا علاج کرایا اور خود باہر میدان میں خیمہ نصب کر کے اس میں قیام فرمایا۔

ایک بار حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا چھت پر سے گر پڑیں اس وقت حضرت والا خانقاہ میں فجر کی نماز کی سنتیں پڑھ رہے تھے اسی دوران میں اطلاع ہوئی۔ حضرت والا نے فوراً نیت توڑ دی اور گھر تشریف لے جا کر ان کی تیمارداری فرمائی۔ جب سب ضروری انتظامات فرما چکے اس وقت واپس تشریف لا کر نماز فجر ادا کی۔ ایسی حالت میں نیت توڑ دینا شرعاً واجب تھا کما فی الدر المختار باب ادراک الفریضہ و یجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق . فی ردالمحتار قوله و یجب ای یفترض ف قلت ولا شک ان الواقعة المذکورة نحو الانجاء المذکور لاشتراک کل منهما فی کونه صوناً عن الاهلاک۔ اھ۔ سبحان اللہ کیا ادائے حقوق اور حفظ حدود ہے۔ ورنہ زاہدان خشک تو نماز تو درکنار ایسے مواقع پر وظیفہ بھی چھوڑنا خلاف زہد سمجھتے جو سراسر حدود شرعیہ سے تجاوز ہے۔

غرض حضرت والا کا خود بھی اپنی ازواج محترمات کے ساتھ نہایت اچھا سلوک ہے اور دوسروں کو بھی اس کی بہت تاکید فرماتے رہتے ہیں جیسا کسی موقع پر اس سے پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ ایک طالب نے اپنی بیوی کے بے جا طعنوں کی سخت شکایت لکھی اور لکھا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی بُری راہ (یعنی تجاوز عن الحدود) نہ اختیار کر بیٹھوں۔ تو حضرت والا نے ممانعت فرمادی اور تحریر فرمایا کہ اس وقت اس کو شیطان کی مینا اور نقال اور تماشہ سمجھ لیا کیجئے اس سے غیظ نہ ہوگا۔

اپنے بعد بیویوں کی آسائش کی فکر

حضرت والا نے اس بناء پر (کہ اپنے بعد بھی بیویوں کی آسائش کی فکر سنت ہے چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث مرفوع میں اس کی تصریح بھی ہے اور نیز امر طبعی بھی ہے) اپنے بعد اپنی دونوں ازواج محترمات کی کفالت کے لئے اپنے بہت ہی خاص مخصوصین کو بعنوان عام وصیت بھی فرمائی ہے جس کا ذکر باب وصایا میں ملاحظہ سے گزرے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

تیئیسواں باب

''وصایا''

وصیت کی اہمیت

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی ذات جامع الصفات کو سراپا رشد و ہدایت حکیم الامت اور مجدد ملت کر کے دنیا میں بھیجا ہے اس لئے بفضلہ تعالیٰ دین کا کوئی مہتم بالشان شعبہ ایسا باقی نہیں رہا جس کی جانب حضرت والا نے بنظر اصلاح علماً وعملاً توجہ نہ فرمائی ہو۔ اور امت مرحومہ کو اس کے متعلق نصوص کے مطابق نہایت واضح اور بالکل صحیح طریق عمل نہ بتا دیا ہو جیسا کہ حضرت والا کی تصانیف مختلفہ کثیرہ سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

منجملہ انہیں شعب دینیہ ضروریہ کے امر وصیت بھی ہے جس کے بارہ میں حضور سرور عالم ہادی اعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تاکید فرمائی ہے کہ جس مسلمان کو اپنی کسی چیز کے متعلق وصیت کرنا ہو تو وہ دو رات بھی اس حالت میں نہ گزارے کہ وہ وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی رکھی نہ ہو۔

وصایا کی اشاعت

چنانچہ حضرت والا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سراپا رشاد کے امتثال میں اپنے جملہ حقوق واجبہ وغیر واجبہ کے متعلق نہایت مفصل وصیتیں لکھ کر شائع فرمادی ہیں اور وقتاً فوقتاً شائع فرماتے رہتے ہیں جیسا کہ حضرت والا کے رسالہ تنبیہات وصیت اور اس کے متعدد تتمات سے واضح ہے۔ نیز علاوہ وصایا کلیہ کے جو تنبیہات وصیت اور اس کے تتمات میں مذکور ہیں حضرت والا نے اپنی وصایا جزئیہ بھی بطور ضمیمہ شائع فرما دیں جو الاستحضار لما احتضار مع تقلبات الاطوار کے نام سے النور بابت ماہ صفر ۱۳۴۶ھ میں طبع ہوئیں۔ اور انہیں وصایا جزئیہ کی ایک خاص فرد کے متعلق رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ میں ایک عام معذرت کا مضمون بھی العذر والنذر کے نام سے شائع فرمایا جس میں جملہ اہل حقوق سے بعنوان عام

خطاب فرمایا گیا ہے۔ ان ساری وصایا کے مطالعہ سے حضرت والا کی انتہاء درجہ کی احتیاط اور غایت درجہ کا ورع وتقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی صفائی معاملات اور حیرت انگیز انتظامی شان آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہوتی ہے اور اس کا نمونہ پیش نظر ہو جاتا ہے کہ مسلمان کو اس طرح ہر وقت موت کے لئے تیار رہنا چاہیے اور اس طرح پاک صاف زندگی بسر کر کے پاک صاف ہی دنیا سے گزر جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضرت والا کی تقلید کی توفیق بخشے اور صفائی معاملات کے اہتمام بلیغ کی جانب متوجہ فرمائے۔ جس کی طرف سے آج کل عام طور پر سخت غفلت برتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ عوام تو عوام اکثر خواص میں بھی جیسا اس کا اہتمام ہونا چاہیے ویسے نہیں پایا جاتا جو قابل افسوس ہے۔

اپنے متعلقین کو صفائی معاملات کی تاکید

علاوہ ذاتی اہتمام بلیغ کے حضرت والا اپنے منتسبین کو بھی صفائی معاملات کی سخت تاکید فرمایا کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض طالبوں نے خانقاہ میں مستقل قیام کرنا چاہا تو دریافت فرمایا کہ کسی کے حقوق تو ذمہ نہیں اور جب معلوم ہوا کہ ہیں تو فرمایا کہ پہلے جا کر ان کو اداء یا ابراء صاف کرآؤ۔ چنانچہ ایک صاحب ہمت طالب نے جو غیر مستطیع تھے الہ آباد تک کا لمبا سفر محض اسی غرض کے لئے پاپیادہ کیا اور بعد صفائی معاملات پھر پاپیادہ ہی واپس آ کر مقیم خانقاہ ہوئے اور اب تک برابر مستقلاً مقیم ہیں۔

اسی طرح ایک طالب سے جن کو نہ بی بی سے دلچسپی تھی نہ ادائے حقوق زوجیت پر قادر تھے یہ معلوم فرما کر کہ وہ اپنی بیوی کو غالباً اپنے بڑے بھائی کے گھر چھوڑ آئے ہیں فرمایا کہ ایسی حالت میں اس بے چاری کو معلق نہ رکھا جائے اس کا تصفیہ کر کے اور اس سے یکسوئی حاصل کر کے آؤ چنانچہ جب وہ اس کو طلاق دے کر آئے اس وقت تعلیم وتلقین شروع فرمائی۔

اسی طرح موروثی کاشتکار کو اس وقت تک بیعت نہیں فرماتے جب تک وہ باضابطہ حق دخیلکاری سے مستعفی نہیں ہو جاتا۔

ایک سابقہ چور کی معافی کا واقعہ

اسی طرح ایک غریب شخص سے جس نے کسی زمانہ میں بہت سی چوریاں کی تھیں فرمایا کہ

سب سے معافی لکھوا کر لاؤ۔ چنانچہ وہ سب سے معافی لکھوا کر لائے یہاں تک کہ ایک بنئے کی ریل میں پانچ سو روپیہ کی رقم چرالی تھی اس نے بھی معافی اس عنوان سے لکھ کر دے دی کہ میں نے حسبۃً للہ معاف کیا۔ چونکہ طالب صادق تھے سب نے خوشی سے معافی دے دی۔ پھر حضرت والا نے مزید احتیاط کے لئے ان سے کہا کہ اچھا جوابی لفافے لاؤ۔ میں خود ان لوگوں سے دریافت کروں گا کہ آیا یہ معافیاں دراصل انہی کی ہیں یا مصنوعی طور پر کسی سے لکھوا لائے ہو چنانچہ وہ بے تامل لفافے لے آیا چونکہ اس کے انداز سے حضرت والا کو اطمینان ہو گیا اس لئے مزید تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی اور اس کے لفافے بچا لئے بلکہ خود خریدنے لگے تاکہ اس پر بلا ضرورت تاوان نہ پڑے لیکن اس نے کہا کہ مجھ کو خود ہی معاملات تجارت میں ضرورت رہتی ہے۔

حقوق کے تحفظ کا بے مثال اہتمام

غرض حضرت والا کو دوسرے کے حفظ حقوق کا غایت درجہ اہتمام ہے اور یہ حضرت والا کی خصوصیات خاصہ میں سے ہے چنانچہ اگر کبھی تھوڑا سا بھی مسجد کا گرم پانی وضو سے بچ جاتا ہے تو اس کو بھی سقاوہ ہی میں جا کر ڈال آتے ہیں تاکہ مسجد کا اتنا سا مال بھی ضائع نہ جائے اور یہی اہتمام حفظ حقوق دراصل سبب ہے محولہ بالا وصایا کلیہ و جزئیہ کا پھر اس کے ساتھ ہی دوسروں کی ہدایت بھی پیش نظر تھی۔ چنانچہ الاستحضار میں جس کے اندر وصایا جزئیہ مرقوم ہیں مفصل ہدایات بھی تحریر فرما دی گئی ہیں کہ کس طرح وصیت نامہ مرتب کیا جانا چاہیے اور پھر کس طرح اس میں ترمیمات یومیہ کرتے رہنا چاہیے اور اسی وجہ سے کہ وہ دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہے۔ اس کو اس باب میں کل کا کل نقل کیا جائے گا۔ اسی طرح معذرت نامہ عام کو بھی پورا نقل کیا جائے گا کیونکہ وہ بھی نمونہ کا کام دے گا کیونکہ رسالہ تنبیہات وصیت اور اس کے متعدد تتمات میں سے صرف خاص خاص ہی وصایا کیفما اتفق بلا لحاظ ترتیب بطور نمونہ نقل کئے جائیں گے کیونکہ نقل میں بہت تطویل ہو جائے گی ان سب نقول سے ناظرین کرام انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی اندازہ فرما لیں گے کہ حضرت والا کو حفظ حقوق اور صفائی معاملات اور امانات کو خلط سے محفوظ رکھنے کا کس درجہ اہتمام ہے اور کیسی کیسی جزئیات دقیقہ پر نظر ہے جن کی طرف باوجود

بدیہی ہونے کی بوجہ قلت اہتمام آج کل خواص کا بھی ذہن نہیں جاتا الا ماشاء اللہ۔

الحمدللہ حضرت والا بعون اللہ تعالیٰ بمصداق ع شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود۔ (شاید یہی سانس آخری سانس ہو) ہر وقت اپنے سب معاملات کو نہایت صاف ستھرا مثل آئینہ رکھتے ہیں تا کہ عنداللہ خود بھی مواخذہ سے بری رہیں اور بعد میں دوسروں کو بھی حضرت والا کے کسی معاملہ کے متعلق کسی قسم کی الجھن نہ ہو۔ وذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء

اب نقول موعودہ بایں ترتیب ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں کہ پہلے رسالہ تنبیہات وصیت اور اس کے تتمات کی بعض منتخبہ وصیتیں نقل کی جائیں گی اور ان کے بعد الاستحضار اور العذر والنذر یکے بعد دیگرے پورے پورے نقل کئے جائیں گے وباللّٰہ التوفیق۔

وصایا منتخبہ از رسالہ تنبیہات وصیت وتتمات آں ملخصاً

(تمہید رسالہ از حضرت والا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی مظہر مدعا ہے کہ یہ چند تنبیہات بطور وصیت کے معروض ہیں۔ تذکیراً و تذکراً بقول اللّٰہ تعالیٰ کل من علیها فانٍ و یبقیٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام و بقول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکثر واذکر هادم اللذات الموت۔

ا۔ وصیت کا حکم

حدیث مرفوع میں ہے قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ماحق امرئ مسلم له شئ یو صی فیه یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده رواه الشیخان عن ابی عمر رضی اللّٰہ عنه جس سے حقوق واجبہ کی وصیت کا وجوب اور حقوق غیر واجبہ کی وصیت کا ندب بطور عموم مجاز کے مستفاد ہوتا ہے۔

۲۔ میری موجودہ حالت

اس ناکارہ کی عمر اس وقت قریب بچاس سال کے آ گئی ہے یعنی ۴۔ ربیع الثانی

۱۳۳۰ھ کو پورے پچاس ہو جائیں گے اور اس وقت جو حالت موجودہ ہے اس کے اعتبار سے اس قول کا مصداق ہے۔

ایکہ پنجاہ رفت و در خوابی   مگر ایں پنج روز در یابی

اے کہ تیری پچاس سال عمر گزر گئی اور تو ابھی سویا ہوا ہے۔ کاش تو ان پانچ دنوں میں کچھ کر لیتا۔

جیسا اس کے چند سال قبل ایک موقع پر یہ لکھ چکا تھا۔

چہل سال عمر عزیزت گذشت   مزاج تو از حال طفلی نگشت

تیری چالیس سال کی قیمتی زندگی گزر گئی اور تیرا مزاج ابھی بچپن کی حالت سے نہیں بدلا۔

۳۔ وصیت کی ضرورت وافادیت

نظر بر حدیث بالا وشعر مذکور بعض امور کے اعتبار سے واجب اور بعض کے اعتبار سے مناسب سمجھا کہ مختصر وصایا حسب حالت موجودہ لکھ کر ان کی عام اطلاع کر دوں اس میں میرے نفع کے ساتھ دوسروں کا بھی نفع ہے علماً بھی اور عبرۃً بھی چنانچہ مفصل مطالعہ وصایا سے لازمی ومتعدی مصالح ساتھ ساتھ معلوم ہوتے جائیں گے نیز ممکن ہے کہ دوسرے بھی اس کی تقلید کریں تو طاعت کا تسبب بھی طاعت ہے۔

۴۔ احباب سے دعا کی درخواست

میں اپنے سب دوستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے سب معاصی صغیرہ وکبیرہ عمد وخطا کے لئے استغفار فرما دیں اور جو میرے اندر عادات واخلاق ذمیمہ ہیں ان کے ازالہ کی دعا کریں۔

۵۔ تمام اہل حقوق سے معاملہ صاف کرنے کی درخواست

میرے بعض اخلاق سیئہ کے سبب بعض بندگان خدا کو حاضرانہ وغائبانہ میری زبان وہاتھ [1] سے کچھ کلفتیں پہنچی ہیں اور کچھ حقوق ضائع ہوئے ہیں۔ خواہ اہل حقوق کو اس کی اطلاع ہوئی ہو یا

---

[1] بحوالہ: اسی طرح اگر کسی کا مالی حق رہ گیا ہو خواہ اطلاع کر کے لے لیں۔ خواہ معاف فرماویں خصوص بعض اوقات اتفاق سے بعضے خط بھیجنے والوں کے ٹکٹ پیسہ والے یا دو پیسہ والے غلطی سے ردی میں نکلے ہیں جن کے مالک کی تحقیق نہ ہو سکنے سے ان کو مصارف لقطہ میں صرف کر دیا گیا لیکن اہل حق کو اختیار ہے خواہ اس صرف کو جائز رکھیں کہ ثواب ہوگا خواہ اطلاع کر کے لے لیں ۱۲ منہ

نہ ہوئی ہو میں نہایت عاجزی سے سب چھوٹے بڑوں سے استدعا کرتا ہوں کہ للہ دل سے ان کو معاف فرمادیویں اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات سے درگزر فرمادیں گے۔ میں بھی ان کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عفو وعافیت عطا فرمادیں معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگزر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اور اگر معاف کرنے کی ہمت نہ ہو تو حسب فتوی شرعی مجھ سے عوض لے لیں۔ خدا کے لئے قیامت پر مواخذہ نہ رکھیں کہ اس کا کسی طرح تحمل نہیں۔

۶۔ اپنے حق میں دوسروں کی کوتاہیوں کی معافی

اس قبیل کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہوگئی ہوں میں بطیب خاطر گزشتہ اور آئندہ کے لئے محض خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کو اور اپنی خطاؤں کی معافی کی توقع پر وہ سب معاف کرتا ہوں۔

۷۔ سوانح لکھنے والوں کیلئے وصیت

چونکہ محبت میں اکثر مدائح غیر واقعیہ مشہور کردیئے جاتے ہیں اس لئے میں اپنی سوانح لکھا جانا پسند نہیں کرتا اگر کسی کو بہت ہی بیتابی کا شوق ہو اور دوسرے اہل تدین وتحقیق بھی اجازت دیں تو روایت میں احتیاط شدید کو واجب سمجھنا چاہیے ورنہ میں بری ہوتا ہوں۔

۸۔ تالیفات کے بارے میں وضاحتیں

تالیفات کے بعض مقامات میں مجھ سے اختصار موہم یا زیادت موہمہ یا غفلت سے کچھ لغزشیں بھی ہوئی ہیں جو اس وقت ذہن میں حاضر ہیں ان کی اطلاع جزئی طور پر دیتا ہوں اور جو اس وقت ذہن میں حاضر نہیں ان کے لئے دو قاعدے عرض کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ میری کسی ایسی تصنیف میں جو اس محل لغزش سے متاخر ہو اس کی اصلاح کردی گئی ہو اور

ے بحوالہ: چنانچہ تعلیم الدین مطبوعۂ نظامی کانپور صفحہ ۷۴ آداب مجلس کے بیان میں یہ لکھا تھا ادب نہ کسی کی پشت کی طرف بیٹھو نہ کسی کی طرف پشت کرکے بیٹھو۔ اھ۔ سو یہ مضمون فی نفسہ صحیح ہے کیونکہ پہلی صورت میں تاذی مسلم ہے اس لئے کہ پشت کی طرف بیٹھنے سے اکثر تاذی ہوتی ہے اور دوسری صورت میں اہانت مسلم اور بے ادبی ہے وذالک ظاهر لیکن جس حدیث کو اس کا ماخذ قرار دیا تھا جو کہ حاشیہ میں مذکور ہے وہ اس میں صریح نہیں بلکہ اس سے استنباط کیا گیا تھا اور اس میں واقعی بعد وتکلف ہے اس کے بعد لاہور مطبع نولکشور میں جو پھر طبع ہوئی اس میں اس کو اس طرح بدل دیا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

متاخر ہونا تاریخ کے ملانے سے جو کہ ہر تصنیف کے آخر میں التزاماً لکھی گئی ہے معلوم ہوسکتا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ میری تالیفات میں جو مضمون متعارض ہو اس میں اخیر کا قول میرا سمجھا جائے۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ایسے مواقع مشتبہ کو دوسرے علماء محققین سے تحقیق کرلیا جائے اور ان کے قول کو میرے قول پر ترجیح دی جائے۔ اسی طرح اگر میرا لکھا ہوا کوئی مشتبہ فتویٰ کسی کی نظر سے گزرے اس میں بھی یہی تقریر معروض ہے کیونکہ بعض اوقات لکھنے کے بعد خود مجھ کو بعض جوابوں کا غلط ہونا محقق ہوا ہے۔ میں نے سائل کا پتہ معلوم ہونے پر اس کو مطلع بھی کردیا ہے لیکن پتہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں یا اس سائل کے پاس میری تصحیح کے محفوظ نہ رہنے کی تقدیر پر احتمال غلطی میں پڑنے کا ہوسکتا ہے اس لئے احتیاطاً یہ عرض کیا گیا۔ اب اول جزئی غلطیوں کے مقامات کو نقل کرتا ہوں۔

مقام اول بہشتی زیور میں عشاء کے بعد چار سنتیں لکھ دی ہیں صحیح یہ ہے کہ دو سنت اور دو نفل

مقام دوم: بہشتی زیور میں ایام بیض ۱۲۔۱۳۔۱۴ تاریخوں کو لکھ دیا ہے صحیح ۱۳۔۱۴۔۱۵ ہیں۔

مقام سوم تعلیم الدین و بہشتی زیور میں تیجے چالیسویں وغیرہ کے بدعت ہونے کے ذکر میں یہ لفظ لکھا گیا ہے ضروری سمجھ کر کرنا اس سے شبہ ہوسکتا ہے کہ شاید غیر ضروری سمجھ کر کرنا جائز ہو سو یہ قید واقعی تھی احترازی نہ تھی حکم یہ ہے کہ خواہ کسی طرح سے کرے بدعت ہے۔

مقام چہارم تعلیم الدین میں قبروں پر چراغ جلانے کے بارہ میں یہ لفظ لکھا گیا ہے ''کثرت سے چراغ جلانا'' اس میں بھی مثل مقام سوم کے سمجھنا چاہیے حکم یہ ہے کہ ایک چراغ رکھنا بھی بدعت ہے۔

مقام پنجم تعلیم الدین میں روپیہ کے پیسے ادھار لینے کو مطلقاً منع لکھ دیا ہے اور واقع میں اس حکم میں تفصیل ہے اگر عقد میں پورے پیسے ٹھہرے ہوں دوانی چونی وغیرہ نہ ٹھہری ہوں اور عاقد کے پاس مبادلہ کے وقت پیسے پورے موجود بھی ہوں لیکن کسی وجہ سے اس وقت قبضہ نہیں کرایا تب تو جائز ہے اور اگر ایک شرط بھی مفقود ہو تو ناجائز ہے۔ چونکہ عام

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ادب محض ترفع کی نیت سے بلاضرورت مجلس میں ممتاز جگہ مت بیٹھو اھ۔ اور یہ مضمون اس حدیث مرقومہ حاشیہ کا بلاتکلف مدلول ہے جس کے نسخے میں پہلی عبارت ہو وہ درست کرے ۱۲ منہ)

لوگ ان دونوں شرطوں کا لحاظ نہیں کرتے اس لئے انتظاماً علی الاطلاق منع کر دیا گیا۔

مقام ششم شوق وطن گیارھویں باب صفحہ ۲۲ میں ایک حدیث میں بوجہ غلطی نسخہ کے لم یؤمن لکھا گیا اور دوسرے کالم میں اسی بناء پر ترجمہ بھی غلط ہو گیا صحیح متن میں لم یو ص ہے اور ترجمہ یہ ہونا چاہیے جو شخص (باوجود ایسے حقوق متعلق ہونے کے جن میں وصیت کرنا واجب ہو) وصیت نہ کر جائے اس کو مردوں کے ساتھ کلام کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔ الخ۔

مقام ہفتم ''یادگار دربار پرانوار'' کے بالکل آخر میں ایک مضمون از قبیل عملیات لکھا ہے وہ کسی بزرگ سے منقول نہیں ایک صاحب کانپوری کاتب مضمون نے بہ نیت نفع وہاں کے مدرسہ کے ایک تاویل سے ایسا لکھ دیا ہے۔ اس لئے اس عمل کو منقول سمجھ کر استعمال نہ کریں۔ نیز اس کی ترکیب بھی بلا تکلف قواعد سنت پر منطبق نہیں ہوتی۔

۹۔ فروع الایمان کی ایک عبارت کی وضاحت

فروع الایمان میں ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر پابندی احکام کے ساتھ ڈپٹی کلکٹری یا بیرسٹری وغیرہ اختیار کرو تو چشم ما روشن دل ماشاد انتہی اس سے بظاہر شبہ ان اعمال کے جواز کا معلوم ہوتا ہے سو سمجھ لینا چاہیے کہ مقصود اس عبارت سے یہ ہے کہ اگر پابندی احکام کے ساتھ ترقی دنیوی ہو تو اجازت ہے۔ یہ مثالیں خود مقصود نہیں کیونکہ ان اعمال کا مشروع ہونا نہ ہونا محتاج تفصیل مستقل ہے۔ لہٰذا ان مثالوں کو ارخاء عنان وتسامح پر محمول کرنا چاہیے اور ان کے جواز علی الاطلاق کا شبہ نہ کرنا چاہیے۔

۱۰۔ علوم مکاشفہ کے متعلق مضامین کی حیثیت

میری تحریرات میں جو مضامین از قبیل علوم مکاشفہ ہیں جو کہ علم تصوف کی ایک قسم ہے جس کو حقائق و معارف سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور حجج شرعیہ ان سے ساکت ہیں ان کو حسب قاعدہ اصولیہ وکلامیہ امور ثابتہ بدلائل شرعیہ کے درجہ میں نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ بالکل اعتقاد نہ رکھنا بھی جائز ہے اور اگر اعتقاد رکھے تو محض احتمال کے درجے سے تجاوز نہ کرے۔

۱۱۔ کتب خانہ میں موجود کتب کے مضامین بارے وضاحتیں

میرے کتب خانہ میں ہر قسم کی اور بعض دوسرے فرقوں کی بھی کتابیں بلا میرے قصد

1 کے جمع ہوگئی ہیں سو محض ان کے کتب خانہ میں ہونے سے سب کی صحت مضامین کا شبہ نہ کیا جائے جو کتاب یا جو مضمون قواعد شرعیہ کے خلاف ہو اس کو باطل سمجھا جائے۔

۱۲۔ ازواج کی ملکیتی چیزوں کی وضاحت

خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت میرے ذمہ بالکل کسی کا قرض نہیں اور حق تعالیٰ کا جو معاملہ فضل اس ناکارہ کے ساتھ اس سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اس سے محفوظ رہے گا اور اگر ایسا اتفاق ہوا یا کسی کی امانت میرے پاس ہوئی تو اس کی یادداشت زبانی یا تحریری ظاہر کر دی جائے گی۔ اس کے ضمن میں یہ امر بھی قابل اطلاع ہے کہ مہر اہلیہ کا بھی میں ادا کر چکا ہوں۔ مکان مسکونہ اور بعض دوسرے اموال ملا کر یہ سب مہر میں دے دیا۔ اس وقت وہ مکان خالص ان کی ملک ہے وہ اس میں جو چاہیں تصرف کریں۔ اور اسی طرح اثاث البیت اکثر ان کی ملک ہے اور بعض جو مشترک یا خالص میری ملک ہے وہ ہم دونوں کو یاد ہے۔ ہر ایک کا قول اس میں انشاء اللہ تعالیٰ قابل تصدیق ہے۔

۱۳۔ تعلیم دین بارے وصیت

میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے خواہ بذریعہ کتاب ہو یا بذریعہ صحبت بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آج کل بے حد کثرت ہے۔ اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

۱۴۔ طالب علموں کو وصیت

طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت و صحبت و نظر عنایت پر اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق   گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کی عنایات کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا اعمال نامہ سیاہ ہوگا۔

۱۵۔ مدرسہ کے انتظام بارے وصیت

جو مدرسہ دینیہ فی الحال یہاں میرے تعلق میں جاری ہے وہ ایک خاص شان کا مدرسہ

ہے جس کی تفصیل ضروری ہے میرے مشفق مولوی عبداللہ صاحب کی تحریر مسمّی بہ ظل صفحہ[1] سے معلوم ہوسکتی ہے میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد بھی اس کے ابقاء کی طرف توجہ رکھی جائے اور خدا تعالیٰ اس مدرسہ کی خدمت کی جس کو توفیق دے تو وہ اس کے طرز کو جس کا ایک مہتم بالشان جزو تربیت اخلاق و اصلاح نفس ہے نہ بدلے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس میں بہت خیر و برکت کی اُمید ہے۔

۱۶۔ وہ امور جن سے احتیاط ضروری ہے

دینی یا دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ (۱) شہوت و غضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں۔ (۲)۔ تعجیل نہایت بُری چیز ہے۔ (۳)۔ بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔ (۴)۔ غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔ (۵)۔ کثرت کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرت اختلاط خلق بلا ضرورت شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جبکہ دوستی کے درجہ تک پہنچ جائے پھر خصوص جبکہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنا لیا جائے نہایت مضر چیز ہے۔ (۶)۔ بدوں پوری رغبت کے ساتھ کھانا ہرگز نہ کھائیں۔ (۷)۔ بدوں سخت تقاضا کے ہم بستر نہ ہوں۔ (۸)۔ بدوں سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔ (۹)۔ فضول خرچی کے پاس نہ جائیں۔ (۱۰)۔ غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔ (۱۱)۔ سخت مزاجی و تند خوئی کی عادت نہ کریں رِفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بنا دیں۔ (۱۲)۔ ریا و تکلف سے بہت بچیں اقوال و افعال میں بھی طعام و لباس میں بھی۔ (۱۳)۔ مقتدا کو چاہیے کہ اُمراء سے نہ بدخلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بنا دے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لئے۔ (۱۴)۔ معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں۔ (۱۵)۔ روایات و حکایات میں بے انتہا احتیاط کریں۔ اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔ (۱۶)۔ بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت و تجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔ (۱۷)۔ زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت و لایعنی سے احتیاط رکھیں۔ (۱۸)۔ حق پرست رہیں اپنے قول پر

---

[1] بحوالہ: وہ تحریر رسالہ تنبیہات وصیت کے آخر میں ملحق ہے

جمود نہ کریں۔(۱۹)۔تعلقات نہ بڑھائیں۔(۲۰)۔کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔

۱۷۔اپنی ازواج بارے وصیت

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ن یقول لنسائہ ان امرکن مما یھمی من بعدی ولن یصبر علیکن الا الصابر ون الصدیقون الحدیث رواہ الترمذی۔اس حدیث سے معلوم ہوتا کہ اپنے بعد اپنی بی بی کی آسائش کی فکر ہونا سنت کے موافق بھی ہے اور امر طبعی تو ہے ہی اس لئے محض اس احتمال پر کہ میرے اہل کا وقت مجھ سے شاید مؤخر ہو جائے والغیب عند اللہ میں عام طور پر مگر خاص ان دوستوں کو جن کی طبیعت پر میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہوگی اور باقی اصل سپردگی خدا تعالیٰ کو کرتا ہوں۔ چونکہ احقر نے آخر رمضان ۱۳۳۴ھ میں ایک اور نکاح کیا ہے لہٰذا اس منکوحہ کے متعلق بھی مثل منکوحہ اولیٰ کے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں کہ جب میں نہ ہوں یا خدانخواستہ ان کی خبر گیری سے معذور ہو جاؤں تو خواہ دوسری کے لئے بھی بیس روپیہ ماہوار کا انتظام کر لیں یا دس روپیہ (زائد) کا انتظام کر کے دونوں کو پندرہ پندرہ پیش کر دیں۔

۱۸۔ایصال ثواب کی درخواست

میں اپنے تمام متعلقین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کر کے ہر روز سورۃ یٰسین شریف یا تین بار قل ھو اللہ شریف پڑھ کر مجھ کو بخش دیا کرے مگر اور کوئی امر خلاف سنت بدعات عوام وخواص میں سے نہ کریں۔

۱۹۔دنیا سے دل نہ لگانے کی وصیت

حتی الامکان دنیا و مافیھا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو لولا اخر تنی الی اجل قریب فاصدق و اکن من الصالحین۔اور ہر وقت یہ سمجھیں

(ع) شاید ہمیں نفس نفس واپسیں ہو داور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

۲۰۔ خاتمہ بالخیر کی فکر رکھنے کی وصیت

خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً بعد پانچوں نمازوں کے نہایت لجاجت وتضرع سے اس کی دعا کیا کریں۔ اور ایمان حاصل پر شکر کیا کریں حسب وعدہ لئن شکرتم لازیدنکم۔ یہ بھی اعظم اسباب ختم بالخیر سے ہے اور اسی کے ساتھ میں اپنے لئے بھی اس دعا کیلئے درخواست کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی ایمان پر خاتمہ فرماوے۔

۲۱۔ حضرت والاؒ کا نسب

تفصیل مختصر متعلق نسب حضرت صاحب سوانح تمہید از احقر مؤلف اشرف السوانح۔

باب نسب چونکہ شرعاً خاص طور پر محل احتیاط ہے اس لئے حضرت صاحب سوانح نے اپنے نسب کے متعلق قریب قریب ہر زمانہ میں سلسلہ تحقیق کا جاری رکھا اور اسی لئے اس موضوع پر بوجہ تبدل تحقیق متعدد ومختلف تحریرات کی نوبت آئی جو رسالہ تنبیہات وصیت اور اس کے تتمات میں مذکور ہیں جن میں بعض میں ناسخ ومنسوخ کا بھی تعلق ہے ان مختلف تحریرات میں اخیر کی تحریر وہ ہے جو رسالہ النور رمضان وشوال ۱۳۴۳ھ فصل چہلم ترجیح الراجح میں شائع ہوئی ہے جس کو خاتمۃ التحقیقات کہا گیا ہے پھر ان سب اجزاء منتشرہ کو موائد العوائد فائدہ سابعہ وثلثین میں مرتب ومجتمع کر دیا گیا جو رسالہ النور ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ جلد ۸ نمبر ۱۲ میں زیر عنوان موائد العوائد شائع ہوا ہے۔ میں اس مقام پر اسی کو خود حضرت صاحب سوانح کی عبارت میں نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں اس کے بعد مقامات پر بعض تازہ حواشی بھی حضرت صاحب سوانح نے لکھے ہیں اصل کے بعد ان کو بھی نقل کردوں گا۔ اصل یہ ہے۔

مضمونِ حضرت والاؒ ماخوذ از موائد العوائد

فائدہ سابعہ وثلثین در بعضے حواشی رسالہ ذنابات المانی الزیادات (اس کا موقع عنوان

ذ نا بہ ثانیہ میں یہ لفظ ہے ''سلسلۃ النسب من الاب'' اس لفظ پر یہ حاشیہ لکھا جائے) یہ نسب نامہ جو کہ رسالہ امواج طلب کے اخیر میں بھی بعنوان حاشیہ مذکور ہے بنا بر بعض زبانی روایات متعلقہ ابتدائے اتصال و بعض کاغذات متعلقہ توسط وانتہائے اتصال مع تایدانتہائے اتصال بعض کتب لکھا گیا تھا مگر اس کے بعض اجزاء بعض ماہرین ثقات احباب کی تحقیق کی بناء پر جو کہ کاغذات قدیمہ معتبرہ سے مقتبس ہے اور بعض اجزاء تاریخ صحیح کی بناء پر محل کلام ثابت ہوئے جو کہ ذیل کے نمبروں میں درج ہیں اور اس میں بعض اجزاء تاریخی ایسے بھی ہیں جن کا ماخذ معلوم نہیں ہوا ان سے تعرض نہیں کیا گیا (نمبرا) اتصال قاضی نصر اللہ خان تک (نمبر۲) قاضی نصر اللہ خاں کے جد شیخ نظام وخشی سے فرخ شاہ تک صرف دو واسطے ہونا (نمبر۳) قاضی نصر اللہ خاں کا ۲۷۳ھ میں بہ زمانہ غیاث الدین بلبن تھانہ بھون آنا جیسا بعض شجرات قلمیہ موجودہ قصبہ میں لکھا ہے (نمبر۴) فرخ شاہ کا صاحب سلطنت ہونا (نمبر۵) حضرت ابراہیم بن ادہم کا سلسلہ نسب میں واقع ہونا جیسا شجرات قصبہ میں ہے اور ان کا حضرت عمرؓ کی اولاد میں ہونا جیسا شجرات مذکورہ و تاریخ فرشتہ میں ہے یا ان کا حسینی ہونا جیسا حضرت یحیٰ منیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مکتوبات میں ہے۔ سو ان اجزاء کے متعلق عرض کرتا ہوں۔

جزو اول کی تحقیق مع التوابع یہ ہے کہ تھانہ بھون کے فاروقیوں کے چار خاندان مشہور ہیں۔ خطیب' قاضی' نائب (یعنی نائب قاضی محتسب۔ خطیبوں کے جد اعلیٰ مولانا صدر جہاں ہیں احقر کا سلسلہ ان سے اس طرح متصل ہے۔ اشرف بن منشی عبدالحق بن حافظ فیض علی بن غلام فرید شہید بن محمد جلال بن رحمت اللہ بن امان اللہ (جو ۹۸۳ھ میں موجود تھے) ابن عتیق اللہ خطیب (صاحب فرمان مصدرہ ۸۔ جمادی الاولیٰ ۲ جلوس عالمگیری) ابن حافظ حبیب اللہ (صاحب فرمان عہد جہانگیر) ابن شیخ آدم صاحب فرمان مصدرہ ۴۔ مرداد الٰہی ۸ جلوس جہانگیری) ابن مولانا محمد جلال خطیب (مغائر جلال سابق و صاحب فرمان عہد اکبر اول بشرکت برادر خود فرید) ابن مولانا صدر جہاں جد اعلیٰ خطیبان موجود در ۹۷۰ھ بعہد اکبر اول (مطابق ایک فرمان کے جس میں ان کو بہ لفظ تقویٰ شعار لکھا ہے ۱۲) اور خاندان قضاۃ کے جد اعلیٰ قاضی نصر اللہ خاں ہیں۔ ان کے ابناء شیخ امان اللہ و شیخ محمد موسیٰ کے نام ۹۸۳ھ میں بعہد

اکبر اول فرمان عطاء معافی صادر ہوا ہے۔ ملا محمد صابر کے مابعد تک اس خاندان میں منصب قضا رہا چنانچہ مولانا محمد صابر کے (جن کے نام کے ساتھ مصنف کشاف اصطلاحات الفنون نے اتقی العلماء لکھا ہے ۱۲) پر پوتے قاضی محمد اعلیٰ مصنف ''کشاف اصطلاحات الفنون'' کے زمانہ قضا کے دستخطی صکوک جن کی مہر میں لقب قاضی مصرح ہے میں نے خود دیکھے ہیں۔ پھر نواسگی کے علاقہ سے یہ منصب قاضی قطب الدین مورث خاندان قضاۃ قصبہ کی طرف جو کہ صدر جہاں کی اولاد میں تھے منتقل ہو گیا اور ان ہی قاضی نصر اللہ خاں کی اولاد میں قاضی محمد ہاشم بھی تھے جو ۱۰۷۱ھ میں بعہد عالمگیر تھانہ بھون کے قاضی تھے اور ان ہی نصر اللہ خاں کی اولاد میں قاضی محمد شفیع بھی ہیں جو ۱۷ء جلوس عالمگیری میں موجود تھے اور بیدار والے ان کی نسل سے ہیں ان کی اولاد بھی نائب قاضی کہلاتے ہیں اور خاندان نائبان کے جد اعلیٰ قاضی محمد یٰسین ہیں (غالباً نائب لقب اصل میں ان ہی کا ہوگا پھر خاندان قضاۃ کے خطیبوں میں قضا کے منتقل ہونے کے بعد جس کا اوپر ذکر ہوا ہے عجب نہیں کہ نیابت خاندان قضاۃ میں چلی گئی ہو اس عارض کے سبب ان کا بھی لقب نائب ہو گیا ہو جیسا قاضی محمد شفیع کی اولاد کے باب میں لکھا گیا ہے) اور خاندان محتسبانہ کے جد اعلیٰ شیخ مبارک محتسب ہیں پس چاروں جماعتوں کے جد اعلیٰ یہ چار ہوئے۔ مولانا صدر جہاں۔ قاضی نصر اللہ خاں، قاضی محمد یٰسین، شیخ مبارک اور یہ چاروں ایک دوسرے کی اولاد سے نہیں مگر تقریباً اکبر اول کے عہد میں ان کا معاصر اور قرابت دار ہونا اور اس بناء پر ایک کا دوسرے کی جائیداد سے حصہ پانا کاغذات سے ثابت ہے اور بوجہ اس کے کہ آگے ان کا پورا سلسلہ اور اسماء وسائط کلاً یا بعضاً معلوم نہیں کسی کا تو صدر جہاں سے آگے کسی کا قاضی محمد یٰسین سے اوپر کسی کا شیخ مبارک کے اوپر اور قاضی نصر اللہ خاں کی اولاد کا ان کے جد امجد شیخ نظام ونحشی سے اوپر اس لئے اس کی تحقیق نہیں ہوئی کہ یہ سب اوپر جا کر کتنی پشتوں میں مل جاتے ہیں لیکن ان سب کا فرخ شاہ کی اولاد ہونا اور فاروقی ہونا قریب قریب متواتر ہے۔ چنانچہ ان سب کے شجرات انساب کا فرخ شاہ کابلی کی طرف انتساب میں متفق ہونا اور ان خاندانوں میں بہت سے حضرات کا جن کا عالم اور باخبر ہونا پایا جاتا ہے اپنے ناموں کے ساتھ فاروقی لکھنا جن میں سے قاضی محمد اعلیٰ مذکور بالا بھی ہیں جن کا محقق و متبحر ہونا

ان کی کتاب ''کشاف اصطلاحات الفنون'' سے ظاہر ہے۔ وہ بھی اس کتاب کے خطبہ میں اپنے کو فاروقی لکھ رہے ہیں نیز فرخ شاہ کے فاروقی ہونے پر دوسری تواریخ اور مختلف مقامات کے شجرات کا جن کو احقر نے جمع کیا تھا متفق ہونا یہ سب قرائن تو یہ بلکہ تقریباً براہین قطعیہ ہیں۔ دعاوی مذکورہ کے واللہ اعلم۔ باب نسب میں فقہاء نے بھی تسامع کو حجت فرمایا ہے اور شیوخ تھانہ بھون اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور بھی شیوخ بعض بلاد ہندوستان یہ سب ان ہی فرخ شاہ کابلی کی اولاد میں ہیں۔ **کما یظهر من الشجرات و کتب السیر۔**

جزو ثانی: میں کلام یہ ہے کہ قاضی نصر اللہ خاں کا تقریباً عہد اکبر اول میں موجود ہونا مذکور ہو چکا ہے اور یہی زمانہ تھا شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عبدالاحد صاحب والد حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پھر حسب نقل اہل سیر شیخ جلال اور فرخ شاہ کے درمیان چودہ واسطے اور اسی طرح خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ اور فرخ شاہ کے درمیان چودہ واسطے اور اسی طرح خواجہ عبدالاحدؒ اور فرخ شاہ کے درمیان تیرہ واسطے ہیں پھر کیسے معقول ہو سکتا ہے کہ قاضی نصر اللہ خاں اور فرخ شاہ کے درمیان صرف چار ہی واسطے ہوں۔ بالضرور زیادہ وسائط لکھنے سے رہ گئے ہیں۔

جزو ثالث: میں خدشہ نہایت ظاہر ہے کہ غیاث الدین بلبن ساتویں صدی میں ہیں اور قاضی نصر اللہ خاں وغیرہ دسویں صدی میں **کما ذکر مفصلاً فی الجزء الاول** تو دونوں کا زمانہ ایک کیسے ہو سکتا ہے عجب نہیں ان کے اجداد ساتویں صدی میں آئے ہوں چنانچہ ان کا تھانیسر آنے کا زمانہ جو منقول ہے وہ تقریباً یہی ہے پھر خود یہ لوگ دسویں صدی میں تھانہ بھون آ گئے ہوں تو ناقل کو خلط ہو گیا کہ آمد اجداد کے زمانہ کو ان کی آمد کا زمانہ غلطی سے لکھ دیا یا لفظ اجداد لکھنے سے رہ گیا۔

جزو رابع: فرخ شاہ کو بعض اہل سیر نے وزیر سلاطین کابل کا لکھا ہے ممکن ہے وزارت سے بعد میں سلطنت تک پہنچ گئے ہوں چنانچہ زبدۃ المقامات میں ان کو وزراء سے لکھا ہے (از ضمیمہ تتمہ سادسہ تنبیہات) اور رسالہ سلسلہ ذہبیہ میں ان کو والی کابل لکھا ہے اور اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ زوال سلطنت غزنویہ کے بعد ترویج اسلام و توہین اصنام کیلئے کئی بار کابل سے ہندوستان آئے

(از تتمہ سابعہ تنبیہات) عجب نہیں سلطنت غزنویہ کے بعد اس موقع پر ان کو بادشاہ بنا دیا گیا ہو۔

جزو خامس: میں نے متعدد و مختلف بلاد و امصار سے وہ شجرے فاروقیوں کے فراہم کئے جو فرخ شاہ میں جمع ہو گئے ہیں سو یہ سب اس میں بھی متفق ہیں کہ اوپر جا کر سب میں اسحٰق نام ہے اور اسحاق تک اسماء بھی تقارب کے ساتھ مشترک ہیں اب اسحٰق سے آگے یہ اختلاف ہے کہ بعض میں تو اسحٰق کے بعد ابراہیم ہے اور ادہم نہیں اور بعض میں اسحٰق کے بعد ادہم ہے ابراہیم نہیں اور بعض میں ابراہیم بن ادہم ہے پھر جن میں صرف ابراہیم ہے اس کے بعض میں ناصر بن عبداللہ بن عمر ہے اور بعض میں سالم بن عبداللہ بن عمر ہے۔ ان بعض شجرات کی بناء پر و نیز تاریخ فرشتہ کی روایت پر حضرت ابراہیم بن ادہم فاروقی مشہور ہو گئے لیکن محدثین نے کتب اسماء الرجال مثل تہذیب وغیرہ میں و نیز محققین اہل تصوف نے بھی ابراہیم بن ادہم کا نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ ادہم بن منصور یا مندہ بن یزید بن جابر بن ثعلبہ بن سعد بن حلاج بن غزیہ بن اسامہ بن ربیعہ بن ضبیعہ بن عجل اور یہ عجل ربیعہ کی اولاد میں ہے اور یہ ربیعہ نزار کی اولاد میں ہے اور بھائی ہے مضر کا پھر مضر کی شاخ میں قریش ہیں اور ربیعہ کی دوسری شاخ ہے تو ابراہیم بن ادہم عجلی ہیں قریشی بھی نہیں ہوئے فاروقی تو کیسے ہوتے اور بعض محدثین نے ان کو تمیمی کہا ہے اور تطبیق کے لئے تمیمیت کو ماں کی جہت سے کہا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ فاروقیوں کے سلسلہ نسب میں ابراہیم بن ادہم کا واقع ہونا غلط ہے اور یہ ابراہیم جو شجرات میں واقع ہیں کوئی دوسرے ابراہیم ہیں اور ادہم میں کچھ خلط ہوا ہے عجب نہیں سالم کو بوجہ کتابت غیر مستبینہ کے کسی نے ادہم سمجھ لیا ہو آگے نقل ہوتا چلا گیا ہو اور جن میں صرف ادہم ہے عجب نہیں ابراہیم کی تصحیف ہو۔ اور چونکہ ابراہیم بن ادہم کے فرزند کا نام بھی اسحٰق ہے عجب نہیں یہ اشتراک بانضمام اشتباہات مذکورہ منشاء غلط کا مقوی ہو گیا ہو۔ اور اسی سے حسینی ہونے کی حالت بھی معلوم ہو گئی اس کے متعلق کچھ مضمون عنقریب نوٹ ب میں مذکورہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم وهذا ملخص المضمون الثالث من ضميمة التتمة السادسة للتنبيهات و الفصل الاربعين من ترجيح الراجح فى رسالة النور لرمضان و شوال ۱۳۴۳ھ وآخر الحصة الاولىٰ من الطرائف و الظرائف فمن اشتاق الى التحقيق المبسوط و المفصول فليرجع الى الاصول۔

(نوٹ الف) اگر میری کسی تحریر سابق میں کوئی جزو اس تحقیق کے خلاف پایا جائے وہ مرجوع عنہ ہے۔

(نوٹ ب) بعض معاصرین نے حضرت شیخ فرید گنج شکر رحمہ اللہ کا نسب بذریعہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے خاندان سیادت سے وابستہ کرنا چاہا ہے اور حضرت شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مکتوبات سے اس کو متاید کیا ہے اس کی مبسوط تحقیق احقر کے ملفوظات خیرت کے حصہ سوم ملفوظ (۱۴) میں مذکور ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مؤلف کے سب مقدمات مخدوش ہیں۔ باقی حضرت شیخ کا قول بنا بر حُسن ظن کسی سے منقول ہوگا جو حجت نہیں۔

(حواشی از حضرت والا بر مضمون بالا)

(۱) قولہ فی الجزء الرابع چنانچہ زبدۃ المقامات میں ان کو وزراء سے لکھا ہے۔ الخ پوری عبارت اس کی (اسی اشرف السوانح کے) ''باب شرف نسب'' میں گزر چکی ہے۔ (۲) قولہ رسالہ سلسلہ ذہبیہ میں ان کو والی کابل لکھا ہے الخ۔ پورا مضمون اس کا (اسی اشرف السوانح کے) باب شرف نسب میں گزر چکا ہے۔ (۳) قولہ فی الجزء الخامس فاروقیوں کے سلسلہ نسب میں ابراہیم بن ادہم کا واقع ہونا غلط ہے الخ۔ چنانچہ حاشیہ القول المستحسن و رسالہ انتصاح میں بھی جو تصوف کی کتابیں ہیں حضرت ابراہیم کی فاروقیت کی نفی کی تصریح ہے۔ (تنبیہات وصیت) بلکہ کسی موجود نسب نامہ میں بھی ان کا ذکر صحیح نہیں کیونکہ اُن کی نسل ہی نہیں چلی چنانچہ اقتباس الانوار میں بضمن سلسلہ نسب حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔ ''بہ ثبوت پیوستہ کہ از اسحٰق پسر حضرت ابراہیم بن ادہم عقبے نماندہ''

(۴) قولہ ایضاً فی الجزء الخامس سالم کو بوجہ کتابت غیر مستبینہ کے کسی نے ادہم سمجھ لیا ہو۔ الخ۔ اس کے متعلق بھی بعض احباب نے ایک سوال لکھا تھا جو مع جواب منقول ہے۔

سوال حضور والا نے ابراہیم بن ادہم کے متعلق کسی تحریر کے حوالہ سے یہ فرمایا تھا کہ یہ ادہم اصل میں سالم بن عبداللہ تھا مگر کتابت کی غلطی سے یا رسم خط نہ سمجھنے سے سالم کا ادہم بن گیا۔ مگر ابن سعد نے سالم کے کسی فرزند کا نام ابراہیم نہیں لکھا ان کی عبارت یہ ہے۔

''سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن

قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی ۔ وامه ام ولد ویکنی سالم اباعمیر فولد سالم عمر و ابابکر و امهما ام الحکم بنت یزید بن عبد قیس و عبداللّٰہ و عاصما وجعفر او حفصة و فاطمة وامهم ام ولد عبدالعزیز و عبدة وا مهمام ولد (انتھی) ان کی کل اولاد یہ ہے اوران میں کسی کا نام ابراہیم نہیں (طبقات ابن سعد جلد خامس صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵)

الجواب شاید سالم کی اولادالاولاد میں کوئی ابراہیم ہواور وسائط متروک ہوگئے ہوں۔

(۵) قولہ فی حرف الف مرجوع عنہ ہے الخ۔ جیسے تنبیہات وصیت میں ادھی کہنے کی گنجائش بتلائی کیونکہ جب ان کی نسل ہی نہیں چلی (کما سبق عن الاقتباس) تواس وقت کوئی بھی ادھی نہیں۔ اور جیسے حسام عبرت میں رحمت اللہ اور امان اللہ کے درمیان میں ایک خاندانی معمر بی بی کی زبانی روایت پر ایک نام عبدالنبی داخل ہوگیا جس میں تتمہ اولیٰ تنبیہات کے مضمون سوم میں بھی متنبہ کر چکا ہوں اور جیسے حسام عبرت ہی میں فرخ شاہ کابلی کے متعلق لکھ دیا گیا'' در محاربہ باخلجیان شہید گشت جو بعض تحریرات کے اعتماد پر لکھ دیا گیا تھا۔ تمت الفائدۃ وحواشیہا۔

الاستحضار للاحتضار مع تقلبات الاطوار

(یعنی)

وصایا جزئیہ احقر زائدہ بروصایا کلیہ مذکورۂ تنبیہات وصیت

بعدالحمد والصلوٰۃ۔ یہ نقل ہے احقر کے جزئی وصیت نامہ کی جو کہ ایک نمونہ ہے معاملات یومیہ کے متعلق وصیت کا چنانچہ اس کے نام سے ظاہر ہے اور نمونہ دکھلانے ہی کے لئے اس کو شائع کیا جاتا ہے تاکہ حدیث میں جو وصیت لکھ کر[1] پاس رکھنے کا حکم آیا ہے (یہ حدیث تنبیہات وصیت کے اول میں مذکور ہے) اس حدیث پر عمل کرنے والے لکھ کر رکھنے کی صورت گو قدرے تصرف کے ساتھ معلوم ہو جائے اور چونکہ معاملات یومیہ عادۃً تغیر وتبدل لازم ہے

---

[1] بحوالہ: اور جو لکھنا نہ جانے وہ کسی سے لکھوا لے یا کسی معتمد فہیم کو زبانی اطلاع کرتا رہے نیز جو شخص خود مسائل سے پورا واقف نہ ہو وہ واقعات ضبط کر کے اس کی بھی وصیت کردے کہ یہ سب کام علماء کے فتوے سے کریں ۱۲

اس کے منضبط کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے وصیت نامہ کے محاذات میں اصل مضامین ہی کی مساوی (کہ اس میں سہولت ہے) خالی جگہ چھوڑ دی جائے تا کہ حالات کے تقلبات کو اس میں منضبط کرتے رہا کریں (نام میں مع کے مضاف الیہ کا حاصل یہی ہے) چنانچہ اس خالی جگہ کی صورت دکھلانے کے لئے نمونہ ہذا میں بھی ایک صفحہ سادہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہی صورت تمام وصیت نامہ میں سمجھ لی جائے اس خالی جگہ میں روزمرہ کی ترمیمات کو لکھ دیا جایا کرے اور جب کسی جزو کے ترمیم کی مقدار زیادہ ہو جائے تو اس کو اس کی جگہ سے کاٹ کر بقیہ مضامین کے بعد مع لحاظ ترمیمات اس کو ایک مستقل نمبر بنا کر متن میں اس کا اضافہ کر دیا کریں اور چونکہ بعض نمبروں میں دوسرے نمبروں کا حوالہ ہوگا اس لئے مصلحت یہ ہے کہ اس ترمیم شدہ نمبر کا عدد نہ بدلا جائے اور یا اس ترمیم شدہ کو مستقل کاغذ پر لکھ کر اس اصل کی جگہ گوند وغیرہ سے چسپاں کر دیں اور کوئی مستقل نمبر بڑھانا ہو تو اخیر میں بڑھا دیں۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً اس کا سلسلہ جاری رکھیں حتیٰ کہ آخرت کا سفر پیش آ جائے اگر اس نمونہ میں کوئی امر قابل اصلاح کسی کے ذہن میں آئے بے تکلف مطلع فرمادیں۔ واللہ الموفق لصالح الاعمال وھو المصلح للحال والمآل + کتبہ اشرف علی عفی عنہ

نقل وصیت نامہ جزئیہ احقر مذکورہ تمہید

مکان جدید و قبرستان کا وقف ہونا

(وصیت نمبر۱) میرا مکان جدید اور قبرستان جدید یہ دونوں رجسٹری شدہ وقف ہیں جن کے وقف ناموں کا ذکر نمبر ۸ میں آتا ہے۔

سہ دری اور حجروں میں موجود چیزیں

(نمبر۲) میری نشست کی سہ دری واقع خانقاہ میں جتنی چیزیں موجود ہیں اور اسی طرح سہ دری مذکور کے دونوں حجروں میں بھی یعنی حجرہ نمبر۱ و نمبر۲ میں مثل کتب و بکس و کاغذات و ظروف و ادویہ و پارچہ و فرش و پردے وغیرہ سب میری ملک ہیں باستثناء ان اشیاء کے جن کی تفصیل ایک دفتی پر لکھ کر حجرہ نمبر۱ کی الماری کے ایک تختہ پر رکھ دی ہے نیز

باستثناء ان پنکھوں کے جو بعض اوقات مسجد سے اس سہ دری میں آجاتے ہیں اور اسی طرح دستی ڈاک کا لیٹر بکس اور سہ دری کے باہر کے دونوں اعلان مطبوع وقلمی بھی سب میری ملک ہیں۔ نیز سہ دری مذکور کے باہر اس کے متصل مقفل الماری میں سب بوتلیں وغیرہ اور سہ دری مذکور کے اندر مقفل کھڑکی میں سب لفافے اور کاغذات وغیرہا میری ملک ہیں۔

گھروں میں موجود چیزوں کی وضاحت

(نمبر۳) دونوں گھروں میں بھی میری کچھ مملوکہ اشیاء ہیں مثل پارچہ جات وفرش و بستر وبکس اور مختصر ظروف اور چند گملے باستثناء ان اشجار کے کہ گھر میں کی ملک ہیں اور مکان جدید کے روئی دار پردے اور کرسیاں اور بعض چارپائیاں وتخت وبعض چوکیاں وگھڑ ونچی اور چارپائیوں کے نیچے رکھنے کے پائے اور بعض متفرق اشیاء جو کہ وقف مکان کے جز و یا مثل جزو کے نہ ہوں (کیونکہ ایسی اشیاء جیسے میخیں اور کیواڑ اور الگنی کے بانس تبعاً للوقف وقف ہیں البتہ فرشی پنکھا مع تار کے وقف نہیں ایسے ہی جن اشیاء کا اتصال عارضی ہے اور جس اتصال کے عارضی یا مستقل ہونے میں تردد ہو یا اختلاف ہو تو فاعل اتصال کی نیت پر اور اس کی تحقیق نہ ہو سکے تو اہل بصیرت کی رائے پر عمل کیا جائے ان اشیاء کی تفصیل وتعیین دونوں گھروں سے معلوم کی جائے اور اختلاف وصی یا ورثہ کے وقت شرعی حکم پر عمل کیا جائے اور بعضے نمبروں میں جو اپنی بعض اشیاء مملوکہ کی تصریح کر دی ہے وہ تخصیص کے لئے نہیں بلکہ تمثیلاً ایسی چیزوں پر تنبیہ ہے جن کی طرف ذہن نہ جاتا یا تردد کے ساتھ جاتا۔

ترکہ کے متعلق وصیت

(نمبر۴) بعد مصارف تجہیز وتکفین ضرور ادائے دیون جن کی یادداشت کا ذکر نمبر ۷ میں آتا ہے بقیہ جمیع ترکہ کا (جس میں میرا دین یافتنی بھی داخل ہے جس کی یادداشت کا ذکر نیز نمبر...... میں آتا ہے) ایک ربع نکال کر اس میں سے اول امانات مذکورہ نمبر۵، نمبر۶ کے متعلق مالکوں کو اطلاع دیں اور امانات کو ان کے پاس پہنچانے میں جو خرچ ہو وہ لیا جائے

ے بحوالہ: اگر موصی سے اپنے گھر والیوں کو متدین نہ سمجھے تو بجائے اس کے اپنی مملوکہ اشیاء کی فہرست لکھ دے ۱۲ منہ

پھر اس ربع کو مصارف خیر میں خاص اس ترتیب سے جو ابھی مذکور ہوتی ہے صرف کیا جائے۔ اس ربع میں میری وہ کتب بھی ہیں جن پر لفظ وقف نہ لکھا ہو ان کتابوں کو مدرسہ امداد العلومؔ میں داخل کیا جائے اور اگر اس کے قبل کسی اور مدرسہ کے لئے وصیت لکھی ہوئی پائی جائے اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اور جن کتابوں پر وقف لکھا ہے اس پر جس مدرسہ کا نام لکھا ہے وہ بحالہا اسی کے ساتھ مخصوص رہیں گی اور اس ربع میں خانقاہ کی سہ دری نشست کے ٹاٹ کے پردے اور جاجم کے نیچے بچھی ہوئی چٹائیاں اور دوسری سہ دری ملحقہ کی ایسی ہی بچھی چٹائیاں اور سامنے کے پاانداز ٹاٹ اور اسی طرح نمبر۱ و نمبر۲ حجروں کی بچھی ہوئی چٹائیاں بھی داخل ہیں یہ سب اپنی اپنی جگہ بطور وقف چھوڑ دی جائیں اسی طرح سہ دری کے سامنے سائبان میں جو مصلی ٹاٹ کے استر کا بچھا ہے محراب مسجد میں بچھا دیا جائے (اور کھڑی ہوئی چٹائیاں یا جاجم کے اوپر بچھی ہوئی اور خود جاجم اس میں داخل ہیں) اور اس ربع میں العذر والنذر کے نسخے بھی ہیں ان کو جہاں تک آسانی سے پہچانا ممکن ہو پہنچایا جائے خصوص اہل خلاف کو اور اسی ربع میں تنبیہات کے بعض تتمے بھی ہیں شائقین کو دیئے جائیں اور اسی رُبع میں اردو اور عربی کے شجرے بھی ہیں یہ مانگنے والوں کو دے دیئے جائیں اور ان تتموں اور شجروں کی اطلاع کا ایک اعلان بقلم جلی لکھ کر آویزاں کر دیا جائے اور اس ربع میں ردی کاغذات بھی ہیں جن کا اکثر حصہ سہ دری مذکورہ کے شرقی حجرہ میں ایک معمولی بکس میں رہتا ہے یہ غیر ورثہ میں سے جس کو چاہیں دے دیں اور اگر ورثہ میں سے کوئی لینا چاہیں ان کو بقیمت دی جائے پھر وہ قیمت اس ربع میں داخل ہو جائے گی اور اس ربع میں وہ چیزیں بھی ہیں جو تجہیز کے بعد بچ جاتی ہیں جیسے غسل کے گھڑے بدھنے (اگر اتفاقاً منگا لئے گئے ہوں) چارپائی اوپر کا چادرہ یا کوئی بچا ہوا تختہ یہ چیزیں مساجد یا مساکین یا ہر دو میں صرف کر دیں بعینہا یا بقیمتہا اور اس ربع میں وہ مسواکین بھی ہیں جو حجرہ نمبر۱ کی غربی دیوار کے طاق میں رکھی ہیں وہ جس کو چاہیں تقسیم کر دیں اور اس ربع میں قبرستان کی بچی ہوئی اینٹیں اور وہاں کی ڈولچیاں بھی ہیں۔ اسی طرح قبرستان یا مکان جدید میں جو آلات تعمیر کے ہیں مثل تسلہ و

لے یہاں سے مصارف کا اوران کی ترتیب کا ذکر شروع ہو گیا ۱۲ منہ

چھلنہ وکھرپہ وپھاولا وبلی یہ سب اس ربع میں داخل ہیں..... اینٹوں سے بلی تک کی اشیاء کا مصرف اول قبرستان ہے خواہ بعینہا یا اس کی قیمت تیاری باڑ وخدمت اشجار وتنخواہ خادم وخرید ضروریات میں صرف کی جائے اور اگر قبرستان میں حاجت نہ ہو تو باستثناء ڈولچی کہ قبرستان کے کنویں پر رہنا چاہیے ان بقیہ اشیاء کا مصرف مدرسہ امداد العلوم ہے اینٹیں تو بعینہا اگر تعمیر کی حاجت ہو ورنہ بقیمتہا اور دیگر اشیاء بقاء عین کے ساتھ اور ہر حال میں جب تک ان اشیاء کا عین باقی رہے قبرستان و مدرسہ و ہر دو مکان وقف میں سے جہاں بھی حاجت ہو استعمال کے لئے دی جایا کریں اور اس سامان تعمیر میں تارکول وفنائل وسمٹ وامثالہا داخل نہیں وہ مثل دیگر اشیاء کے ترکہ میں ہیں اور اگر ربع میں ان جمیع اشیاء مذکورہ نمبر ہذا کی گنجائش نہ ہو تو مصرف اطلاع ورد امانات تو ہر حال میں مقدم ہے بقیہ کو ان سب مصارف پر حصہ رسد تقسیم کر دیا جائے اور اگر ان سب مصارف کے بعد بھی ربع میں کچھ بچ جائے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اول قبرستان کی باڑ وخدمت اشجار وتنخواہ عامل میں وقت احتیاج تک صرف ہوتا رہے اور بعد ختم احتیاج یا بحالت عدم احتیاج وہ بقیہ دونوں گھروں میں نصف نصف دے دیا جائے کہ وہ اپنی رائے سے مصارف خیر میں صرف کر دیں یہ تو ربع کا ذکر تھا باقی تین ربع ورثہ شرعیہ میں تقسیم کیا جائے اور اس ترکہ میں وہ کنجیاں بھی ہیں جو علاوہ آہنی چھلوں کی کنجیوں کے (جو کہ ہر وقت کے مستعمل قفلوں کی ہیں اور وہ بھی داخل ترکہ ہیں) میرے ڈیکس کی ایک تھیلی میں رکھی ہیں ان میں بعض کنجیاں تو مثنیٰ ہیں وہ تو جو قفل جس طرف جائے اس کے تابع ہے اور بعض کنجیاں بیکار ہیں وہ دیگر اشیاء میں شامل کر دی جائیں البتہ ان میں ایک کنجی مدرسہ کی ہے جو کہ فلاں کو معلوم ہے۔

امانتوں کے بارے میں وصیت

(نمبر ۵) امانات کی تھیلیوں یا لفافوں میں جو کہ میری ملک ہیں اہل امانات کے نام اور پتے اور کچھ یادداشتیں لکھی ہوئی ہیں ان پتوں پر ان لوگوں کو مع ان یادداشتوں کے بذریعہ خط رجسٹری کے اطلاع کی جائے اس اطلاع میں جو صرف ہوگا اس کا ذکر نمبر ۴ میں آچکا ہے

اگر کوئی صاحب امانت زندہ نہ ہوں تو ان کے ورثہ کو اسی طرح اطلاع کی جائے اگر کوئی وارث نابالغ ہو اس کا حکم نمبر ۶ میں آتا ہے اور جواب نہ آئے تو علماء سے حکم شرعی پوچھ کر اس پر عمل کیا جائے اور تحقیق ورثہ میں بھی اسی مد اطلاع سے صرف ہوگا اور جس میں کچھ لکھا ہوا نہ ملے یا لفظ ذاتی لکھا ہوا ملے وہ میری ملک ہے اور شامل ترکہ ہے اور شاید کسی تھیلی میں لفظ حساب مشترک لکھا ہوا پایا جائے یہ وہ رقم ہے جس کو میں ہر مہینہ کے ختم پر گھروں میں تقسیم کر دیتا تھا مگر قبل تقسیم وہ میری ملک ہے اس میں تقسیم نہ ہوگی البتہ ربع اس کا بھی نکال کر ربع مذکور نمبر ۴ میں شامل کر دیا جائے اور اس تھیلی میں اگر کسی اہلیہ کے نام پر کوئی رقم جمع شدہ نظر آئے وہ ان کو تملیکاً بہ توقع دوسری کو مساوی کر دینے کے دی گئی ہے مگر نہ...... وہ ان سے واپس لی جائے نہ دوسری کو عدل کے واسطے اتنی دی جائے کیونکہ عدل واجب حیات کے ساتھ منقطع ہو چکا اور نیت کے سبب عدم عدل کا مواخذہ بھی نہ ہوگا البتہ اگر ایک کو حالت یاس میں دینا حجۃ شرعیہ سے ثابت ہو جائے تو وہ واپس کر لیا جائے۔

نوٹ: یہ تھیلیاں اور لفافے جن میں امانات رکھی ہیں میری ملک ہیں۔

دوسروں کی رقم سے تیار ہونے والی کتابیں

(نمبر ۶) متعلقہ مبلغ (کذا[1]) از (فلاں) محلّہ (فلاں) شہر (فلاں) برائے ایصال ثواب بوالد خود مولوی (فلاں) و متعلقہ مبلغ (کذا) از (فلانہ) بنت (فلاں) معرفت (فلاں) مقام (فلاں) ضلع (فلاں) اور دونوں رقموں کی کتابیں مسمی بہ (فلاں) میاں (فلاں) تاجر کتب مقام (فلاں) سے وصول کر کے دونوں صاحب رقم کو نشان بالا پر بذریعہ خط رجسٹری اطلاع[2] کی جائے کہ کتابیں اتنی تعداد میں آپ کی رقم سے تیار ہوئی ہیں ان کو کیا کیا جائے اگر کوئی صاحب رقم زندہ نہ ہوں ان کے ورثہ سے پوچھا جائے مگر نابالغ کا حصہ ہر حال میں ان ہی کو پہنچایا جائے اور اگر جواب نہ آئے تو مدرسہ امداد العلوم یا اس کے

---

[1] ایسے کنایات مبہمہ اور بھی بعض نمبروں میں آویں گے اصل وصیت نامہ میں مصرح و مفسر ہیں نمونہ میں خاص کو عام کرنا شاید اہل مسائلہ کے مذاق کے خلاف ہونا ۱۲ [2] یہ کتابیں میرے پاس آ گئیں اب میں نے خود اطلاع کر دی ۱۲ (حاشیۃ الحاشیہ) یہ حاشیہ نمونہ ہے ترمیم وصایا کا تبدل حالت کے وقت ۱۲

متعلق مجلس خیر میں داخل کر کے فروخت کر کے اس کی ضروریات میں خرچ کریں اور اگر اس کے بعد کوئی خبر محقق آ جائے تو موجودات میں بتفصیل مذکور فی اطلاع الورثہ عمل کریں اور صرف شدہ کا ضمان رقم مجلس سے ادا کر دیں نابالغوں کو تو ضرور اور بالغوں میں جو مطالبہ اپنے حق کا کریں اور اس میں جو صرف ہو اس کا ذکر نمبر ۴ میں آ چکا ہے۔

قرضہ کے لین دین بارے وضاحت

(نمبر ۷) میرے ذمہ جو کسی کا دین ہے یا اوروں کے ذمہ میرا دین ہے اس کی تفصیل میرے ڈیکس کے ایک دراز میں ایک کرنچ کے بٹوہ میں ہے اور کبھی مکان خورد کے کمرہ خورد کی الماری میں چوبی صندوقچہ میں بھی رکھ دی جاتی ہے اور احتیاطاً سیاہ جلد والی بیاض میں بھی تلاش کر لیا جائے اور اس بیاض میں بعضی اور سرخیاں بھی نظر آ دیں گی ان کا وصیت سے کوئی تعلق نہیں البتہ ایک سرخی ملے گی حساب طعام خانہ اس کا مفہوم وہ خرچ ہے جو اپنے کھانے کی بابت گھروں میں دیتا ہوں ان سے پوچھ لیا جائے کہ ان کا کچھ باقی ہے یا میرا کچھ نکلتا ہے وہ دین کی فرد ہے۔

وقف وغیرہ کے کاغذات

(نمبر ۸) خانقاہ کی...... نشست کی سہ دری میں جو مقفل کھڑکی ہے اس کے ایک گوشہ میں ٹین کے نلکہ کے اندر ضروری کاغذات وقف وغیرہ کے متعلق رکھے ہیں وہ متولی وقف کو دے دیئے جائیں جس کا نام اسی وقف نامہ سے معلوم ہوگا نلکہ بھی کاغذات کی تبعیت میں وقف ہے۔

وفات کے بعد آنے والی ڈاک بارے وصیت

(نمبر ۹) میرے بعد میرے نام کے خطوط خواہ لفافے ہوں یا کارڈ اور جوابی ہوں یا غیر جوابی اسی طرح منی آرڈر بھی وصول نہ کئے جائیں بلکہ ان پر کیفیت لکھ کر واپس کر دیئے جائیں البتہ اگر کوئی منی آرڈر کوپن سے مدرسہ کا معلوم ہو تو ڈاک والے اگر وعدہ کریں کہ مُرسل کا خط دیکھ کر ہم دے دیں گے تب تو جس قدر قانون سے گنجائش ہو ڈاکخانہ میں امانت رکھا کر مُرسل کے پاس خط بھیج کر دریافت کر لیا جائے اور اس خط کا محصول میرے اس ربع سے دے دیا جائے جس کا ذکر نمبر ۴ میں گزر چکا ہے پھر وہ خط اہل ڈاک کو دکھلا کر منی آرڈر وصول کر لیا جائے

1. اور اگر اس طرح وصول کرنا خلاف قواعد ڈاکخانہ کے ہو تو ابتداء ہی میں واپس کر دیا جائے۔

ایصال ثواب کا طریقہ

(نمبر ۱۰) میرے ایصال ثواب کے لئے کبھی جمع نہ ہوں نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہو جائیں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہو جائیں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے دُعا صدقہ وعبادت نافلہ سے نفع پہنچا دے نیز میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سا معاملہ نہ کریں البتہ اگر کوئی محبت سے شرعی طریق سے اس کا مالک بن کر مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں اس کا اعلان اور دوسروں کے دکھلانے کا اہتمام نہ کیا جائے۔

(تنبیہ ضروری)

کتابت وصیت مثل دیگر کتابتوں کے محض اعانت یادداشت وسہولت تحقیق کے لئے ہے کما اشیر الیه فی قوله تعالیٰ ذلکم اقسط عند الله واقوم للشهادة ادنیٰ ان لا ترتابوا۔ اس لئے اگر وصی اور ورثہ میں یا خود ورثہ میں کچھ اختلاف ہو جائے یا کسی نابالغ کے حق تک اثر پہنچتا ہو تو محض کتابت حجۃ شرعیہ نہیں بلکہ اس وقت ضرورت ہوگی۔ بینہ یا تسلیم صاحب حق بشرط بلوغ یا میرے قول یا اقرار بالکتابت پر شہود کی لیکن اگر یہ قول یا اقرار حالت یاس میں ہو تو اس میں اقرار المریض کے احکام جاری ہوں گے جو کسی محقق عالم سے معلوم ہو سکتے ہیں یہ تنبیہ اجمالی ہے باقی تفصیل اس کی علماء کے فتوے سے معلوم ہوگی جب وقت پر واقعہ اس کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ تمت رقیمة الوصیة

ضمیمہ متضمنہ نمونہ یادداشت ہائے مذکورہ نمبر۲ و نمبر۵ و نمبر۷

(مضمون دفتی جس کا ذکر نمبر۲ میں ہے)

(اس مضمون میں اور دفتی کے قلمی مضمون میں اگر تعارض ہو قلمی کا اعتبار کیا جائے ۱۲ اشرف علی) یادداشت ہائے ضروری متعلق امانات موجودہ حجرہ نمبر۱۔

(نمبرا)۔ تمام نسخے رافع الضنک غیر مجلد کے تقسیم کے لئے ہیں اور شیخ (فلاں) صاحب کی مملوک ہیں۔

(نمبر۲)۔ تمام نسخے غیر مجلد ہدیہ سنیہ وتقلیل الاختلاط مع الانام واسرار العبادہ کے تقسیم کے لئے ہیں اور مملوکہ حاجی (فلاں) صاحب کے ہیں ان سب کے ساتھ مثل دیگر امانات کے معاملہ کیا جائے جس کی تفصیل وصیت نامہ کے نمبر ۵ میں ہے اور اگر ان ہی کتابوں کے نسخے حجرہ نمبر۲ میں پائے جائیں وہ میری ملک ہیں اسی طرح اسی حجرہ کی رسی پر جو کپڑے رکھے ہیں وہ مساکین کے لئے ہیں میں ان کی تقسیم میں وصی ہوں یہ تقسیم کر دیئے جائیں۔

(نمبر۳)۔ لانبی تپائی مولوی (فلاں) کی ہے وہ ان کو دے دی جائے۔

(نمبر۴)۔ سہ دری میں جو گھڑی گھنٹہ دار رکھی ہے یہ مدرسہ کی ہے۔

(نمبر۵)۔ سہ دری میں کھونٹی پر جو چوبی تختی رمضان کے نقشہ کی ہے وہ بھی میری ملک نہیں

(نمبر۶)۔ لفافہ دان جو میری چوکی کے برابر رکھا رہتا ہے اس کے سب سے اخیر اور نشیبی درجہ میں اور اسی طرح سہ دری کی جنوبی دیوار کے بڑے طاق میں باستثناء رسائل کہ وہ میری ملک ہیں اکثر کچھ کاغذات رہتے ہیں وہ دوسروں کی ملک ہیں مطبوعات پر تو مالکوں کے نام ہیں ان کو دے دیئے جائیں اور خالی لفافہ بلا نمبر یا جوابی لفافہ کارڈ بلا نمبر کاتبوں کے پاس مع اطلاع واقعہ بھیج دیئے جائیں اور نمبر دار لفافے یا کارڈ استفتوں کے متعلق ہیں ان ہی نمبروں کے فتوے کاتب یا ناقل فتاوے سے لے کر بھیج دیئے جائیں اور اگر ان نمبروں کے فتوے نہ ملیں گم ہو جانے کی اطلاع کر دی جائے اور جن پر لفظ لقطہ لکھا ہو وہ مصارف لقطہ میں صرف کئے جائیں اسی طرح جن میں ٹکٹ ہو اور پتہ نہ ہو وہ بھی لقطہ ہے۔

مضمون کیسہ جات ولفافہ جات مذکورہ نمبر ۵ ونمبر ۷

نمبرا۔ یہ رقم حاجی (فلاں) صاحب کی بابت صفائی مواعظ ہے ان کو اطلاع دے کر حسب اجازت ان کے عمل کیا جاوے مگر مواعظ کا کام فوراً بند کر کے اس کی بھی ان کو (مع اس حالت کے جس حالت پر کام بند ہوا ہے) اطلاع کر دی جائے اور بند ہونے تک وقت

کا حساب کر کے اس میں سے اجرت دے دی جائے۔

تنبیہ ضروری: مذکورہ رقم کی تھیلی میں ایک لفافہ بھی ہے اس کی یہ یادداشت ہے یہ بھی رقم بالا کا جزو ہے جس کی مقدار (اتنا) روپیہ ہے یہ جدا اس لئے رکھی ہے کہ میں نے یہ رقم ان کی اذن دلالۃً کی بناء پر قرض لے لی تھی پھر جلدی ہی اس میں رکھ دی مگر اس کے ضمان سے برأت نہیں ہوئی اس لئے اگر یہ قبل ان کے پاس پہنچنے کے یا قبل ان کے اذن آنے کے ضائع ہو جائے میرے ترکہ سے ادا کی جائے اور گر ترکہ ورثہ میں تقسیم ہو چکا ہو تو نسبت سے حصہ رسد سب سے واپس لے کر ادا کی جائے کہ دَین مقدم ہے میراث پر۔

نمبر۲۔ یہ رقم (فلاں) خان صاحب کی ہے روشنی صحن مدرسہ وغسل خانہ وغیرہ کے لئے ان سے یا انکے ورثہ سے اطلاع کر کے حسب اجازت ان کے عمل کیا جائے۔

نمبر۳۔ یہ رقم مسجد (فلاں) کی ہے جو مجھ کو (فلاں) صاحب نے سپرد کی ہے ان کو واپس کر دی جائے۔

نمبر۴۔ صاحب رقم کا یہ پتہ ہے اے ڈی متالہ پوسٹ بکس نمبر ۵۴۴ ڈربن نٹال جنوبی افریقہ انہوں نے اس رقم کا نہ خود مصرف لکھا نہ میرے خط کا جواب دیا ان سے پھر پوچھا جائے اگر دو ماہ تک جواب نہ آئے تو اعلاء السنن کے کسی حصہ کی اشاعت یا تصنیف جس میں حاجت ہو صرف کر دیا جائے۔

نمبر۵۔ یہ رقم (فلاں) خان صاحب کی زکوٰۃ کی ہے ان کو یہ اطلاع دی جائے کہ اشرف علی کی رائے تھی کہ یہ رقم نصف نصف اس کی دونوں اہلیہ کے ساتھ مساکین کو تقسیم کرائی جائے آگے خاں صاحب جو فرما دیں۔

نمبر۶۔ اس کا مضمون بھی مثل نمبر۵ کے ہے مگر اس میں ایک حصہ صدقہ نافلہ کا بھی ہے صرف حصہ نافلہ کے متعلق میری رائے طلبہ وذاکرین کو نقد تقسیم کرنے کی لکھ دی جائے۔

نمبر۷۔ اس تھیلی میں حاجی (فلاں) خان صاحب کی دی ہوئی رقم بابت فدیہ نماز (فلاں) خاں کی ہے خاص مساکین قصبہ کے لئے ان سے مکرر پوچھا جائے۔

نمبر۸۔ یہ رقم (فلاں) صاحب کی ہے بنا بر اذن دلالۃً کے مولوی (فلاں) صاحب کو قرض دے دی ہے ان سے وصول کر کے جس طرح (فلاں) صاحب کہیں صرف کیا جائے

اور اگر وصول نہ ہو میرے ترکہ سے صاحب رقم کو دے دی جائے پھر جب وصول ہو میرے ترکہ میں شامل کر دی جائے اور اگر (فلاں) صاحب مجھ کو معاف کریں معافی کو قبول کرلیا جائے پھر وصول کے وقت وہ میرا ترکہ ہوگا۔

تنبیہ: نیز اہل امانات کو یہ بھی اطلاع دی جائے کہ امانت بھیجنے کی مدت تحقیقاً یا تخمیناً یاد کر کے استفتاء کرلیں کہ بقاء رقم کی وجہ سے اس میں زکوٰۃ تو واجب نہیں ہوئی۔

نوٹ: اور مد ختم کی رقم کو امانات واجبۃ الرد میں اس لئے نہیں لکھا کہ ظاہراً مالکوں کو اس رقم کا ختم ہی میں خرچ کرنا مقصود ہے پس دلالۃً اجارہ باقی ہے لیکن اگر علماء اس کے خلاف فتوے دیں تو کام بند کر کے میرے ربع وصیت مذکور نمبر ۴ سے کارڈ خرید کر سب کو اطلاع دے دیں۔ اگر فیس منی آرڈر کی ضرورت ہو انہی کی رقم سے ادا کریں سب کے پورے پتے حافظ (فلاں) کے پاس لکھے ہیں اور جو رقم میری معرفت نہ ہو وہ اس سے خارج ہے اسی طرح اگر اہل رقم کی جانب کوئی تغیر پیش آئے وہ بھی اس سے خارج ہے۔ فقط

نمونہ یادداشت دیونِ مَن یا بر مَن

دادنی

نمبر۱۔ حافظ (فلاں) بابت دو جلد (اتنے) آنے اور اگر حیات تک جلد نہ بندھی ہو تو اجارہ فسخ ہو گیا۔ کتابیں واپس کرلیں۔

نمبر۲۔ از رقم مواعظ جس کا ذکر مضمون کیسہ جات کے نمبر۱ میں ہے۔

نمبر۳۔ حصہ اجرت ملازمین و خادمین تا وقت ہذا (ماہانہ) بتفصیل ذیل

زید	عمرو	بکر	خالد
مقدار	مقدار	مقدار	مقدار

ششماہی

دھوبی	حجام
مقدار	مقدار

اس ششماہی کی ابتداء اساڑھ اور پوس سے ہوتی ہے وحصہ خورا کی در ہر دو خانہ احتماً اس کا ذکر وصیت نامہ کے نمبر ے میں گزر چکا۔

نوٹ: مہر ہر دو اہلخانہ کا میں پورا ادا کر چکا ہوں۔

یا فتنی

نمبرا۔ بذمہ والد (فلاں) نمبر۲۔ بذمہ اہلیہ مقدار (فلاں)، نمبر۳۔ بذمہ مقدار (فلاں) اس کا ذکر ضمیمہ مضمون کیسہ جات کے نمبر ۸ میں ہوا ہے۔ (نمبر۴)۔ بذمہ مولوی مقدار (فلاں)

(نمبر۵)۔ بذمہ اہل خانہ بابت حساب طعام احتمالاً اس کا ذکر وصیت نامہ کے نمبر ۷ میں ہوا ہے (تنبیہ) ان سب وصایا و ضمیمہ میں اول سے آخر تک اگر مجھ سے کچھ ابہام یا نقص یا خلط یا غلط ہوگیا ہو یا کسی جزو میں شبہ و تردد ہو جائے ہر حال میں احکام شرعیہ کی تحقیق کر کے ان پر عمل کیا جاوے بلکہ اس تمام مضمون کو ہر ناظر وصیت جو کہ عالم نہ ہو کسی عالم سے سمجھ کر پڑھ لے تو اپنی وصیت لکھنے میں اور دوسرے کی وصیت کے باقاعدہ جاری کرنے میں بہت اعانت ہو والسلام۔

تمت رقیمۃ الوصیہ مع الضمیمۃ الکلفیہ

نوٹ (متعلق وصیت نامہ ماقبل) ان وصایا میں مولوی شبیر علی کو وصی بناتا ہوں اور ان کو دو مشورے دیتا ہوں کہ ایک یہ کہ ان وصایا کی تنفیذ کے وقت کسی متدین خوش فہم عالم کو بھی شریک کر لیں دوسرے یہ کہ تنبیہات وصیت مدرسہ سے یا اور کہیں سے لیکر اور اس کے تتمات میرے ڈیکس میں سے نکال کر ان پر بھی ؑ ایک نظر ڈال لی جائے ان میں جو وصایا مقتضائے وقت ہوں ان پر بھی عمل یا ان کا اعلان خاص یا عام کیا جائے اور ان کے کسی جزو میں اگر تعارض ہو اخیر پر عمل کیا جائے جس کی تعیین تاریخ کتابت سے ہو جائے گی۔

کتبہ اشرف علی آغاز محرم ۶ ۱۳۴ھ

ے بحوالہ: قولہ ان پر بھی الخ۔ وصی کی اعانت کے لئے مناسب معلوم ہوا کہ خود بھی اس مجموعہ پر ایک سرسری نظر کر کے ایسے وصایا کو منتخب کر دوں تاکہ وصی کو نظر ثانی میں سہولت ہو اور اس کی نظر ثانی صرف مافات کا تدارک ہو سو اس حاشیہ میں ان کو اس طرح نقل کیا جاتا ہے کہ اولاً جمالاً ان کا خلاصہ لکھا جائے گا پھر مقام کا حوالہ دے دیا جائے گا تاکہ ان مقامات کی طرف مراجعت کر کے ان وصایا کی تفصیل اور نظر ثانی سے بقیہ وصایا کی تکمیل سہل ہو جائے وھی ھذا نمبر ا مدرسہ امداد العلوم کی کتب موجودہ کے متعلق عملدرآمد (تتمہ ثانیہ ظل صفحہ مضمون اول صفحہ ۷ انتظامی پریس) نمبر۲ انتظام معیشت بردو اہلخانہ (تتمہ رابعہ مضمون ششم صفحہ ۵) نمبر۳ نظر اصلاحی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تفصیل حواشی اخیرہ الاستحضار

الاستحضار کے بالکل اخیر کے حواشی میں جن وصایا کے حوالے مجملاً مذکور ہیں ان کو سہولت ناظرین کیلئے ماخذ کی اصل عبارت میں مفصلاً لکھا جاتا ہے وھی ھذا۔

نمبرا۔ مدرسہ امداد العلوم کی کتب موجودہ کے متعلق عملدرآمد

(از تتمہ ثانیہ ظل صفحہ مضمون اول صفحہ ۷ انتظامی پریس)

مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں جو کتب احقر کے آنے سے پہلے کی ہیں ان کو مع ان کی فہرست کے جدا رکھا گیا ہے اور جو کتب میری معرفت آئی ہیں وہ مع فہرست جدا ہیں اور واقفین نے ان کی نقل وغیرہ کا مجھ کو پورا اختیار دیا ہے اس لئے میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی وقت یہاں ان سے انتفاع نہ ہو سکے تو مدرسہ دیوبند میں ان کو منتقل کر دیا جائے۔

نمبر۲۔ انتظام ہردواہل خانہ

(از تتمہ رابعہ مضمون ششم صفحہ ۵)

اس کا مضمون باب ہذا کے نمبر ۷ امیں مذکور ہو چکا ہے۔

نمبر ۳ نظر اصلاحی برمسودات مواعظ

(از ضمیمہ تتمہ خامسہ مضمون خامس عنوان ''ضروری مشورے'' نمبر ۳)

نیز مولوی ظفر احمد کو وصیت کرتا ہوں کہ جو مواعظ میری نظر اصلاحی سے رہ جائیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) برمسودات مواعظ (ضمیمہ تتمہ خامسہ مضمون خامس عنوان ضروری مشورے نمبر ۳) نمبر ۴ تنبیہ متعلق اجازت یافتگان (تتمہ سابعہ اطلاح ۲ صفحہ ۱) نمبر ۵ تکمیل مسودات غیر مکملہ (تتمہ سابعہ عنوان امور قابل عرض نمبر ا و نمبر ۲ و نمبر ۳ صفحہ ۴) تنبیہ یہ نمبر ۴ ضمیمہ ہے نمبر ۳ کا اور اس نمبر ۵ کے نمبر ا کی توضیح تابعہ للسابعہ صفحہ ۱۹ عنوان الحاق کے حاشیہ میں ہے۔۱۲۔ نمبر ۶ تحقیق مکرر تالیفات احقر (تتمہ سابعہ مضمون خامس صفحہ ۵) نمبر ۷ منع از سوء ظن بہ فسخ اجازت (ضمیمہ ثالثہ تتمہ سابعہ عنوان تنبیہ صفحہ ۲) نمبر ۸ و نمبر ۹ کلام الملوک واعلاء السنن کا جن کا ایک جز واحیاء السنن مع الاستدراک بھی ہے داخل نصاب ہونا (التابعہ للسابعہ مضمون سادس صفحہ ۴) نمبر ۱۰ انصاب سلوک خانقاہ (التابعہ حاشیہ صفحہ ۴) نمبر ۱۱ وجز السیر کا داخل نصاب ہونا (ثانیۃ التابعہ مضمون ششم نمبر ۳ صفحہ ۱۹) نمبر ۱۲ تنقید متعلق مؤلفات خود (ثانیۃ التابعہ مضمون دہم کامل صفحہ ۳۰) نمبر ۱۳ متعلق معاش اہل علم (ثالثۃ التابعہ عنوان ذنابہ صفحہ ۶) نمبر ۱۴ متعلق بعض وقف نقد (رابعۃ التابعہ مضمون پنجم) بعد میں اس کا حساب بیباق ہو گیا (مضمون سوم سابعۃ التابعہ) نمبر ۱۵ اخیر الاصول کا داخل نصاب ہونا (رابعۃ التابعہ مضمون ہفتم) ۱۲۔

بشرکت مولوی شبیر علی یا خواجہ عزیز الحسن یا حکیم محمد مصطفےٰ یا اور جوان کی نظر میں صالح للا عانت ہوں اس کی معیت میں ان پر منجانب مجلس نظر اصلاحی کرلیں۔

نمبر۴۔ تنبیہ متعلق اجازت یافتگان

(از تتمہ سابعہ اطلاع ۲ صفحہ ۱)

میں نے مختلف اوقات میں جن صاحبوں کو بیعت لینے اور تعلیم و تلقین کی اجازت دی ہے ان میں سے بعض حضرات (اگر چہ وہ قلیل ہی ہیں) مجھ سے خط و کتابت اس قدر کم رکھتے ہیں کہ وہ ان کے حالات موجودہ کے اندازہ کرنے کے لئے کافی نہیں اور اجازت کی حالت کا (کہ ان کا حاصل حالاً درستی اور بناء بر مناسبت مآلاً توقع رسوخ ہے) متغیر ہو جانا کچھ مستبعد نہیں فان الحی لا تومن علیه الفتنة بلکہ یہ احتمال بعد راسخ ہو جانے کے بھی محال نہیں اگر چہ نادر بحکم معدوم ہے کیونکہ رسوخ واقعی کا جس میں تغیر عادۃً محال ہے علم قطعی کس کو ہوسکتا ہے اور ظن کی خود حقیقت جانب مخالف کے محتمل ہونے کو بتلا رہی ہے اس لئے احتیاطاً سب مجازین کے متعلق بالخصوص مکاتبت نہ رکھنے والوں کے بارہ میں یہ عرض عام ہے کہ ان سے رجوع کرنے میں محض میری اجازت پر اعتماد نہ رکھیں بلکہ جو علامات احقر نے تعلیم الدین میں صاحب کمال کی لکھی ہیں ان پر منطبق کر کے عمل کریں۔ میں اپنے بعد اسکا بار نہیں رکھنا چاہتا۔

نمبر۵۔ تکمیل مسودات غیر مکملہ

(از تتمہ سابعہ عنوان امور قابل عرض نمبر ا۔ و نمبر ۲ و نمبر ۳ صفحہ ۴)

(۱) جو مضمون میری طرف منسوب ہے وہ بدوں میری نظر ثانی کے جس کی علامت جا بجا میرا بنانا ہے۔ بسبب احتمال غلطی نقل کے میری طرف منسوب نہ کیا جائے۔ (۲) ایسے غیر مکمل مضامین کی تکمیل بشرط امکان مولوی حبیب احمد صاحب و مولوی شبیر علی صاحب و مولوی ظفر احمد صاحب و مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب اور صرف صفائی مواعظ میں خواجہ عزیز الحسن صاحب سے یا جس کو یہ سب منتخب کریں کرالی جائے۔ اور مسودات اجمالیہ کی اگر تسوید تفصیلی میں تکلف معلوم ہو تو ان کو بصورت ملفوظات ہی صاف کرلیں (۳) اور اس صورت میں اس مضمون کی نسبت اس

تکمیل کنندہ کی طرف کی جائے اور تکمیل کنندہ کو ہر طرح کی اصلاح میں پورا اختیار ہے۔

تنبیہ: یہ نمبر ۵ ضمیمہ ہے نمبر ۳ کا اور اس نمبر ۵ کے نمبر ا کی توضیح تابعہ للسابعہ ص ۱۹ عنوان الحاق کے حاشیہ میں ہے جس کی نقل یہ ہے "اور میری نظر ثانی کی وہی علامت ہے جو تتمہ سابعہ کے مضمون ثانی کے اخیر میں بذیل نمبر ا۔ مرحوم ہے یعنی (مسودہ) میں جا بجا میرا بنانا (جس کو میرا خط پہچاننے والے جان سکتے ہیں) بدوں اس کے کوئی مضمون میری طرف منسوب نہ کیا جائے۔ اھ۔ محصلا اور مدت سے یہ بھی التزام ہے کہ اخیر میں یہ عبارت کہ معائنہ کردہ شدہ لکھ کر دستخط کر دیتا ہوں۔ ۱۲ منہ

نمبر ۶ تحقیق مکرر تالیفات احقر

(از تتمہ سابعہ مضمون خامس صفحہ ۵)

اور یہ سب مضامین میں اہم ہے ضمیمہ تتمہ خامسہ تنبیہات کے مضمون ثانی میں بذیل نمبر (۴۳ ۷) ایک کتاب کا نام لکھا ہے تصحیح الاغلاط جس کی نسبت (لفظ) زیر تحریر لکھا ہے اب بفضلہ تعالیٰ اس کا کام باقاعدہ جاری ہو گیا۔ حقیقت اس کتاب کی یہ ہے کہ مجھ کو اپنے فہم یا تحقیق پر وثوق تو کبھی ہوا نہیں مگر اس کے ساتھ ہی اتنی بدگمانی بھی نہ تھی کہ از خود اپنی زلات واغلاط کی تفتیش کا اہتمام کرتا البتہ اگر کبھی اتفاقاً کسی نے کسی غلطی کی اطلاع دی بحمد للہ فوراً رجوع کر لیا اور کسی نہ کسی موقع پر اس کو شائع کر دیا چنانچہ میری تحریرات سے یہ بات ظاہر ہے خصوص امداد الفتاویٰ کے بعض حصص کے آخر میں ایک طویل فہرست بھی اس کی ملحق ہے۔ یہ ایک دور ہے پھر جب ان تنبیہات کی مقدار معتد بہ ہو گئی تو مصلحت معلوم ہوا کہ اس کا ایک مستقل سلسلہ جاری رکھا جائے چنانچہ ترجیح الراجح کی یہی حقیقت ہے جس کا اس سنہ میں حصہ رابعہ جمع ہو رہا ہے اور یہ دوسرا دور ہے پھر خیال ہوا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ ہر لغزش پر کوئی نہ کوئی متنبہ بھی کر دیا کرے تو اس صورت میں بہت سے زلات اصلاح سے رہ جائیں گے اس لئے اس کا یہ اہتمام کیا گیا کہ اہل علم میں سے ایسے متدین و معتمد علماً و عملاً حضرات کو جو نہ میری رعایت کریں اور نہ خواہ مخواہ کا عناد کریں اپنی تمام مؤلفات پر نظر ثانی کرنے کے لئے منتخب کر کے ان کو یہ کام سپرد کر

دیا گیا۔ کہ ایسے مواقع میں پوری تحقیق اور آزادی سے کام لے کر ایسے زلات کی تصحیح فرماویں چنانچہ نہایت خوبی سے یہ کام ہو رہا ہے اور حقیقت اس کتاب کی یہی ہے اور یہ تیسرا دور ہے۔

میری وصیت ہے کہ اگر میرے سامنے یہ کام مکمل نہ ہو تو میرے بعد بھی اس کو جاری رکھیں۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل واشاعت کو سہل فرماویں آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

نمبر ۷۔ منع از سوءِ ظن بہ نسخ اجازت

(از ضمیمہ ثالثہ تتمہ سابعہ عنوان تنبیہ صفحہ ۲)

تمہیدی نوٹ از مؤلف اشرف السوانح

جس تنبیہ کا اس حاشیہ نمبر ۷ میں حوالہ ہے اس کو بغرض توضیح اس مضمون کے ذیل میں ملخصاً نقل کیا جاتا ہے جس کے متعلق وہ تنبیہ ہے وھو ھذا بعض کے حالات ہی نہیں معلوم ہوتے جس پر احقر نے تتمہ سابعہ کی اطلاع نمبر ۲ میں تنبیہ بھی کی ہے اور بعض کے حالات مشتبہ سننے میں آتے ہیں۔ اس لئے احتیاطاً انتخاب کے بعد مجازین کی ایک مستقل فہرست تجویز کرتا ہوں ان کے سوا اوروں کو فی الحال مجاز نہ سمجھا جائے البتہ اگر کسی کا حال قابل اطمینان ثابت ہوگا اس کا نام از سر نو درج کیا جائے گا انتہیٰ ملخصاً۔

تنبیہ: بقیہ اوروں کو مجاز نہ سمجھنا ان کی صلاحیت کی نفی نہیں میرے علم صلاحیت کی نفی ہے یعنی ان کے قابل اجازت ہونے کی مجھ کو تحقیق نہیں۔

نمبر ۸ و نمبر ۹ کلام الملوک و اعلاء السنن جس کا ایک جزو احیاء السنن مع الاستدراک بھی داخل نصاب ہونا

(از التابعہ للسابعہ مضمون سادس صفحہ ۴)

نمبر ۱۔ نعمت عظمیٰ ترجمہ طبقات کبریٰ کا نصاب خانقاہ میں اضافہ[1] کیا گیا نمبر ۲ کلام

---

[1] کامل نصاب خانقاہ کا بیان نمبر ۱۰ میں آتا ہے ۱۲ [2] محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ نوریہ انڈوال ضلع بردوان کے خط سے احیاء السنن کا داخل نصاب موصوفہ ہونا بھی معلوم ہوا ۱۲ منہ

الملوک کا جس کا مدت سے انتظار تھا و نیز اعلاء السنن کا (جس کا پہلا نام احیاء السنن تھا) بعد طبع نصاب مدرسہ میں اضافہ کیا گیا۔

نمبر ۱۰۔ نصاب سلوک نقاہ

(از التابعہ حاشیہ صفحہ ۴)

اب مجموعہ نصاب خانقاہ یہ ہے اسی ترتیب سے کسی قدر ترمیم کے بعد نمبر ۱۔ آداب المعاشرۃ نمبر ۲۔ معمولات خانقاہ ' نمبر ۳۔ حصہ اول رحمۃ المتعلمین نمبر ۴۔ تعلیم الدین حصہ اول و دوم (یعنی عقائد و تصدیقات اور اعمال و عبادات) نمبر ۵۔ تکشف حصہ اول' نمبر ۶۔ فروع الایمان' نمبر ۷۔ نزہۃ البساتین' نمبر ۸۔ وعظ راحت القلوب' نمبر ۹۔ تبلیغ دین' نمبر ۱۰۔ جہاد اکبر' نمبر ۱۱۔ قصد السبیل' نمبر ۱۲۔ (بقیہ تعلیم الدین' نمبر ۱۳۔ تکشف حصہ دوم و سوم' نمبر ۱۴۔ مسائل السلوک' نمبر ۱۵۔ مثنوی دفتر ششم' نمبر ۱۶۔ تربیۃ السالک تمام' نمبر ۱۷۔ عوارف' نمبر ۱۸۔ الدر المنضود' نمبر ۱۹۔ ترجمہ آداب العبودیۃ' نمبر ۲۰۔ ترجمہ تنبیہ المغترین' نمبر ۲۱۔ اکمال الشیم' نمبر ۲۲۔ نعمت عظمیٰ' نمبر ۲۳۔ رفع الضیق' نمبر ۲۴۔ اصول الوصول' نمبر ۲۵۔ الابتلاء لاہل الاصطفاء۔ نوٹ ترتیب میں شیخ کی رائے سے تغیر ہوسکتا ہے۔

نمبر ۱۱۔ اوجز السیر کا داخل نصاب ہونا

(از ثانیۃ التابعہ مضمون ششم نمبر ۳ صفحہ ۱۹)

خانقاہ ہذا میں بچوں کے ابتدائی نصاب میں رسالہ اوجز السیر مؤلفہ مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو داخل کردیا گیا اور دوسروں کو بھی رائے دیتا ہوں۔

نمبر ۱۲۔ تنقید متعلق مؤلفات خود

(از ثانیۃ التابعہ مضمون دہم کامل صفحہ ۲۰)

مناسب مضمون دہم تابعہ (وجہ مناسبت یہ ہے کہ تابع کے اس نمبر کا مضمون ایک خاص دینی حکم یعنی نماز کی حفاظت اوقات کے متعلق تھا اور یہاں اس نمبر کا مضمون مطلقاً احکام دینیہ کے متعلق ہے) یوں تو اپنے جمیع مؤلفات کے متعلق احتیاطاً مشورہ دیتا ہوں کہ دوسرے محققین

علماء سے ان کی تنقید کرا کر عمل کریں مگر بعض مؤلفات کی نسبت خصوصیت سے کچھ تنبیہات کرتا ہوں نمبرا۔ انوارالوجود کو عام لوگ نہ دیکھیں اور خواص بھی ان کو صرف ذوقیات و لطائف کے درجہ سے آگے نہ بڑھادیں۔ نمبر۲۔ نیل الشفاء کے متعلق النور نمبر ۹ جلد ۳ میں ایک تنبیہ شائع ہوئی ہے اس کے خلاف نہ کریں۔ نمبر۳۔ فیصلہ ہفت مسئلہ کے متعلق تنبیہات وصیت کی تنبیہ دہم واجب العمل ہے۔ نمبر۴۔ بہشتی زیور و گوہر و امداد الفتاویٰ مع تتمات اور حوادث کے ساتھ ترجیح الراجح کا ضرور مطالعہ فرمادیں کہ اس میں بہت مقامات کی اصلاح ہے اور مکمل و مدلل بہشتی زیور د گوہر کی طبع میں مولوی شبیر علی نے ان ضروری اصلاحات کو لیا بھی ہے۔ نمبر۵۔ جمال القرآن میں متعدد تسامحات ہوگئے ہیں اب اصلاح کے بعد مولوی شبیر علی اس کو مکرر شائع کرنے والے ہیں اس کو اصل سمجھیں نمبر۶۔ نصح الاخوان کے بعض مضامین میں بعض علماء نے بعض عبارات کے اجمال یا ابہام کے سبب اختلاف کیا ہے کسی محقق سے سبقاً سبقاً پڑھ لیں اور اختلاف میں جو حق ثابت ہو اس کا اتباع کریں۔ نمبر۷۔ مسائلہ اہل الخلہ میں میری آخری تقریر کو قول فیصل نہ سمجھیں مستقل تحقیق کرلیں۔ آخر میں احباب سے دعا کی استدعا ہے کہ حق تعالیٰ میری خطا وعمد کو صاف فرمادیں اور میری تقریرات وتحریرات کو اضلال کا سبب نہ بنادیں۔

نمبر۱۳۔ متعلق معاش اہل علم

(ثالثہ التابعہ عنوان ذنابہ صفحہ ۶)

(یعنی خلاصہ[1] رسالہ اطیب الاکساب للطلاب مؤلفہ حکیم محمد مصطفےٰ صاحب تحریک احقر اور یہی تحریک سبب ہے اپنی تحریر کے جزو حکمی بنانے کا) چونکہ ظاہر بینوں کو اہل علم پر شبہ دین فروشی کا ہوجاتا ہے اس لئے مدت سے خیال تھا کہ اہل علم کو کچھ حلال صنعتیں وحرفتیں بھی سیکھ لینا چاہیے تاکہ اگر توکل کے ساتھ دین کی خدمت نہ کرسکیں تو ان ذرائع سے اکتساب معاش کرکے اپنی اور دین کی آبرو محفوظ رکھ سکیں۔ یہ اطیب الاکساب اسی موضوع پر لکھا گیا ہے جس میں دو جزو ہیں ایک یہی مضمون جو بالمعنی لکھا گیا۔ دوسرا جزو بطور نمونہ کے ایک فہرست ان ذرائع کی مع ان ماہرین کے نام ونشان کے اکثر میں جنھوں نے خلوص کے

---

[1] اصل رسالہ موائد کا جزو بنایا گیا ہے تحت فائدہ تاسعہ عشر ۱۲

ساتھ ان کی تعلیم کر دینے کا صراحۃً یا دلالۃً وعدہ فرمایا ہے جو باللفظ ذیل میں منقول ہے۔ نمبر ۱۔ مدرسی مدارس اسلامیہ نمبر ۲۔ زراعت حاجی عزیز الرحمٰن صاحب اپچولی ضلع میرٹھ، نمبر ۳۔ طب مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب میرٹھ محلہ کرم علی، نمبر ۴۔ بیگ سازی و چمڑہ سازی منیجر کارخانہ ٹینری و مولوی عبدالحلیم صاحب۔ نمبر ۵۔ گھڑی سازی حافظ عبدالرزاق صاحب نصیر واچ کمپنی میرٹھ صدر بازار، نمبر ۶۔ کتاب و چھپائی منشی محبوب علی صاحب مطبع نامی میرٹھ، نمبر ۷۔ تجارت کتب محمد عثمان خاں صاحب تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی، نمبر ۸۔ صابون سازی میر معصوم علی صاحب نارو ے سوپ کمپنی میرٹھ خیر نگر دروازہ، نمبر ۹۔ حدادی، نمبر ۱۰۔ بخاری مستری محمد صدیق کرانہ ضلع مظفر نگر، نمبر ۱۱۔ بیڑی سازی، نمبر ۱۲۔ خیاطت سلیمان یوسٹ مین گڈھی پختہ ضلع مظفر نگر، نمبر ۱۳۔ صحافی یعنی جلد بندی، نمبر ۱۴۔ ٹین سازی، نمبر ۱۵۔ ملازمت اسکول ہائے سرکاری بذریعہ امتحان مولوی فاضل وغیرہ۔

نمبر ۱۴۔ متعلق ببعض وقف نقد

(رابعۃ التابعہ مضمون پنجم ۴)

اس نمبر میں مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی کا ایک حساب تھا چونکہ وہ حساب بیباق ہو چکا ہے اس لئے یہاں اس حساب کو نقل نہیں کیا گیا اور اس بیباقی کی تصریح سابعۃ التابعہ کے مضمون سوم میں حضرت والا کی اس عبارت سے شائع ہو چکی ہے کہ اس رقم کا کل حساب بیباق ہو گیا۔ اب مولوی صاحب کے قبضہ میں کچھ نہیں۔ انتہیٰ

نمبر ۱۵۔ خیر الاصول کا داخل نصاب ہونا

(رابعۃ التابعہ مضمون ہفتم ۷)

حدیث شروع کرنے والوں کے لئے رسالہ خیر الاصول فی حدیث الرسول اصطلاحات واصول حدیث میں مؤلفہ مولانا خیر محمد صاحب یہاں داخل نصاب کیا گیا۔

(معذرت از اشرف علی بخدمت اہل حقوق)

العذر[1] والنذر

ازاشرف علی تھانوی (پورا پتہ مضمون کے ختم پر ہے)

استدعا: خودبھی ملاحظہ فرمائیے اور جہاں تک ممکن ہو دوسروں کو بھی دکھلا کر ثواب لیجئے میری حیات میں بھی اور بعد حیات بھی خصوص ختم کے قریب کا خلاصہ مضمون نظم تک۔

اس تحریر کا سبب

بعد الحمد والصلوۃ باعث اس تحریر کا یہ ہے کہ راقم کی عمر اس وقت ساٹھ ستر برس کے تقریبی[2] وسط میں ہے جو حدیث کی رُو سے امت محمدیہ کی عمر کا باعتبار اکثر کے گویا اختتام ہے اور ایسے وقت میں دوسرے اوقات سے بہت زیادہ تیاری آخرت کی ضرورت ہے اور یہ تیاری بعد ایمان کے اعمال کی درستی ہے اوران اعمال میں سب سے زیادہ اہم حقوق العباد کے جمیع انواع کی صفائی ہے اوراس صفائی کی صرف دوصورتیں ہیں ایک ادااور دوسرا طلب ابراء اور بحمداللہ حقوق قابل ادامیں تو عمداً کبھی کوتاہی نہیں کی گئی۔ البتہ حقوق قابل ابراء میں طلب ابراء یعنی اہل حقوق سے معافی چاہنے میں کوتاہی یقیناً رہی اور غالباً یہ ابتلاء قریب قریب بہت عام ہے مگراس میں عموم ابتلاء سے شرعاً رخصت نہیں ہوسکتی اس لئے واجب ہوا کہ اس فریضہ کو اہتمام سے ادا کیا جائے جس کے دوطریق ہیں ایک سب اہل حقوق سے فرداً فرداً خاص خطاب سے زبانی یا تحریری عرض معروض کرنا۔ دوسرے خطاب عام سے معذرت ومعافی کی درخواست کرنا اول بچند وجوہ دشواری سے خالی نہیں۔ (اول) سب اہل حقوق کا یاد نہ ہونا

---

[1] ماخوذ من قولہ تعالیٰ فی المرسلات بمعنی المعذرۃ والتوبۃ اے من المتکلم وبمعنی الانذار مبنیا للمفعول حاصل الخوف اے للمتکلم ان لم یعتذر وللمخاطب ان لم یقبل ۱۲ منہ [2] تقریبی اس لئے کہا گیا کہ تحقیقی وسط میں پورے ساڑھے چھ مہینے کی کمی باقی ہے لان ولادیاتی فی خامس ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ

(دوم) ان سب سے ملاقات نہ ہوسکنا یا ان کا پتہ معلوم نہ ہونا (سوم) ہر شخص کی ملاقات کے وقت اس کا استحضار نہ رہنا (چہارم) بعض عوارض کے سبب سفر سے معذور ہوجانا (پنجم) ایسے اہتمام بلیغ سے ہمت کا قاصرہ ہونا اس لئے دوسرا طریق جو سہل تھا اختیار کر کے اس کے متعلق مضمون ذیل شائع کرتا ہوں جس کا حاصل ان حضرات سے خطاب عام ہے جن کے حقوق مجھ سے عمداً یا خطاءً ضائع ہوئے ہیں اور اس خطاب میں ترتیب وار چند اجزاء ہوں گے۔

حقوق سے متعلق احادیث

اور چونکہ یہ خطاب میرے حق میں اور اس خطاب پر توجہ فرمانا مخاطبین کے حق میں شرعاً مامور بہ ہے اس لئے خطاب کے قبل چند احادیث کا ترجمہ جو اس باب سے متعلق ہیں نقل کرتا ہوں اس کے بعد وہ خطاب مرتباً پیش کروں گا وباللہ التوفیق۔ (احادیث کا ترجمہ)

(اول) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ذمہ کسی (مسلمان یا انسان) بھائی کا کچھ حق ہو اس کی آبرو کے متعلق یا اور کسی قسم کا وہ اس سے آج معاف کرالے ایسے وقت سے پہلے کہ نہ اس کے پاس دینار ہوگا نہ درہم ہوگا اگر اس کے پاس کچھ عمل صالح ہوگا تو بقدر اس کے حق کے اس سے لے کر صاحب حق کو دے دیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو اس کے فریق کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے (مشکوۃ باب الظلم)

(دوم)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص تھا جو لوگوں کو اُدھار چیز دے دیتا تھا اور اپنے ملازم سے کہہ دیتا تھا کہ جب کسی تنگ دست کے پاس جاؤ تو اس کو معاف کر دیا کرو شاید اللہ تعالیٰ ہم کو (اپنے حقوق) معاف فرمادے۔ جب وہ (مرکر) اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے مشکوۃ باب الافلاس)

(سوم)..... حضرت جودان سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے اس پر ایسا

گناہ ہوگا جیسا ظلم سے محصول لینے والے پر ہوتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے مراسیل میں اور ابن ماجہ نے دو جید اسنادوں سے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص معذرت کرے اپنے بھائی سے اور وہ اس کو قبول نہ کرے وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ آنے پاوے گا۔ (ترغیب وترہیب)

(چہارم)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منجملہ کفارہ غیبت کے یہ بھی ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کے لئے استغفار کیا کرو (یعنی) اس طرح کہے کہ اے اللہ ہماری اور اس شخص کی مغفرت فرما روایت کیا اس کو بیہقی نے دعوات کبیر میں اور کہا کہ اس کی اسناد میں کچھ ضعف ہے۔ (جو ایسے ابواب میں مضر نہیں) (مشکوٰۃ)

(پنجم)...... ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین روز سے زیادہ قطع تعلق کردے۔ اس طرح سے کہ دونوں کا آمنا سامنا ہو جائے اور یہ اس سے منہ پھیر لے اور وہ اس سے منہ پھیر لے اور ان دونوں میں وہ اچھا ہے جو پہلے سلام کرے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے (مشکوٰۃ باب ما نہی عنہ من التھاجر)

اہل حقوق سے معاف کرے یا اپنا حق وصول کرنے کی درخواست

اجزاء خطاب ترتیب وار نمبرا۔ حدیث اول کی بناء پر یہ احقر اقفر اذل ارذل کام کا اکثف نام کا اشرف تمام ان حضرات کی خدمت میں جن کا کوئی حق میرے ذمہ ہو خواہ وہ حق مالی ہو (جس کا احتمال ضعیف وقلیل ہے بجز ایک حق کے کہ بعض خطوط میں جواب کے لئے ٹکٹ آتے ہیں اور کاتب کا پورا پتہ نہیں ہوتا انتظار کے بعد میں ان ٹکٹوں کو مصارف لقطہ میں صرف کر دیتا ہوں مگر نیت ہے کہ اگر ٹکٹ والے اس صرف کرنے کو جائز نہ رکھیں تو ٹکٹ مجھ سے لے لیں حاضر کروں گا۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور حق ہو جو مجھ کو یاد نہ ہو اس کے ادا کرنے کے لئے بھی حاضر ہوں اور ہر حال میں یہ شرط ہے کہ مدعی کا صدق میرے دل کو لگ جائے) اور خواہ وہ حق غیر مالی ہو جیسے کسی کو ناحق کچھ کہہ لیا ہو خواہ روبرو یا پس پشت اور خواہ

ابتداء ایسا ہوا ہو یا انتقام میں حدِ مساواۃ سے تجاوز ہوگیا ہو یا کسی کو ناحق بدنی ایذاء پہنچائی ہو (اور ایسے غیر مالی حقوق کا احتمال قوی اور کثیر ہے) ان سب اہل حقوق کی خدمت میں دست بستہ نہایت لجاجت وسماجت سے درخواست کرتا ہے کہ ان حقوق کا خواہ مجھ سے عوض لے لیں بشرطیکہ مدعی کا صدق میرے دل کو لگ جائے اور خواہ حسبۃ للّٰہ معاف فرمادیں میں دونوں حالتوں میں ان کا شکر گزار رہوں گا کہ مجھ کو محاسبہ آخرت سے بری فرمایا اور معافی کی صورت میں دعا بھی کرتا رہوں گا کہ میرے ساتھ مزید احسان فرمایا۔

حقوق غیر مالیہ کی معافی کا اعلان

نمبر۲۔ اور حدیث دوم کی بناء پر بامید عفو خداوندی میں اپنے حقوق غیر مالیہ جو کسی کے ذمہ ہوں بلا استثناء سب کو معاف کرتا ہوں (اور اس قسم کا اعلان اس کے قبل بھی زمانہ تحریکات میں کر چکا ہوں) اور حقوق مالیہ میں غیر مستطیع کو اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے خاص طور پر گفتگو کرے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی سبیل سہل نکال دوں گا خواہ معافی خواہ تخفیف خواہ مہلت یا اور کچھ۔

معاف نہ کرنے والوں سے خطاب

نمبر۳۔ اور حدیث سوم کی بناء پر جو حضرت باوجود میری لجاجت وسماجت کے عذر قبول نہ فرماویں ان سے خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ معذرت کرنے پر معاف نہ کرنے کی وعید کو اپنے اوپر لینا نہایت سخت خطرناک ہے چنانچہ ظلم سے محصول لینے والے کا سا گناہ اور حوض کوثر سے محرومی کوئی معمولی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس وعید کا مورد بننے سے محفوظ رکھے علاوہ اس کے آپ پر بھی تو بہت سے حقوق ہیں خلائق کے بھی خالق کے بھی اگر وہ معاف نہ کئے جائیں تو کیا حشر ہو اور خود اپنا حق معاف کردینے سے آپ کے لئے بھی معافی کی امید ہے جیسا حدیث دوم میں گزرا۔

نامعلوم حقوق کے معاملہ میں استغفار

نمبر۴۔ اور حدیث چہارم کی بناء پر اس احتمال سے کہ شاید بعض حضرات نے اپنے حقوق مجھ کو معاف نہ کئے ہوں گو وہ اس فعل سے محل وعید مذکور حدیث سوم ہو گئے ہوں مگر میں ان کے

لئے اپنے ساتھ استغفار ہی کرتا رہوں گا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور اس عمل کو میرے لئے کفارہ اور اہل حقوق کے لئے اس استغفار کو قبول فرماوے۔

اپنے ظالم و مظلوم کیلئے تحقیق مسئلہ

نمبر ۵۔ اور حدیث پنجم کی بناء پر اپنے لئے بھی اور اپنے ظالموں کے لئے بھی اور اپنے مظلوموں کے لئے بھی مشترکا مسئلہ کی تحقیق کرتا ہوں کہ کسی کی خطا معاف کر دینے پر اور عذر قبول کر لینے پر یہ لازم نہیں کہ اس سے دوستی و خصوصیت بھی رکھے۔ بعض اوقات اس پر قدرت نہیں ہوتی اور بعض اوقات بعد تجربہ کے اس میں مصلحت نہیں ہوئی البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر اتفاق سے ملاقات ہو جائے تا باہم سلام کر لیں اور اگر ایک کی طرف سے کوئی ضروری بات چیت ہو تو دوسرا اس کا مناسب جواب دے دے گو مختصر ہی ہو اور اگر ضرورت سے زیادہ بات چیت کا سلسلہ ہونے لگے جس سے بے تکلفی پیدا کرنے کا احتمال ہو تو نرمی سے عذر کر دے اس حدیث کے حاشیہ پر لمعات میں سیوطیؒ کے حاشیہ علی الموطاء سے ایسا ہی مضمون نقل کیا ہے بقولہ ومن خاف من مكالمة احد وصلته مايفسد عليه دينه ويد خل مضرة في دنياه يجوزله مجانبته والبعد عنه و رب هجر جميل خير من مخالطة موذية اور جس سے دین کے سبب قطع تعلق کیا ہو وہ اس حدیث سے مستثنیٰ ہے حاشیہ مذکور میں اس کی بھی تصریح ہے۔ من قوله المراد حرمته الهجران الى قوله و اماماكان من جهة الدين والمذهب فهجران اهل البدع والا هواء واجب الى وقت ظهور التوبة خلاصہ یہ ہے کہ خدا کے واسطے اہل حقوق میری حیات تک تو خواہ اپنے گزشتہ اور آئندہ حقوق معاف فرمادیں خواہ شرعی طریق اور شرائط پر اس کا عوض بالمثل لے لیں اور حیات کے بعد معاف ہی فرمادیں اسی مضمون کو مختصراً ایک رسالہ سے نظم میں عرض کرتا ہوں۔ ؎

کسی کو اگر میں نے مارا بھی ہو   بُری بات کہہ کر پکارا بھی ہو
وہ آج آن کر مجھ سے لے انتقام   نہ رکھے قیامت کے دن پر یہ کام
کہ خجلت بروز قیامت نہ ہو   خدا پاس مجھ کو ندامت نہ ہو

؎ یعنی اس تحریک کے وقت سے قبل کے بھی اور بعد کے بھی اگر بعد میں صادر ہو جائیں ۱۲ منہ

وهذا كانه ترجمة لخطابه صلى اللّٰه عليه وسلم العام قرب وفاته ونصه قال عليه السلام انه قد دنامنی خفوف بين اظهر كم و انما انا بشر فايمارجل كنت اصبت من عرضه شيئا فهذا عرضى فليقتص و ايمارجل كنت اصبت من بشره شيئا فهذا بشرى فليقتص و ايمارجل كنت اصبت من ماله شيئا فهذا مالى فليا خذ و اعلمو ا ن اولا كم بى رجل كان له من ذلک شئ" فاخذه اوحللنى فلقيت ربی و انا محلل بى ولا يقولن رجل انى اخاف العداوة والشحناء من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فانهما ليستا من طبيعتى ولا من خلقى و من غلبة نفس على شئ فليستعن لى حتى ادعوله.

(ابن سعد طب عن الفضل بن عباس) کنز العمال جلد سابع الاکمال من کتاب القصاص من قسم الاقوال ص ۲۸۴)

اب آخر میں ناظرین سے اس دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قبل سفر آخرت تمام حقوق ومظالم سے اداءً یا ابراءً سبکدوش فرمادے اور آخرت میں ہر قسم کے مواخذہ سے محفوظ فرماوے۔ ویرحم اللّٰه عبد اقال آمینا۔

کتبہ: اشرف علی لعشرین
من رمضان ۱۳۴۴ھ مقام تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

چوبیسواں باب

فواضل (یعنی صفات فاضلہ)

احقر مرتب کی معذوری

بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کے فواضل بے شمار ہیں جن کے بیان میں اگر دفتر کے دفتر بھی لکھ ڈالے جائیں تو وہ بھی ناکافی ہی رہیں گے بمصداق ارشاد حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں   بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچنیں باقی

نہ اس کے حسن کی کوئی انتہاء ہے نہ سعدی کا کلام ختم ہوتا ہے۔ استسقاء کی بیماری والا پیاسا مر رہا ہے اور دریا بھی اسی طرح باقی ہے۔

لہٰذا جو کچھ اس باب میں لکھا جا سکتا ہے وہ محض بطور نمونہ ہی کے لکھا جا سکتا ہے اور وہ پہلے ہی اس سوانح کے ابواب مختلفہ میں لکھا جا چکا ہے کیونکہ درحقیقت اس اشرف السوانح کے سارے ابواب سرتاسر فواضل ہی فواضل سے بھرے پڑے ہیں جن کو اگر جمع کر کے عنوانات مناسبہ کے تحت میں مرتب کر لیا جائے تو باب ہذا بھی مستقلاً مرتب ہو جائے لیکن اس کام کے لئے نہ احقر کے پاس اب وقت رہا ہے کیونکہ رخصت بالکل قریب ختم ہے اور نہ میں اپنے اندر اس اہم کام کی قابلیت ہی پاتا ہوں کیونکہ فواضل کا سمجھنا اور ان کی تعیین و توضیح کرنا حضرات اہل علم و فضل کا کام ہے ورنہ اس طرح ترتیب دینے کے لئے ابھی اشرف السوانح مجتمعاً میرے پیش نظر ہے جب پوری کتاب طبع ہو کر یکجائی طور پر سامنے ہو اس وقت فواضل مندرجہ کی تدوین ممکن ہے۔ جس کا انشاء اللہ تعالیٰ قصد بھی ہے اللہ تعالیٰ پورا فرمائے۔

اہل علم سے درخواست

لیکن میں اولاً اس اہم کام کی جانب حضرات اہل علم کی توجہ گرامی کو منعطف کرتا ہوں کیونکہ درحقیقت وہی حضرات اس کام کے اہل ہیں اور اس صورت میں کہ احقر نے بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا کے اکثر فواضل کے مواد بطور نمونہ سوانح ہذا میں جمع کر دیئے ہیں۔ ان

حضرات کے لئے کوئی دشواری بھی نہیں رہی صرف عنوانات مناسبہ کی تجویز اوران کی محققانہ توضیح اوران کے ذیل میں مختلف امور متعلقہ فواضل یعنی واقعات و حالات و معمولات و ملفوظات ووصایاوغیرہ کی ترتیب وتدوین کرنا ہے (اورابھی جس عبارت میں ترتیب وتدوین کی سہل صورت بتلائی جائے گی اس میں آسانی کے لئے ان سب کو بلفظ واقعہ تعبیر کیا جائے گا)

باب فواضل کی ترتیب وتدوین کی آسان صورت

ترتیب وتدوین کی (وہ) سہل صورت یہ ہے کہ اس سوانح کو شروع سے اخیر تک پڑھا جائے اور جس واقعہ سے (بالمعنی الاصطلاحی المذکور) جو فضیلت ثابت ہوتی ہو ایک یا متعدد اس فضیلت یا ان فواضل کا نام اس امر کے محاذ میں حاشیہ پر (ف) بنا بنا کر بطور سرخی کے لکھتے چلے جائیں۔

جب اس طرح عنوانات کی تجویز وتعیین ہو چکے تو پھر متعدد کاپیاں بنالیں اور ایک طرف سے اس طرح نقل کرنا شروع کریں کہ پہلے ایک کاپی لیں اوراس میں ایک فضیلت کا نام بطور سرخی کے لکھ لیں اوراس کے تحت میں اس کا واقعہ لکھ لیں اوراس کے شروع میں لفظ "واقعہ" نمبرا۔ بھی لکھ دیں۔ پھر دوسرے واقعہ کو دیکھیں۔ اگر وہ بھی اسی فضیلت کے متعلق ہو تو اس کو بھی اسی طرح اسی کاپی پر پہلے لکھے ہوئے واقعہ کے بعد لکھ لیں اوراس پر نمبر۲۔ ڈال دیں اوراگر وہ واقعہ کسی دوسری فضیلت کے متعلق ہو تو دوسری کاپی لے کر اس فضیلت کا نام بطور سرخی کے لکھ لیں اوراس کے تحت میں وہ واقعہ لکھ لیں اور چونکہ وہ واقعہ اس سرخی کے تحت میں پہلا ہوگا اس لئے اس پر بھی نمبرا۔ ڈال دیں بس اسی طرح سب سرخیوں کو اور واقعات کو لکھتے چلے جائیں اور ہر فضیلت کے واقعات پر جداگانہ ترتیب نمبر ڈالتے چلے جائیں۔

اگر کسی واقعہ سے متعدد فواضل ثابت ہوتے ہوں تو ان کے نام تو متعدد کاپیوں پر لکھے جائیں لیکن اس واقعہ کو ان فواضل میں سے صرف ایک ہی فضیلت کی کاپی پر لکھیں۔ اور دوسرے فواضل کو ان کاپیوں پر لفظ واقعہ مع ترتیبی نمبر کے لکھ کر بجائے نقل واقعہ کے بین القوسین صرف یہ لکھ دیں کہ ملاحظہ ہو فلاں فضیلت کا واقعہ نمبر فلاں۔ نیز ناظرین کی مزید بصیرت کے لئے جس کاپی میں وہ واقعہ نقل کیا گیا ہے اس کاپی میں بعد نقل واقعہ (ف) بنا کر

یہ بھی لکھ دیں کہ اس واقعہ سے فلاں فلاں فواضل بھی ثابت ہوتے ہیں۔

بس اس صورت سے جس فضیلت کے متعلق جتنے واقعات اس سوانح میں منتشر طور پر مذکور ہیں وہ سب اسی فضیلت کے تحت میں یکجا اور مرتب شکل میں جمع ہو جائیں گے اور اگر تدوین کرنے والے صاحب اہل علم ہوں تو مناسب ہے کہ وہ ہر صفت فاضلہ کی کاپی میں اس صفت کا نام سرخی کے طور پر لکھنے کے بعد اس کی حقیقت اور اس کی فضیلت تحریر فرما دیں۔ اس کے بعد واقعات لکھیں اور جس واقعہ کی دلالت اس صفت فاضلہ پر خفی ہو اس کے ختم پر (ف) بنا کر استدلال کی تقریر بھی کر دیں۔

جن فواضل کے واقعات اس سوانح میں نہ ملیں۔ ان کے دستیاب ہونے کے دیگر ذرائع قریب ہی کی سطور میں یعنی فہرست فواضل کے بعد ہی مذکور ہیں اور اگر بعض فواضل کے متعلق واقعات کہیں بھی نہ مل سکیں یعنی نہ سوانح میں نہ ان دیگر ذرائع میں تو اس کے متعلق وہ مضمون ملاحظہ ہو جو فہرست مذکور کے بعد اور تنبیہ کے ذرا قبل مذکور ہے بقولی ''اور اگر بعض فواضل کے واقعات دستیاب نہ بھی ہوں آلخ۔''

مرتبہ فواضل کا نام اور عنوانات

جب بطریق مذکور مجموعہ واقعات فواضل مرتب ہو جائے تو اس کا نام اشرف الفواضل رکھنا مناسب ہوگا۔ اور ان فواضل کے عنوانات کی تعیین اصلاً تو مرتب کنندہ ہی کی رائے پر ہے لیکن اعانت کے لئے محض نمونہ کے طور پر احقر اپنے تجویز کردہ عنوانات کی بھی ایک مختصر فہرست پیش کئے دیتا ہے جو تعداد میں سو ہیں اور ان میں فواضل کا کوئی حصر نہیں ہے بلکہ وہ تو لاتقف عند حد ہیں لیکن ان سب کا مرجع بھی غالباً یہی فواضل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ بقیہ بھی انہی مذکورات سے یا تو ناشی ہیں یا ان کے مناشی ہیں اس بناء پر ان موجودہ فواضل کا ذکر ان سب کا بھی ذکر ہے اور اس فہرست کو مختصر اس لئے کہا گیا کہ حضرت والا کی ذات مجمع الصفات تو بفضلہ تعالیٰ سراپا گنجینۂ فواضل اور سر بسر اس شعر کی مصداق ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں ہے کہ وہ سارے عالم کو ایک میں جمع کر دے۔

اور جس نے بھی حضرت والا کو بنظر غور وانصاف دیکھا ہوگا وہ احقر کے اس قول کی بلا ادنیٰ تامل تصدیق کرے گا لہٰذا یہی فہرست کیا طویل سے طویل فہرست بھی مختصر ہی ہوگی۔

اس فہرست کو احقر نے بلا لحاظ کسی خاص ترتیب کے حضرت والا کے مجموعی اوصاف پر سرسری نظر ڈال کر شروع میں بوقت تجویز ابواب اشرف السوانح باب ہذا کے لئے تیار کیا تھا جس میں متعدد عنوانات اس وقت بھی اضافہ کر دیئے گئے ہیں۔

فواضل کے عنوانات کی فہرست

اس فہرست صفات کا لقب حضرت صاحب صفات کے اسم شریف کے لحاظ سے اشرف الصفات اور عدد صفات کے لحاظ سے مایہ صفات تجویز کرتا ہوں اور چونکہ یہ فہرست منجملہ صفات حمیدہ کے سو اشرف صفات کا مجموعہ ہے اس لئے دونوں ناموں کے لحاظ سے اسم بامسمیٰ ہے۔

وہ فہرست یہ ہے۔

(۱) عبدیت (۲) خشیت (۳) محبت (۴) اخلاص (۵) استقامت (۶) استقلال و پختگی عزم (۷) حفظ حدود (۸) اہتمام دین (۹) حزم واحتیاط (۱۰) حق گوئی وصفائی معاملہ (۱۱) اہتمام حقوق (۱۲) ترک مالا یعنی (۱۳) ذوق صحیح' (۱۴) فراست (۱۵) خلوت وعزلت (۱۶) تعلق مع اللہ (۱۷) آزاد طبعی واستغناء' (۱۸) سہولت پسندی' (۱۹) خوش انتظامی (۲۰) انضباط اوقات (۲۱) تیقظ (۲۲) حفاظت اُمت (۲۳) اہتمام اصلاح اُمت' (۲۴) حسن معاشرت خوش مزاجی' (۲۵) وزندہ دلی (۲۶) حسن خلق' (۲۷) تہذیب (۲۸) متانت (۲۹) رعایت جذبات' (۳۰) دلسوزی (۳۱) سادگی (۳۲) بے ساختگی' (۳۴) مروت' (۳۵) رقیق القلبی (۳۶) خیر خواہی (۳۷) ترحم (۳۸) ایثار (۳۹) دقت نظر (۴۰) نگرانی نفس (۴۱) حق پسندی ورجوع الی الحق (۴۲) برکت (۴۳) تواضع (۴۴) ملکہ تقریر وتحریر (۴۵) فراخ حوصلگی واولوالعزمی (۴۶) سلامت صدر (۴۷) سلامت فطرت (۴۸) وسعت خیال (۴۹) بلند نظری (۵۰) غیرت (۵۱) سخاوت

(۵۲) شجاعت (۵۳) حاضر جوابی (۵۴) رضا وتفویض، (۵۵) توکل، (۵۶) شکر (۵۷) صبر (۵۸) شان کرم (۵۹) تحمل (۶۰) صفح یعنی درگزر (۶۱) لطافت طبع (۶۲) حسن ظن (۶۳) عدل (۶۴) ذکاوت (۶۵) ذہانت (۶۶) تدبر وانجام اندیشی (۶۷) استحضار و مراقبہ (۶۸) انصاف (۶۹) منت شناسی (۷۰) بصیرت (۷۱) حقیقت شناسی (۷۲) رسائی فہم (۷۳) علم اعتبار (۷۴) احاطہ نظر (۷۵) تدین، (۷۶) امانت (۷۷) دانشمندی و اصابت رائے (۷۸) ورع و تقویٰ (۷۹) حسن تدبیر (۸۰) اعتدال (۸۱) حکمت (۸۲) شان تربیت (۸۳) شان تحقیق (۸۴) قبول عام (۸۵) قوت حافظہ (۸۶) ادب (۸۷) ہمدردی، (۸۸) تاثر (۸۹) رِفق (۹۰) تصلب فی الدین (۹۱) حیا (۹۲) مجاہدہ (۹۳) مخالفت نفس (۹۴) قناعت (۹۵) زاہد صمت یعنی (۹۶) قلت کلام (۹۷) حزن (۹۸) فتوت (۹۹) یقین (۱۰۰) رجاء

اب جو میں غور کرتا ہوں تو بفضلہٖ تعالیٰ مذکورہ بالا فواضل میں سے بہت سے فواضل کے متعلق واقعات ابواب ماسبق میں بیان کئے جا چکے ہیں اور جن فواضل کے واقعات مذکور نہ ہوئے ہوں ان کو خود حضرت والا کے مطبوعہ ملفوظات وتالیفات سے بطریق مذکور بسہولت جمع کر کے شامل مجموعہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز چونکہ انشاء اللہ تعالیٰ باب آئندہ یعنی باب متفرقات جو اخیر باب ہے بعد تکمیل اشرف السوانح بھی رواں رکھا جائے گا اور اس میں بلاالتزام تصریح عنوان مضامین متفرقہ متعلقہ سوانح ہذا جن میں فواضل بھی شامل ہوں گے وقتاً فوقتاً لکھے جاتے رہیں گے اس لئے اس باب کے حصص میں سے بھی جو انشاء اللہ تعالیٰ شذرات السوانح کے نام سے شائع ہوتے رہیں گے مضامین کی نوعیت دیکھ کر واقعات متعلقہ فواضل معلوم کئے جاسکیں گے اور اگر وہاں سے بھی کوئی جمع کرنا چاہے گا تو بطریق مذکورہ اخذ کر کے جمع بھی کئے جاسکیں گے

فواضل پر ابتدائی کام کا نمونہ

اگر کسی کو فی الحال ہی حضرت والا کے کچھ فواضل نمونہ کے طور مجتمعاً دیکھنا ہوں تو اس غرض کو بھی فی الجملہ پورا کرنے کے لئے ایک مختصر مجموعہ پہلے سے موجود ہے جس کو حضرت

والا کے خلیفہ ارشد جناب مولانا محمد عیسیٰ صاحب مد فیضہم نے جمع فرمایا ہے اور جو کمالات اشرفیہ کے نام سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے اس کو ملاحظہ فرما لیا جائے۔ نیز بعض بہت ہی خاص فواضل کے متعلق چند ایسے واقعات جو احقر کی یاد کے موافق ابواب ماسبق میں بیان کئے جا چکے ہیں اس باب میں بھی اسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ کیفما اتفق طور پر بیان کر دیئے جائیں گے لیکن بوجہ بالکل گنجائش وقت نہ ہونے کے ان کی تعداد بہت ہی کم ہوگی۔

غرض مقصود بالبیان یہ ہے کہ فی الحال ناظرین کرام فواضل کے انہیں واقعات کے ملاحظہ پر اکتفا فرمالیں جو سوانح ہذا کے ابواب مختلفہ میں منتشر طور پر لیکن بکثرت پائے جاتے ہیں اور باب ہذا کے اجمال کو بھی تفصیل ہی کا قائم مقام تصور فرمائیں کیونکہ اس میں اوپر ایسے متعدد طریقے عرض کر دیئے گئے ہیں جن سے حضرت والا کے فواضل کا بہت کافی ذخیرہ متفرقاً ومجتمعاً دستیاب ہو سکتا ہے۔ اور در حقیقت تو فواضل مذکورہ پر واقعات سے استدلال کی حاجت ہی نہیں کیونکہ حضرت والا میں تو ان کا وجود انی بصیرت رکھنے والے کے لئے بھی بالکل مشاہد ہے حسب الارشاد مولانا رومی۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب چوں دلیلت آمد ازوے رومتاب

سورج اپنی دلیل خود آپ ہے، جب دلیل تیرے پاس پہنچ گئی ہے تو اس سے منہ نہ پھیر۔

لہٰذا اگر بعض فواضل کے واقعات دستیاب نہ بھی ہو سکیں تب بھی اثبات مدعا کے لئے اصلاح مضر نہیں کیونکہ ان واقعات پر فواضل کا مدار ہی نہیں۔ وہ تو محض تائید کے لئے ہیں نہ کہ اثبات کے لئے۔

اب احقر ان چند واقعات متعلقہ فواضل کو نقل کرتا ہے جن کے باب ہذا میں نقل کئے جانے کا اوپر وعدہ کیا گیا ہے لیکن قبل نقل ایک ضروری تنبیہ گزارش کی جاتی ہے جو سارے فواضل سے متعلق ہے خواہ کہیں معرض تحریر میں آئے ہوں یا آئیں۔ وھو ہذا۔

تنبیہ: صفات کی دو قسمیں

صفات دو قسم کی ہیں ایک وہ جو مشاہد ہیں جیسے سہولت پسندی خوش انتظامی اہتمام حقوق واشباہہا دوسرے وہ جو خود مشاہد نہیں بلکہ ان پر دلائل یعنی واقعات سے استدلال کیا

جاتا ہے جیسے محبت خشیت اخلاص وامثالہا۔ کیونکہ ان کا اصل محل قلب ہے۔ کما فی الحدیث الا ان التقویٰ ھٰھنا و اشارالیٰ صدرہ جس پر کسی اُمتی کوخود اطلاع جازم نہیں ہوسکتی اوراسی بناء پرارشادنبوی ہے لا یز کی علی اللہ احدا ۔مگران صفات کے بعض آثار ایسے ہیں کہ ان کا ترتب مستمریا کالمستمر بعادت غالبہ علامت ہوتی ہے ان کے مناشی کے تمکن فی القلب کی۔سیماھم فی وجوھھم کا یہی حاصل ہے ان آثار سے ان صفات کا حکم ظنی ماذون فیہ ہے حدیث مذکور کا بقیہ حصہ اس کی دلیل ہے من کان منکم مادحاً اخاہ لا محالۃ فلیقل احسب فلاناً واللہ حسیبہ احسب کذا وکذا ان کان یعلم ذلک منہ للشیخین و ابی داؤد (جمع الفوائد) پس فواضل کے تمام اجزاء میں یہ اصل ملحوظ رہے فقط۔

نوٹ: یہ تنبیہ حضرت والا کے ارشاد سے بڑھائی گئی ہے اوراسی قسم کی تنبیہات جو دوران نظر اصلاحی میں حضرت والا موقع بموقع ارشاد فرماتے رہے ہیں روح ہیں اس سوانح کی اور یہی وہ فوائد ہیں جو اشرف السوانح کو اسم بامسمی اور آج کل کی دیگر سوانح سے ممتاز کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت والا کو مسودات سوانح ہذا پر نظر اصلاحی فرماتے وقت ہر موقع پر اس کا خاص اہتمام رہا ہے کہ ہر شئے کو اس کے مرتبہ پر رکھا جائے اور کیوں نہ ہوتا حضرت والا جیسے محقق اور مصلح اُمت کا یہی کار منصبی تھا۔اب فواضل موعودہ کولکھا جاتا ہے واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

شان کرم

اپنے ساتھ کینہ رکھنے والے پر رحم

واقعہ:...... احقر کے ایک عزیز تھے جو حضرت والا سے سوء ظن رکھتے تھے کیونکہ ان کو ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا جن کو حضرت والا سے عناد تھا۔ جب حضرت والا کا اس نواح میں تشریف لے جانا ہوا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے لوگوں سے حضرت والا کے خلاف باتیں کہنی سنی شروع کردیں اس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد وہ ایک مرض مہلک میں مبتلا ہوگئے اور بہت دنوں تک مبتلا رہ کر انتقال کرگئے۔ان کے انتقال کے

ایک عرصہ دراز کے بعد جبکہ ان واقعات کا ذہن میں کسی قسم کا کوئی ادنیٰ خیال بھی باقی نہ رہا تھا نہ مدت سے کوئی ان واقعات کا تذکرہ کرتا تھا مرحوم کے حقیقی چھوٹے بھائی جو اس وقت حضرت والا کے مرید بھی نہ تھے اتفاق سے تھانہ بھون آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مشغولی ذکر اسم ذات میں بین النوم والیقظہ یہ دیکھا کہ مرحوم موجود ہیں اور کوئی کہنے والا ہیبت ناک آواز سے کہہ رہا ہے کہ ڈالدو اس کو دوزخ میں اس نے مولوی اشرف علی کو برا کہا ہے۔ اس واقعہ کو انہوں نے حضرت والا سے بذریعہ پرچہ عرض کیا تو حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اول تو غالب احتمال یہ ہے کہ یہ خواب ہی نہیں محض خیال ہے لیکن پھر بھی احتیاطاً میں نے ان کو بالتخصیص معاف بھی کر دیا ہے کیونکہ بالتعمیم تو میں اپنے برا بھلا کہنے والوں کو ہمیشہ معاف ہی کرتا رہتا ہوں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا بھی کر دی ہے۔ مزید احتیاط کے لئے آپ یہ کریں تو بہتر ہے کہ میرے ہاتھ سے کچھ نقد دلوا کر ان کے لیے ایصال ثواب بھی کرا دیں تاکہ اگر میرے قلب میں کدورت کا کوئی خفی اثر باقی بھی رہ گیا ہو تو وہ بھی مٹ جائے۔ اس سے حضرت والا کی اعلیٰ درجہ کی شان کرم ظاہر ہوتی ہے۔

شفقت

جانوروں کے لئے دعا

حضرت والا کی شفقت علی الخلق کا کیا ٹھکانا ہے کہ ایک مدت تک حضرت والا نے جانوروں تک کے لئے دعا مانگی ہے لیکن چونکہ ایسی دعا نہ اس وقت کسی حدیث میں یاد آئی تھی نہ کہیں سلف سے منقول دیکھی تھی اس لئے احتیاطاً چھوڑ دی لیکن بعد کو بہائم کے لئے بھی دعا کرنا ایک حدیث میں نظر سے گزرا چنانچہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول ہے۔ **اللھم اسق عبادک و بھیمتک وانشر رحمتک و احی بلدک المیت** (ابوداؤد عن دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الاستسقاء)

ہمدردی اور خیر خواہی

ترکوں کی شکست پر صدمہ

واقعہ: حضرت والا کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہمدردی اور خیر خواہی کا اتنا زیادہ مادہ رکھا ہے

کہ وہ اخص الخواص مصلحین ہی کو عطا فرمایا جاتا ہے چنانچہ ترکوں کی شکست کے زمانہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ راحت ہی راحت میں رکھا ہے اس لئے میں نے کبھی یہ نہ جانا کہ غم کیسا ہوتا ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ غم اس کو کہتے ہیں کیونکہ ترکوں کی شکست اور مسلمانوں کی ذلت وخواری کا قلب پر اتنا شدید صدمہ ہے کہ کھانا پینا بھی تلخ ہوگیا ہے۔

اب بھی حضرت والا ہمیشہ مسلمانوں کی اصلاح دین و دنیا اور عزت ونصرت کے لئے بالالتزام پانچوں نماز کے بعد دعائیں مانگا کرتے ہیں مثلاً اللّٰھم عافنا واعف عنا اللّٰھم کل خیر بکل مسلم و مسلمة اللھم اعز الا سلام و المسلمین واجعلنا منھم واخذل الکفرة و المشرکین ولا تجعلنا منھم اللھم اصلح امة محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللھم انصر امة محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللھم ارحم امة محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلّم۔

دلسوزی، رقیق القلبی، ترحم اور حفظ حدود

بہار کے حالات پر صدمہ

واقعہ:...... حضرت والا میں خالق اکبر نے ایسا پُر درد اور پُرسوز وگداز قلب ودیعت رکھا ہے کہ بہار کے قیامت خیز زلزلوں کے حالات سُن سُن کر اس درجہ متاثر ہوتے تھے کہ بے چین ہو ہو جاتے تھے اور ایسے پُر درد لہجہ میں دعائیہ الفاظ اے اللہ رحم فرما اے اللہ رحم فرما بار بار بے اختیار منہ سے نکلنے لگتے تھے کہ پاس بیٹھنے والوں کے بھی کلیجے منہ کو آ جاتے تھے۔ بعض اوقات تو یہاں تک تاثر ہوتا تھا کہ حضرت والا کو یہ فرمانا پڑتا کہ زیادہ دل برا کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ ہمدردی نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی شکایت کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ بڑا مشکل معاملہ ہے اگر دل برا نہ ہو تو شفقت علی الخلق میں کمی ہوئی جاتی ہے اور اگر دل برا کرتے ہیں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں شکایت کی حد تک نہ پہنچ جائے واقعی حدود کے اندر رہنا بس پل صراط پر چلنا ہے۔ اور پل صراط بعض اہل ذوق کے قول پر دراصل رعایت حدود ہی کی صورت مثالی ہوگی جو تلوار سے بھی تیز اور بال سے بھی باریک ہوگی۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اعانت

فرماتے ہیں ورنہ حدود کے اندر رہنا نہایت ہی دشوار امر ہے لیکن اگر بندہ اس کی کوشش اور فکر میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ سب آسان فرما دیتے ہیں۔ اھ

حفاظت اُمت

رہن کی زمین کی پیداوار

واقعہ:...... ایک بار احقر کی موجودگی میں ایک صاحب گنے کے رس کا گھڑا حضرت والا کے لئے ہدیۃً لائے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی یہ چونکہ رہن کی زمین میں کاشت کئے ہوئے گنوں کا رس ہے اس لئے میں نہیں لے سکتا اور گو مجھے معلوم ہے کہ وہ خاص صورت رہن کی جو یہاں تھی جائز ہے لیکن میں کس کس کو سمجھاتا پھروں گا اور کس کس سے کہتا پھروں گا کہ یہ وہ رہن ہے جو جائز ہے۔ سب یہی سمجھیں گے کہ رہن کی زمین کا رس لے لیا رہن رکھنا جائز ہے۔ اپنا تو دنیا کا نفع کر لوں اور دوسروں کے دین کا نقصان کروں یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا چنانچہ لینے سے انکار فرما دیا۔

مناظروں پر حضرت والاؒ کا تاثر

واقعہ:...... ایک موقع پر فرمایا کہ جب میں سنتا ہوں کہ کسی مناظرہ میں اہل بدعت کے مقابلہ میں اپنی جماعت غالب آ گئی تب بھی صدمہ ہی ہوتا ہے کہ عوام کیا کہتے ہوں گے کہ مولوی آپس میں لڑ رہے ہیں ایسے مناظروں سے عوام کو بہت ضرر پہنچتا ہے۔ مناظروں اور جوابی رسالوں نے اہل باطل کو بہت فروغ دے دیا ہے ورنہ اگر بے پروائی برتی جاتی اور ان کے رد کی جانب کچھ التفات ہی نہ کیا جاتا تو ان کی اتنی اہمیت حاصل نہ ہوتی جتنی اب حاصل ہو گئی ہے مناظروں سے تو اہل باطل کو اور زیادہ فروغ ہوتا ہے اور نتیجہ کچھ نہیں البتہ اہل باطل کا اثر مٹانے کے لئے حق کی تقریر و اشاعت بار بار اور جا بجا کرنا یہ البتہ نافع ہے۔

تیقظ۔ دِقّتِ نظر۔ شان تربیت۔ تاثر اور منت شناسی

واقعہ:...... ایک طالب علم نے حضرت والا کو لکھا کہ میرے لئے دعا فرما دیں اور میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی آنجناب کے لئے دعا کیا کروں۔ جیسی کچھ بھی میری دعا ہے تو میں آنجناب کے لئے کیا دعا کروں۔ حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ اس کا اثر یہ ہو گا کہ

میں تم کو اپنا محسن سمجھوں گا اور آزادی سے تعلیم نہ کرسکوں گا یوں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں ایک مسلمان کے لئے دعا کرنا چاہتا ہوں کیا دعا کروں۔ اھ

حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرما کر حاضرین مجلس کو سنایا اور فرمایا کہ اول وہلہ میں تو میں خوش ہوا اور سوچنے لگا کہ اپنے لئے کون سی دعا کے لئے لکھوں لیکن پھر بفضلہ تعالیٰ فوراً ہی متنبہ ہوا اور یہ جواب لکھا جو ابھی سنایا بات یہ ہے کہ میری طبیعت میں تاثر بہت ہے ذرا سے احسان کا بھی میرے اوپر بے حد اثر ہوتا ہے۔ اب لوگ اعتراض کرنے کے لئے تو تیار ہو جائیں گے کہ دیکھئے دعا کرنے کے لئے بھی منع کر دیا اور ان دقائق پر نظر نہ جائے گی۔ اب میں اعتراض کو دیکھوں یا دقائق اصلاح کو۔ اھ

تصلب فی الدین' رفق' حیا' صفائی معاملہ' تواضع' محبت' اخلاص' صدق' رعایت جذبات' تہذیب' ذوق صحیح اور فراست

واقعہ:...... ایک صاحب علم نے اپنے چند رسالے بھیج کر زیارت کا بے حد اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ ان کا مسلک مسائل اختلافیہ کے متعلق بین بین ہے۔ جس کو وہ بزعم خود اعتدال کہتے ہیں لکھا تھا کہ مسائل مختلف فیہا میں میرا مسلک وہی ہے جو حضرت حاجی صاحبؒ نے فیصلہ ہفت مسئلہ میں لکھا ہے۔ اس پر حضرت والا نے زبانی فرمایا کہ اتنا فرق ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا اصل مسلک ان مسائل میں ترک اور تحرز تھا الا بعارض قوی اور فاعل خوش عقیدہ و خوش نیت پر نکیر نہ فرماتے تھے اور ان صاحب کا مسلک بالعکس ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ ان میں نرمی تو ہے۔ فرمایا کہ نرمی کی بھی قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض لوگ ایک خاص حد تک تو نرم ہوتے ہیں لیکن پھر اس نرمی میں سخت ہوتے ہیں۔ یعنی جو اس نرمی کا مخالف ہو اگرچہ بدلیل ہو اس کے ساتھ نرمی نہیں کرتے حاصل یہ ہوا کہ جس درجہ میں نرمی ہے اس سے آگے نہیں بڑھتی۔

لوگوں کو ان کی نرمی سے دھوکا ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ سخت ہوتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ عمل میں تو ہو مضبوط مگر رائے میں ہو نرم۔ بہر حال چونکہ حضرت والا میں نہایت درجہ صفائی ہے اس لئے اپنے مشرب اور مسلک کی پوری حقیقت صاف صاف تحریر فرما کر یہ لکھ دیا کہ

چونکہ دین سراسر صدق وخلوص ہے اس بناء پر یہ امور عرض کیئے گئے۔ان کی بناء پر شاید ملاقات کے وقت میرے متعلق یہ رائے سامی قائم ہو تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ یا اثناء کلام میں مجھ سے خلاف مذاق سامی کوئی بے احتیاطی ہو جائے تو آپ کو کلفت اور مجھ کو خجلت ہو باقی غائبانہ بے تکلف عرض ہے کہ مجھ کو آپ سے محبت ہے اور خصوصیت کی محبت عجب نہیں کسی وقت یہ محبت ترقی پا کر مجھ ہی سے اشتیاق ملاقات کا اظہار کرا دے۔باقی دعا کا طالب ہوں والسلام۔یہ محض اس لئے لکھ دیا کہ بصیرت کے ساتھ آنے نہ آنے کے متعلق رائے قائم کریں اور آئیں تو آمادہ ہو کر آئیں۔دھوکا نہ رہے اور آنے کے بعد افسوس نہ ہوا۔اھ۔گو حضرت والا اس کا بے حد خیال رکھتے ہیں کہ کسی کے مشرب کے خلاف اس کے مواجہ میں کوئی ایذا دہ بات نہ کہی جائے لیکن ایسا بطور خود کرتے ہیں دوسرے کے مقید کرنے سے مقید سمجھ لینے سے مقید نہیں ہوتے۔اسی لئے یہ بھی معمول ہے (جس کی تفصیل اپنے موقع پر گزر چکی ہے) کہ اگر کوئی طالب حاضری کی اجازت چاہتا ہے تو جب تک کہ متعین نہیں کرا لیتے کہ آنے سے مقصود محض ملاقات ہے ہرگز اجازت نہیں مرحمت فرماتے تا کہ اس کا احتمال ہی نہ رہے کہ وہ تو کچھ مقصود ذہن میں لیکر آئے اور اس کا حصول اس کے زعم کے مطابق یہاں نہ ہو تو سفر کے ضائع جانے کا افسوس ہو۔بعضوں سے مہینوں اسی کے متعلق خط وکتابت ہوتی رہتی ہے اور جب تک کہ وہ محض ملاقات پر اپنی رضامندی ظاہر نہیں کر دیتے اجازت نہیں عطا فرماتے اور یہ نہیں ہوتا کہ خود اس کو اس مقصود پر رضامند کیا جاتا ہو۔بلکہ اس قسم کے استفسارات فرماتے ہیں کہ اگر اس میں صلاحیت ہوتی ہے تو وہ خود اپنی خوشی سے لکھتا ہے اور نافع سمجھ کر لکھتا ہے کہ محض ملاقات کے لئے اجازت عطا فرمائی جائے۔

حضرت والا نے انہیں صاحب علم کے متعلق جن کا ذکر اوپر ہوا ایک دوسرے صاحب کو جو انہی کے مدرسہ میں تھے اور حضرت والا سے پہلے سے تعلق رکھتے تھے لکھ بھیجا تھا کہ معلوم نہیں کیوں میں اپنے دل میں ان کی طرف سے تکلف پاتا ہوں ان کو کسی لطیف حیلہ سے روک دیا جائے تو بہتر ہے۔اھ۔اس کا حضرت والا کے پاس یہ جواب آیا کہ واقعی (ع) قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔(قلندر جو بھی کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے) ان مولوی صاحب (یعنی صاحب

علم مذکور۱۲) نے جو اپنا خیال متعلق حاضری ظاہر کیا اس سے حیرت ہوگئی کہنے لگے بہت ہی اچھا ہوا جو حاضری کی اجازت نہ ملے مجھ کو قرض کرکے جانا پڑتا۔ اھ۔ اور جواب مذکور میں یہ بھی مرقوم تھا کہ اللہ کی قسم میں تو پہلے ہی سمجھے ہوئے تھا کہ حضرت پر لفاظی اور علمیت کا کبھی جادو نہ چلے گا اور ان کو آسانی سے حاضری کی اجازت نہ ملے گی اھ۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ مجھ کو ذوقاً معلوم ہوتا تھا کہ اشتیاق برائے نام ہے چنانچہ یہی ثابت ہوا۔ اھ

سہولت پسندی

اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ایسی فطرت سلیمہ عطا فرمائی ہے کہ اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی ہر امر میں ہمیشہ سہولت ہی پسند فرماتے ہیں اور بلا ضرورت ہرگز نہ خود دشواری میں پڑتے ہیں نہ دوسروں کو دشواری میں ڈالتے ہیں لیکن جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ حضرت والا کے برابر کیا کوئی تعب برداشت کرے گا اور یہ مذاق طبیعت بفضلہٖ تعالیٰ عین اتباع سنت ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے ماخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امرین الا اختار ایسر هما یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دو چیزوں میں اختیار نہیں دیا گیا مگر آپ نے اسی کو اختیار فرمایا جو ان دونوں میں آسان ہوئی۔

جن کو کسی کام کے سلسلہ میں حضرت والا سے سابقہ پڑتا رہتا ہے وہ روزمرہ اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ اگر مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ معاملہ بھی لیا جائے حضرت والا اس میں ایسی سہولت پیدا فرما دیتے ہیں کہ جس امر کو عقدہ لاینحل سمجھا جاتا تھا وہ نہایت آسانی کے ساتھ انجام پذیر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور اہل قلم فلسفی فاضل کا قول غالباً تحت عنوان سفر ان کے خط سے نقل کیا جا چکا ہے جس میں انہوں نے حضرت والا کو لکھا تھا کہ آپ تو ہر امر میں اس قدر سہولت پیدا کر دیتے ہیں اور دوسروں کے نقطہ نظر کو ملحوظ رکھ کر ایسی رعایتیں ان کو مصالح کی کر دیتے ہیں کہ بغیر تجربہ کئے اس کا یقین آنا مشکل ہے اھ۔ سو واقعی حضرت والا نہ صرف معاملات میں سہولت پیدا فرما دیتے ہیں بلکہ اصل چیز یعنی دین کو جس کا بڑا شعبہ تصوف ہے اور اس کو صوفیہ غیر محققین نے صدیوں سے مبہم اور دشوار بنا رکھا تھا کہ وہ عوام تو عوام خواص کی دسترس سے بھی بعید سمجھا جانے لگا تھا۔ اس قدر سہل الحصول فرما دیا ہے

کہ ہر ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان اس کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر نہایت سہولت کے ساتھ فائز ہو سکتا ہے۔ بلکہ حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ عملاً فائز کرا کے ہی دکھلا دیا ہے چنانچہ حضرت والا کے فیض تعلیم سے ہر طبقہ کے لوگ کیا عالم کیا اُمی کیا امیر کیا غریب کیا نواب کیا ملک التجار کیا اعلیٰ انگریزی داں کیا اعلیٰ عہدہ دار غرض ہر قسم کے لوگ بفضلہ تعالیٰ فیض یاب ہو رہے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے دیندار ہو گئے ہیں یہاں تک کہ اقسام مذکورہ میں سے ہر طبقہ میں حضرت والا کے بہت سے متوسلین درجہ تکمیل کو بھی پہنچے ہوئے پائے جاتے ہیں جن کو حضرت والا نے بیعت و تلقین کی بھی اجازت عطا فرما رکھی ہے۔ غرض اس تصوف کو جس کو ایک ایسا راز سربستہ قرار دیا جا چکا تھا کہ بجز اخص الخواص کے کسی کو اس کا اہل ہی نہ سمجھا جاتا تھا حضرت والا گویا منظر عام پر لے آئے ہیں اور حضرت والا نے اس کے مسائل غامضہ کو ممبر پر کھڑے ہو ہو کر نہایت سہل اور واضح عنوانات سے بیان فرما فرما کر عوام و خواص سب کے ذہن نشین کر دیا ہے۔ بقول احقر ؎

ہو مزا واعظ بنے پیر مغاں　　　راز میخانہ سر ممبر کھلے

اور دین کو جس کی اصل شان بروئے قرآن **وما جعل علیکم فی الدین من حرج** اور بروئے حدیث **الدین یسر** ہے اس کی اصلی صورت میں جلوہ گر فرما دیا ہے۔ حضرت والا کی سراپا رحمت شخصیت پر بلا مبالغہ **وکفی باللہ شہید** وہ لقب صادق آتا ہے جس سے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کو بعد وفات حضرت حاجی صاحب ممدوح یاد فرمایا تھا یعنی بار بار فرماتے تھے ہائے رحمۃ للعلمین ہائے رحمۃ للعلمین ثم الحمد للہ الحمد للہ حضرت والا میں بھی وہی شان نمایاں ہے اور جو حضرت والا کی تعلیمات ہیں وہ حضرت حاجی صاحبؒ ہی کی تعلیمات کی تفصیلات ہیں اور یہ سب فیض ہے اس سراپا رحمت ذات قدسی آیات کا جو سر چشمہ فیوض و برکات اور صالۃً رحمۃ للعلمین ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور جو اُمتی اس شان کا مظہر ہے وہ بمصداق العلماء ورثۃ الانبیاء تبعاً اور وراثۃً رحمۃ للعلمین ہے۔ حضرت والا کے ملفوظات و تصنیفات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت والا نے دین کے سارے ضروری شعبوں پر تفصیلی بحث فرمائی ہے جو ایک مجدد کا فرض منصبی ہے اور دین کو اس کی اصلی اور آسان صورت میں اُمت کے سامنے

14 پیش کردیا ہے لہٰذا ایسی ذات ستودہ صفات بے شبہ عالم کے لئے ایک دائمی رحمت ہے۔

سوانح ہذا کی ترتیب کیلئے ایک آسانی کی تعلیم

واقعہ:...... سوانح ہذا کے مرتب کرنے میں احقر کو یہ سخت دِقت واقع ہورہی تھی کہ مختلف اوقات میں مختلف واقعات مختلف عنوانات وابواب کے متعلق یاد آتے رہتے تھے جن کو موقع بموقع مسودہ کے بیچ میں اضافہ کرنا پڑتا تھا جس سے مسودہ بہت گندہ ہوجاتا تھا اور اضافات کے مناسب مقامات تلاش کرنے میں بہت بہت وقت صرف ہوجاتا تھا۔ بلکہ خلاصہ میں بھی اس قسم کے اضافات کی ضرورت واقع ہوتی رہتی تھی جس سے وہ خلاصہ بھی مسودہ ہی کی طرح پھر گندہ اور ناقابل کتابت ہوجاتا تھا۔ اس کی حضرت والا نے نہایت سہل صورت یہ تجویز فرما دی کہ جو واقعات یاد آتے جائیں کیفما اتفق لکھتے چلے جایئے اور ہر واقعہ کے حاشیہ پر (ف) بنا کر اس کے مناسب جو عنوان ہو اس کا نام لکھ دیا کیجئے اور ناقل بھی بالترتیب نقل کرتا رہے لیکن اس کے پاس ہر عنوان کی جدا کاپی ہو۔ اس طرح مؤلف کو بالکل آزادی رہے گی تشتت اور خلجان نہ ہوگا نہ مسودہ وبیضہ میں ترمیمات واضافات درمیانیہ کی نوبت جابجا آئے گی جیسا کہ موجودہ صورت میں واقع ہورہا ہے۔ اور ناقل بھی بلا دِقت جدا جدا اوراق پر عنوانات مختلفہ کے واقعات لکھتا چلا جائے گا اور اس طرح ہر عنوان کے تحت میں اسی کے مناسب واقعات یکجائی طور پر مرتب ہوجائیں گے۔ بعد کو ہر عنوان کے متعلق مناسب تمہید لکھ کر اس عنوان کی کاپی کے شروع میں لگا دی جائے چنانچہ کچھ دن تک سوانح اسی طرح مرتب کئے گئے اور حضرت والا کی اس تجویز نے نہایت درجہ سہولت پیدا کردی لیکن چونکہ اس سوانح کا ایک معتدبہ حصہ ایک خاص طرز پر لکھا جاچکا تھا اس لئے بقیہ ابواب میں بھی اسی طرز کو قائم رکھنا مناسب سمجھا گیا البتہ طریق مذکور کو ترتیب فواضل کے لئے محفوظ کرلیا گیا ہے جیسا کہ باب ہذا کی تمہید میں مفصلاً عرض کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق دے اور مدت مدید تک حضرت والا کی ذات والا صفات کو فیوض و برکات روز افزوں کے کے ساتھ بعافیت تمام سلامت با کرامت رکھے اور اس نااہل و ناکارہ کو بھی اہلیت تامہ عطا فرما کر حضرت والا سے کما حقہ فیضیاب ہونے کی توفیق بخشے آمین یارب العالمین۔

کام کرنے والے کیلئے مفصل ہدایات کا اہتمام

واقعہ:...... حضرت والا کو اس کا بے حد اہتمام ہے کہ جب کوئی کام کسی کے سپرد کیا جائے اس کو ایسی مفصل ہدایات دے دی جائیں اور طرز عمل ایسا صاف اور سہل تجویز کر دیا جائے کہ اس کو تعمیل میں ذرہ برابر خلجان یا دقت نہ ہو۔ اس کے لئے سب سے اول اس کام کی بناء کی تقریر فرما دیتے ہیں تا کہ پھر مقاصد کے سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔ چنانچہ ناقل مسودات کے لئے مسودات کے اندر جا بجا مفصل اور واضح ہدایات درج فرما دیا کرتے ہیں جس سے اس کو نقل میں کہیں اشکال پیش نہیں آتا اور بہت ہی شاذ و نادر حضرت والا سے رجوع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

فتوت، خوش انتظامی اور حسن معاشرت

ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا

واقعہ:...... حضرت والا نے فرمایا کہ ہے تو چھوٹی سی بات لیکن میں گھروں میں جب کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مثلاً لوٹا دیا سلائی وغیرہ اٹھاتا ہوں تو ہمیشہ اس کو بعد فراغت اسی جگہ رکھتا ہوں جس جگہ سے اس کو اٹھاتا ہوں کیونکہ ممکن ہے رکھنے والے نے اس کو کسی خاص مصلحت سے اسی جگہ رکھا ہو اور جگہ بدل جانے سے اس کو خلجان ہو۔ ہمیشہ اس کا اہتمام رکھتا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ کبھی تخلف نہیں ہوتا۔ اھ

حزم و احتیاط، حق پسندی و رجوع الی الحق، حق گوئی و صفائی معاملہ، تدین، اخلاص، غیرت، استغنا اور بے ساختگی

معترضین کے ساتھ معاملہ

واقعہ:...... حضرت والا پر اگر کوئی کسی قسم کا اعتراض کرتا ہے تو اس سے اپنا تبریہ فرمانے کی ہرگز کوشش نہیں فرماتے بلکہ اگر وہ اعتراض علمی رنگ کا ہوتا ہے اور قابل قبول ہوتا ہے تو اس کو قبول فرما کر اپنی تحقیق سابق سے بلا تامل رجوع فرما لیتے ہیں اور ترجیح الراجح میں، جس کا مفصل حال باب ''تصنیف و تالیف'' میں گزر چکا ہے اپنا رجوع شائع فرما دیتے ہیں اور اگر اس

اعتراض کا قابل قبول ہونا مشکوک ہوتا ہے تو اس اعتراض کو مع اپنے جواب کے ترجیح الراجح ہی میں شائع فرما دیتے ہیں تا کہ دیکھنے والے خود جس کے قول کو چاہیں ترجیح دے سکیں۔

یہ معاملہ تو علمی رنگ کے اعتراض کے ساتھ فرماتے ہیں اور اگر اعتراض معاندانہ رنگ کا ہوتا ہے تو اس کی مطلق پرواہ نہیں فرماتے چنانچہ اگر ایسا اعتراض بذریعہ جوابی خط کے موصول ہوتا ہے تو بجائے اپنا تبریہ فرمانے کے نہایت استغنا کا جواب تحریر فرما دیتے ہیں اور ایسے عنوان سے کہ معترض پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اس کے اعتراض کو بالکل لغو اور غیر قابل التفات سمجھا گیا مثلاً ایک شخص کو جس نے واہی تباہی اعتراضات لکھ کر بھیجے تھے تحریر فرما دیا کہ مجھ میں اس سے زیادہ عیوب ہیں مگر مجھے تو اپنے عیوب کی اشاعت کی توفیق نہیں ہوتی تم اس کو مشتہر کر دو تا کہ لوگ دھوکہ میں نہ رہیں۔اھ

اور اگر خط جوابی نہیں ہوتا تو اس کو پھاڑ کر ردی میں ڈال دیتے ہیں۔ البتہ عرصہ ہوا صرف ایک بار معاندانہ اعتراضات کے ساتھ بھی جو اتفاق سے ایک ہی وقت میں جمع ہو گئے تھے وہی معاملہ فرمایا جو علمی رنگ کے اعتراضات کے ساتھ فرماتے ہیں یعنی ان اعتراضات کو مع جوابات کے اس قوی مصلحت دینیہ سے شائع فرما دیا کہ بناء عقیدت و عدم عقیدت کے متعلق لوگ دھوکہ میں نہ رہیں اور ان سب اعتراضات کو مع ان کے جوابات کے دیکھ کر آزادی کے ساتھ جو چاہیں فیصلہ کریں اور جو چاہیں رائے قائم کریں اس مجموعہ کا نام حکایات الشکایات مع درایات الحکایات ہے اور وہ الامداد بابتہ ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ میں مکتوبات جزت کا جزو بنا کر شائع فرما دیا گیا تھا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پوری حقیقت اور ایسے اعتراضات کے متعلق حضرت والا کا اصل مذاق ظاہر کرنے کے لئے اسکا دیباچہ ہدیہ ناظرین کر دیا جائے چنانچہ وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ھذا۔

دیباچۂ حکایات الشکایات
مع
درایات الحکایات

(کہ جزوے از مکتوبات حضرت است)

اعتراضات کا جواب نہ دینے کی وجوہ

بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ احقر عرض رسا ہے کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بے جا اعتراضوں کی بوچھاڑ ہے جس سے میں اکثر کا سبب تعصب وتحزّب ہے جس کے جواب کی طرف احقر نے اس لئے کبھی التفات نہیں کیا کہ میں ان اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھا۔

نیز یہ بھی خیال ہوا کہ آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ طول کلام ہو جاتا ہے تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی تیسرے مجھ کو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے رہا کئے کہ اس کام کے لئے مجھ کو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا۔

چوتھے میں نے جہاں تک دل کو ٹٹولا ایسے اعتراضوں کے جواب دینے میں نیت اچھی نہیں پائی میں اہل خلوص کو تو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقدین کم ہو جائیں گے شان میں فرق آ جائے گا جس کا حاصل ارضاء عوام ہے سو طبعاً مجھ کو اس مقصود یعنی ارضاء عوام سے غیرت آتی ہے۔

باقی بعض محبین کی یہ توجیہ کہ اعتراض سے عام مسلمانوں کو بدگمانی کا گناہ ہوتا ہے تو جواب سے ان کا اس گناہ سے بچانا ہے تامل کے بعد یہ توجیہ برائے گفتن ہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسلمان دوسرے ہزاروں گناہوں میں مبتلا ہیں ان سے بچانے کا اس قدر اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا نیز دوسرے علمائے حقانی سے اگر ایسی ہی بدگمانی ہو جائے اس کے رفع کرنے کا وہ اہتمام نہیں ہوتا جو اپنے نفس یا اپنے کسی معتقد فیہ کے لئے ہوتا ہے بلکہ اس قدر تو کیا کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات تو اگر ان بزرگوں سے کچھ چشمک ہوتی ہے تو نفس میں ایک گونہ سرور پایا

جاتا ہے کہ اچھا ہوا ان کی ذرا رسوائی تو ہوئی تدین کا تو مقتضا یہ تھا کہ اگر اپنے یا اپنے اکابر کے کسی مخالف سے بھی کسی کو بے جا بدگمانی ہو تو اس کے رفع کے لئے ویسا ہی اہتمام ہو جیسا اپنے یا اپنے اکابر کے لئے ہوا ہے پھر اس توجیہ کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے اور خیر اگر اپنے کسی بزرگ کے لئے ایسا اہتمام کرے تو اس کو نصرت مظلوم میں بھی داخل کر سکتے ہیں جو کہ طاعت ہے مگر اپنے نفس کے لئے ایسا کرنا تو کوئی طاعت بھی نہیں گو جائز ہو مگر ممکن ہے کہ کسی کو بعض جائز سے بھی طبعاً انقباض ہوتا ہو چونکہ احقر کو اس سے انقباض ہوتا ہے بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گویا عوام کی خوشامد ہو رہی ہے کہ ہم سے ناراض مت ہونا ہم کو بُرا مت سمجھنا ہماری برائی تم سے غلط کہی گئی ہے سو جہاں کوئی دنیوی ضرورت ہو وہاں تو ایسا کرنا بھی مضائقہ نہیں اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو کیوں تعب میں پڑے۔ اور تقلیل منافع مالیہ یا فوت جاہ یہ کوئی معتد بہ ضرر نہیں جس کے لئے اتنا اہتمام کیا جائے یہ ہے میرا مذاق اس امر میں۔ پس ان وجوہ سے میں نے اس کا کبھی قصد نہیں کیا اور نہ اپنے مخصوصین کو اس کی اجازت دی ہاں اگر کسی محض بے تعلق شخص نے بدوں مجھ سے مشورہ لئے ہوئے کبھی جواب دے دیا تو نفس کو سرور ضرور ہوا مگر پوچھنے پر مشورہ بھی کسی کو نہیں دیا۔

جواب دینے کی وجوہ

لیکن آج کل بعضے نئے اعتراضات سن کر خصوص رسائل الامداد بابت شہور اولیہ سنہ رواں کے مضامین کے متعلق یا بعضے پرانے اعتراضوں کا اعادہ سن کر قلب میں ایک نیا خیال یہ پیدا ہوا کہ ممکن ہے کہ بعض معتقدین و موافقین کو اب تک ان اعتراضوں کا علم نہ ہوا اور اس لئے وہ معتقد ہوں اور اگر علم ہو جاتا تو معتقد نہ رہتے تو گویا زمانہ بقاء عقیدت تک وہ دھوکہ میں رہے اور مسلمانوں کو دھوکہ سے بچانا ضروری ہے جیسا کسی تاجر کے سودے میں کوئی کھوٹ ہو تو ظاہر کر دینا ضروری ہے اور اگر تاجر کے علم میں وہ کھوٹ نہ ہو لیکن بعض مشترین کے زعم میں ہو تب بھی گو شرعاً اس کا اظہار واجب نہیں لیکن خوش معاملگی و صفائی کا کمال پھر اسی کو مقتضی ہے کہ ایسے امر کو بھی مع اپنی تحقیق کے دوسرے مشتری کے سامنے ظاہر کر دے تا کہ وہ دونوں قولوں کو سن کر آزادی سے رائے قائم کر کے خریدنے نہ خریدنے میں مختار رہے لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ چند ایسے اعتراضات نقل کر کے اپنے نزدیک جو ان کی حقیقت ہے اس کو بھی لکھ

دیا جائے تا کہ دیکھنے والے دونوں کو دیکھ لیں پھر جس کا جی چاہے احقر سے تعلق پیدا کرے یا رکھے اور جس کا جی چاہے تعلق نہ کرے یا نہ رکھے ضمناً یہ بھی مصلحت ذہن میں آئی کہ بعض لوگ واقعی طالب حق ہوتے ہیں اور اصل قصہ معلوم نہ ہونے یا اس کی حقیقت نہ سمجھنے سے تردد میں پڑ جاتے ہیں اور وہ خلوص کے ساتھ تردد رفع کرنا چاہتے ہیں ایسوں کا تردد رفع کرنا ہدایت کا ایک شعبہ ہے جو کہ طاعت ہے' سو ساتھ ساتھ یہ طاعت بھی ادا ہو جائے گی پس اس عجالہ مختصرہ میں ان مضامین کو اس ترتیب سے لکھا جائے گا کہ اول ایک وہ مضمون جو مبنیٰ ہے اعتراض کا بعنوان حکایت لکھوں گا۔ پھر معترض کے اعتراض کو بعنوان شکایت نقل کروں گا پھر اپنے نزدیک جو اس کی حقیقت واقعیہ ہے بعنوان درایت لکھ کر ختم کر دوں گا پھر اسی ترتیب سے دوسرے مضمون کے متعلق لکھا جائے گا اس طرز سے اظہار واقع سنت حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہے کما قال اللّٰہ تعالیٰ فی قصۃ یوسف علیہ السلام فلما جآء ہ الرسول قال ارجع الی ربک فاسئلہ مابال النسوۃ التی قطعن ایدیھن الی قولہ وما ابرئُ نفسی الآیہ۔ یعنی مقصود بالذات اس اظہار سے اپنا تبریہ وتزکیہ نہیں گو براء ت مطابق واقع کے بھی ہے بلکہ دوسرے مصالح دینیہ سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے گو تعیین مصالح میں مقیس و مقیس علیہ متفاوت ہوں اور آج کل کا طرز متعارف اس سے متفاوت ہے یعنی اس طریق میں تو صرف اظہار واقع کیا جاتا ہے اور طرز متعارف میں اس کی کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح عام لوگوں کے ذہن میں ضرور ہی پہنچانا چاہیے جس کو تصدی یعنی درپے ہونا کہا جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر ایک لطف اور ہے کہ موافقین اہل فہم بھی اس قسم کی ملامت کرتے ہیں کہ ایسے مضامین لکھے ہی کیوں جائیں یا ان کی حاجت ہی کیا تھی حالانکہ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ میری طبیعت حق تعالیٰ نے ایسے انداز کی بنائی ہے کہ جس امر میں ذرا بھی تشویش کا شبہ ہوتا ہے میں اس کے اظہار خاص تک کو پسند نہیں کرتا چہ جائے اظہار عام' مگر جب مجھ کو اس کا شبہ ہی نہ ہو اور نہ وہ امر محل شبہ ہو حتیٰ کہ ان خیر خواہوں کی نظر سے بھی اگر وہ مضامین قبل ظہور اس تشویش کے گزرتے تو اس وقت وہ بھی یہ رائے ہرگز نہ دیتے کہ ایسا مضمون ظاہر کرنا مناسب نہیں تو اس حالت میں مجھ کو علم غیب تو ہے نہیں۔

اسی طرح اگر غیر محتاج الیہ مضامین لکھنا کلیۃً متروک ہوتا تو اس کہنے کی گنجائش تھی قدیماً و حدیثاً محتاج الیہا کیساتھ غیر محتاج الیہا بھی ہمیشہ مدون شائع ہوا کیے ہیں تو صرف غیر محتاج الیہا ہونا مانع تدوین نہیں ہوسکتا جب تک اس میں کوئی مفسدہ متوہم نہ ہوواذلیس فلیس۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ان شبہات سے کوئی مفسدہ ہوا بھی نہیں چنانچہ خطبہ کے آخر نوٹ نمبرا میں مذکور ہے اور خود حاجت نہ ہونا بھی مسلم نہیں رفع شبہات و تصحیح اعمال وعقائد اعظم حاجت ہے مثلاً حکایت متضمنہ خواب مندرجہ رسالہ صفر میں وجہ حاجت نہایت ظاہر ہے کہ اگر کسی اہل حال کو ایسا امر پیش آئے تو وہ غلطی اعتقاد یا پریشانی وتوہم مطرودیت سے بچا رہے اس سے وہ شبہ بھی دفع ہوگیا جو بعض خیر خواہوں کو جواب نہ دینے کے متعلق واقع ہوا کہ اپنے سے رفع تہمت کرنا سنت بھی تو ہے جیسا حضرت صفیہؓ کے واقعہ اعتکاف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وجہ جواب ظاہر ہے کہ یہ سنت بھی امر میں ہے جو محل اشتباہ ہو اور جب یہ نہیں تو احتمالات غیر ناشی عن دلیل کا کہاں تک انسداد کیا جائے یوں تو جواب دینے کے بعد بھی اس میں پھر شبہات پیدا کئے جاسکتے ہیں تو پھر اس کے لئے تو ایک مستقل محکمہ کی ضرورت ہوگی اور اگر اس سب کے بعد بھی کوئی شخص تقیہ کی تہمت لگانے لگے چنانچہ بعض جگہ یہ بھی ہوا تو پھر اس کا کیا علاج۔ مجھ کو اس وقت اپنی تین حالتیں پیش نظر ہیں۔ ایک محبین کی ملامت اور مخالفین کا اعتراض۔ دوسرے ان سب اعتراضوں کو جن کو دوسرا عیب جو مدتوں میں چھانٹتا از خود ایک جگہ جمع کردینا' تیسرے اس جمع کرنے میں یہ نیت کہ جس کا جی چاہے تعلق رکھے جس کا جی چاہے نہ رکھے ان تینوں حالتوں پر تین شعر بے ساختہ ذہن میں آتے ہیں۔ اول کے متعلق مومن خاں کا شعر۔

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ ۔۔۔ کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

ثانی کے متعلق اسی غزل کا دوسرا شعر۔

میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات ۔۔۔ ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

ثالث کے متعلق غالب کا شعر بتصرف یسیر۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی ۔۔۔ جس کو ہو جان ودل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد قل یجمع بیننا ربنا ثم

یفتح بیننا بالحق وھو الفتاح العلیم۔

نوٹ:(۱)۔ ممکن ہے کہ ان مضامین کی تحریر یا تدوین میں کوئی عمل کسی مناسب رائے کے خلاف واقع ہو گیا ہو مگر بحمد اللہ دین کے خلاف کچھ نہیں ہے نیز ان مضامین سے جو کچھ تشویش عوام میں ہوئی اس کا حاصل مجھ کو سب وشتم کرنا تھا بحمد اللہ کسی مقصود دینی میں کوئی اختلال واقع نہیں ہوا سو اپنے سب وشتم کو بامید عفو حق سبکو معاف کرتا ہوں۔

نوٹ:(۲)۔ بندہ نے آئندہ کے لئے ایک کافی جماعت اہل علم ودیانت کی اس کام کے لئے مخصوص کردی ہے کہ میری تمام تحریرات کو نظر تنقید سے دیکھ لیا کرے جو ان کی رائے میں قابل اشاعت نہ ہوں ان کو یا حذف کردیں یا ان پر نشان بنادیں تاکہ ان کو کوئی شائع نہ کرے باقی اگر کوئی خاص مکتوبات الیہ کسی خاص مضمون کا جواب بطور خود بدوں یہاں کے علم کے شائع کردے تو وہ اختیار سے خارج ہے اب اگر کوئی مضمون جو ناظرین کے نزدیک موہم ہو یہاں سے شائع ہو تو اس کے متعلق خط وکتابت بجائے میرے بنام جماعت انتخاب[۱] التالیفات بہ نشان تھانہ بھون فرمانا مناسب ہے۔

نوٹ:(۳)۔ جس طرح ترجیح الراجح کا سلسلہ شبہات محتمل الصحۃ کے لئے جاری ہے ایسا ہی اگر موقع ہوا تو شبہات غیر محتمل الصحۃ کے لئے اس حکایات الشکایات کا بھی سلسلہ جاری رہنا محتمل ہے۔ والامر کلہ بید اللہ۔

نوٹ:(۴)۔ اس وقت ایسے شبہات چھ ہیں۔ تین مخالفین کی طرف سے تین احباب کی طرف سے جن میں دو اوسط کے مجھ پر زیادہ شاق ہوئے ہیں جن کے شاق ہونے کی وجہ داریت متعلقہ حکایت (۴) میں مرقوم ہے۔ (کتبہ اشرف علی تھانوی عفی عنہ آخری جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ)

نوٹ:(۵)۔ (ملحق وقت تحریر اشرف السوانح) ان میں ایک شبہہ نہایت سخیف اور ردی ہے جس کا جواب نہایت قوی اور جلی ہے مگر غباوت یا تعنت معترضین کی وجہ سے سب سے زیادہ اہتمام کی اسی کے جواب میں ضرورت محسوس ہوئی حتیٰ کہ اس کے متعلق علماء سے

---

[۱] چونکہ بعد میں اس جماعت کی غرض کا مستقبل طور پر اہتمام کردیا گیا تھا یعنی اہم تالیفات پر ایک عالم کی نظر کرلی گئی تھی۔ اس لئے یہ انتظام جاری نہیں رکھا گیا۔ ۱۲۔ جامع

سہارنپور و دیوبند و دہلی و یکے از علماء مقیمین تھانہ بھون و دیگر بعض حضرت اہل علم کے فتاوی بھی حاصل کئے گئے یہ سب تفصیلات الامداد بابت ماہ جمادی الاخر ۱۳۳۶ھ و بابت ماہ شوال و ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ میں مذکور ہیں۔ شائقین تفصیل کے لئے پتہ ماخذ کا بتلا دیا گیا۔

اسی طرح تتمہ ثانیہ حکایات الشکایات کے سلسلہ میں بعض شکایات نہایت رکیک ہیں مگر ان کی رکاکت عرفی ہے اور اعتراض سابق کی رکاکت شرعی۔ ان شکایات کے جواب میں بھی بعض علماء کی کچھ تحریرات نقل کی گئی ہیں کہ ان کا تفاوت بھی فتاوی مذکورہ سے وہی ہے جو دونوں رکاکتوں میں ہے۔ ان کا پتہ بھی مثل مضمون سابق کے لکھتا ہوں (النور جلد سوم نمبر ۵، نمبر ۶، نمبر ۷، نمبر ۸ بابت رمضان وشوال و ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ جن میں یہ عنوانات بھی ہیں الحاق مزید و ضمیمہ الحاق مزید و ضمیمہ ثانیہ الحاق مزید و توبہ نامہ و حکمت حقہ اھ۔

استقلال و پختگی عزم مع الاستقامت

بڑے بڑے حادثوں میں بھی استقلال

واقعہ:...... حضرت والا ماشاء اللہ تعالیٰ کو ہ استقلال ہیں بعون اللہ تعالیٰ بڑے بڑے حادثات میں بھی از جارفتہ نہیں ہوتے۔ احقر کو بارہا سخت سخت حوادث کے دوران میں بھی اور بعد کو بھی حاضری کا اتفاق ہوا لیکن حضرت والا کو ہمیشہ اسی شان اور سکون کے ساتھ ہمہ تن خدمات دینیہ میں مشغول پایا جس سے حیرت ہو ہو گئی۔ خود فرمایا کرتے ہیں کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے بس یہ مراقبہ اچھی طرح ذہن میں جما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں اپنی مخلوق محکوم کے ظاہر اور باطن میں ہر طرح کے تصرفات فرمانے کا ہر وقت کامل اختیار اور پورا حق حاصل ہے کہ کسی کو مجال چون و چرا نہیں اور حکیم ہونے کے اعتبار سے ان کا ہر تصرف حکمت پر مبنی ہوتا ہے گو ہماری سمجھ میں وہ حکمت نہ آئے۔ چونکہ بفضلہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا حاکم اور حکیم ہونا اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہے۔ اس لئے بڑے سے بڑے حادثہ میں بھی جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ الحمد للہ مجھ کو کبھی نہیں ہوتی طبعی اثر ہونا اور بات ہے۔ اھ

بھانجے کی وفات پر صبر میں استقلال

حضرت والا میں طبعی تاثر تو اتنا ہے کہ جب حضرت والا کے خواہرزادہ جناب مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا جن سے حضرت والا کو اتنا تعلق شفقت تھا کہ اس کو حضرت والا تعشق کے درجہ تک پہنچا ہوا فرمایا کرتے ہیں تو اسی زمانہ میں خود احقر سے فرماتے تھے کہ قلب میں بار بار بے اختیار تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ کام چھوڑ کر قبر پر جاؤں لیکن میں بتکلف اس تقاضے کو روکتا ہوں اور اس کے مقتضا پر عمل نہیں کرتا اور اپنے آپ کو کاموں میں برابر مشغول رکھتا ہوں کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ اگر کہیں ایک بار بھی اس تقاضے پر عمل کرلیا تو بس پھر علت ہی لگ جائے گی۔اھ

بڑی پیرانی صاحبہ کی لے پالک کی وفات کا واقعہ

اسی طرح جب حال ہی میں حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا کے برادرزادہ کی چھ سالہ بہت ہی ہونہار اور پیاری بچی کا چیچک میں انتقال ہوا جس کا نام متینہ تھا اور جس کو حضرت بڑی پیرانی مدظلہا نے اپنی بیٹی بنا کر بڑی ہی محبت اور شفقت سے پالا تھا تو حضرت والا نے حضرت پیرانی صاحبہ کے صبر کی بڑی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ یہ کہہ رہی تھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جنت میں کھیل رہی ہوگی۔ سچی بات یہ ہے کہ مجھے ان سے اتنی صبر کی توقع نہ تھی کیونکہ ان کو اس کے ساتھ بہت ہی زیادہ محبت تھی اور مجھے تو اس کے مرنے کا اتنا قلق ہوا کہ اب میں نے یہ طے کرلیا ہے کہ میں جو بچوں سے تفریحاً چھیڑ چھاڑ کرلیا کرتا ہوں اس میں کمی کردوں گا کیونکہ معلوم ہوا کہ اس سے بھی ان کے ساتھ قلب کو تعلق ہوجاتا ہے جس سے بعد کو تکلیف ہوتی ہے۔اھ

احقر اس زمانہ واقعہ مذکورہ میں باب شرف بیعت واستفاضہ باطنی میں حضرت والا کی ارشاد فرمودہ یہ تحقیق لکھ رہا تھا کہ جس طرح سالک کو مباحات میں انہماک مضر ہے ویسے ہی مباحات کا بالکلیہ ترک بھی مضر ہے لہٰذا کچھ نہ کچھ مباح اشغال بھی رکھنے چاہئیں۔اھ

حضرت والا نے مذکورہ بالا تجربہ کی بناء پر اپنی اس تحقیق میں خاص طور سے ایک ایسی

قید بڑھوا دی جس سے محبت پیدا کرنے والے مباح تعلقات فہرست مباحات مفیدہ سے خارج ہو گئے اس قید کی تعیین وتبیین باب مذکور میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

ان واقعات سے اندازہ فرمالیا جائے کہ حضرت والا کی طبع لطیف کے اندر کس درجہ تاثر ہے۔ پھر بھی مجال کیا کہ کسی حادثہ کے موقع پر ضروری مشاغل و معمولات میں کوئی معتد بہ فرق آ جائے یا بشرہ سے غیر معمولی صدمہ کا اظہار ہو۔

سیاسی تحریک کے بارے میں اپنے موقف پر استقلال

سیاسی تحریکات کے زمانہ میں بھی حضرت والا بعون اللہ تعالیٰ نہایت استقلال کے ساتھ اپنے اسی مسلک پر قائم رہے جس کو حق سمجھتے تھے یعنی عدم شرکت حالانکہ اس وقت ایک دنیا اس کے خلاف تھی اور گو شرکت کے لئے چاروں طرف ہر قسم کے زور یہاں تک کہ ناجائز زور تک بھی ڈالے گئے لیکن صاف فرما دیا کہ علاوہ اس کے کہ اعتقاد کے خلاف عمل کرنا تدین کے بھی خلاف ہے ایک قوی مانع یہ بھی ہے کہ میرے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت کی جماعت وابستہ ہے جب تک مجھ کو شرح صدر نہ ہو جائے میں شریک ہو کر اتنے سارے مسلمانوں کی ذمہ داری کس طرح اپنے سر لے لوں۔ کیا قیامت میں میری گردن نہ ناپی جائے گی۔ میں تو ان تحریکات کو مسلمانوں کے لئے سراسر مضر اور اس سلسلہ میں اکثر عوام میں جو طریق عمل اختیار کئے جا رہے ہیں ان کو ناجائز سمجھتا ہوں نیز میرے نزدیک ان کا نتیجہ سوائے ضرر کے اور کچھ نہیں۔

حضرت والا کا یہ ارشاد بالکل اسی کا مصداق ثابت ہوا۔ ع

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید (قلندر جو کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے)

اور بجز ضرر دینی و دنیوی کے کچھ نتیجہ نہ ہوا حضرت والا گویا اس شعر کے مصداق ہوئے۔

جان جہانیان توئی دشمن جان بود کسے   اے ہمہ دشمنانِ تو دشمن جانِ خویشتن

سارے جہان والوں کی جان تو ہے، اپنی جان کا دشمن کون ہو، اے محبوب تیرے سب دشمن اپنی جان کے دشمن ہیں۔

تحریکات کے زور و شور ختم ہو جانے کے بعد بہت سے مخالفین نے حضرت والا سے معافیاں مانگیں اور حضرت والا کی اصابت رائے کی داد دی نیز متشددین کو بھی بہت سے اُمور

میں ڈھیلا ہونا پڑا۔ چنانچہ اس کے متعلق حضرت والا تحدث بالنعمۃ کے طور پر فرمایا کرتے ہیں کہ سب کو کچھ نہ کچھ اپنے مرکز سے ہٹنا پڑا لیکن الحمدللہ میں جس مرکز پر اول روز تھا اسی مرکز پر آج تک بدستور قائم ہوں۔ مجھ کو بفضلہ تعالیٰ اپنی رائے سے ایک انچ بھی نہیں ہٹنا پڑا بلکہ تجربوں نے تو اور بھی مجھ کو اپنی رائے پر مستحکم کر دیا ہے۔ اھ

حضرت والا زمانۂ تحریکات میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں شریک بھی ہوتا تب بھی علی الاطلاق تھوڑا ہی سب کے لئے ملازمتوں وغیرہ کی ممانعت کر دیتا بلکہ اس کی بھی مناسب قیود و شرائط ہوتیں۔ اھ۔ اس معاملہ میں حضرت والا کی اصابت رائے کی تصدیق و تائید میں دلائل شرعیہ حضرت والا کی مختلف تحریرات و ملفوظات میں مذکور ہیں جن میں سے بعض کو یہاں بترتیب تاریخ نقل کیا جاتا ہے جو عدد میں اتفاق سے دس ہیں اور جس کو اقتباسات عشر سے ملقب بھی کر دیا گیا ہے ہر تحریر کو بعنوان مضمون نقل کیا جائے گا۔

مضمون اول

اقتباسات عشر

احقر اشرف علی کے شائع شدہ مسلک کی مختصر اور ضروری شرح

(از رسالہ النور بابت ماہ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ) مبسملاً حامداً و مصلیاً

آغاز ربیع الثانی سنہ رواں میں ایک اعلان بعنوان ''مسائل حاضرہ کے متعلق احقر اشرف علی کا مسلک'' شائع کیا گیا تھا اس میں ایک جملہ تھا کہ میں ان شورشوں کو ایک فتنہ سمجھتا ہوں میں اس کو مقصود کے لئے کافی سمجھا تھا مگر بعضوں کو اس میں اس وجہ سے غلط فہمی ہوئی کہ انہوں نے اس کا غیر واقعی مبنےٰ اپنی طرف سے مخترع کر لیا اس کے ازالہ کے لئے اس جملہ کی مختصر شرح کرنے کی ضرورت سے یہ دوسرا اعلان شائع کرتا ہوں۔ اول چند مقدمات سمجھ لئے جائیں۔

مسائل کی دو قسمیں

(۱)۔ مسائل بعضے قطعی ہوتے ہیں ان میں اختلاف کی کچھ گنجائش نہیں ہوتی۔ بعضے اجتہادی و ظنی ہوتے ہیں ان میں سلف سے خلف تک شاگرد نے استاد کے ساتھ مرید نے

پیر کے ساتھ قلیل جماعت نے کثیر جماعت کے ساتھ واحد نے متعدد کے ساتھ اختلاف کیا اور علمائے اُمت نے اس پر نکیر نہیں کیا ہے اور نہ ایک نے دوسرے کو ضال اور عاصی کہا نہ کسی نے دوسرے کو اپنے ساتھ متفق ہونے پر مجبور کیا نہ اختلاف کے ہوتے ہوئے باہم بعض و عداوت ہوا نہ مناظرہ پر اصرار کیا گیا۔ چنانچہ مشاجرات میں صحابہ کا اختلاف اور علیحدہ رہنے والوں کی علیحدگی کو سب کا جائز رکھنا معلوم ہے۔

اختلاف کی دو قسمیں

(۲)۔ ایسے مسائل اجتہادیہ ظنیہ میں اختلاف دو طرح سے ہوا ہے ایک دلائل کے اختلاف سے جیسے حنفی شافعی میں قرأت فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں دوسرے واقعات یا عوارض کے اختلاف سے جیسے امام صاحب اور صاحبین میں نکاح صائبات کے مسئلہ میں کہ جن کو تحقیق ہوا کہ وہ اہل کتاب میں سے ہیں۔ انہوں نے اس نکاح کو جائز رکھا اور جن کو تحقیق ہوا کہ وہ اہل کتاب میں سے نہیں انہوں نے اس نکاح کو ناجائز رکھا مگر اس واقعہ کی تحقیق میں اختلاف ہو گیا کہ آیا وہ کتابی ہیں یا غیر کتابی اس لئے فتوے میں اختلاف ہوا یا حنفی شافعی میں تعیین صورت فی الصلوٰۃ کے مسئلہ میں۔ کہ شافعی نے نفس عمل کو منقول عن الشارع دیکھ کر اس کو جائز کہا اور امام صاحب نے عارض اعتقاد یا ایہام اعتقاد وجوب حالاً یا مآلاً پر نظر کر کے اس کو مکروہ فرمایا۔

شرعی حکم کا محل

(۳)۔ حکم شرعی کا محل اور متعلق ہمیشہ معنون ہوتا ہے نہ کہ عنوان مثلاً کوئی شخص مغصوب زمین میں مسجد بنا لے اور مالک قاضی اسلام کے اجلاس میں اس کا مغصوب ہونا ثابت کر دے اور قاضی غاصب کو اس مسجد کے انہدام اور زمین کی واپسی کا حکم دے دے تو قاضی پر یہ اعتراض جائز نہ ہوگا کہ اس نے مسجد منہدم کرادی مسجد محض اس کا نام ہے واقع میں وہ مسجد ہی نہیں۔

دور حاضر کی تحریکات کا خلاصہ

ان مقدمات کے بعد سمجھنا چاہیے کہ تحریکات حاضرہ کا خلاصہ اس وقت دو امر ہیں ایک تعاون جس کی نفی کا نام ترک موالات رکھا ہے دوسرا اتحاد ہندو مسلم

ان دونوں میں دو دو درجے ہیں جن میں سے ایک ایک درجہ میں تو کسی کا اختلاف نہیں اور ایک ایک درجہ میں اس وقت علماء وعقلاء کا اس میں اختلاف ہے۔

امراول کا درجہ اول:...... وہ نوکریاں یا وہ لین دین کی صورتیں ہیں جو دلائل شرعیہ سے فی نفسہا ناجائز ہیں اور ان کے ناجائز ہونے پر ہمیشہ علماء فتوے دیتے چلے آئے ہیں اور وہی فتویٰ اب بھی باقی ہے مثلاً جن نوکریوں میں سود کی ڈگری دی جائے یا جس تجارت میں سود کا معاملہ ہو اسی طرح وہ دوستانہ معاشرت جو خاص مسلمانوں ہی کا حق ہے یا وہ علوم وفنون حاصل کرنا جو دین میں مضر ہیں سو ان میں واقعات حاضرہ کو کچھ دخل نہیں اور نہ ان میں مسلم وغیر مسلم میں کچھ تفاوت ہے ان سے اختلافِ حال میں احتجاج کرنا درحقیقت غلط مبحث اور بالکل بے ربط اور بے محل بات ہے۔

امر ثانی کا درجہ اول:...... وہ اتحاد ہے جس کا حاصل عدم نزاع ہے یعنی دونوں فریق حدود کے اندر رہ کر اپنے اپنے فرائض مذہبی کو ادا کریں اور ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں اور حقوق ہمسائیگی کی باہم رعایت رکھیں سو یہ درجہ فی نفسہ جائز ہے اور اب بھی اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں۔

امراول کا دوسرا درجہ:...... مباح اجارات وتجارات وتعلیمات واستعانات وتعلقات حاکمیت ومحکومیت کے ہیں۔

امر ثانی کا دوسرا درجہ:...... وہ اتحاد ہے جس کی غرض ہندوستان کے لئے آزاد حکومت کا حاصل کرنا ہے اس وقت عقلاء وعلماء کا ان ہی دو درجوں میں اختلاف ہے پس بعضے تعاون کے اس درجہ کو جائز اور اتحاد کے اس درجہ کو ناجائز کہتے ہیں اور بعض اس کے بالکل بالعکس تعاون کے اس درجہ کو ناجائز اور اتحاد کے اس درجہ کو جائز کہتے ہیں یہ تعیین ہے محل اختلاف کی اب اس اختلاف کی حقیقت اور بناء سمجھئے یہ تعاون یا اتحاد شرعاً فی نفسہ نہ واجب ہے نہ حرام شرعاً امور مباحہ سے ہے چنانچہ اہل علم پر ظاہر ہے یہاں تک تو کوئی اختلاف نہیں آگے بعض کی نظر تو اس عدم تعاون مع الحکومت اور اتحاد مع الہنود کے مصالح و منافع ضروری التحصیل فی زعمہم پر پڑی اور وہ خلافت کمیٹی والے ہیں ان عوارض پر نظر کر کے انہوں نے ان دونوں امر کو واجب وجائز کہا۔ اور بعض کی نظر اس عدم تعاون اور اتحاد کے مضاد ومفاسد دینیہ حالیہ ومآلیہ ضروری الاجتناب پر پڑی جن کی تفصیل خاص خاص تحریرات

میں شائع بھی ہو چکی ہے ان عوارض پر نظر کر کے انہوں نے ان دونوں امر کو ممنوع کہا اور احقر کی بھی یہی رائے ہے اور اسی بناء پر اعلان اول میں اس کو فتنہ کہا تھا یہ حقیقت اور بناء ہے اس اختلاف کی۔ اب اس سے امور ذیل معلوم ہو گئے ہوں گے ایک یہ کہ اس اختلاف کی یہ دونوں شقیں قطعی نہیں ہیں ظنی اجتہادی ہیں پس ان میں اختلاف کی گنجائش ہے گو کوئی چھوٹے درجہ کا طالب علم ہی کسی بڑے عالم کے ساتھ اختلاف کرے محض اس اختلاف سے کسی فریق کو دوسرے فریق پر طعن ولعن یا سب وشتم یا لعنت وملامت یا تضلیل وتجہیل یا تفسیق وتکفیر یا جبر وتشدد وظلم وایذاء بالقول یا بالعمل یا کسی بزرگ کا اس کو مخالف دے ادب مشہور کر کے بدنام کرنا جائز نہیں (بحکم مقدمہ نمبرا) البتہ منکرات شرعیہ پر انکار یا تقبیح یہ واجب ہے اور اس میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں۔

دوسرا امر یہ معلوم ہوا کہ اس اختلاف کا منشاء دلائل کا اختلاف نہیں بعض واقعات وعوارض کا اختلاف ہے جس کی شرعی مثالیں مقدمہ نمبر۲ میں مذکور ہو چکی ہیں اور ایک عرفی مثال اور معروض ہے اختلاف دلائل کی مثال ڈاکٹری اور یونانی اصول کا اختلاف ہے اور اختلاف عوارض کی مثال دو یونانی متحد الاصول طبیبوں کا اختلاف اس مریض کے باب میں ہے جو کمزور بھی ہے اور اس میں کسی مادہ فاسد کا بھی غلبہ ہے ایک طبیب نے اس پر نظر کی کہ جب تک مادہ کا تنقیہ نہ کیا جائے گا قوت نہ آئے گی اس لئے مسہل تجویز کر دیا دوسرے طبیب نے اس پر نظر کی کہ جب تک قوت کے بقاء کی تدبیر نہ کی جائے گی مسہل ہی کا متحمل نہ ہوگا اس لئے مسہل کو منع کر دیا اب یہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ مادہ کا تنقیہ بھی ضروری ہے اور قوت کا تبقیہ بھی ضروری ہے مگر پھر بھی عوارض کے سبب دونوں کی رائے میں اختلاف ہو گیا پس یہ اختلاف ان دونوں مسئلوں میں اسی قبیل سے ہے کہ منافع ومضار پر نظر پڑنا اس کا باعث ہو گیا۔

تیسرا امر یہ معلوم ہوا کہ اس عدم تعاون کا نام جو بعض نے ترک موالات رکھ لیا ہے اس عنوان سے اس کا حکم جو اوپر مذکور ہوا بدل نہ جائے گا (بحکم مقدمہ نمبر۳) جیسا بعض نے یہ ترکیب کر رکھی ہے کہ قرآن مجید میں جو موالات کی ممانعت کی آیتیں آئی ہیں۔ اس عدم تعاون کو ان میں داخل کر کے اختلاف کرنے والے فریق کو قرآن کا مخالف بتا کر عوام الناس کو

اس سے متوحش ومتنفر کرتے ہیں جس طرح عالمین مولد نے اپنی مجالس متعارفہ کا نام مجلس ذکر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قیام کا نام تعظیم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھ کر اہل حق کی طرف سے عوام کو بدگمان کر دیا کہ یہ ذکر و تعظیم رسول سے منع کرتے ہیں یا امتناع و امکان کے مسئلہ میں اس طرح بدنام کیا کہ یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ بھی جھوٹ بول سکتا ہے پس ایسے ہی اس اصطلاح ترک موالات سے کام لیا جا رہا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ کوئی نام رکھ دینے سے حقیقت نہ بدل جائے گی اس لئے حکم بھی نہ بدلے گا باقی ایسی ترکیبوں سے کام لینا اہل علم کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ میں نے اپنے نزدیک ان مسائل اور اس اختلاف اور اپنے مسلک کی حقیقت بالکل صاف کر دی ہے اگر اس پر بھی کسی کو بدنام کرنے کا شوق ہو تو اس سے زیادہ نہ کہوں گا کہ **فصبر جمیل. واللہ المستعان علی ماتصفون۔**

والسلام (آغاز جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ ہجری مقام تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ)

مضمون ثانی

مسائل حاضرہ کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا ملفوظ

(از رسالہ النور بابت ماہ جمادی الآخری ۱۳۳۹ھ)

ذیل میں وہ مضمون درج کیا جاتا ہے جس میں موجودہ افواہوں کے متعلق حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم سے زبانی استفسار کیا گیا ہے اور حضرت نے اس کا جواب عطا فرمایا منصف مزاج حضرات اس کو بغور ملاحظہ فرما کر حقیقت کو سمجھیں اور ایک ولی خدا پر غلط بہتان اور تہمتیں لگا کر اپنے دین کو برباد نہ کریں۔ (احقر مدیر)

بعض صاحبوں نے حضرت حکیم الامت عم فیضہم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت موجودہ واقعات کی وجہ سے عوام میں طرح طرح کی بدگمانیاں پھیل رہی ہیں کوئی کہتا ہے کہ حضرت مولانا (خدانخواستہ) خلافت کے مخالف ہیں، کوئی کہتا ہے کہ سلطنت اسلامیہ کے مٹنے سے خوش ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ مولانا حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کے مخالف ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ان کے بعض خدام مولانا قدس سرہ کو برا کہتے ہیں مگر مولانا ان کو

15 نہیں روکتے۔ کوئی کہتا ہے کہ حکومت کی طرف سے تنخواہ پاتے ہیں۔ غرض جو جس کے جی میں آتا ہے کہتا ہے ایسی حالت میں اگر کوئی ایسی تحریر شائع ہو جائے جس سے عوام کی بدگمانیاں رفع ہو جائیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان بدگمانیوں سے گو حضور والا کا کوئی نقصان نہیں مگر خود ان کے دین کو صدمہ پہنچتا ہے حضرت نے اس درخواست پر فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ تمام باتیں غلط ہیں نہ میں خلافت کا مخالف ہوں نہ میں سلطنت اسلام کے زوال سے خوش ہوں۔ نہ حضرت مولانا قدس سرہ سے مجھے یا میرے کسی متعلق کو مخالفت ہے اور نہ میں گورنمنٹ کی طرف سے کوئی وظیفہ پاتا ہوں۔ اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ اگر کوئی مجھ سے ان امور میں مباہلہ کرنا چاہے تو میں مباہلہ کر سکتا ہوں مگر میں اپنی طرف سے کسی ایسے اعلان کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھتا کہ میرا معتقد رہنا دین میں ضروری نہیں اہل حق میں سے جس کے بھی متبع ہو جائیں لوگوں کے لئے کافی ہے اس پر عرض کیا گیا کہ یہ تو صحیح ہے لیکن لوگوں کا دین بدگمانیاں افترا پردازیوں سب وشتم سے برباد ہوتا ہے۔ اس پر فرمایا کہ جب لوگ خود ہی اپنا دین برباد کریں تو میں کیا کر سکتا ہوں کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ کسی بے گناہ پر تہمت لگانا گناہ ہے ضرور جانتے ہیں پھر کیا وہ نہیں جانتے کہ یہ تمام باتیں جو میری طرف منسوب کی جاتی ہیں ایسی ہیں جن کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں ضرور جانتے ہیں تو پھر جب باوجود ان باتوں کے جاننے کے وہ ایسی باتیں میری طرف منسوب کرتے ہیں تو گویا وہ قصداً گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں میں کیا کر سکتا ہوں اور اگر میں ایسا کروں بھی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگو میں اچھا ہوں تم مجھے برا نہ کہو سو مجھ کو اس سے غیرت آتی ہے اور اگر بادل ناخواستہ میں گوارا بھی کرلوں تو اس پر شبہ ہو سکتا ہے کہ اپنی غرض سے ایسا کرتا ہے اس شبہ کو کیونکر دفع کیا جائے۔ دوسری بات یہ بھی قابل غور ہے کہ دنیا میں سب ہی نادان نہیں ہیں بلکہ ان میں سمجھدار حضرات بھی ہیں جو میری حالت سے بخوبی واقف ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ یہ تمام باتیں جو میری طرف عوام منسوب کرتے ہیں غلط ہیں اور لوگ ناحق بدگمانیاں کر کے معاصی میں مبتلا ہو رہے ہیں پس اگر عوام کے دین کی

اشرف السوانح - جلد ۳ ک 15

حفاظت کی ضرورت تھی تو اس کی تدبیر یہ تھی کہ واقف حضرات خود ان بدگمانیوں کو دفع کرتے اور لوگوں کو نفع پہنچاتے اور ان کا ایسا کرنا مفید بھی ہوتا۔ کیونکہ وہ بے لوث تھے اور مجھ پر غرض کا بھی شبہ ہوسکتا ہے۔ جس کو میں دور نہیں کر سکتا۔ میرا مقصود یہ نہیں کہ میں ایسا چاہتا ہوں میں نے خدا کے سپرد کر رکھا ہے۔ مقصود صرف اس سوال کے جواب میں اس کے طریق سے اطلاع دینا ان وجوہ سے جو تدارک میرے اختیار میں تھا وہ صرف یہ تھا کہ میں ان تمام لوگوں کو ناحق بدگمانی افترا سب وشتم کر کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں معاف کردوں سو میں نے دل سے ان کو معاف کر دیا ہے اس سے آگے میرے قبضہ سے باہر ہے۔ الغرض واقعہ تو یہ ہے کہ نہ میں نعوذ باللہ خلافت کا مخالف ہوں کیونکہ مسئلہ خلافت ایک اجماعی مسئلہ ہے اور نہ میں سلطنت اسلام کے ضعف یا زوال سے نعوذ باللہ خوش ہوں بلکہ اللہ کو خبر ہے میری یہ حالت ہے کہ جب مجھے مسلمانوں کے دینی و دنیوی تباہی کا خیال آجاتا ہے جس میں زیادہ حصہ خود مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی کا ہے تو رگ رگ میں غم عظیم پھیل جاتا ہے اور اگر کھانا کھاتے میں خیال آجاتا ہے تو کھانا تلخ ہو جاتا ہے اور نہ میں حضرت مولانا کا نعوذ باللہ مخالف ہوں بلکہ جس قدر محبت وعظمت حضرت قدس سرہ کی میرے دل میں ہے اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے رہا کسی مسئلہ میں رائے کا اختلاف سو ایسا اختلاف مجھ کو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ بلکہ اپنے مرشد حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ سے بھی رہا ہے اور اس اختلاف کی ان حضرات کو اطلاع بھی تھی اور کبھی ان کو تکدر نہیں ہوا اس کو مخالفت کہنا غلو فی الدین ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے امام ابو یوسف و امام محمد نے باوجود شاگرد ہونے کے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ صاحبین امام صاحب کے مخالف ومعاند تھے استغفر اللہ۔ تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ محض بعض امور میں اختلاف رائے کی بناء پر جس کا درجہ میرے اعلان ملقب بہ عنوان ''احقر اشرف علی کے مسلک کی شرح'' میں بتلا دیا گیا ہے۔ مجھے حضرت مولانا کا مخالف کیوں سمجھا جاتا ہے غور کرنے کی بات ہے کہ میرا یہ اختلاف حضرت مولانا کے ساتھ آج نہیں پیدا ہوا بلکہ بہت زمانہ پیشتر کا ہے بس

اگر یہ اختلاف دینی حیثیت سے مضر تھا تو خود حضرت مولانا نے مجھے اپنی اتباع پر کیوں نے مجبور کیا یا اس اختلاف کو مذموم کیوں نہیں فرمایا۔ اور اگر یہ اختلاف مخالفت تھا تو حضرت قدس سرہ نے اخیر تک مجھ سے وہی سابق شفقت بزرگانہ کا برتاؤ کیوں رکھا یہ واقعات خود بتلاتے ہیں کہ یہ اختلاف نہ دینی حیثیت سے مضر تھا اور نہ اس کو مخالفت کہا جا سکتا ہے پھر میں نہیں سمجھتا کہ لوگ اس کو خواہ مخواہ مخالفت کیوں کہتے ہیں۔ پھر حضرت مولانا قدس سرہٗ نے اپنے اس خط میں جو خلافت کانفرنس کلکتہ میں پڑھا گیا تھا صاف فرما دیا ہے کہ ترک موالات وغیرہ جملہ امور میں انجام بینی اور احتیاط سے کام لیا جائے کسی جوش یا جذبہ کی اتباع بغیر تامل و مشورہ ہرگز نہ کی جائے (البرید ۱۲۔ ستمبر ۱۹۲۰ء) اس میں انجام بینی اور احتیاط کا صاف اور صریح حکم موجود ہے اب اگر مجھ کو انجام بینی اور احتیاط کا پہلو ان تحریکات سے کنارہ کشی ہی معلوم ہوئی تو کیا گناہ ہو گیا اور مجھے حضرت مولانا کا مخالف کیوں قرار دیا جاتا ہے پھر حضرت مولانا کے زبانی ارشادات[1] اس اختلاف کو جائز رکھتے ہیں غرض مجھ پر حضرت مولانا قدس سرہٗ کی مخالفت کا الزام سراسر بہتان ہے۔ رہا یہ الزام کہ میرے بعض متعلقین حضرت قدس سرہٗ کے مخالف ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ میرے کسی متعلق نے حضرت کی شان میں یہ نہ تقریراً کوئی گستاخی کی اور نہ تحریراً اور اگر کوئی ایسا کرتا تو میں عمر بھر کے لئے اس سے قطع تعلق کر دیتا۔

بعض لوگوں نے یہ تہمت بیچارے مولوی ظفر احمد مولوی حبیب احمد کی تحریرات پر رکھی ہے مگر ان کی عبارتیں حضرت اقدس کے ساتھ شدت عقیدت و غایت احترام کو ظاہر کر رہی ہیں۔ مثلاً آخری پیام میں وہ دونوں لکھتے ہیں ہم نے اپنی متعدد تحریروں میں اس امر کو صاف ظاہر کر دیا ہے کہ نہ ہم کو حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ سے کبھی مخالفت ہوئی اور نہ اب ہے بلکہ ہم ان کے ساتھ حسن عقیدت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ نیز یہ بھی بالکل غلط ہے کہ میں گورنمنٹ سے تنخواہ پاتا ہوں اگر کسی کے پاس اس کا کوئی ثبات ہو تو میں عام طور پر ہر شخص کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ پیش کرے اور اگر وہ پیش نہ کر سکے اور یقیناً نہیں کر سکتا تو اس کو چاہیے کہ

---

[1] بحوالہ: ان میں سے بعض ارشادات رسالہ ذکر محمود میں (جو ایک مختصر تذکرہ حضرت مولانا کا ہے) مذکور بھی ہیں ان ارشادات کو آگے مضمون نمبر ۹ میں نقل بھی کر دیا گیا ہے۔ ۱۲ مؤلف سوانح

توبہ کرے غرض واقعات تو یہ ہیں مگر میں اپنی طرف سے اس کی اشاعت کرنا مذکورہ بالا وجوہ سے گوارا نہیں کرتا۔ ہاں اگر کوئی دیندار از خود بلا اس قصد کے کہ وہ میرا تبریہ کرے محض مسلمانوں کو دینی مضرتوں سے بچانے کے لئے ایسا کرے تو اسے اختیار ہے نہ میں اسے منع کرتا ہوں نہ حکم دیتا ہوں میں تو اس پر نظر رکھتا ہوں۔ فاصفح عنهم وقل سلام فسوف يعلمون۔

مضمون ثالث

حضرت قطب عالم

مولانا مولوی محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ کی شہادت

(از رسالہ النور بابت ماہ صفر ۱۳۴۰ھ)

حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب

اور حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب دام ظلہما کے متعلق

اس وقت ہم حضرت اقدس جناب قبلہ مولانا مولوی محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ العزیز کا وہ کرامت نامہ شائع کرتے ہیں جو آں قبلہ نے جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سیوہاروی کے ایک استفسار کے جواب میں مولوی صاحب ممدوح کو تحریر فرما دیا تھا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سراپا ہدایت والا نامہ سے ہدایت حاصل کریں اور اپنے کو دین و دنیا کے خسارہ سے بچائیں۔

اس کرامت نامہ سے مسلمانوں کو معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے قلب روشن میں حضرت اقدس حکیم الامۃ جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت اقدس جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم کی دینی عظمت کا کس قدر گہرا اثر تھا اور ان برگزیدگان حق سبحانہ کی بدگوئی اور بدگویوں کو کس قدر بُرا جانتے اور قابل نفرت سمجھتے تھے۔ واللہ یھدی من یشاءُ الیٰ صراط مستقیم۔ (مدیر)

سوال جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سیوہاروی

مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے حضرت دیوبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت

میں شروع ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ میں ایک عریضہ اس مضمون کا ارسال کیا تھا کہ بعض حضرات حضرت تھانوی مدظلہ وحضرت سہارنپوری مدظلہ کے متعلق ناشائستہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ کوئی منافق بتلاتا ہے کوئی خفیہ پولیس کہتا ہے کہ ان حضرات کو امداد ملتی ہے۔ اور یہ سرکاری آدمی ہیں نعوذ باللہ تعالیٰ منہ ومن سوء الظن۔ (نوٹ ملحق فیما بعد از اشرف علی) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس واہیہ میں میرا شریک ہونا میرے لئے ایسا ہی تسلی بخش تھا جیسا حضرت کعب بن مالک ؓ کے لئے حضرت مرارہ بن الربیع ؓ کا شریک ہونا جس کو حضرت کعب بن مالک ؓ ان الفاظ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ **فذکر والی رجلین صالحین قد شهدا بدر افيهما اسوة بی الخ رواه الشیخان مع غیر هما وفی مثله قیل**۔

پائے درزنجیر پیش دوستاں به که بابیگانگاں در بوستاں

پاؤں میں بیڑیاں پہن کر دوستوں کے سامنے رہنا دوسروں کے ساتھ باغ میں ہونے سے اچھا ہے۔

نوٹ ختم ہوا آگے اصل مضمون کا بقیہ ہے۔

اور یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اگر اجازت ہوگی تو حضور والا کے جواب کو طبع کراؤں گا۔ نیز یہ بھی درخواست کی تھی کہ جواب دست مبارک سے تحریر فرمایا جائے۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی درخواست کو منظور فرما کر عریضہ کا جواب دست مبارک سے تحریر فرمایا وہ جواب بلفظہ ذیل میں منقول ہے۔

جواب حضرت اقدس جناب
مولانا مولوی محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط پہنچا سخت تحیر ہوا میری سمجھ میں ہرگز نہیں آتا کہ کوئی مسلمان جو ان حضرات کو جانتا بھی ہو وہ ان کی شان میں وہ الفاظ بجنسہ استعمال کرے جو آپ کے قلم سے نکلے ہیں اور اسی کے ساتھ اس کا تعجب ہے کہ آپ نے ایسے ناپاک اور بیہودہ لفظوں کو کیسے نقل کیا اور بصورت فتویٰ ان جوابات کی اشاعت کا کیسے تہیہ کیا۔ بالفرض

کسی نے ایک کسی نے دو یہ کلمات خبیثہ کہہ کر اپنی عاقبت خراب بھی کی تو کیا یہ کلمات اس قابل ہیں کہ کوئی سمجھدار ان بزرگوں کا معتقدان جھوٹے اور گندے لفظوں کو طبع کرا کر اور ان کے متعلق فتویٰ مرتب کر کے علی العموم سب تک پہنچانے میں سعی کرے[1]۔ العیاذ باللہ العظیم نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور ہم کو سمجھ دے۔ میں آپ کی عنایات سے امید کرتا ہوں کہ آئندہ آپ ایسے امور سے احقر کو معاف رکھیں گے جن کے سننے کی مجھ کو ہمت نہیں اور جن کا سننا سراسر موجب اضطراب وقلق ہوتا ہے اور بالفرض اگر آپ نے احقر کی امید کے خلاف کیا تو جواب کی توقع نہ فرمایئے۔ والسلام فقط

بندہ محمود عفی عنہ دیوبند ۶ ذیقعدہ (۱۳۳۸ھ)

اس کرامت نامہ کے صادر ہونے کے بعد مولوی صاحب سیوہاروی نے معذرت کا عریضہ ارسال کیا جس کا جواب حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے دست مبارک کا تحریر فرمودہ صادر ہوا جو ملخصاً درج ذیل ہے۔

مکرم بندہ سلمکم اللہ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ آپ کا عنایت نامہ وصول ہوا مکرما عوام کی عقیدت وعدم عقیدت ان کے خیالات کی موافقت پر مبنی ہے وبس اس لئے ان کی عقیدت وعدم عقیدت دونوں قابل اعتبار نہیں۔ باقی نہ بندہ آپ سے پہلے ناخوش تھا اور نہ اب ناخوش ہے۔

---

[1] افسوس کہ اب وہ زمانہ آ گیا کہ ان کی اشاعت کی ضرورت ہوئی (مدیر)

مضمون رابع

الروضة الناضرة فی المسائل الحاضرة

(از مرقومہ نصف ربیع الاول ۱۳۴۰ھ مسودہ قلمی مجلس خیر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نوٹ: یہ قلمی مضمون شرح کے انتظار میں ابھی تک شائع نہیں ہوا مگر اس کی نقل بہت اہل علم نے زمانہ تسوید ہی میں کئے ہیں اب شرح بھی تیار ہے مگر سامان طباعت کا نہیں ہوا۔۱۲

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ یہ ایک تحریر ہے جو جامع ہے جزئیات حاضرہ کے احکام کو اس کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ اس کے قبل یا تو بعض مختصر مضمون بطور قول کلی کے شائع ہوئے جن میں جزئیات سے کافی تعرض نہ تھا اور یا زبانی یا خطی سوالات کے جواب منتشر طور پر مشہور ہوئے جن میں بوجہ عدم انضباط مجموعہ اجوبہ نا تمام نقل ہونے سے تغیر وتبدیل ہوگئی اس لئے ضروری جزئیات کے احکام کو یکجا جمع کر دینا مناسب معلوم ہوا مگر چونکہ اس میں اکثر اصطلاحات علمی ہیں اس لئے غیر علماء کو علماء سے سمجھ لینے کی ضرورت ہوگی۔ اور اس کے دو جزو ہیں مسائل نمبر ۱۔ دلائل نمبر ۲۔ دونوں کو علی الترتیب لکھتا ہوں۔ **واللہ الموفق والمعین فی کل باب + و ھو الھادی الی الصواب**

المسئلۃ الاولی

کفار کی مدافعت کے فرض ہونے کی شرط

مدافعت کفار کی مطلقاً اہل اسلام سے اور خصوص سلطنت اسلامیہ سے جس میں خلافت وغیر خلافت اور جس میں سلطنت اسلامیہ واقعیہ وسلطنت اسلامیہ مزعومہ کفار سب داخل ہیں۔ پھر خصوص شعائر اسلام سے جن میں مقاماتِ مقدسہ بالخصوص حرمین شریفین بھی داخل ہیں سب مسلمانوں پر فرض ہے کہ کبھی علی العین کبھی علی الکفایہ علی اختلاف الاحوال مگر اس کی فرضیت کے

کچھ شرائط ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں منجملہ اُن کے ایک شرط استطاعت بھی ہے اور استطاعت سے مراد استطاعت لغویہ نہیں۔ استطاعت شرعیہ ہے جس کو اس حدیث نے صاف کر دیا ہے۔ عن ابی سعید الخدری عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من رای منکم منکر ا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ الحدیث رواہ مسلم مشکوۃ باب الامر بالمعروف۔ ظاہر ہے کہ استطاعت باللسان ہر وقت حاصل ہے پھر اس کے انتفاء کی تقدیر کب متحقق ہوگی اس سے ثابت ہوا کہ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ اس میں ایسا خطر نہ ہو جس کی مقاومت بظن غالب عادۃً ناممکن ہو۔ اسی طرح ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس دفاع کے بعد اس سے زیادہ شر میں مبتلا نہ ہو جائیں مثلاً کفار کی جگہ کفار ہی مسلط ہوں یا مرکب کافر و مسلم سے مجموعہ تابع اخس کے ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں غایت ہی مفقود ہے۔ اور وہ اخلاء الارض من الفساد ہے اور قاعدہ ہے الشئی اذا خلاعن الغایۃ انتفیٰ۔

المسئلۃ الثانیہ (کفار کی مدافعت کا جواز)

اور اگر ایسا خطر ہو تو پھر وجوب تو ساقط ہو جائے گا۔ باقی جواز اس میں تفصیل ہے بعض صورتوں میں جواز بھی نہیں بعض میں جواز بلکہ استحباب بھی ہے اور مدار بناء جواز و عدم جواز یا استحباب کا اجتہاد اور رائے پر ہے پس اس میں دو اختلاف کی گنجائش ہے۔ ایک علمی کہ واقعات سے ایک شخص کے نزدیک عدم جواز کی بناء متحقق ہے اور دوسرے کے نزدیک جواز یا استحباب کی۔ دوسرا عملی کہ باوجود بناء جواز یا استحباب پر متفق ہونے کے ایک نے بنابر عدم وجوب رخصت پر عمل کیا دوسرے نے بناء بر استحباب عزیمت پر عمل کیا ایک کو دوسرے پر ملامت کرنے کا حق نہیں۔ اور اگر کسی مقام پر تسلط مسلمان ہی کا ہو مگر وہ مسلمان کافر سے مسالمت رکھتا ہو تو اس کو تسلط کافر کہنا محل تامل ہے۔

المسئلۃ الثالثۃ (نان کواپریشن)

بائیکاٹ یا نان کواپریشن یہ شرعاً افرادِ جہاد میں سے نہیں۔ دلائل میں ملاحظہ کیا جائے بلکہ مستقل تدابیر مقاومت کی ہیں جو فی نفسہ مباح ہیں اور بعض خطرات کی صورت میں مباح بھی نہیں رہتیں۔ اور ممکن ہے کہ کوئی اپنے اجتہاد سے کسی مصلحت ضروریہ کے سبب ضروری بھی کہہ

دے مگر وہ وجوب اجتہادی ہوگا دوسرے پر حجت نہیں اور اس سے اس کو واجبات مقصودہ شرعیہ سے نہیں کہا جاسکتا اور مقتضیات کے اختلاف سے اس میں بھی مثل مسئلہ ثانیہ کے جوازاً ومنعاً یا ایجاباً اختلاف ہوسکتا ہے نیز آئندہ دلائل میں جو قصہ ثمامہ کا مذکور ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بائیکاٹ نہ کرنے کو موالاۃ کہنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر موالاۃ کی تہمت لگانا ہے۔

المسئلۃ الرابعۃ (موالاتِ کفار)

موالات حقیقی بمعنی دوستی قلبی، ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے اس میں ذمی وحربی محارب مسالم سب برابر ہیں و یستوی فیہ الا سود والابیض

المسئلۃ الخامسۃ (کفار سے ظاہری دوستی کرنا)

موالات صوری بمعنی دوستی ظاہری یعنی ایسا برتاؤ جیسا دوستوں سے ہوتا ہے جس کو مدارات کہتے ہیں اپنی مصلحت ومنفعت مال یا جاہ کے لئے درست نہیں بالخصوص جبکہ ضرر دین کا بھی مظنون ہو تو بدرجہ اولیٰ یہ اختلاط حرام ہوگا۔ ویستوی فیہ ایضاً الا سود والابیض

المسئلۃ السادسہ (نقصان سے حفاظت کیلئے مدارات کرنا)

وہی مدارات مذکورہ دفع مضرت کے لئے جائز ہے اور معتبر ظن مضرت ہے نہ کہ توہم بعید

المسئلۃ السابعۃ (ہدایت کی توقع پر مدارات کرنا)

اسی طرح توقع ہدایت کے لئے بھی مدارات کرنا درست ہے۔

المسئلۃ الثامنۃ (کمزور ہونے کے سبب مدارات)

اسی طرح ضعیف ہونے کی وجہ سے مدارات درست ہے۔

المسئلۃ التاسعۃ (کفار کے ساتھ احسان کرنا)

مواساۃ یعنی احسان ونفع رسانی اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز ہے اور غیر اہل حرب میں مسالم اور ذمی دونوں آگئے دو حالتیں مستثنیٰ ہیں ایک یہ

کہ کسی خاص موقع پر حربی کے ساتھ احسان کرنے میں اہل اسلام کی مصلحت ہو یا اس کے اسلام کی توقع ہو۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص کسی اضطراری احتیاج مثل جوع وعطش یا تردی یا ہدم سے مشرف علی الہلاک ہو۔ (بھوک ۱۲' پیاس ۱۲' اوپر سے گر پڑنا' ۱۲ مکان گر پڑنا ۱۲)

المسئلۃ العاشرۃ (کفار کی مدد کرنا)

موالات بمعنی نصرت یعنی کفار کی مدد کرنا اگر اسلام کو مضر ہو علی الاطلاق ناجائز ہے خواہ اضرار کا قصد بھی ہو یا قصد نہ ہو مگر وہ فعل موضوع ہو اضرار کے لئے دونوں کا ایک حکم ہے۔

المسئلۃ الحادیۃ عشر (ناجائز مدد ناجائز ہے)

اور جس نصرت سے اسلام کو مضرت نہ ہو مگر وہ فی نفسہ ناجائز ہو اس میں بھی نصرت ناجائز ہے۔

المسئلۃ الثانیۃ عشر (مباح امر میں مدد کرنا)

اور اگر وہ مضر اسلام بھی نہ ہو اور فعل بھی مباح ہو اگر بلاعوض ہے مواساۃ میں داخل ہو کر مسئلہ تاسعہ کی فرد ہے اور اگر بعوض ہے آگے مسئلہ رابعہ عشر میں اس کا حکم آتا ہے اور یہ بھی موالات حقیقی نہیں۔

المسئلۃ الثالثۃ عشر (کفار سے مدد لینا)

یہ حکم تو نصرت کا تھا اور موالات بمعنی استنصار اگر استخدام کے طور پر ہو یعنی وہ اہل اسلام کا بالکل تابع ہو اور احتمال غدر بھی نہ ہو جائز ہے اور اگر مساوات یا متبوعیت کے طور پر ہو جیسا اس وقت اکثر ایسا ہی ہو رہا ہے یا احتمال غدر ہو بوجہ احتمال ضرر اسلام ناجائز ہے اور اس متبوعیت سے استنصار اضطراری مستثنیٰ ہے یعنی جہاں مسلمان محکوم ہوں۔

المسئلۃ الرابعۃ عشر (کفار سے معاملات)

یہ تو موالات باقسامہا الحقیقیہ والصوریہ کا حکم تھا۔ اب معاملات کا حکم سمجھئے کہ جن عقود میں کوئی ناجائز کام نہ کرنا پڑے کفار کے ساتھ درست ہیں خواہ ذمی ہو یا حربی مسالم یا غیر مسالم اور ان سے وہ معاملات مستثنیٰ ہیں جو نصاً منہی عنہ ہیں جیسے غیر کتابی سے نکاح کرنا باقی دوسرے معاملات درست ہیں مثلاً ان کی نوکری کرنا' ان کو نوکر رکھنا' ان سے قرض لینا' ان

کے پاس رہن رکھنا۔ ہدیہ دینا' ان سے کچھ خریدنا' ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچنا باستثناء بعض اشیاء کے بعض مواقع میں جن کی تفصیل دلائل میں ہے اور مواد مذکورہ مسئلہ عاشرہ وحادیہ عشر بھی اس سے مستثنیٰ ہیں اور بافضاء بعیدان معاملات کو بمعنی مناصرۃ ومعاونت غیر جائزہ کہنا محض بلا دلیل ہے ورنہ فقہاء ان معاملات کو جائز نہ فرماتے اور راز اس میں یہ ہے کہ ان معاملات سے مقصود اپنی مصلحت ہے حالانکہ یا تالانہ کہ کفار کی یا اگر ان کی مصلحت بھی ہے تو وہ اسلام کو مضر نہیں۔ جو معاملات کسی درجہ میں اعانت غیر کے افراد بن سکتے ہیں فقہاء نے خود ان میں سے بہت مواد کو جائز فرمایا اور یہ تو اعانت ہی نہیں گو دوسرے کا نفع لازم آ جائے۔

المسئلۃ الخامسۃ عشر (ولایتی کپڑا پہننا)

اس وقت گاڑھا اور ولایتی کپڑا پہننے کا سوال اکثر ہوتا ہے اگر اس کی بناء مقاطعت ہے تب تو اس کا حکم مسئلہ ثالثہ ورابعہ میں گزر چکا ہے اور اگر اس سے قطع نظر ہے تو دونوں میں اباحت ہے مگر تشبہ نہ ہنود کے ساتھ جائز ہے نہ انگریزوں کے ساتھ

المسئلۃ السادسۃ عشر (کافروں سے اتحاد کے منکرات وبدعات)

مقاصد یا طرق میں جو منکرات وبدعات منضم ہوگئے ہیں ان کا قبح معلوم ہے مثلاً ایک لیڈر کا یہ مقولہ کہ ''زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے بھائیو خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو اگر ہم اسی رسی کو مضبوط پکڑ لیں گے تو چاہے دین ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے مگر دنیا ہمیں ضرور ملے گی (مدینہ بجنور ۲۱۔ فروری ۳۰ء) اور مثلاً یہ مقولہ اے اللہ ہم سے ایک نیک کام ہوگیا ہے کہ میں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی ہو گئے ہیں (فتح دہلی ۲۴۔ نومبر ۲۰ء) اور مثلاً ایک عالم کا یہ مقولہ'' خدا نے ان کو (گاندھی کو) ہمارے واسطے مدبر بنا کر بھیجا ہے قدرت نے ان کو سبق پڑھانے والا مدبر بنا کر بھیجا ہے'' (فتح مذکور از نور ص ۲۲۶ وص ۲۲۷ اور مثلاً مشرکین کو مساجد میں لے جا کر واعظ مسلمین بنانا۔ ان کے قدم کو شہر کی خاک پاک کرنے والا کہنا ان کے جائے قدوم کو قصور بہشتی پر طعنہ زن کہنا۔ ان کو مسیحا کہنا۔ ان کو رحمت داور لکھنا ان کی ثناء میں یہ کہنا کہ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست۔

گائے کی قربانی بند کرنے کا اہتمام کرنا۔ قشقے لگوانا' مشرک کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بولتے ہوئے مرگھٹ لے جانا ڈولہ سجا کر قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ رکھنا' یہ کہنا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو ہندو مسلمانوں کا امتیاز اٹھا دے گا۔ وغیر ذلک از خلت نمبرا۔ اگر کوئی ان قبائح کے سبب یا شرعی مانع کے سبب شرکت نہ کرے اس کو کافر یا فاسق کہنا۔ اس سے عداوت کرنا اس کی ایذاء کی فکر کرنا پھر ان منکرات پر نکیر نہ ہونا یا ایسے اہتمام سے نہ ہونا جس اہتمام سے تحریکات کی اشاعت کی جاتی ہے اور مصالح میں مفاسد و منکرات کے انضمام کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مصلحت واجب التحصیل نہ ہو تو اس کا چھوڑنا جائز تو ہر حال میں ہے اور کبھی مستحب اور کبھی واجب بھی ہو جاتا ہے اور اگر واجب التحصیل ہوا اختلافاً یا اتفاقاً تو وہاں اس واجب کو بلا عذر ترک نہ کریں لیکن اختلافی میں یہ عدم جواز ترک اختلافی ہوگا مگر ان مفاسد پر ہر حال میں انکار کریں گے اور جس درجہ کا مفسدہ ہوگا اسی درجہ کا انکار واجب ہوگا اور اگر کوئی عذر ہو تو اعتقاداً اتفاق واجب ہوگا اور عملاً معتقد عذر معذور ہوگا۔

المسئلۃ السابعۃ عشر (اختلافی جزئیات کی حیثیت)

فروع اختلافیہ میں جب دونوں قولوں پر دلیل شرعی قائم ہو تو دونوں طرف احتمال صواب و خطا کا برابر رہے گا کسی جانب قائلین کا کثیر ہونا علامت صواب کی اور قلیل ہونا علامت خطا کی نہیں ہے اور اس کثرت کو اجماع کہنا یہ تو بالکل ہی اختراع ہے۔

المسئلۃ الثامنۃ عشر (دینی و دنیوی نفع کے عمل میں شرکت اعانت)

جس عمل نافع میں نہ دنیوی ضرر ہو جس سے شرعاً معذور سمجھا جاتا ہے نہ دینی ضرر اس میں تقاعد کرنا خلاف حمیت ہے جیسے انگورہ کا چندہ کہ اعانت مسلمین و غازیین کا طاعت ہونا ظاہر ہے اور حکام نے تصریحاً اجازت بھی دے دی ہے اس میں ہرگز دریغ نہ کرنا چاہیے اور یہ احتمال کہ حکام دل سے پسند نہ کریں وسوسہ محضہ ہے جو مؤثر نہ ہونا چاہیے۔

المسئلۃ التاسعۃ عشر (کم از کم اعانت دعا ہے)

اور جو شخص کسی قسم کی بھی سعی نہ کر سکے وہ دل سے دعا تو کیا کرے بلکہ اہل سعی بھی

اصل سرمایہ اسی کو سمجھیں کیونکہ مفاتیح خزائن مقاصد رب حقیقی ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ ما یفتح اللہ للناس من رحمتہ فلا ممسک لھا و ما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے جس رحمت (کے دروازہ) کو کھول دیں اس کا روکنے والا کوئی نہیں اور جس کو بند کر دیں اس کو جاری کرنے والا کوئی نہیں۔

المسئلۃ العشرون (مختلف قسم کے امور میں مختلف نظریہ)

جس میں میرا طرز عمل اور مشورہ مذکور ہے۔ ان اعمال میں جو امور شرعاً منکر ہیں ان کو اعتقاداً اور عملاً واجب الترک جانتا ہوں اور جو مستحسن اتفاقی ہیں ان کو اعتقاداً تو حسن جانتا ہوں باقی عملاً جن پر قدرت ہے ان کو قابل عمل اور جن پر قدرت نہیں ان میں اپنے کو معذور سمجھتا ہوں اور جو اختلافی ہیں ان میں اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں۔ اور دوسری جانب کو بھی محل ملامت[1] نہیں سمجھتا اور نہ ان میں کسی کو اپنے مسلک کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ البتہ کوئی مخلص خواہ واقع میں مخلص ہو خواہ اپنے کو مخلص ظاہر کرے اور میرا وجدان اس کی تکذیب نہ کرے ایسا شخص اگر میرے مسلک کو دریافت کرتا ہے اور مجھ کو وجدان سے دو امر مظنون ہوں ایک یہ کہ متردد ہے دوسرے یہ کہ عمل کے لئے پوچھتا ہے کہ کسی سے قیل وقال یا بحث وجدال نہ کرے گا اس کو خاص طور پر بتلا دیتا ہوں۔ باقی کسی کو خود کچھ نہیں کہتا اور دیانت اسی کو سمجھتا ہوں کہ جس شق کا حق ہونا محقق ہو اسی کو اختیار کرے محض مال یا جاہ کی غرض سے اس کو ترک نہ کرے ہاں شرعاً اکراہ کا درجہ ہو جائے خواہ حکام سے یا عوام سے اس وقت اکراہ کے مسائل پر عمل کرے اور دوسری شق مختلف فیہ میں اختلاف والوں کی مخالفت یا ان کے خلاف کوشش نہ کرے اور یہی دوسرے مسلمانوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں پھر باوجود میرے اس قدر صفائی اور نرمی کے اگر پھر بھی کوئی مجھ کو بدنام کرے تو بجز اس کے کیا کہہ سکتا ہوں و افوض امری الی اللہ۔ ان اللہ بصیر بالعباد۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ الہ و اصحابہ اجمعین و اخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔ نصف ربیع الاول ۱۳۴۰ھ)

---

[1] اور اگر کسی پر ملامت کی گئی ہے تو اس کے کسی فعل منکر پر ملامت کی گئی ہے مثلاً کسی نے ہندوؤں کے اتحاد و اتفاق میں حد سے تجاوز کیا یا مجھ پر کوئی غلط اتہام لگایا یا محض اختلاف رائے فی المسائل کی وجہ سے اس نے دوسرے فریق پر طعن و تشنیع کی اور ان کو فاسق و کافر بنایا۔ وغیرہ ۱۲ منہ

الدلائل

اما على الاول فما فى الدرالمختار ولا بدلفرضيته من قيد اخر وهوالاستطاعة الى قوله و شرط لوجوبه القدرة على السلاح لا امن الطريق فان علم انه اذا حارب قتل و ان لم يحارب اسرلم يلزمه القتال وفى ردالمختار قوله القدرة على السلاح اى وعلى القتال و فى الدرالمختار اورده بعد الحد ودلا تحاد المقصود وفى ردالمختار وهواخلاء الارض من الفساد ص ۳۳۶ ج ۳ وقد افتى استاذیؒ بنصرة بعض اهل البدعة فی مقابلة اهل الكفرلان اهل الكفر ا نماز احموهم فى البدعة زعما منهم انها من الاسلام وذكر النووى فى حديث مسلم فى تاويل شرط ولاء بريرةؓ للبائعين مالقيه والثانية والعشرون احتمال اخف المفسد تين لد فع اعظمها واحتمال مفسدة يسيرة لتحصيل مصلحة عظيمة اه. ص ۴۹۳ ص ج ۳

وعلى الثانية فما العالمگيرية والثانى ان يرجوالشوكة والقوة لاهل الا سلام باجتهاده او باجتهاد من يعتقد فى اجتهاده ورائه وان كا لا يرجو القوة والشوكة للمسلمين فى القتال فانه لا يحل له القتال لمافيه من القاء نفسه فى التهلكة ۱۱۹ ج ۳ و فى ردالمختار على القول المذكوراولاً قوله لم يلزمه القتال يشيرالى انه لو قاتل حتى قتل جازلكن ذكر فى شرح السير انه لا باس ان يحمل الرجل وحده و ان ظن انه يقتل اذاكان يصنع شيئا بقتل او بجرح او بهزم فقد فعل ذلک جماعة من الصحابة من الصحابة بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم احد ومدحهم على ذلک فاماذا علم انه لا ينكى فيهم فانه لا يحل له ان يحمل عليهم لانه لا يحصل بحملته شئى من اعزازالدين بخلاف نهى فسقة المسلمين عن منكر اذا علم انهم لا يمتنعون بل يقتلونه فانه لا باس با لاقدام وان رخص له السكوت لا ن المسلمين يعتقدون مايأ مرهم به فلا بد ان يكون فعله مؤثر ا فى باطنهم بخلاف الكفار. وجلد مذکور

وعلى الثالثة ما فی الدرالمختار و عرفه ابن الکمال بانه بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللّٰه مباشرةً او معاونةً بمال اورأی اوتکثیر سواداوغیرذلک و فی رد المختار کمداواة الحجرحی و تهیئة المطاعم و المشارب . ۳۳۲ ج ۳ وفی صحیح البخاری فی قصة ثما مة بن اثال فلما قدم مکة (یعنی بعدالاسلام) قال له قائل صبوت قال لا ولکن اسلمت مع محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولا واللّٰه لا تاتیکم من الیمامة حبة حنطة حی یاذن فیها النبی صلی اللّٰه علیه سلم قال الحافظ فی الفتح زاد ابن هشام ثم خرج الی الیمامة فمنعهم ان یحملوا الی مکة شیئا فکتبوا الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انک تمر بصلة الرحم فکتب الی ثمامة ان یخلی بینهم و بین الحمل الیهم اه. ص ۶۹ ج ۸ وفیه ایضاً ۶۸ ج ۸ وکانت قصة (یعنی ثمامہ۱۲) قبل وفد بنی حنیفة بزمان فان قصة صریحة فی انهما کانت قبل فتح مکة اه. و فی الهدایة بعد المنع من بیع السلاح و الحدید من اهل الحرب ولو بعد الموادعة مانصه و هذا هوالقیاس فی الطعام و الثوب الاانا عرفناه بالنص فانه علیه السلام امر ثمامة ان یمیر اهل مکة وهم حرب علی۔ اه.

وعلى الرابعة قوله تعالیٰ یاایها الذین اٰمنوا لا تتخذوالیهود و النصاریٰ اولیاء وقوله تعالیٰ یا ایهاالذین اٰمنو ا لاتتخذواعدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة.

وعلى الخامسة قوله تعالیٰ ایبتغون عندهم العزة فان العزة للّٰه جمیعا.

وعلى السادسة قوله تعالیٰ الا ان تتقو ا منهم تقاة وقوله تعالیٰ فتری الذین فی قلوبهم مرض یسارعون فیهم یقولون نخشیٰ ان تصیبنا دائرة

وعلى السابعة قوله تعالیٰ فانت له تصدیٰ.

وعلى الثامنة ماروی ابوداؤد ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انزل وفد بنی ثقیف فی مسجده .اه.

وعلى التاسعة قوله تعالیٰ لا ینها کم اللّٰه عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین

ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطو الیھم ان اللہ یحب المقسطین . انما ینھا کم اللہ عن الذین قاتلو کم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھر واعلیٰ اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظالمون۔

فی العالمگیریۃ ولا باس بان یصل الرجل المسلم المشرک قریباً کان اوبعیداً محارباً کان اوذمیاً وارادبالمحارب المستامن واما اذا کان غیرالمستامن فلا ینبغی للمسلم ان یصلہ بشئی کذافی المحیط وذکر القاضی الامام رکن الاسلام علی السغدی اذا کان حربیاً فی دارالحرب وکان الحال حال مسالمۃ وصلح فلا باس بان یصلہ کذافی التتار خانیۃ ج۶ ص ۲۳۲ ۔ من تتمۃ امداد الفتاویٰ وفی حاشیۃ العلامۃ شیخزادہ علی البیضاوی و ثانیھا المعاشرۃ الجمیلۃ فی الدنیا بحسب الظاھر وذلک غیر ممنوع منہ وقال علیہ السلام فی کل ذات کبدرطبۃ اجر۔

وعلی العاشرۃ والحادیۃ عشر قولہ تعالیٰ ولا تعاونوا علیٰ الاثم والعدوان

وعلی الثالثۃ عشر مافی الدرالمختار اودل الذمی علی الطریق ومفادہ جوازالاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ السلام بالیھود علی الیھود فی ردالمختار قولہ عند الحاجۃ اما بدونھا فلا لانہ لا یومن غدرہ قولہ وقد استعان علیہ الصلوٰۃ والسلام الخ ذکر فی الفتح ان فی سندہ ضعفا وان جماعۃ قالو الا یجوز لحدیث مسلم انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خرج الی بدر فلحقہ رجل مشرک فقال ارجع فلن استعین بمشرک الحدیث وروی رجلان ثم قال وقال الشافعی ردہ علیہ الصلوٰۃ والسلام المشرک والمشرکین کان فی غزوۃ بدرثم انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استعان فی غزوۃ خیبر بیھود من بنی قینقاع وفی غزوۃ حینن بصفوان بن امیۃ وھومشرک فلردان کان لاجل انہ کان مخیر ابین الاستعانۃ وعدمھا فلا مخالفۃ بین الحدیثین و ان کان لاجل انہ مشرک فقد نسخہ مابعد ج ۳ (ص ۳۳۶) وفی فتح القدیر ولا باس ان یستعان بالمشرکین علی قتال المشرکین اذا خرجوا طوعاً ویرضخ لھم ولا یسھم ولا یکون لھم رایۃ تخصھم الخ ج ۵

16 (ص ۲۴۳) وفی ردالمختار باب الجمعة فی معراج الدراية من المبسوط البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانهم لم یظهر وافیها حکم الکفر بل القضاة والولاة مسلمون یطیعونهم من ضرورة اوبدونها و کل مصرفیها والٍ من جهتهم یجوز فیه اقامة الجمعة والا عیاد الخ ج ا (ص ۸۴۲) وقد عرف اطاعة الصحابة والتابعین لیزید والحجاج و اطاعة العلماء للتتار فی بغداد وفی تفسیر ابن جریرالا ان تتقو ا منهم تقاة. الا ان تکونو افی سلطانهم فتخافونهم علی انفسکم فتظهر والهم الولا یة بالسنتکم و تضمر والهم العداوة ولا تنا جوهم علی ماهم علیه من الکفر ولا تعینوهم علی مسلم بفعل اه. از فرقان.

وعلی الرابعة عشر مافی الریاض جلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وعلی ینزع للیهودی کل دلوبتمرة حتی اجتمع له شئی من التمر (وفی الاجارة) وفی ابن خلدون و ابن هشام استاجر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عبدالله بن اریقط الدؤلی وکان کافراً (وفیه الاستیجار) وفی المشکوٰة عن علی ان یهود یا کان یقال له فلان حبر کان له علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه علیه وسلم دنانیر فتقاضی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال له یایهودی ماعندی ماعطیک الخ (وفیه القرض) وفی صحیح البخاری قدرهن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم در عاً له بالمدینة عند یهودی واخذ شعیر اله (وفیه الرهن) وفی الروض الانف اهدی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الی ابی سفیان عجوة و استهداه ادماً فاهداه ابوسفیان وهو علی شرکه (وفیه الاهداء والا ستهداء) وفی المحیط اذا خرج للتجارة الی ارض العد و باماں فان کان امر لایخاف علیه منه و کانو قوماً یوفون بالعهد یعرفون بذلک وله فی ذلک منفعة فلا باس وفی الهندية اذاارادالمسلم ان یدخل دارالحرب باماں للتجارة لم یمنع ذلک منه و کذلک اذاارادحمل الامتعة الیهم. فی البحر فی القنیة لا یمنع من ادخال البغال والحمیر والثور والبعیر فیها فان کان خزا من ابریسم اوثیا باوقا قامن القزفلا باس بادخالها الیهم ولا بادخال

الصفر والشبه اليهم لان هذا الا يستعمل للسلاح وفيها قال محمد لا بأس بان يحمل المسلم الى اهل الحرب ماشاء الا الكراع والسلاح (وفي هذه الروايات البيع والشراء منهم الا ماستثنى) وفي الهداية من ارسل اجيراً له مجوسيا او خادما الخ وفي فتاوىٰ الا مام طاهر البخارى مسلم آجر نفسه من مجوسي لا باس به وفي الروض الانف براء ملاعب الاسنة ارسل الى النبي صلى الله عليه وسلم انى قد اصابني وجع احسبه قال يقال له الدبيلة فابعث ارسل الى النبي صلى الله عليه وسلم بعكة عسل وامره ان يستشفى (من رسالة النور) وفي الدرالمختار كتاب القضاء ويجوزتقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافرا ذكره مسكين وغيره الا اذا كان يمنعه عن القضاء بالحق فيحرم اه وفي الدر المختار وجازبيع عصير عنب ممن يعلم انه يتخذه خمر الا ن المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره وقيل يكره لاعانته على المعصية الى قوله بخلاف بيع امردممن يلوط به وبيع سلاح من اهل الفتنة لان المعصية تقوم بعينه وفي ردالمختار عن النهر وعلم من هذا انه لا يكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب ممن يتخذ منه المعازف. وما في بلوغ الخانية من انه يكره بيع الامردمن فسق يعلم انه يعصى به مشكل والذى جزم به الزيلعي في الحظر والا باحة انه لايكره بيع جارية ممن ياتيها في دبرها اوبيع غلام من لوطى وهوالموافق لما مرد عندى ان مافي الخانية محمول على كراهة التنزيه وهوالذى تطمئن اليه النفوس اذلا يشكل انه وان لم يكن له معينا انه متسبب في الاعانة ولم ارمن تعرض لهذا اه (ج ۵ ص ۳۸۵) وفي صحيح البخارى عن عبدالرحمن بن ابى بكرثم جاء مشرك مشعان طويل بغنم يسوقها فقال النبي صلى الله عليه وسلم بيعام عطية قال لا بل ابيع فاشترى منه شاة اه (فرقان) قال العينيؒ كره اهل العلم ذلك (اى الاجارة من الكافر) الاللضرورة بشرطين احدهما ان يكون عمله فيما يحل لمسلم والآخران لا يعينه على ماهو ضرر على المسلمين وقال ابن

حجر معاملة الكفار جائزة الاما يستعين به اهل الحرب على المسلمين. اه

وعلى الخامسة عشر مافى الثالثة والرابعة عشر۔

وعلى السادسة عشر كون قبح هذه الامور ظاهر وفى الدر المختار باب الجنائز وتزجر النائحة ولا يترک اتباعهالا جلها اى لاجل النائحة لان السنة لا تترک بما اقترن بهامن البدعة ولا يردالوليمة حيث يترک حضورها لبدعة فيها للفارق بانهم لوتركو المشى مع الجنازة لزم عدم انتظامها ولا كذلک الوليمة لوجود من ياكل الطعام عن ابى السعود(ج ا ص ۹۳۲)

وعلى السابعة عشر تعامل علماء الامة على عدم تركهم واحد من الاقوال المجتهد فيها بهذا العذر وكثيرمن مسائل الحنفية شانه كذلک كنفاذ قضاء القاضى ظاهر اوباطناً واباحة الربوافى دارالحرب وعدم الترجيح بكثرة الادلة ونحوها ولا يراد بالسواد الاعظم هذا الكثرة والا لوجب ترک اقوال ابى حنيفة التى شانها كذلک مثلاً واللازم منتف فكذاالملزوم وفى البراهين القاطعة عن التوضيح السواد الاعظم عامة المسلمين ممن هوامة مطلقة والمراد بالامة المطلقة اهل السنة والجماعة وهم الذين طريقهم طريق الرسول عليه السلام والصحابة دون اهل البدع اه فكان المراد بالسواد الاعظم هم اهل السنة والجماعة سواء كانوا متفقين اومختلفين فلا يجوزالخروج عن اتباعهم الى اتباع اهل البدع ولو باخذ قول بعض منهم وان كان هذا البعض قيلاً. وفى المنار ونور الانوار فى تعريف الاجماع اتفاق مجتهدين من امة محمد صلى الله عليه وسلم فى عصر واحد على امرقولى اوفعلى والشرط اجماع الكل وخلاف الواحد مانع كخلاف الاكثر اه

وعلى الثامنة عشر والتاسعة عشر والعشرين ظاهر غير خفى۔

مضمون خامس

تتمہ اولیٰ حکایات الشکایات

(از رسالہ النور بابت ماہ صفر ۱۳۴۱ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکایت (۷) مع الشکایت

بعد الحمد والصلوٰۃ مدت ہوگئی جب سے یہ تحریکات جدیدہ شروع ہوئی ہیں۔ مہربانوں کی طرف سے جو کچھ ہدیہ لعن طعن کا میرے حصہ میں آ رہا ہے سب کو معلوم ہے مگر میں نے کبھی اس طرف التفات نہیں کیا۔ اور ان کے جواب کا اہتمام نہیں کیا۔ البتہ صرف ایک بار میں نے اپنے مسلک کی ضروری توضیح اور بعض احباب نے اس کے متعلق ایک ملفوظ شائع کیا تھا جب وہ بھی مفید ثابت نہ ہوئی اور ثابت ہوا کہ لعن طعن ہی مقصود ہے اور تحقیق اور انصاف مفقود ہے۔ بالکل سکوت کرلیا چنانچہ اسی حالت پر ایک مدت گزر گئی لیکن اب ایک نئی بات یہ ہوئی کہ میں نے آغاز صفر ۱۳۴۱ھ میں ایک اعلان جابجا اپنے قصبہ کے کوچہ وبرزن میں چسپاں دیکھا جس کو بعض عنایت فرماؤں نے شائع کیا جس کے مضمون کو حضرت مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ کا ایک خط[1] ظاہر کیا گیا ہے۔ اور محمد خلیل الرحمٰن صاحب دہلوی مقیم مرادآباد کی طرف سے ''اخبار ہمدم میں اس کا بھیجا جانا لکھا ہے۔ یہ چند سوالات وجوابات پر مشتمل ہے اور ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں اس خط کا پہنچنا لکھا ہے اس میں سائل صاحب نے اس احقر کو موجودہ تحریکات کے خلاف بتلا کر اور جو شخص اس کے خلاف ہو اس کا حکم پوچھا ہے۔ اور یہ جواب نقل کیا ہے کہ موجودہ تحریک بہت اچھی ہے اور اس میں شرکت ہر مسلمان کو فرض عین ہے۔ جو اس کے خلاف ہے وہ اسلام کے ساتھ

---

[1] اس خط کا جعلی ہونا مضمون سادس میں آگے صریحاً آتا ہے ۱۲ مؤلف سوانح

میں دشمنی کرتا ہے کہ جو ایک گناہ عظیم ہے۔ اور جواب میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ ذاتیات سے بحث بندہ اچھی نہیں سمجھتا جو بھی اس کے خلاف ہے اس کے واسطے وہی حکم ہے۔ اھ ملخصاً۔
اس تحریر سے دو اثر محتمل ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مجھ پر جو لعن طعن عنایت فرماؤں کی بدولت ہو رہا ہے۔ اس میں کچھ اضافہ ہو جائے۔ سو یہ تو مجھ کو گوارا ہے۔ بقول شخصے کہ مردہ پر دیسی ہی دو من مٹی ویسی ہی سو من۔ نیز مدت ہوئی۔ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ میں ایک مستقل اعلان عام میں بامید عفوحق تعالیٰ میں سب کو معاف بھی کر چکا ہوں۔ تو بعد میں اس کا ذکر ہی کیا۔ دوسرا اثر یہ محتمل ہو سکتا تھا کہ کوئی میرا ناداں دوست خدانخواستہ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی (جو کہ میرے استاد بھی ہیں اور میں ان سے محبت و عقیدت کو اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھتا ہوں) شان میں کوئی سوء ظن قلب میں پیدا کرے۔ غ جو مجھ کو کسی طرح گوارا نہیں اسی کے دفع کے لئے یہ چند سطور لکھنا چاہتا ہوں۔ رہا اس کا فیصلہ کہ یہ خط حضرت کا ہے بھی یا نہیں بدوں اصل خط کو دیکھے ہوئے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ گو اس خط کے بعض مضامین خود اس نسبت کی صحت میں بھی شبہ ڈالتے ہیں لیکن میں بلا تحقیق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر کسی کو اس کی جانچ کا شوق ہو آخری شائع کنندہ یا مجوزان اشاعت کہ ان کے نام حسب ذیل ہیں منشی رفیق احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ الامداد تھانہ بھون و قاضی محمد اکرم صاحب تھانوی و حافظ احسان الحق صاحب تھانوی یا ایڈیٹر اخبار ہمدم سے ان خلیل الرحمٰن صاحب کا پورا پتہ ڈاک کا دریافت کر کے وہ خط منگا کر یا اگر بھیجنے سے عذر کریں تو ان کے پاس کسی ایسے ثقہ شخص کو جو حضرت کا خط بخوبی پہچانتا ہو۔ ہمراہ لے جا کر وہ خط دکھلایا جائے بعض احباب کا خیال ہے کہ یہ خلیل الرحمٰن صاحب سیوہارہ کے ہیں کسی مصلحت سے کچھ تاویل کر کے دہلوی مقیم مراد آباد لکھ دیا ہے مگر اس کی نسبت بھی کچھ نہیں کہتا خواہ احتیاطاً ان سے بھی تحقیق کر لیا جائے بہرحال جو صاحب بھی ہوں اگر تحقیق سے یہ تحریر حضرت کی ثابت نہ ہو۔ تب تو قصہ ختم ہوا۔ اور اگر ثابت ہو تو ناظرین دو قسم کے ہوں گے۔ ایک وہ جو حضرت سے عقیدت رکھتے ہیں اور بلا کاوش حقیقت کے اس تحریر کے مقتضائے ظاہری پر مجھ سے بدگمان ہو

جائیں۔ سو میری طرف سے اس کی اجازت ہے۔ دوسرے وہ جو مجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں اور ان کے قلب میں حضرات کی طرف سے وسوسہ پیدا ہونے لگے چونکہ میری طرف سے ان کی اجازت نہیں۔ اس لئے اس وسوسہ کے دفع کا طریق بتلاتا ہوں۔

درایت

وہ یہ ہے کہ حضرت نے اپنے جواب میں اس سے تعرض نہیں فرمایا۔ کہ سائل نے احقر کو جو خلاف لکھا ہے آیا حضرت نے اس کو تسلیم کیا ہے یا نہیں بلکہ خط مذکور کی اس عبارت میں ذاتیات سے بحث بندہ اچھا نہیں سمجھتا۔ اس پر تنبیہ فرمادی کہ سوال میں کسی کا نام لینا حضرت نے پسند نہیں فرمایا۔ چنانچہ ان جوابات کی تمہید میں بھی یہ عبارت ہے ''خصوصاً'' آپ کے بعض نازیبا سوالات کی وجہ سے'' اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ آجکل روایات اور حکایات کا کچھ اعتبار نہیں۔ بلاتحقیق جس کی نسبت جو چاہا نقل کردیا جو اکثر اوقات غلط بھی ثابت ہوتا ہے۔ رات دن اس کا مشاہدہ ہوتا ہے چنانچہ قریب ہی زمانہ ہوا کہ مکہ معظمہ سے منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی کا جن کو خدام دربار گنگوہی ہی خوب جانتے ہیں خط آیا اس میں انہوں نے ایک ایسی ہی خبر کا رد لکھا ہے۔ اخیر میں مضمون نمبرا ملاحظہ ہو۔ غرض یہ تو معلوم ہوگیا کہ حضرت نے خصوصیت سے اس احقر پر کوئی حکم نہیں لگایا ہر اس شخص پر لگایا جو خلاف ہو۔ اب اس کی تحقیق باقی رہی کہ آیا میں خلاف ہوں یا نہیں۔ سو اول خلاف کی حقیقت سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس کی حقیقت محض اختلاف تو ہے نہیں یعنی اگرچہ دلیل شرعی ہی سے ہو ورنہ لازم آئے گا کہ ہر فرض میں اختلاف کرنے والا (اگرچہ وہ فرض اجتہادی ہی ہو اور اگرچہ وہ اختلاف بدلیل شرعی ہو) گناہ عظیم کا مرتکب ہو تو اس صورت میں قرأت فاتحہ خلف الامام میں جو کہ بہت سے صحابہؓ کے نزدیک فرض عین ہے حنفیہ کا اختلاف بھی موجب گناہ عظیم ہوگا۔ وہو کما تری۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلاف مذموم وہ ہے جہاں مسئلہ ایسی دلیل سے ثابت ہو۔ جو ثبوتاً و دلالۃً قطعی ہو اور پھر اس میں کوئی منازعت و مزاحمت کرے یا دلیل غیر قطعی سے ثابت ہیں نہ ان میں محض رائے سے کلام کیا گیا ہے۔ چنانچہ خود حضرت مولانا بھی ان کو قطعی نہیں

فرماتے تھے مجھ سے ابھی پانی پت میں حضرت کے ایک مخصوص ومقرب عالم نے حضرتؒ کا مقولہ بیان کیا۔ کہ جب تیرے مقالات وخیالات حضرت نے سنے تو فرمایا کہ ''اختلاف تو ٹھیک نہیں میرے جی میں یہ آتا ہے کہ میں ہی اپنی رائے سے کچھ ہٹ جاؤں'' ممکن ہے کہ لفظوں میں کچھ تغیر تبدل ہوگیا ہو مگر مضمون یہی ہے اور ظاہر ہے کہ قطعی کا ترک یا اس سے کچھ ہٹنا کسی حال میں درست نہیں اس سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت کے نزدیک یہ بھی مسائل قطعی نہیں۔ اور جب واقع میں قطعی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ تو نعوذ باللہ خلاف واقع حضرت کیسے قطعی سمجھ سکتے تھے اور احقر کے مضمون شرح[1] مسلک وملفوظ مندرجہ رسالہ النور جلد اول نمبرا۔و۲۔ سے اس اختلاف کی حقیقت اور اس کا اجتہادی ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔ اس مقام پر اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس مسلک کے بعض ادلہ شریعت بہت اختیار کے ساتھ لکھے دیتا ہوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ اختلاف محض رائے سے نہیں ہوا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ الا ان تتقوامنھم تقاۃ وقال تعالیٰ واعدوالھم مااستطعتم من قوۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاستطاعۃ من رای منکم منکرافلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ رواہ مسلم وفی الدرالمختار ولا بدلفرضیتہ من قیداخر وھو الاستطاعۃ الی قولہ وشرط لوجوبہ القدرۃ علی السلاح وفی العالمگیریہ وان کان لا یرجو القوۃ والشرکۃ للمسلمین فانہ لا یحل القتال لمافیہ من القاع نفسہ فی التھلکۃ وفی فتح القدیر ولا باس ان یسطعان بالمشرکین علی قتال المشرکین اذا خرجوا طوعاً ویرضخ لھم ولا یسھم لھم ولایکون لھم رایۃ تخصھم وفی الھندیۃ قال محمد لا باس بان یحمل المسلم الی اھل الحرب ماشاء الا الکراع والسلاح وفی الدرلمختار وجازبیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ خمرالاً المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لا عانتہ علی المعصیۃ الیٰ قولہ و عندی مافی الخانیۃ (من کراھیۃ بیع الامرومن

---

[1] ان کی نقول مضمون نمبر اول وثانی میں ابھی گزر چکی ہیں۔۱۲ مؤلف سوانح

فاسق يعلم انه يعصى به) معمول على كراهية التنزيه وهوالذى تطمئن اليه النفوس وفى ضميمة الروضة من المجتبىٰ وجامع الرموزو ردالمختار ويجب على الامام ان يبعث سرية الى دارالحرب كل سنة مرة اومرتين الى قوله وهذا اذا غلب على ظنه انه يكا فيئهم والا فلا يباح قتالهم. اه

وفى الهداية والمروى عن ابى حنيفةؒ من لزوم البيت محمول على حال عدم الامام وفى فتح القدير و ماروى جماعة من صحابة انهم قعد وافى الفتنة محمول على انه لم يكن لهم غناء و قدرة و فى الدرالمختار باب البغاة فان بايع الناس الامام ولم تنفذ حكمه فيهم لعجزه عن قهرهم لا يصير إماما. اه. وفى الباب كثيرة لا تحصى پس جس خلاف پر حضرت حکم لگا رہے ہیں احقر اس خلاف کا مرتکب نہیں ہوا۔ اور جس اختلاف میں مرتکب ہوا۔ اس اختلاف پر حضرت حکم نہیں لگاتے پھر اس اختلاف میں میں متفرد بھی نہیں بہت علماء کے رسالے اس اختلاف میں نکل چکے ہیں اور بعض نے رسالہ وغیرہ نہیں لکھا مگر ان کی یہی رائے ہے۔ تتبع و استقراء سے معلوم ہوسکتا ہے بلکہ عجب نہیں کہ عدد میں یہ زیادہ ہوں اور اگر زائد بھی نہ ہوں تب بھی قلت اور کثرت مدار خطا وصواب کا نہیں۔ بہت سے مسائل میں ابوحنیفہؒ ایک طرف ہیں اور جمہور ایک طرف پھر بھی وہ متروک نہیں ہوئے اور وہاں مقابلہ مجتہد کا مجتہد سے ہے۔ یہاں غیر مجتہد کا غیر مجتہد سے تو نسبت مساوی رہی۔ پھر وہ اختلاف بھی بعض مسائل زائدہ میں ہے نہ کہ اصلی مقصد یعنی نصرت حکومت اسلامیہ بقدر الوسع میں مال سے اور دعا سے اور ایسا اختلاف حضرت کے ساتھ خود حضرت کے خواص بھی کرتے ہیں چنانچہ اعلان مذکور میں ایک سوال نمبر ۱۲ یہ ہے۔ سرکار برطانیہ کی جملہ ملازمتیں کیسی ہیں اور اس کا جواب حضرت سے یہ نقل کیا ہے نمبر ۱۲۔ حرام اور علماء دیوبند سے ایک صاحب حاجی اسماعیل سوداگر دستار ریواڑی بازار بزازہ نے سرکاری مدرسہ کی نوکری تعلیم عربی کی نسبت سوال کیا ہے۔ اس کا جواب مدرسہ موصوفہ سے یہ گیا ہے۔ نوکری مذکورہ اب بھی جائز ہے جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے مگر ترک کرنا تمام ملازمتوں انگریزی کا احوط اور اولیٰ اور افضل ہے کیونکہ اعداء دین اسلام سے کسی قسم کا تعلق رکھنا روا نہیں۔ البتہ

بصورت مجبوری ملازمت مذکورہ کی اباحت کا فتویٰ جیسا پہلے دیا گیا تھا اب بھی وہی فتویٰ ہے اور فعل مباح کے کرنے والے پر طعن ولعن کرنا نہیں چاہیے اور اس پر مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد انور شاہ صاحب کے بھی دستخط ہیں۔ اور حضرت کے جواب بالا سے بعد کا ہے کیونکہ وہ جواب ذی الحجہ ۳۸ھ کا ہے اور یہ فتویٰ جمادی الاول ۴۰ھ کا ہے۔ وہ فتویٰ بعینہ یہاں موجود ہے تو اگر ہر اختلاف مذموم ہے تو علماء دیوبند کو کیا کہے گا۔ غرض جب ثابت ہوا کہ ہر اختلاف خلاف نہیں ہے تو حضرت کا یہ فتویٰ میرے متعلق ہے ہی نہیں۔ بلکہ اہل خلاف کے متعلق ہے پس میری محبت کی بناء پر اگر کسی کے قلب میں حضرتؒ کی نسبت ذرا بھی وسوسہ آتا ہو اس کے رفع کے لئے یہ کافی ہے بلکہ میں تو سائل کا بھی شاکی نہیں کہ انہوں نے بلا تحقیق مجھ کو خلاف لکھ دیا ممکن ہے کہ انہوں نے کسی ایسے شخص سے جس کو وہ ثقہ سمجھتے ہوں اور وہ ثقہ نہ ہو کوئی واقعہ سن لیا ہوگا اور جو دلائل عنقریب عدم خلاف کے آتے ہیں۔ ان دلائل پر ان کو اطلاع نہ ہوگی۔ اس لئے اب تک ان کو بھی معذور سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر اب بھی باوجود انکشاف حقیقت کسی کو بدگمانی یا بدزبانی کا شوق ہی ہو۔ تو میری طرف سے تو معاف ہے آگے وہ اپنا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ خود دیکھ لے۔ باقی ایسے اعلانات سے اکثر حضرات کی جو اصلی غرض ہے کہ مجھ سے عوام کو عقیدت نہ رہے تو اس غرض کا حصول تو بلا ان کے اہتمام خود میرے طرز عمل سے ہو رہا ہے۔ یہاں آمد ورفت رکھنے والے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے مجھ کو کچھ ناگواری بھی نہیں ہوتی اور نہ کسی سے تکدر رہتا ہے۔ ہاں اگر ایسے حضرات کی طرف سے یہ امور پیش آویں جو تعلق کا دعویٰ کرتے تھے یا کرتے ہیں تو ایک دوروز حزن طبعی ہوتا ہے پھر بے تعلقی کے تصور سے وہ بھی قائم ہو جاتا ہے۔ آگے بعض دلائل اس نسبت خلاف کے غلط ہونے کے عرض کرتا ہوں تاکہ رسالہ کے اصل مقصود کی مزید تائید ہو جائے کہ میں حضرت کے کلام میں مراد نہیں ہوں تو حضرت پر کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ وہ یہ ہیں۔ (نمبر۱) شرح مسلک ملفوظ کا مضمون جس کا اوپر ذکر ہوا (نمبر۲) مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی کا مجھ سے پوچھنا کہ ان مسائل میں جب اختلاف ہے تو مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ اور میرا یہ جواب دینا کہ حضرت ہم سب کے بڑے ہیں مجھ پر ان کو ترجیح دینا چاہیے۔ باقی میرا معاملہ جدا ہے اس کی

شہادت مولوی صاحب سے لی جاسکتی ہے الفاظ کا تفاوت ممکن ہے باقی اگر کسی کو منع کیا ہے تو اول تو اختلافی مسئلہ میں کسی کو امر و نہی کرنا شرعاً امر منکر نہیں پھر خطاب بھی عام نہیں کیا اور اپنے کسی مخصوص کو مشورہ دے دینا کوئی جرم نہیں پھر اس میں بھی اصل مقصد یعنی اعانت حکومت اسلامیہ بقدر وسع سے نہیں بلکہ صرف منکرات سے روکا خواہ درجہ عنوان وصورت میں منکر ہو یا درجہ معنون وحقیقت میں سوا اس کو کون خلاف کہہ سکتا ہے۔

(نمبر۳) مضمون الصحف المنشورہ فی فضائل اعانۃ انگورہ'' در باب ترغیب اعانت مالیہ انگورہ اور مضمون الشکر والدعاء در باب شکر فتوحات ترک و دعائے فتوحات رسالہ النور جلد اول و دوم میں شائع کیا گیا اور اعانت و دعا ہر دو امر کا سلسلہ برابر جاری ہے چنانچہ النور جلد۲' نمبر۳ و نمبر۴ و نمبر۵ میں اس اعانت کی فہرست کا ایک معتدبہ حصہ بھی شائع ہوا ہے اور جو نفرت باعتبار اپنی حالت قدرت کے اصل ہے وہ بھی دو چیزیں ہیں تو کیا یہ غضب نہیں ہے۔ کہ ناصر کو مخالف کہا جائے انا للہ۔ البتہ جلسہ کی صورت اختیار نہیں کی کہ اس وقت ان کا منکرات سے خالی ہونا متعذر ہے جو کچھ توفیق ہوئی اس پتہ پر بھیج دیا (پتہ اس لئے بھی لکھے دیتا ہوں کہ بعض احباب میرے بھیجنے کا ذریعہ پوچھا کرتے ہیں) جناب حاجی وجیہ الدین صاحب صدر بازار میرٹھ نمبر۴۔ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال و افعال سے ثابت ہے کہ مجھ پر خلاف کا گمان نہیں فرمایا۔ چنانچہ جب میں واپسی مالٹا کے بعد زیارت کے لئے حاضر ہوا تو مجمع عام نے مشاہدہ کیا کہ کس عنایت ولطف کے ساتھ پیش آئے۔ حتیٰ کہ ایک بار بعد ظہر ذرا حاضری میں دیر ہوئی تو آنے کے بعد فرمانے لگے میں تو اس وقت خود تیرے ہی پاس جانے کو تھا یہ کس درجہ عنایت کی دلیل ہے اور اس وقت اس میری رائے کی اطلاع بھی تھی چنانچہ بعض احباب ثقات نے جو میرے ہمراہ تھے اور وہ اب کانپور میں ہیں۔ دیوبند ہی میں مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت سے عرض کیا تھا کہ اشرف حاضر ہوا ہے۔ اگر ان مسائل میں کچھ فرما دیجئے تو بہتر ہے جواب میں ارشاد فرمایا کہ وہ میرا لحاظ کرتا ہے اس لئے وہ کچھ نہ کہہ سکے گا ایسی حالت

ے مضمون الصحف المنشورہ فی فضائل اعانت انگورہ رسالہ النور نمبر۱۱ جلد۱ بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ میں ملاحظہ فرمایا جائے اور مضمون الشکر والدعا علی النصر و بالنصر یوم اللقاء رسالہ النور نمبر۹ و۱۰ جلد۲ بابت ماہ محرم وصفر ۱۳۴۱ھ میں ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف اشرف السوانح

میں کچھ کہنا مناسب نہیں اس سے جیسے یہ معلوم ہوا کہ حضرت کو میری رائے معلوم تھی اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ اس اختلاف کو خلاف دین نہ سمجھتے تھے ورنہ ایسا عذر خفیف نہ فرماتے۔ پس باوجود اطلاع رائے کے یہ عنایت صریح دلیل ہے کہ مجھ پر خلاف مذموم کا گمان نہیں فرمایا۔

نمبر ۵ یہ بھی نمبر ۴ کا تتمہ ہے حضرت نے اپنے مقدمہ ترجمہ میں میرا ذکر اچھے عنوان سے تحریر فرمایا ہے۔ اس کی ضروری عبارت آخر میں مضمون نمبر ۲۔ میں ملاحظہ ہو۔ تو اگر مجھ پر ایسا گمان فرماتے تو کیا اس مضمون کو دفع تلبیس کی ضرورت سے خارج فرما دینا ضروری نہ تھا۔ نمبر ۶۔ یہ بھی تتمہ سابق کا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے احقر کے نام دو مکتوب شریف جن میں ایک زمانہ قیام مکہ معظمہ کا اور دوسرا زمانہ واپسی مالٹا کا ہے ذکر محمود میں شائع ہوئے ہیں ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ النور نمبر ۲ جلد نمبر ۱) (نمبر ۷) یہ بھی تتمہ سابق کا ہے حضرت نے ایک استفسار متعلق احقر و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دامت فیوضہم کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ آخر میں مضمون نمبر ۳۔ ملاحظہ ہو (نمبر ۸) سب سے زیادہ قرب واختصاص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرات علمائے دیوبند کو ہے۔ اگر حضرت کا یہ خیال ہوتا تو علماء دیوبند اس کے خلاف کیوں فرماتے۔ مضمون نمبر ۵ و نمبر ۶ و نمبر ۷ (جو عنقریب مذکور ہیں) ملاحظہ ہو نیز مولانا محمد علی صاحب خلیفہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی قدس سرہٗ بھی ہمارے اکابر کے ساتھ تعلقات خاصہ رکھنے کے سبب علمائے دیوبند ہی کے ساتھ ملحق ہیں۔ وہ ایک خط میں باوجود ان معاملات میں میرے ساتھ اختلاف رکھنے کے اور مجھ کو مشورہ دینے کے بعض روایات حاکیہ تلویث لسان کو رد فرماتے ہیں مضمون نمبر ۸ (جو کہ عنقریب مذکور ہے) ملاحظہ ہو (نمبر ۹) یہ توجج ظاہرہ تھے اب تائید کے درجہ میں ایک حجۃ باطنہ بھی نقل کرتا ہوں جو ایک صاحب خدمت کا مقولہ ہے جو اشراقی کے لقب سے معروف ہیں اور صاحب کشف کے ساتھ معروف ہیں اور صحت کشف کے ساتھ موصوف ہیں یہ ایک ثقہ کے خط میں مع سند منقول ہے جو میرے پاس محفوظ ہے آخر میں مضمون نمبر ۹ ملاحظہ ہو۔ (نمبر ۱۰) تتمہ بالا ایک شخص نے بگمان مذکور مجھ سے بیعت فسخ کر دی تھی اس کی نسبت ان ہی اشراقی صاحب سے کسی نے پوچھا انہوں نے ایک خط میں شرکت حقیقی کی

حقیقت بتلا کر اور متعارف شرکت کو بے وقعت ٹھہرا کر اس شخص کی غلطی ظاہر کی ہے۔ اس خط کی نقل بھی جو بواسطہ ثقہ موصوف بالا مجھ تک پہنچی ہے میرے پاس محفوظ ہے۔ آخر میں مضمون نمبر۱۰ ملاحظہ ہو۔ یہ دس دلائل ہیں جن سے اصل مقصود رسالہ کی مزید تائید ہوتی ہے اب ان مضامین کو نقل کرتا ہوں جن کا حوالہ جابجا رسالہ ہذا میں دیا گیا ہے۔ اتفاق سے وہ بھی دس ہی ہیں اور دلائل اور مضامین دونوں باعتبار عدد کے تلک عشرۃ کاملہ کی برکت سے متلبس ہیں ذیل میں ان مضامین عشرہ کو ملاحظہ فرمایئے۔

مضامینِ متعددہ جن کا حوالہ رسالہ ہذا (یعنی تتمہ اولی حکایات الشکایات) میں جابجا بقید نمبر کے دیا گیا ہے

(مضمون......نمبر۱) از منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی مقیم مکہ معظمہ)

چند ماہ ہوئے کہ کسی پرچہ میں کسی سہارنپوری جوشیلے نادان نے کسی اخبار میں مولوی شفیع الدین صاحب کا نام لے کر آپ کی نسبت کچھ افترا کیا تھا۔ میں نے مولوی شفیع الدین صاحب سے کہا۔ ان کو اس شخص کے اس خود غرضانہ جھوٹ پر بہت افسوس ہوا۔ بھلا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ناراض ہوں گے بعض اہل دنیا یہاں ایسے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے نام سے دنیا کے کمانے کے لئے لوگوں سے ان کے حسب خیال بات کہتے رہتے ہیں۔ ان کو میں خوب جانتا ہوں۔ وہ حضرت حاجی صاحب کے لوگوں میں ہیں لیکن دین نہیں حاصل کیا۔ مولوی شفیع الدین صاحب ہمیشہ آپ کے ثنا خواں اور قدرداں ہیں۔ اھ

تتمہ مضمون بالا جس طرح منشی صاحب نے اس روایت کے غلط ہونے پر مولوی شفیع الدین صاحب کی خوشنودی سے استدلال کیا اسی طرح مولانا محبّ الدین صاحب کی (جو کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخص الخواص میں سے ہیں) محبت بھی اس کی دلیل ہے۔ جو مولوی شمس الحق صاحب خلف حاجی تہور علی صاحب انسپکٹر پنشنر کے ایک کارڈ

---

[1] تماشا ہے عدم شرکت کے بعد میرے سارے پرانے عیوب مؤثر ہو گئے۔ اگر شرکت کر لیتا تو وہ عیوب دین کے خلاف نہ ہوتے اب خلاف ہو گئے ۱۲

سے معلوم ہوئی۔ اس کی عبارت یہ ہے۔ ''حضرت مولانا محبّ الدین مدفیوضہم مکی جناب کو بہت یاد فرماتے تھے اور بہت بہت سلام فرما دیا ہے۔'' ۱۵۔ محرم ۱۳۴۱ھ۔ حضرت حاجی صاحب کے خدانخواستہ ناراض ہوتے ہوئے ان خواص کا یہ برتاؤ کسی طرح نہیں ہوسکتا۔

مضمون نمبر۲۔ عبارت مقدمہ ترجمہ قرآن از حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ

ثانیاً علمائے متدینین کے زمانہ حال میں متعدد تراجم یکے بعد دیگرے شائع ہو چکے ہیں۔ منجملہ ان کے دو ترجموں کو احقر نے بھی تفصیلی نظر سے دیکھا ہے۔ اول مولوی عاشق الٰہی صاحب ساکن میرٹھ کا۔ دوسرا مولانا اشرف علی صاحب کا جو عمدہ اور نافع ہونے کے علاوہ سلف صالحین کے مسلک کے موافق اور مذکورہ بالا خرابیوں سے پاک ہیں۔ اھ۔ غور فرمایا جائے مرتکب خلاف مذموم کو متدین اور مولانا لکھنا کب جائز ہے۔ پھر طباعت اس کی بسر پرستی مولوی محمد مبین صاحب و مولوی عزیز گل اسیر مالٹا ہوئی۔ جن کو خادمان خصوصی حضرت کا ٹائیٹل پر لکھا ہے۔ اگر احقر مولانا کی رائے میں ایسا ہوتا جسے مہربانوں نے فرمایا ہے۔ تو یہ خادمان خصوصی اقل درجہ ان الفاظ پر ایک حاشیہ تو دفع تلبیس کے لئے ضرور ہی لکھ دیتے۔

مضمون نمبر۳۔ جواب حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ بجواب استفسار (اس کے متعلق تفصیل مضمون ثالث میں گزر چکی ہے ۱۲ مؤلف اشرف السوانح) متعلق احقر حضرت مولانا خلیل احمد[1] صاحب دامت فیوضہم۔

آپ کا خط پہنچا، سخت تحیر ہوا۔ میری سمجھ میں ہرگز نہیں آتا کہ کوئی مسلمان جو ان حضرات کو جانتا بھی ہو۔ وہ ان کی شان میں وہ الفاظ بجنسہ استعمال کرے۔ جو آپ کے قلم سے نکلے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ اس کا تعجب ہے۔ آپ نے ایسے ناپاک اور بیہودہ لفظوں کو کیسے نقل کیا۔ اور بصورت فتویٰ ان کے جوابات کی اشاعت کا کیسے تہیہ کیا۔ بالفرض کسی ایک نے یا دو نے یہ کلمات خبیثہ کہہ کر اپنی عاقبت خراب بھی کی۔ الیٰ قولہ الخ۔ آپ ایسے امور سے احقر کو معاف رکھیں گے جس کے سننے کی مجھ کو ہمت نہیں اور جس کا سننا موجب

---

[1] ختم رسالہ کے بعد جو شب آئی اس میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی اس طرح زیارت کی کہ ہم دونوں ایک مجمع کی شرکت میں جماعت کی نماز میں مشغول ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک وفی ہذا الرویا بشارۃ بقبول الرسالہ انشاء اللہ تعالیٰ واللہ اعلم ۱۲۔

اضطراب وقلق کا ہوتا ہے۔ ٦۔ ذیقعدہ و قال فی مکتوبۃ الآخر عوام کی عقیدت وعدم عقیدت ان کے خیالات کی موافقت پر مبنی ہے۔ اس لئے ان کی عقیدت وعدم عقیدت دونوں قابل اعتبار نہیں۔ النور نمبر ۱۰ جلد نمبر ۱۔ تفریع۔ اعلان مذکور خطبہ رسالہ ہذا کے الفاظ دشمنی اسلام وغیرہ میں اور خط بالا میں ایسے الفاظ کو خبیث وموجب قلق واضطراب فرمانے میں موازنہ کرنا نیز خط بالا میں باوجود سائل کی درخواست کے بصورت فتویٰ ان کے جوابات کی اشاعت کی ناپسندیدگی میں اور اعلان مذکور میں اس خط کو کسی اخبار میں شائع کرا دینے کا حکم فرمانے میں موازنہ کرنا کیا قوی شبہ پیدا نہیں کرتا کہ یہ خط یا حضرت کا نہیں ممکن ہے کسی نے لکھ کر نا تمام دستخط کرا لئے ہوں اور اکثر اعتماد پر دستخط ہو جاتے ہیں۔ اور یا اگر حضرت کا ہے تو کسی نے خوب بھر کر غیظ دلایا ہے بعض اصحاب نے اس خط کے نسخ کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر اول تو اس ناسخ میں وہی کلام ہے کہ بدوں اصل خط کے دکھلائے ہوئے حجت نہیں پھر بعد تسلیم حجیت وبجمیع اجزاہ حجت ہوگا۔ اس میں یہ اجزا بھی ہیں۔ (نمبر ۱) سائل کو ان حضرات کی برائی اور تہمت اور غیبت سے منع کیا ہوگا کہ جس کا ارتکاب ہر مسلمان کو ناجائز ہے۔ اگر کوئی مسلمان ان حضرات کی غیبت کرے تو سوائے گناہ کے کیا نفع (نمبر ۲) اور مولانا (مراد احقر) کی جو تصانیف آپ دیکھ رہے ہیں۔ بندہ بہت اچھا سمجھتا ہے (نمبر ۳) اور ایسے مقامات پر جہاں مسلمانوں کے معمولی سے معمولی دینی بات کے روکنے کی کوشش کی جارہی ہے (جیسے گؤ رکھشا کیونکہ سائل کے اسی سوال کے جواب میں ہے) چندہ دینا حرام ہے۔ اگر چہ برادران ہنود سے ہمیں یہ امید نہیں مگر پھر بھی اگر کوئی ہندو ذبیحہ گاؤ سے ہم کو روکے تو ہمارے ذمہ شرعاً ضروری ہو جائے گا کہ ہم اس کی مخالفت پہلے سے بھی زیادہ کریں۔ اھ

اب دیکھئے کہاں تک اس ناسخ پر عمل ہو رہا ہے اور کہاں تک یہ ناسخ ہم کو مضر ہے۔

مضمون نمبر ۴۔ جواب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند۔ بجواب ایک خط کے بعد سلام مسنون آنکہ۔ لفافہ آپ کا پہنچا۔ حالات معلوم ہوئے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے حالات حاضرہ میں ہم کو اختلاف ضرور ہے۔ لیکن یہ اختلاف ایسا نہیں ہے کہ جس سے ہم مولانا کی توہین اور گستاخی کو گوارا کریں۔ مولوی..... صاحب نے

جو کچھ کیا یا کہا اپنی طرف سے کیا ہم اس کو کبھی پسند نہیں کرتے اور نہ اس کی اجازت دے سکتے ہیں۔ ۲۱۔ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ۔

مضمون نمبر ۵ (تتمہ نمبر ۴) بجواب ایک استفسار کے۔ بندہ سے مولانا اشرف علی صاحب کی نسبت کسی نے استفساء نہیں کیا۔ میرا خیال ان کے فاسق بنانے کا ہرگز نہیں۔ اور خلافت کی مجالس سے ان کی علیحدگی کسی عذر سے ہوئی ہے۔ صدیق احمد عفی عنہ (کاندھلوی) آگے اسی کے ساتھ علماء دیو بند کی تحریرات ہیں۔ مسائل حاضرہ میں ہمارا مسلک تو بالکل وہی مسلک ہے۔ جو حضرت استاد مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ مقرر فرما گئے ہیں۔ لیکن بہ نسبت مولانا اشرف علی صاحب کے بسبب حسن ظن کے ہمیشہ تاویل کی ہے اور کبھی تفسیق نہیں کی اور نہ کسی کو اجازت دی۔ راقم محمد انور عفا اللہ عنہ (صدر مدرس دیو بند) عزیز الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیو بند ۱۸۔ صفر ۴۰ھ اما انا فمولانا التھانوی یسئل عنی ولا اسال عنہ' شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ فقیر اصغر حسین عفا اللہ عنہ' (یہ فتویٰ قلمی محفوظ ہے) اس عربی عبارت کے معنی یہ ہیں کہ میرا یہ رتبہ نہیں کہ مجھ سے تھانوی کی نسبت پوچھا جائے بلکہ اگر اس سے میری نسبت پوچھا جائے تو زیبا ہے اور جو کسی کی سمجھ میں کچھ اور آئے تو خود صاحب عبارت سے پوچھ لیا جائے۔

مضمون نمبر ۶۔ تتمہ سابق تخلیص خط مولانا حبیب الرحمٰن صاحب موصوف الصدر جو ہمراہ مضمون نمبر ۵ آیا نہایت ملال ہوا کہ ایسا زمانہ بھی آنے والا تھا جس میں ایسی باتوں کی استفسار کی نوبت آئے گی۔ جس کے خیال سے بھی رونگٹا کھڑا ہوتا ہے مگر زمانہ کے عجائب میں یہ حادثہ بھی عجیب ہے۔ مولوی ...... کے خطوط دیکھے ان کی دورنگی کو دیکھ کر تعجب ہوا اور زیادہ تعجب بھی نہ ہوا کیونکہ اس قسم کا خیال ان کی جانب تھا اور خیال ہو گیا تھا کہ اس کی تہ میں رنجش بھی ہے۔ تمام جماعت کا یہی خیال ہے جو میرا ہے (یہ خط بھی محفوظ ہے)

مضمون نمبر ۷۔ تتمہ سابق۔ جواب زبانی مولانا حسین احمد صاحب خادم و رفیق مالٹا حضرت دیو بند بوقت جلسہ تھانہ بھون جس میں مولانا موصوف و مولانا کفایت اللہ صاحب و مولانا احمد سعید صاحب و مولانا مرتضیٰ حسن صاحب بھی شریک ہوئے تھے اور سب حضرات

نے اپنے کرم سے خود تشریف لا کر اس ناکارہ کو اپنی زیارت وخاص عنایات سے مشرف کیا تھا۔ پھر یہاں سے کاندھلہ جا کر جب مولانا حسین احمد صاحب سے میری امامت کے متعلق کسی نے پوچھا تو بہت ناخوش ہوئے اور کہا کیا واہیات سوال ہے، ہم تو اس کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ اپنے دوسرے بڑوں کو۔ پھر جلسہ عام میں بھی اور بہت باتیں اپنے حسن ظن سے فرمائیں۔ جس کو میں نے اس لئے نہیں نقل کیا کہ شاید کچھ الفاظ میں تغیر ہو جائے بہت حضرات کاندھلہ ان کے سننے والے موجود ہیں۔ اور اتنا کچھ فرمایا کہ بعضے کمیٹی والے خود ان سے بدگمان ہو گئے۔

مضمون نمبر ۸۔ مقولہ مولانا محمد علی صاحب خلیفہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی ثقیل لفظ آپ کی نسبت نہیں کہا۔ ۱۵۔ صفر ۴۰ھ از خانقاہ رحمانیہ مونگیر

مضمون نمبر ۹۔ مقولہ ایک صاحب کشف صاحب خدمت کا جو ایک دوست نے خط میں نقل کیا جو میرے پاس محفوظ ہے۔

خاں صاحب قبلہ نے بیان فرمایا کہ اشراقی صاحب حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی بہت تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بہت بڑے آدمی ہیں اور معاملات حاضرہ میں جو ان کا مسلک ہے۔ اس کا منشا خوف نہیں ہے بلکہ ان کی رائے یہی ہے۔

مضمون نمبر ۱۰۔ تحریر صاحب کشف بالا

جس نے بایں وجہ کسی درویش سے بیعت فسخ کی ہے کہ وہ خلافت میں حصہ نہیں لیتا اس شخص کی بہت غلطی ہے خلافت میں ہر ایک درویش حصہ لے رہا ہے نااہل کی سمجھ میں آنا ذرا دشوار ہے۔ خلافت میں حصہ لینے کے یہ معنی نہیں کہ ریاء کار لیڈروں کو اپنا امام بنایا جائے۔ گاندھی کو پیشوائے ہند اور مہاتما مانا جائے۔ الی آخرہ (اور بڑا حصہ لینا جو قدرت میں ہے اعانت مالیہ ودعا ہے) وہ مضامین عشرہ ختم ہوئے اور ان کے ساتھ رسالہ بھی ختم ہوا۔

کتبہ اشرف علی سابع صفر یوم الجمعہ ۱۳۴۱ھ

۱

مضمون سادس

شیخ المحدثین حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردہ خط کے جعلی ہونے کا اقرار

(از رسالہ النور بابت ماہ رجب ۱۳۴۴ھ مضمون منجانب مدیر)

آغاز ۱۳۴۱ھ میں اخبار ہمدم میں ایک خط خلیل الرحمٰن صاحب دہلوی مقیم مراد آباد کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اور اس کو حضرت شیخ المحدثین مولانا مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ پھر اسی زمانہ میں اس کی نقلیں مختلف مقامات پر شائع ہوتی رہیں۔ جس کے ایک نمبر میں حضرت حکیم الامت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی کے متعلق بھی سوال و جواب تھا۔ اگرچہ حضرت دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ کے طرز کو جاننے والے اور منصف مزاج لوگ تو اسی وقت اس خط کے جعلی ہونے کا یقین رکھتے تھے مگر بوجہ اس احتیاط کے جو حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کی عادت ثانیہ ہوگئی ہے۔ خود حضرت دام ظلہم العالی نے اسی زمانہ میں اس کے متعلق ایک جامع مانع مضمون تحریر فرمایا تھا جو بذیل حکایات[۱] الشکایات النور نمبر ۱۰ جلد ۲ بابت ماہ صفر ۱۳۴۱ھ میں شائع ہوگیا تھا۔

اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ بعض احباب کا خیال ہے کہ یہ خلیل الرحمٰن سیوہارہ کے ہیں کسی مصلحت سے کچھ تاویل کر کے دہلوی مقیم مراد آباد لکھ دیا ہے۔ مگر اس کی نسبت بھی میں کچھ نہیں کہتا۔ خواہ احتیاطاً ان سے بھی تحقیق کر لیا جائے اس کی مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے جب دیکھا تو انہوں نے برأت لکھ کر دفتر میں بغرض اشاعت روانہ کی جو النور نمبر ۱۔ جلد ۳ بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ میں شائع ہوئی۔ پھر چونکہ حکایات الشکایات میں یہ بھی تھا کہ اس خط کی اصل کا مطالبہ اس کے شائع کنندگان سے کرنا چاہیے۔

---

[۱] اس کی نقل مضمون خامس میں ابھی گزر چکی ہے ۱۲ مؤلف سوانح

یا خلیل الرحمٰن دہلوی مقیم مراد آباد کا پتہ دریافت کر کے ان سے اصل خط کا مطالبہ کیا جاوے اور جب اصل مل جائے تو اس کو اس وقت تک صحیح نہ مانا جائے۔ جب تک کہ حضرت دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خدام میں سے کوئی ثقہ اس کو دیکھ کر اس کی شہادت نہ دے کہ یہ خود حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے یا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حرفاً حرفاً اس کو سن کر اس پر دستخط فرمائے ہیں۔اھ۔اس مضمون کو دیکھ کر بعض احباب نے اس کے متعلق بے حد تفتیش کی مگر اصل ہو تو ملے سب نے شائع کنندگان سے مطالبہ کیا مگر اکثر جگہ سے جواب ہی نہ ملا چونکہ شائع کنندگان میں ایک جناب تصدق احمد صاحب شیروانی ناظم اعزازی صوبہ مجلس خلافت علی گڑھ کا نام بھی تھا لہٰذا ان سے بھی مطالبہ کیا گیا اور پھر شدید تقاضا کیا گیا بعد تقاضائے بسیار صاحب موصوف نے ایک اعلان اخبار زمیندار مورخہ ۲۱۔دسمبر ۱۹۲۲ء کے صفحہ ۶ کالم ایک میں شائع کیا جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں۔"اس خط اور جواب کی صحت وعدم صحت سے میں لاعلم ہوں اور یہ اشتہار نہ میرے علم میں ہے نہ میرے استرضا یا ایماء سے چھپا اور نہ اس کے متعلق مجھ سے اجازت حاصل کی گئی اھ۔

ملاحظہ ہو النور صفحہ ۲ نمبر ۳ جلد ۳ بابت ماہ رجب ۱۳۴۱ھ یہ تو اس خط کی کیفیت ماضیہ تھی۔اس کے بعد نہ کبھی اس کے متعلق کوئی تفتیش کی گئی نہ خود کوئی خبر ملی۔لیکن حال ہی میں بتاریخ ۹۔جنوری ۱۹۲۶ء ایک خط حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کی خدمت میں دہلی سے آیا جو بجنسہ درج ذیل ہے۔اس میں کاتب نے اپنا نام خلیل ظاہر کیا ہے اور حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردہ خط کی اشاعت کا اپنی جانب سے ہونا ظاہر کیا ہے اور ساتھ ہی اس کا بھی اقرار ہے کہ اس خط سے حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ خط میری جانب سے ایک صاحب نے شائع کرا دیا تھا۔اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے پیشتر جناب کو ظاہر کرنا بعض مصالح مذہبی وملکی کے سبب اپنے نزدیک خلاف سمجھا۔اھ۔اب ملاحظہ فرمائیے کہ دعویٰ تو حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع کا ہو رہا ہے اور ساتھ ہی ان پر افترا بھی کیا جارہا ہے اور مخلوق خدا کو دھوکہ میں ڈالا جارہا ہے۔اور ایک مدت مدید تک اس افتراء کا اخفا بھی کیا جاتا ہے اور اظہار بھی ہے تو

کس خوبصورتی سے کہ نہ کاتب کا پتہ نہ نشان۔ کیا حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اس کو کسی طرح گوارا فرما سکتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تو جس نے ایک دفعہ بھی زیارت کی ہے وہ بے ساختہ کہہ اٹھے گا۔ ان هذا الا اختلاق۔

ساختہ حرف تلخ نماماں اس لب شیریں پہ یہ بہتان

یہ کڑوے حروف ہمارے بنائے ہوئے ہیں، اس شیریں گفتگو والے پر یہ بہتان ہے

خصوص جنہوں نے ان دونوں حضرات کے تعلقات اور باہمی اتفاق واتحاد کو دیکھا ہے ان کو تو اس میں جانب مخالف کا احتمال بھی نہ تھا۔ اسی لئے انہوں نے اس کے اظہار کی کبھی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ مگر جب جہلاء کی زیادتی حد سے متجاوز دیکھی۔ تو بعض حضرات نے اپنے معمولات کا اظہار بھی کیا چنانچہ ایک نمونہ اس کا وہ خط ہے جو النور نمبر ۹ و ۱۰ جلد ۵ بابت ماہ محرم و صفر ۱۳۴۴ھ میں بذیل مکتوبات حسن العزیز شائع ہوا ہے جس میں کاتب نے حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ نقل کیا ہے جس میں ایک مولوی صاحب کو اسی بناء پر تنبیہ فرمائی ہے کہ انہوں نے حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کے خلاف شان کوئی کلمہ زبان سے نکالا تھا اور اسی میں یہ بھی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ جو میرا خیال ہے وہ صحیح ہے اور حق ہے اور مولانا تھانوی کا جو خیال ہے وہ سراسر غلط ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تم نے جس جس جگہ مولانا تھانوی کی نسبت کچھ کہا ہے وہاں وہاں مولانا تھانوی کی مدح اور تعریف کرو تا کہ اس کا تدارک ہو جائے۔ اھ۔ اب منصف مزاج حضرات خود فیصلہ فرمالیں کہ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو کس درجہ حضرت مولانا دام ظلہم العالی سے تعلق تھا۔ اور مسائل مختلف فیہا میں اپنی رائے کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کس درجہ پر سمجھتے تھے۔ اور تحریکات گزشتہ کے متعلق جو امور متجاوز عن الحدود حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں وہ کہاں تک قابل یقین ہیں۔

ع قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ لگا لے

اس خط میں بھی ان صاحب کا پورا پتہ درج نہیں تھا۔ صرف دہلوی مقیم مراد آباد لکھا

تھا۔ اوراس خط میں بھی پتہ نہیں ہے اس لئے ہم بذریعہ اعلان ہذا عرض کرتے ہیں کہ کاتب نے جو حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم سے صفائی قلب کی درخواست کی ہے اس سے اگر معافی مطلوب ہے تو وہ تو پہلے سے حاصل ہے کیونکہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم ایک مستقل اعلان میں (جو ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوا تھا اور اس کا حوالہ النور نمبر ۱۱ جلد ۲ میں بھی ہے) ایسے تمام عنایت فرماؤں کو معاف فرما چکے ہیں۔ یہ بات بھی اس زمانہ میں ہمارے علم میں صرف حضرت دام ظلہم العالی ہی میں پائی جاتی ہے کہ ایسے لوگوں کی خطاؤں کو بلا استدعا بھی معاف فرما دیتے ہیں حق تعالیٰ تادیر اس سایہ کو اپنے بندوں کے سر پر قائم رکھے کہ حق تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ ہے آمین بجاہ سید المرسلین۔ اور اگر مراد کاتب کی صفائی قلب ہے تو اس کا یہ طریقہ نہیں ہے بلکہ اپنا نام اور پورا پتہ وغیرہ ظاہر کر کے صفائی کا طریقہ خود حضرت دام ظلہم سے دریافت کریں یہ کیا کہ خطا تو علی الاعلان اور توبہ پوشیدہ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور اگر حقوق العباد سے سبکدوش ہونا اور عذاب الٰہی سے جو حقوق العباد کی وجہ سے ہوگا بچنا چاہتے ہیں۔ اس میں جو بھی شرطیں حضرت والا دام ظلہم العالی لگا دیں جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب مشروع ہوں گی ان کو بسر وچشم قبول کریں۔ انصاف تو کیجئے جس ذات کو حضرت والا دام ظلہم العالی خود اپنا بڑا اور بزرگ مانتے ہوں ان کی نسبت کسی کا یہ کہنا کہ وہ تم کو ایسا ایسا کہتے تھے گویا ناراض تھے۔ اور پھر اس قائل کا جھوٹا ثابت ہو جانا کیا یہ کچھ کم جرم اور دل آزاری ہے ذرا انصاف سے اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کہ اگر کوئی آپ کے ساتھ ایسا کرے تو آپ پر کیا گزرے اور کیا آپ کا قلب صرف ایک خط آ جانے سے صاف ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ بھی یہی کہیں گے کہ

بسالے ز جورت جگر خوں کنم   بہ یک ساعت از دل بروں چوں کنم

(بہت دفعہ میں تمہارے ظلم کی وجہ سے اپنے جگر کا خون کرتا ہوں جیسے ابھی اسی لمحہ اسے نکال باہر کر دوں گا۔)

اور یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ اس خط کی وجہ سے جن لوگوں نے غیبتیں کر کے اور لعن طعن کر کے اپنا دین برباد کیا ہے صرف اس خط سے ان کی کیا اصلاح ہو سکتی ہے اگر یوں ہی

کلھیا میں گڑ پھوٹتا رہا تو ان سب کے ساتھ یہ کاتب صاحب بھی بوجہ سبب ہونے کے شریک گناہ ہیں کیا دین و دیانت اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس طرح گناہوں کا انبار بڑھتا رہے اور اس کا کوئی تدارک نہ کیا جائے۔ اور جس طرح بغیر پورے پتہ وغیرہ کے اس زمانہ میں اکثر حضرات نے اس خط کو اصل خط اور اس کے تمام مضامین کو حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب سمجھ لیا تھا اسی طرح حضرت حکیم الامت دام ظلہم کو بھی حق تھا کہ اس خط کو بالکل صحیح سمجھ کر شائع فرماتے اور اس طلب صفائی سے خوش ہوتے (اور ایک یہی کیا اس شور کے کم ہونے کے بعد سے سینکڑوں خط طلب معافی کے آ چکے ہیں اور آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ یہاں کے آنے جانے والے اس سے خوب واقف ہیں) لیکن چونکہ حضرت دام ظلہم کو خدا تعالیٰ نے وہ شان عطا کی ہے کہ مادح و ذام ان کی نظر میں دونوں برابر ہیں۔ اور للّٰہیت کا غلبہ ہے اسی لئے کبھی ان خطوط کے شائع کرنیکا خیال بھی نہ ہوا اور باوجود خدام کے قصد اشاعت کے ہمیشہ منع فرما دیا۔ اور اس خط کے متعلق تو بغیر ثبوت شرعی اس کا بھی یقین نہیں کہ یہ خط اور اس کا مضمون صحیح بھی ہے۔ لہٰذا اس کی اشاعت کو تو کسی طرح بھی گوارا نہ فرماتے مگر چونکہ حکیم الامت بھی ہیں اور اس خط کی صحت و عدم صحت معلوم ہونے سے ہزاروں اللہ کے بندے دھوکہ سے بچتے تھے اور اس علم کا ذریعہ سوائے اس کے کچھ اور نہ تھا کہ اس کو شائع کیا جائے۔ اور اعلان کیا جائے کہ اگر خلیل صاحب دہلوی کی نظر سے یہ مضمون گزرے تو بمقتضائے تدین تمام من گھڑت مصالح کو ایک طرف کر کے اپنا پورا نام و نشان ظاہر کریں۔ اور اس خط کی حقیقت کو ظاہر کر دیں تاکہ ایک مخلوق دھوکہ سے نجات پاوے اور کاتب صاحب بھی حقوق العباد سے اگر بری ہونا چاہیں تو ہو سکیں اور جو لوگ خواہ مخواہ لعن و طعن میں مبتلا ہوئے یا ہوں وہ اگر اس کو یقین کر کے توبہ نہ کریں تو اس خط سے احتمال پیدا ہو کر ان کو کف لسان ہی کی توفیق ہو جائے ان مصالح اُمت کی وجہ سے اس کی اشاعت کو منظور فرما لیا ہے اس لئے ذیل میں بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔ و باللہ التوفیق وھو خیر رفیق۔

نقل خط

(دہلی......مخدوم مکرم بندہ حضرت قبلہ مدفیوضکم السلام علیکم)

پچھلے سالوں میں جو ایک خط حضرت مولانا دیو بندی علیہ الرحمہ کی طرف سے ہمدم وغیرہ میں میری جانب سے شائع ہوا تھا اس کے متعلق مجھ کو اتنا عرض کرنا ہے کہ گو میں حضرت مولانا صاحب کا بالکل ان خیالات میں مطیع ہوں اور ان تحریکات کا ہو بہو قائل۔ مگر بطور سچائی کے اب یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس خط کا اس ترتیب کے ساتھ بلکہ بعض بعض سوالوں کے جوابات سے خلاصہ یہ ہے کہ اس موجودہ خط سے مولانا کا کوئی تعلق نہیں یہ ایک صاحب نے میری جانب سے شائع کرا دیا۔ اس سے پیشتر جناب کو ظاہر کرنا بعض مصالح مذہبی وملکی کے اپنے نزدیک خلاف سمجھا۔ اب مجھے امید ہے کہ خدا اور رسول کے واسطے سے آنجناب میری اور شائع کنندگان کی صفائی کے ساتھ قلب صاف فرمالیں گے۔ اگر جناب نے ہر قسم کی کدورت قلب سے ہماری جانب سے نکال دی اور ہم کو کسی ذریعہ سے پتہ چل گیا تو انشاء اللہ کسی موقع پر خود حاضر ہو کر بالتفصیل اصل واقعات عرض کروں گا۔ فقط

طالب دعائے فلاح دارین آنحضرت کا نیاز مند خادم مذہب وملت خلیل

مہر ڈاک خانہ چاندنی چوک دہلی ۸۔ جنوری ۲۶ء

نقل لفافہ : تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

بخدمت شریف محترم بندہ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

مہر ڈاک خانہ تھانہ بھون ۹۔ جنوری ۲۶ء)

اب اس خط کی عبارتوں پر ہم کچھ نوٹ کرنا نہیں چاہتے بلکہ مومن خاں مرحوم کا ایک شعر اس وقت یاد آ گیا ہے اس کو لکھ کر مضمون ختم کرتے ہیں۔

تمہیں تقصیر اس بت کی کہ ہے میری خطا لگتی ۔۔۔۔ مسلمانو ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی

ایک دوسری نظیر اخبار مبلغ دہلی نمبر ۷ جلد نمبر ۱ مورخہ ۲۱۔ جون ۲۳ء میں ایک مضمون

میں حکیم الامت دام ظلہم العالی کی طرف ایک خط کی نسبت کی گئی تھی کہ خدانخواستہ حضرت دام ظلہم نے ایک دوست کو لکھا ہے کہ موجودہ جنگ میں ترکوں کے ساتھ جس قدر اسلامی ہمدردی ہے اس کو سلب کر لیا جائے۔ الخ اور اڈیٹر صاحب نے اس خط کا مسودہ اپنے پاس ہونا لکھا تھا۔ اس پر اسی زمانہ سے آج تک مولوی نور محمد صاحب مدیر رسالہ صراط مستقیم حیدر آباد دکن نے اڈیٹر صاحب اخبار سے اس خط کے مسودہ کا بے حد مطالبہ کیا۔ چنانچہ اسی غرض سے حسب الایماء مولوی صاحب موصوف اس احقر کو بھی اڈیٹر صاحب کی خدمت میں حاضری کا موقعہ ملا۔ مگر مسودہ ہو تو نکلے اول تو اڈیٹر ملتے ہی نہیں اور اگر کبھی ملتے ہیں تو مسودہ ہی نہیں ملتا۔ اسی لیت ولعل میں تقریباً تین سال گزر چکے ہیں مگر مسودہ نہیں ملا انشاء اللہ قیامت تک بھی تلاش کریں گے تو نہ مل سکے گا۔ یہ افتراء بھی افتراء بالا کی نظیر ہے۔ ناظرین ایک نظیر سے دوسری نظیر کی بھی حالت سمجھ لیں خدا اس دوسرے مفتری کو بھی توفیق اظہار حقیقت کی بخشے تو پھر اس تدارک میں بھی اول کی نظیر ہو جائے۔ (مدیر)

مضمون سابع

(نوٹ: از مؤلف اشرف السوانح یہ مضمون تحریکات کے متعلق سارے اختلافات کے درجہ اور ان کے انجام بخیر کو ظاہر کرتا ہے جس پر حضرت حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

شکرِ ایزد کہ میانِ من و او صلح فتاد | حوریاں رقص کناں ساغرِ پیمانہ زدند

(ترجمہ: اللہ کا شکر ہے کہ میرے اور اس کے درمیان صلح ہوگئی، حوریں رقص کرتے ہوئے صراحی و جام پیش کر رہی ہیں۔)

سبحان اللہ پرانے حضرات کے اختلافات بھی کیسے اصول صحیحہ کے موافق اور حدود شرعیہ کے اندر ہوتے تھے اور ان حضرات میں کس درجہ وسعت خیال اور صفت اعتدال ہوتی تھی اور کیسا انصاف تھا کہ حضرت والا سے خود ہی ابتداء بمصالحت فرمائی۔ آج کل کے اہل اختلاف کو ان کے طرز عمل سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

اس رفع تشتت کے بعد متصل ہی حضرت والا نے اطمینانی حالت میں حیدر آباد دکن کا سفر فرمایا جہاں بغرض تبلیغ حضرت والا کو مدعو کیا گیا تھا۔ فقط

حکمت حقہ

(از رسالہ النور بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ)

یعنی

بگذراز ظن خطا اے بدگماں ان بعض الظن اثم را بخواں

(ترجمہ: اے برے گمان والے غلط گمان کو چھوڑ دے اور قرآن کی آیت اِنَّ بعض الظن اثم کو پڑھ۔)

کا ایک اہم مصداق

حضرات علماء مدرسہ دیو بند بارک اللہ تعالیٰ فی فیوضہم کے متعلق مختلف روایات اس احقر کے بارہ میں سننے میں آتی تھیں چونکہ بعض واقعات اس کے معارض بھی ظاہر ہوتے تھے چنانچہ اسی زمانہ میں جناب مہتمم صاحب کا اپنی صاحبزادی کی شادی میں یاد فرمانا اور احقر کے عذر کے بعد جناب نائب مہتمم صاحب کا محض ملاقات کے لئے یاد فرمانا جس سے وہ حضرات فضیلت سبقت وارد حدیث خیر **هما الذی یبدا ء بالسلام** پر فائز اور اس کے جائز رہے۔ گو مجھ کو ان ارشادات کی تعمیل کی توفیق نہیں ہوئی۔ اس لئے بمقتضائے آیت **ولا تقف مالیس لک به علم و قوله تعالیٰ فی الحجرات فتبینو** ان روایات پر وثوق نہ کر کے وسوسہ طبیعت کے ازالہ کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ رسالہ موذی مرید حضرات کی خدمت میں بغرض تحصیل رائے متعلق موذی مذکور واحقر عدیم الشعور بھیجا گیا جس پر وہ جواب آیا جو النور بابت رمضان وشوال ۱۳۴۱ھ ہجری میں صفحہ الف و ب پر شائع ہوا ہے۔ اس کے بعد پھر تیسری بار حاضری کی تحریک فرمائی۔ اس پر احقر نے مجملاً روایت بعض حضرات کے تکدر کی اپنے عذر حاضری میں نقل کر دی۔ اس کے جواب میں جو خط آیا اس کے بعض جملے یہ ہیں۔ نمبر ا۔ یہاں بحمد للہ کسی کو انقباض وتکدر نہیں' نمبر ۲۔ اگر فی الواقع ایسا ہو بھی تب بھی مجھے جناب سے یہی توقع رکھنی چاہیے کہ اس عقدہ کو حل فرما کر جماعت کو انتشار وتشتت سے بچالیں۔ اگر غیر مناسب نہ ہو تو طیب وطاہر حاضر ہو جائیں۔

اور جناب کے ساتھ ہی یہاں واپس آ ویں اور اگر سر دست میری معروضات کے قبول کا وقت نہیں آیا تو پھر میں حاضر ہوں گا۔ اس پر میں نے ان روایات کی کچھ مختصر تفصیل اور ان کی تحقیق کی جس کے جواب کے بعض جملے یہ ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ باہم اکابر واصاغرو اوساط میں اختلاف رائے رہا اور ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان اختلافات کی وجہ سے باہم اعتراضات بھی ہوئے۔ مجھے خود بھی جناب سے بعض رایوں میں اختلاف تھا۔ لیکن الحمدللہ تنقیص وتوہین کو سننا بھی گوارا نہیں کیا۔ اختلاف آراء مسائل کی صورت میں اعتراض کرنا شرعاً مذموم نہیں سمجھا گیا۔ سب سے اول مشاجرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا جائے کہ جلیل القدر صحابہ یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ بلکہ خلفائے راشدین میں بوجہ اختلاف اعتراض کئے گئے ہیں بلکہ بعض اوقات سخت الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ قتال کی نوبت پہنچ گئی لیکن یہ اسی حد تک تھا۔ جہاں تک اختلاف رائے کا تعلق تھا اور جب نفس ذات پر نظر جاتی تھی تو وہی اصل ارتباط معلوم ہوتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ وحضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے واقعات موجود ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک فرعی مسئلہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی نسبت سخت الفاظ استعمال فرمائے اس کے بعد ائمہ مجتہدین اوران کے اتباع کے اختلافات موجود ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ' حضرت امام اعظم پر اور ان کے متبعین پر سخت الفاظ میں اعتراض کرتے ہیں لیکن جب نفس ذات امام اعظم اوران کے فضل وکمال پر نظر جاتی ہے تو غایت درجہ کا ادب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز صبح میں قنوت بھی ترک کر دیتے ہیں۔ اسی طرح امام شافعی اپنے استاد امام مالک پر سختی سے اعتراض کرتے ہیں یہ بھی بطور قاعدہ کلیہ کے ہے کہ اختلاف اگر چہ اصولی نہ ہوں فرعی ہوں حقیقی نہ ہوں لفظی ہوں مگر ابتداء میں بوجہ جوش و ہیجان ایک دوسرے کے خلاف جوشیلے الفاظ استعمال کر لیتے ہیں اور بسا اوقات یہ جزوی اختلاف فساد کی طرف منجر ہو جاتے ہیں مگر انجام کار سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ اشاعرہ وماترید یہ اصولاً متفق ہیں۔ صرف چند مسائل میں اختلاف کی وجہ سے کیسے کیسے خلاف ہوئے طعن و تشنیع کے دروازے کھلے۔ نوبت بمخاصمت وتذلیل پہنچی مگر انجام جب صلح ہوئی تو معلوم ہوا

کہ اکثر اختلافات لفظی تھے اور جو بعض اختلاف حقیقی بھی تھے تو ان سے تضلیل و تفسیق ہوئی بجنسہ یہی حالت ہم لوگوں کی جناب کے ساتھ تھی۔ اختلاف ضرور تھا۔ اعتراض بھی کرتے تھے لیکن جناب کی ذات سے وہی تعلق تھا۔ کسی نے حالت ناراضی میں کوئی لفظ بھی کہا تو وہ اس حالت کا اقتضاء تھا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں اور ہم میں سے اکثروں نے بالکل احتیاط کا طریقہ رکھا اور اکثروں کا طریقہ یہ رہا کہ نفس مسئلہ میں اختلاف کے ساتھ جناب کی طرف سے مدافعت کرتے رہے۔ مثال کے طور پر مولوی حسین احمد صاحب کو خیال فرمالیا جائے کہ رسالہ بھی لکھا لیکن جناب کی ذات سے ان کا تعلق ویسا ہی رہا۔ معترضین کو بگڑ کر جواب دیتے رہے۔ یہ میں نے جو کچھ عرض کیا اس سے میری غرض یہ ہے کہ ایسے شدید ہیجان جوش اور اختلاف رائے کے وقت اگر کسی سے کوئی امر خلاف شان سرزد ہوا تو ایسی حالت میں کہ اصولاً سب متفق ہیں۔ اختلاف ہے تو صرف مصالح دینی کی بناء پر جس کے نزدیک جو جانب راجح معلوم ہوئی اس پر عمل کیا۔ تو میرے نزدیک اس میں زیادہ کنج وکاؤنہ کی جائے بلکہ اصول کو مدنظر رکھ کر عارضی اختلافات کو رفع کردیا جائے۔ خلاصہ عرض یہ ہے کہ بہت سی روایات اور واقعات اصلی حالت میں نہیں پہنچے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اختلاف پیدا ہوا اور اس کی وجہ سے شکوہ شکایت اور اعتراضات کی نوبت پہنچی لیکن بایں ہمہ یہ اعتراضات مخالفانہ یا معاندانہ نہ تھے بلکہ جیسا کہ اہل حق کی دو جماعتوں میں اکثر ہوا ہے تھے اکثر اختلافات کا مبنیٰ عزیمت و رخصت پر تھا۔ ایسی حالت میں باوجود اختلاف کے دینی تعلقات برابر قائم رہے اور ہیں۔ جن اکابر یا بالخصوص اصاغر کی طرف جناب کو خیال ہے۔ ان کی طرف بہت سی باتیں غلط طور پر منسوب ہوئیں۔ صورت حال ایسی تھی کہ جو کچھ روایت ہوا چسپاں ہوگیا اور اس میں کسی ایک جانب کی خصوصیت نہیں ہے۔ یہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تعلقات کبھی بھی منقطع نہیں ہوئے مجھے امید ہے کہ جناب ان روایات پر توجہ نہ فرماویں گے۔ اور میری نیازمندانہ عرض قبول فرما کر یہاں تشریف لانے کا قصد فرمائیں۔ فقط۔ والسلام۔ احقر حبیب الرحمٰن عفی عنہ از دیوبند ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ اس پر احقر نے عرض کیا کہ قبول ارشادات پر کلام کو ختم کرتا ہوں اور دو سوال محض ناز سے اور کرتا ہوں۔

نمبرا۔ اگر دوسرے فریق کی طرف سے بعینہ یہی معاملہ حضرت دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا ہو کیا اس عذر سے وہ بھی منتفع ہو سکتا ہے۔ نمبر۲۔ اگر یہ تحریکات حد تمنا تک کامیاب ہو جائیں کیا اسی لطف وکرم کی ابتداء اس احقر کے ساتھ پھر بھی ہوتی۔ اس کا جواب آیا۔ نمبرا۔ فریقین نے اختلاف رائے کی وجہ سے اعتراض کئے توہین وتنقیص نہیں کی۔ اور نہ ان کا مقصود یہ تھا۔ تو دونوں اس حیثیت سے مساوی ہیں اگر معذور ہیں تو دونوں اگر نہیں ہیں تو دونوں۔ کوئی وجہ فرق نہیں۔

نمبر۲۔ اگر تمام تمنائیں پوری ہو جاتیں تو سچ عرض کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ الحاح کے ساتھ ابتداء کرتا۔ الی آخرہ۔

حبیب الرحمٰن ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ ۔ سہ شنبہ۔

اس کے بعد میں نے عذر کی کوئی گنجائش نہیں دیکھی۔ اور چہار شنبہ ہی کے روز دیو بند حاضر ہو گیا اور پنجشنبہ کو تمام دن لقاء احباب سے جانبین میں عید کا لطف حاصل رہا اور اس لطف کی تکمیل شب جمعہ کے ایک وعظ پر ختم ہوئی جس کی احقر کو فرمائش کی گئی (اس وعظ کا نام آداب التبلیغ ہے جو چھپ چکا ہے) اس سرور کے واقعات اور ان کے زمان وقوع کا اس شعر نے گویا نقشہ کھینچ دیا ہے۔

عید وعید وعید صِرنَ مجتمعه + وجهُ الحبيب (اشارة الى اسم حضرت الداعی) وشهرا لعيد (ذی الحجه) والجمعه (ليلة الوعظ)

اس صلح کی مسرت کے ساتھ ایک دوسری صلح کی مسرت نور علیٰ نور ہو گئی۔ یعنی زمان مکاتبت میں ایک عزیز کے خط میں یہ خبر نظر سے گزری آج ترکوں کا معاہدہ اپنے مخالفین سے مکمل ہو چکا اور دستخط ہو گئے۔ اھ۔ ان دو صلح کی مسرت کے ساتھ ایک تیسری چھوٹی سی صلح کی مسرت کا اور اضافہ ہوا یعنی قصبہ ہذا میں مسلمانوں کی ایک جماعت میں کچھ اور آویزش تھی۔ خط اخیر کے آمد ہی کے روز باہمی فیصلہ پر فریقین کی رضامندی گوش زد ہوئی جس سے ایک نور طبعی نے نورین کو انوار بنا دیا۔ اس اجتماع کا شکر ایک شعر میں ظاہر کر کے ختم کرتا ہوں۔

سرور فی سرور فی سرور ونور فوق نور فوق نور

للتاسع عشر من ذی الحجه

(یوم الجمعه ۱۳۴۱ھ ہجری کتبہ اشرف علی)

مضمون ثامن

رسالہ معاملة المسلمين في مجادلة غير المسلمين

(از رسالہ النور نمبر ۱۱ جلد ۱۰ بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ)

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ملک ہندوستان میں دوسرے ملک کی رہنے والی ایک غیر مسلم قوم حکمراں ہے اور اس کی رعایا میں دو جماعتیں ہیں ایک مسلم ایک غیر مسلم۔ غیر مسلم رعایا نے اپنی ایک قومی سیاسی مجلس بنائی جس میں کچھ مسلمان بھی شریک ہوگئے اور حکمران قوم سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ذیل کی تدابیر اختیار کیں۔

نمبر ۱۔ حکومت کی قانون شکنی کی جائے گو وہ قانون فی نفسہ مباح ہی ہو یعنی اس کے ماننے سے کسی واجب کا ترک یا حرام کا ارتکاب لازم نہ آئے اور اگر اس پر حکومت تشدد کرے تب بھی مدافعت نہ کرے۔ نہ مقابلہ سے اور نہ قانون شکنی کے ترک کرنے سے۔ گو اس اصرار سے بعض اوقات ہلاکت تک کی بھی نوبت آجائے حالانکہ قانون شکنی سے بچ کر اپنی جان کی حفاظت کر سکتے تھے۔

نمبر ۲۔ حکومت سے معاملات میں مقاطعہ کیا جائے یعنی نہ اس کی نوکری کریں اگرچہ جائز ہی نوکری ہو اور اگرچہ دوسرے ذرائع معاش کے فقدان سے نوکری نہ کرنے سے کتنی ہی تنگی ہو نہ اس کی تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کی جائے اگرچہ وہ تعلیم مباح ہی ہو اور نہ اس کے ملک کی تجارتی اشیاء (خصوص پارچہ) خریدی جائیں۔

نمبر ۳۔ جن دوکانوں پر ایسی اشیاء کی تجارت ہوتی ہو ان پر پہرہ دار مقرر کئے جائیں کہ وہ خریداروں کو جس طرح بھی ممکن ہو روکیں۔ اول زبانی فہمائش سے اگر اس سے نہ مانیں تو ان کے راستہ میں لیٹ جائیں تاکہ وہ مجبور ہو جائیں اور اگر خرید چکے ہوں تو ان کو واپسی پر مجبور کریں گو دوکاندار خوشی سے واپس نہ کرے۔ اسی طرح دکاندار کو ایسی اشیاء کی تجارت بند کرنے پر مجبور کریں اگر وہ نہ مانے تو اس کو طرح طرح کی تدبیروں سے ضرر پہنچاویں دھمکیاں دیں گو اس دکاندار کے پاس اور کوئی ذریعہ معاش نہ ہو اور گو اس تجارت

کے بند کرنے سے وہ اور اس کے اہل وعیال بھوکوں مریں۔

نمبر۴۔ اپنے رہبروں کی گرفتاری وغیرہ کے موقعوں پر ہڑتال کرادینا یعنی دوکانیں بند کرا دینا اگرچہ کسی کو دوکان بند کرنے سے فاقہ ہی کی نوبت آ جائے اور جو شخص ان مقاطعات واحتجاجات مذکورہ نمبر۲ ونمبر۳ ونمبر۴ میں ان سے شرکت نہ کرے اس کو اذیت پہنچانے میں حتیٰ کہ بعض اوقات موقع پا کر زدوکوب کرنے میں بھی دریغ نہ کریں۔

نمبر۵۔ ان مذکورہ پہروں اور ہڑتالوں میں بے پردہ عورتوں سے مدد لینا اگرچہ وہ جوان اور زینت سے آراستہ ہوں یعنی ان کا دوکانوں پر بے حجابانہ بیٹھنا اور سڑکوں پر پھرنا یا خرید وفروخت سے روکنا ہڑتال وغیرہ کی ترغیب دینا اور اس مقصود کے لئے اجنبی مردوں سے بے تکلف خطاب واختلاط کرنا اور ہاتھ جوڑ کر یا راستہ میں لیٹ لیٹ کر خریداروں کو مجبور کرنا جس سے بعضے غلبہ حیاء سے اور اکثر غلبہ شہوت سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اس میں نگاہ اور قلب کا فتنہ تو یقینی ہے اور بعض اوقات اس سے آگے فحش افعال میں بھی ابتلاء ہو جاتا ہے۔

نمبر۶۔ اگر کوئی گرفتار ہو جائے ان میں سے بعضے لوگ جیل خانہ میں مقاطعہ جوعی کرتے ہیں یعنی کھانا نہیں کھاتے یہاں تک کہ مر جاتے ہیں اور قوم میں ان کی مدح کی جاتی ہے۔

نمبر۷۔ وقتاً فوقتاً جلسے کئے جاتے ہیں جلوس نکالے جاتے ہیں ان میں تلبیسی تقریریں کی جاتی ہیں بعض اوقات کنواری بیاہی نوجوان عورتیں بھی تقریر کرتی ہیں، خلاف شرع نظمیں پڑھی جاتی ہیں باجا وغیرہ بھی بجایا جاتا ہے۔

نمبر۸۔ ان تحریکات کی غرض خود اس جماعت کے اقرار سے تو ایک ایسی حکومت کا قائم کرنا ہے جس میں عنصر غالب اس غیر مسلم جماعت کا ہوگا اور عنصر مغلوب جماعت مسلم کا۔ مگر واقع میں یہ عنصر مغلوب بھی برائے نام ہی ہے۔ اصلی غرض اس غیر مسلم جماعت کا تسلط ہے جس سے شعائر اسلام اور جماعت مسلمین ذاتاً یا مذہباً بالکل فنا ہو جائیں چنانچہ خود اس حکومت کا نظام مجوزہ اور اس جماعت کے معاملات وواقعات اور تقریرات وتحریرات اس پر کافی گواہ ہیں۔ چنانچہ تھوڑا ہی زمانہ گزرا کہ اس جماعت غیر مسلم نے عام مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد میں شریک کرنے اور ان سے مدد لینے کے لئے ایک قرارداد منظور کی تھی جس سے

مسلمانوں کے مذہبی وقومی مصالح اور ملکی حقوق کا ایک حد تک تحفظ ہوتا تھا چنانچہ اس قرارداد کی وجہ سے مسلمان بہت کچھ مطمئن ہو گئے تھے لیکن بعد میں اس جماعت نے اپنی دوسری خالص مذہبی وقومی مجلس اعظم کے ایماء وہدایت کے موافق اس قرارداد کو منسوخ کر دیا اس کارروائی سے ایک تو اس جماعت غیر مسلم کی نیت وارادہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے زیر اثر اور مغلوب کر کے رکھنا چاہتی ہے اور یہ خطرہ یقینی ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی اور قومی معاملات میں اسلامی شریعت کے خلاف دست اندازی ہوا کرے گی جس کی مثال ساردا ایکٹ کی صورت میں پہلے سے موجود ہے۔ دوسرے اس جماعت غیر مسلم کے نقض عہد کی وجہ سے مسلمانوں کو آئندہ ان کے کسی عہد و پیمان پر اعتماد نہیں ہوسکتا۔

نمبر۹۔ ان تدابیر کی تجویز و تعلیم وتنفیذ کا علمبردار ایک ایسے غیر مسلم کو قرار دیا گیا ہے جس کا مطمح نظر صرف اپنی قوم کا مفاد ہے اور مسلمانوں سے ان کو کوئی ہمدردی نہیں۔ چنانچہ اس کے مقاصد میں سے گاؤ کشی کا انسداد خود اس کے اقرار سے ثابت ہے جیسا کہ اخبارات میں مذکور ہے اور باوجود اس کے بعض مسلمان اس غیر مسلم کے ایسے مطیع ومعتقد اور محب ہیں کہ جو اس کے منہ سے نکلتا ہے عمل میں بھی اس پر لبیک کہتے ہیں اور اس کے مقولہ کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور اس کے محاسن نہایت جوش وخروش سے بیان کرتے ہیں اور کم سے کم ٹوپی ہی پہننے میں رغبت سے اس کے ساتھ تشبہ کرتے ہیں۔

نمبر۱۰۔ اس جماعت غیر مسلمہ کے بعض احاد اپنی قوت بڑھانے کے لئے مسلمانوں کو شرکت کی اب بھی دعوت دیتے ہیں اور بعضوں کو اپنی قوت پر ایسا ناز ہے یا کسی مصلحت سے وہ قوت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی طرف التفات بھی نہیں کرتے مگر بعضے مسلمان گو بہت ہی قلیل ہیں ان کی طرف بڑھتے ہیں۔ پھر ان میں بعض مسلمان تو ظاہراً و باطناً ان کے تابع ہو کر اور بعضے برائے نام زبان سے تو اپنے استقلال کے مدعی ہو کر مگر عملاً ان کے تابع ہو کر ان کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔

یہ مجمل صورت ہے واقعات کی۔ اور تفصیل مشاہدات ومطالعہ اخبارات سے معلوم ہوسکتی ہے۔ اب ان واقعات کے متعلق سوالات حسب ذیل ہیں۔

الف:...... آیا یہ افعال مذکورہ شرعاً جائز ہیں یا نہیں اور جماعت مسلمین کو ایسے افعال کا ارتکاب جائز ہے یا نہیں۔ بالخصوص جماعت غیر مسلم کے تابع ہو کر' پھر خصوص جبکہ اس کا اثر کفر کی تقویت اور اسلام کا ضعف ہو جیسا کہ واقعات نمبر ۸' نمبر ۹ و نمبر ۱۰ سے ظاہر ہے۔

ب:...... اگر افعال ممنوعہ کے ساتھ کچھ افعال مباح بھی ہوں تو ان افعال مباحہ کے شامل ہونے سے آیا افعال ممنوعہ بھی مباح ہو جائیں گے یا مباح و غیر مباح کا مجموعہ غیر مباح رہے گا۔

ج:...... ایسی حکومت جو مرکب ہو جماعت مسلمہ و غیر مسلمہ سے۔ کیا وہ حکومت اسلامی ہوگی یا غیر اسلامی خصوص جبکہ قرائن قطعیہ سے ثابت ہو کہ اس حکومت میں ہمیشہ مقصود مصالح سیاسیہ ہوں گے اور جب کبھی ان مصالح میں اور مذہب میں تصادم و تزاحم ہوگا وہ مصالح ہی مقدم ہوں گے اور مذہب کو یا ترک کر دیا جائے گا یا اس میں تحریف کر کے ان مصالح پر منطبق کر دیا جائے گا بلکہ اس حکومت میں جس قسم کے مسلمان حصہ پا سکتے ہیں خود ان کے حالات سے بھی یہی ترجیح مصالح کی مذہب پر قریب قریب یقینی ہے جس کی تازہ نظیر امان اللہ خان کی حکومت کا رنگ ہے پھر غیر مسلم سے تو رعایت مذہب کی کیا توقع ہے۔ پس کیا ایسی حکومت کے لئے جو کہ مسلم و کافر میں مشترک ہو پھر مسلم بھی وہ جن کی حالت ابھی مذکور ہوئی کوشش کرنا جہاد ہے جس کی شرعی غرض اعلاء کلمۃ اللہ اور تقویت دین اور گو اب بھی حکومت غیر اسلامیہ ہے مگر کیا ان دونوں صورتوں میں کچھ فرق ہے یا نہیں کہ اب تو حکومت غیر اسلامیہ ہمارے اختیار سے نہیں اور وہ ہمارے اختیار سے ہوگی۔ نیز اس وقت کی حکومت غیر اسلامیہ اپنی رعایا کے مذہب کے قصداً ضرر نہیں پہنچاتی۔ اور وہ حکومت جو برائے نام مشترکہ اور در حقیقت غیر اسلامیہ ہوگی قصداً مذہب اسلامی کو ضرر پہنچاوے گی جس کے شواہد و مشاہد ہیں جو کہ روزانہ اخبارات میں بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔

د:...... اگر کسی ایک عالم یا علماء کی کسی جماعت نے افعال مذکورہ میں شرکت یا موافقت کا فتویٰ دے دیا خواہ کسی غرض فاسد سے خواہ خلوص کے ساتھ اجتہادی غلطی و حقیقت ناشناسی سے۔ یا فتویٰ کو تو افعال مباحہ کے ساتھ مقید کیا مگر مسلمانوں میں نظام نہ ہونے کی وجہ سے اور علماء میں قوت نہ ہونے کی وجہ سے یقینی ہو کہ وہ ان قیود کے ہرگز مقید نہ

ہوں گے اور ضرور افعال غیر مباحہ کے مرتکب ہوں گے بہر حال کسی صورت سے ایسا فتویٰ کسی نے دے دیا مگر اسی کے ساتھ بہت سے علماء اس فتویٰ میں متفق بھی نہ ہوں تو کیا سب مسلمانوں پر اس فتویٰ پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے یا جس سے جس کو اعتقاد ہو اس کے فتوے پر عمل کرسکتا ہے اور کیا چند علماء کا خواہ وہ کثیر یا اکثر ہی ہوں (گو یہاں ایسا نہیں ہے) اتفاق کر لینا اجماع میں داخل ہو جائے گا جس کی مخالفت ناجائز ہوتی ہے۔

ہ:...... جو شخص ان تدابیر کو خلاف شرع سمجھ کر اس میں شرکت نہ کرے اس پر ملامت کرنا یا طعن کرنا یا اس کو بدنام کرنا یا اس سے بڑھ کر اس کو کسی قسم کی مالی یا بدنی اذیت و مضرت پہنچانا جیسا کہ بہت مواقع پر ہوا جائز ہے۔ المستفتی میاں محمد علوی زمیندار کرانہ

الجواب:...... (الف) یہ افعال شرعاً جائز نہیں اور مسلمانوں کو ایسے افعال کا ارتکاب جائز نہیں خصوص جبکہ غرض بھی وہ ہو جو سوال میں مذکور ہے اس وقت تو دو قبح جمع ہو جائیں گے ایک باعتبار حقیقت کے دوسرا باعتبار غایت کے چنانچہ ایک ایک کے متعلق لکھتا ہوں۔

(۱)...... حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اور جس حالت میں اس قانون پر عمل کرنا شرعاً جائز ہو جیسا سوال میں مذکور تو بلا ضرورت ایسی قانون شکنی کا انجام ہلاکت ظاہر ہے۔

(۲)...... یہ مقاطعہ بعض اوقات ترک واجب تک مفضی ہو جاتا ہے مثلاً کسی کے پاس بجز جائز نوکری یا کسی خاص تجارت کے دوسرا کوئی جائز ذریعہ معاش کا نہیں اور ادائے حقوق اہل و عیال کے لئے اس پر اکتساب واجب ہے تو اس مقاطعہ سے اس واجب کا ترک لازم آتا ہے اور ترک واجب معصیت ہے اور جن مقاطعات میں اس واجب کا ترک بھی لازم نہ آتا ہو مگر حکومت سے عداوت لازم آتی ہے۔ اور بلا ضرورت شرعیہ ضعیف کے لئے جائز نہیں کہ قوی کو اپنا دشمن بنالے کہ اس میں بھی اپنے کو مصیبت میں ڈالنا ہے جس کی ممانعت آیت مرقومہ نمبر ا۔ میں گزری ہے اور یہ جب ہے کہ اس مقاطعہ کو واجب شرعی نہ سمجھا جائے اور اس پر دوسرے کو مجبور نہ کیا جائے۔ ورنہ واجب شرعی سمجھنا مصداق ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ کا اور مجبور کرنا ظلم و اکراہ ہے جس کی حرمت ظاہر ہے۔

(۳)...... یہ واقعہ بھی متعدد گناہوں پر مشتمل ہے ایک مباح فعل کے ترک پر مجبور کرنا

کیونکہ بجز بعض خاص تجارتوں کے سب اشیاء کی خرید وفروخت کا معاملہ اہل حرب تک کے ساتھ بھی جائز ہے چہ جائیکہ معاہدین کے ساتھ فی شرح السیر الکبیر ج ۳ باب مایکرہ ادخاله دارالحرب الا انه لا باس بذلک فی الطعام والثیاب و نحوذلک لماروی ان ثمامة بن اثال الحنفی اسلم فی زمن النبی صلی اللہ علیه وسلم فقطع المیرة ان اهل مکة وکانو ایمتارون ههنا فکتبوالی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یسألونه ان یاذن له فی حمل الطعام الیهم فاذن له فی ذلک و اهل مکة یومئذ کانواحر بالرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فعرفنا انه لاباس بذلک الی قوله الا الکراء والسبی والسلاح۔ دوسرے بعد اتمام بیع کے واپسی پر مجبور کرنا اور زیادہ گناہ ہے کیونکہ بدوں قانون خیار کے یہ واپسی بھی شرعاً مثل بیع کے ہے جس میں تراضی متعاقدین شرط ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراضٍ منکم۔ تیسرے نہ ماننے والوں کو ایذاء دینا جو کہ ظلم محض ہے چوتھے اہل وعیال کو تکلیف پہنچانا کہ یہ بھی ظلم ہے پانچویں اگر اس کو واجب شرعی بتلایا جائے تو شریعت کی تغییر وتحریف ہونا جس کا مذموم ہونا نمبر ۳ میں گزر چکا ہے۔

(۴)..... اس میں بھی وہی خرابیاں ہیں جو نمبر ۳ میں مذکور ہوئیں اور اگر ان احتجاجات مذکورہ میں شرکت نہ کرنے پر ایذا جسمانی کی بھی نوبت آ جائے تو یہ گناہ ہونے میں اضرار مالی سے بھی اشد اور منافی اقتضائے اسلام کے ہے۔ قال رسول اللہ صل اللہ علیه وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمومن من امنه الناس علی دمائهم واموالهم (جمع الفوائد للترمذی والنسائی وله وللبخاری وابی داؤد بدل والمؤمن الی آخره والمهاجر الخ۔ پھر ان مقاطعات پر مجبور کرنے میں یہ جابرین خود اپنے تسلیم کردہ قانون حریت کے بھی خلاف کر رہے ہیں ورنہ کیا وجہ کہ اپنی آزادی کی تو کوشش کریں اور دوسروں کی آزادی کو سلب کریں۔

(۵)..... اس واقعہ کا نصوص حرمت زنا ومقدمات زنا کے منافی ہونا ظاہر ہے خصوص اس اعلان کے ساتھ جو کہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے۔ ان الذ ین یحبون ان

تشیع الفاحشة فی الذین آمنو الھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ الایہ۔

(۶)......اس کا خودکشی اور حرام ہونا ظاہر ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تقتلوا انفسکم وفی الھدایۃ کتاب الاکراہ فیاثم کما فی حالۃ المخمصۃ الی قولہ فکان اباحۃ لارخصۃ الخ وفی العنایۃ فامتناعہ عن التناول کامتناعہ عن تناول الطعام الحلال حتی تلفت نفسہ اوعضوہ فکان آثما آلخ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جان بچانا اس درجہ فرض ہے کہ اگر حالت اضطرار میں اندیشہ مر جانے کا ہو اور مردار کھانے سے جان بچ سکتی ہو اس کا نہ کھانا اور جان دے دینا معصیت ہے چہ جائیکہ طعام حلال کا ترک اور اس فعل کی مدح کرنے میں تو اندیشہ کفر ہے کہ صریح تکذیب ہے شریعت کی کہ شریعت جس فعل کو مذموم کہتی ہے یہ اس کو محمود کہتا ہے۔

(۷)......قال اللہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذاسمعتم آیات اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوامعھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذًا مثلھم۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ ایسے جلسوں اور جلوسوں کی شرکت جس میں خلاف شریعت تقریریں ہوتی ہوں اور علی الاعلان احکام شرعیہ کی مخالفت کی جاتی ہو صریح گناہ ہے بالخصوص جبکہ ان کو مستحسن بھی سمجھا جائے اور دوسروں کو بھی ترغیب دی جائے۔

(۸)......اس غرض کا مذموم ہونا ظاہر ہے اور ایسی غرض کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنا صریح اعانت ہے۔ معصیت کی یا کفر کی جس کی حرمت منصوص ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الایہ۔

(۹)......قال اللہ تعالیٰ ولا تطع منھم آثما اوکفورا وقال تعالیٰ یا ایھاالذین آمنو الا تتخذوابطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ودواماعنتم قد بدت البغضاء من افواھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الآیات ان کنتم تعلقون ھاانتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم الآیات وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ واھتزلہ العرش رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ) وقال تعالیٰ ولا ترکنو الی الذین

ظلموا فتمسکم النار الایه وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھومنھم رواہ احمد و ابوداؤد (مشکوٰۃ) ان آیات واحادیث سے اس واقعہ کے اجزاء کا قبیح ومعصیت کا ہونا ظاہر ہے۔

(۱۰)......فی شرح السیر الکبیر باب الاستعانۃ باھل الشرک واستعانۃ المشرکین بالمسلمین ج۳ مانصہ ولابأس بان یستعین المسلمون باھل الشرک علی اھل الشرک اذا کان حکم الاسلام ھو(......) الی ان قال والذی روی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم رای کتیبۃً حسناء قال من ھولاء فقیل یھود بنی فلان حلفاء ابن ابی فقال انا لا نستعین بمن لیس علی دیننا تاویلہ انھم کانو ا اھل منعۃ وکانو ا لا یقاتلون تحت رایۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و عندنا اذا کانوا بھذہ الصفۃ فانہ یکرہ الاستعانہ لھم الی قولہ و انما کرہ ذلک لانہ کان معہ سبعمائۃ من یھود بنی قینقاع من حلفائہ فخشی ان یکونوا علی المسلمین ان احسوابھم زلۃ قدم فلھذا ردھم وفیہ بعد ذلک حدیث الزبیر حین کان عند النجاشی فنزل بہ عدوہ فابلی یومئذ مع النجاشی بلاء حسنا الی قولہ ان النجاشی کان مسلما و بعد اسطر قلنا ان ظھر علی النجاشی لم یعرف من حقنا مکان النجاشی یعرف فاخلصنا الدعاء الی ان مکن اللّٰہ النجاشی اہ. ملخصًا۔ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ کفار کے ساتھ ایسے معاملات میں شرکت کی جگہ اور کوئی امر شرعی مانع نہ ہو) شرط یہ ہے کہ وہ ہمارے تابع ہوں اور اگر وہ ہمارے تابع نہ ہوں خواہ متبوع ہوں یا دونوں قوت وعمل میں برابر ہوں تو ان کے ساتھ شرکت جائز نہیں جس کی وجہ بھی اسی روایت میں مذکور ہے کہ جب انہیں بھی قوت مستقلہ ہو تو شرکت میں اندیشہ ہے کہ جب مجموعی قوت سے ان کا مقابل مغلوب ہو جائے پھر وہ اپنی قوت سے مسلمانوں کو مغلوب کر سکتے ہیں اور اگر کہیں اس شرط کے خلاف ہوا ہے جیسے ایک غنیم کے مقابلہ میں نجاشی کی مدد حضرات صحابہ نے کی تو اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ نجاشی اس وقت مسلمان ہو گئے تھے یا یہ وجہ ہے کہ مسلمانوں کو حالت موجودہ میں کسی پناہ کی حاجت تھی

اور نجاشی بہ نسبت اس غنیم کے مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید تھے۔ اس لئے اس موقع پر وہ شرط نہیں رہی یہ حاصل ہے روایت کا اب اس واقعہ کی حقیقت میں غور کرنے سے اس کا حکم اس روایت سے صاف ظاہر ہے وہ یہ کہ اگر مسلمان اس غیر مسلم طالب آزادی جماعت کے ساتھ شریک ہو جائیں تو یقیناً وہ مسلمانوں کے تابع نہیں ہیں بلکہ یا تو متبوع ہوں گے اور مسلمان ان کے تابع اور غالب یہی ہے اور یا دونوں برابر ہوں گے تو گو یہ احتمال بہت ضعیف ہے لیکن اگر ایسا بھی ہو تب بھی جواز شرکت کی جو شرط تھی کہ مسلمان متبوع ہوں وہ مفقود ہے اس لئے جواز بھی مفقود ہے اور جو وجہ عدم جواز شرکت کی روایت مذکورہ میں بیان کی گئی ہے کہ مسلمانوں سے کام نکال کر پھر خود مسلمانوں پر غالب آنے کی کوشش کریں یہاں اس کا خطرہ یقینی ہے یہ تفصیل تھی حرف الف کے جواب کی اب بقیہ جوابات عرض کرتا ہوں۔

ب..... اصولیین وفقہاء کا مسئلہ مسلمہ ہے۔ **مااجتمع الحلال و الحرام الا وقد غلب الحرام** یعنی مجموعہ حلال وحرام کا حرام ہی ہوتا ہے اور یہی مسئلہ عقلی بھی ہے بلکہ اگر صاف جزو مباح ہی پر نظر کی جائے مگر وہ ذریعہ ہو جائے کسی مقصود غیر مباح کا سو بقاعدہ شرعیہ **مقدمة الحرام حرام** خود وہ جزو مباح بھی غیر مباح ہو جاتا ہے اس سے اس سوال کا جواب معلوم ہو گیا کہ مباح کے انضمام سے مجموعہ مباح نہ ہوگا اور بعض صورتوں میں خود وہ مباح بھی مباح نہ رہے گا۔

ج..... اسی اصل مذکور حرف ب کے مقتضاء سے ایسی حکومت بھی غیر اسلامی ہوگی خصوص جبکہ اس میں وہ خطرات ہوں جو اس سوال میں لکھے گئے ہیں پھر اس کے لئے کوشش کرنا جہاد کیونکر ہو سکتا ہے اس کو اعلاء کلمۃ اللہ وتقویت دین کون کہہ سکتا ہے۔ **فی جمع الفوائد سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل یقاتل شجاعة و یقاتل حمیة (للقوم اوالوطن مثلا) و یقاتل ریاء ای ذلک فی سبیل اللہ فقال من قاتل لتکون کلمة اللہ ھی العلیاء فھو فی سبیل اللہ للستة الا مالکا** اور جن دونوں قسم کی حکومتوں میں سوال میں نہایت وضوح وتفصیل سے دو فرق دکھلا کر حکم کا فرق پوچھا گیا ہے فرق ظاہر ہے اور نمبر ۱۰ کے جواب میں روایت سے جو قصہ نجاشی کا لکھا گیا ہے وہ ایسی ہی فرق پر مبنی ہے اور ایسی ہی وصف فارق پر حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ نے اپنے ایک فتوی کو مبنی فرمایا ہے جو ذیل میں منقول ہے

وھی ھذہ چونکہ قدیم سے مذہب اور قانون جملہ مسیحی لوگوں کا یہ ہے کہ کسی کی ملت اور مذہب سے پرخاش اور مخالفت نہیں کرتے اور نہ کسی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرتے ہیں اور اپنی رعایا کو ہر طرح سے امن وحفاظت میں رکھتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو یہاں ہندوستان میں جو کہ مملوکہ ومقبوضہ اہل مسیحی ہے رہنا اور ان کا رعیت بننا درست ہے چنانچہ جب مشرکین مکہ معظمہ نے مسلمانوں کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک حبشہ میں جو مقبوضہ نصاریٰ تھا بھیج دیا اور یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ وہ کسی کے مذہب میں دست اندازی نہ کرتے تھے (از حصہ روئداد جلسہ ۵۲) مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور منعقدہ ۲۵۔ مارچ ۷۱ء) و تقیید الفتویٰ بالمذهب والرعيته اخرج اضرار بعضهم من ليس على منتهم فى البلاد والشاسعة فماهو من اهل الحكومة ليس فى الملة وما هو فى الملة ليس من اهل الحکومۃ اور اسی فرق کی تائید ایک دوسرے مسئلہ سے بھی ہوتی ہے جو کہ عقلی بھی ہے اور شرعی بھی وہ یہ کہ جہاں دونوں شقوں میں مفسدہ ہو مگر ایک میں اشد ایک میں اخف اشد سے بچنے کے لئے یا اس کو دفع کرنے کے لئے اخف کو گوارا کر لیا جاتا ہے کما قالو امن ابتلى ببليتين فليختروا اهونهما وقال النووى فى شرح مسلم فى حديث بريرة مانصه والثانية والعشرون احتمال اخف المفسدتين لد فع اعظمها و احتمال مفسدة يسيرة لتحصيل مصلحة عظيمة على مابيناه فى تاويل شرط الولاء لهم۔اھ

د......ایسا فتویٰ سب پر حجت نہیں ہر شخص کو جائز ہے کہ جس عالم سے عقیدت ہو اس کے فتوے پر عمل کرے بلکہ حالات مذکورہ سوالات پر نظر کر کے تو جواز شرکت کا فتویٰ دینے والوں کے قول میں اگر تاویل ہی کر دی جائے غنیمت ہے۔ مثلاً یہ کہ ان کی نیت نیک ہوگی اور ان مفاسد پر نظر نہ ہوگی اور اس کو اجماع تو کسی طرح کہہ ہی نہیں سکتے۔ فی نور الانوار واهل الاجماع من كان مجتهد اصالحا الخ و الشرط اجتماع الكل وخلاف الواحد مانع كخلاف الاكثراه وانظر الى بعض اقوال بعض المجتهدين خالفو افيها الجم الغفير من العلماء ولم يطعن فيهم بمخالفة الا جماع ومبناه مانعية خلاف الواحد۔

ہ...... اول تو اگر جانبین میں صواب وخطا کا برابر بھی احتمال ہوتا تب بھی مسائل اجتہادیہ میں کسی ایک شق کو صواب سمجھنا اور دوسری شق کے اختیار کرنے پر ملامت کرنا مصداق ہے۔ **ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه** کا اور یہاں تو اجوبہ مذکورہ پر نظر کر کے جانب منع راجح ہے پھر تو شریک نہ ہونے والے پر کسی قسم کی بدگمانی یا بدزبانی کرنے کا بدرجہ اولیٰ کسی کو حق نہیں **والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم**

کتبہ اشرف علی عاشر صفر ۱۳۴۹ھ

(نوٹ نمبر۱)...... اس کے قبل دو بار مجھ سے ایک ایسی عبارت کے متعلق سوال کیا گیا جو میری طرف منسوب کر کے بدوں میرے علم کے شائع کی گئی تھی اول بار اس عبارت میں حوالہ بھی نہ تھا دوسری بار میں حوالہ تھا اب تیسری بار مستقل سوالات پیش کئے گئے چونکہ واقعات وحالات کے تبدل سے ہمیشہ جواب بدل جاتا ہے جس کا احتمال آئندہ بھی ہے اس لئے تینوں بار میں مختلف عنوان سے جواب دیا گیا گو معنون میں تعارض نہیں پس جوابوں کے تخالف حقیقی کا شبہ نہ کیا جائے اگر کچھ تخالف صوری ہے تو وہ سوالات کا ہے۔

(نوٹ نمبر۲)...... یہ تحریر بالا تو خاص سوالات کا جواب تھا جو واقعات کے تابع ہیں چونکہ میرے پاس کوئی موثوق بہ ذریعہ تحقیق واقعات کا نہیں اس لئے احتیاطاً میں نے اپنے لئے طریق عمل وہ تجویز کیا ہے جو ایک خادم دین جماعت نے ایک دینی درس گاہ کے لئے تجویز کیا ہے۔ وھوھذا بتصرف یسیر علماء امت ونیز لیڈران قوم باہم مختلف الرائے ہیں۔ ہر ایک جماعت اپنے علم وتحقیق یا اغراض کے مطابق واقعات کو ملک کے سامنے پیش کر رہی ہے اور حالات بسرعت واقعات کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں اس صورت میں کسی ایک واقعہ خاص کو پیش نظر رکھ کر رائے قائم کرنا شرعی نقطہ نظر سے دشوار ہے اس لئے سیاسی مسائل میں جب تک کسی قطعی فیصلہ کی شرعی ضرورت داعی نہ ہو سکوت ہی بمصلحت سمجھا گیا ہے بس اس درسگاہ کا جماعتی مسلک مختصر الفاظ میں ہمیشہ یہ رہا اور ہے کہ اس نے نہ اعلان حق میں کبھی دریغ کیا اور نہ عمل میں کبھی نمائش اور ہنگامہ آرائی کو دخل دیا اس کی جماعت جس طرح شورش پسند نہیں ہے اسی طرح کسی اثر سے متاثر ہو کر کتمان حق کرنے والے بھی نہیں ہے یہ

اس کا قدیم جماعتی مسلک ہے۔ جس پر کسی انفرادی یا شخصی عمل کی ذمہ داری نہ کبھی پہلے عائد ہوئی ہے نہ اب ہو سکتی ہے۔ ۴۔ ذی الحجہ ۴۸ھ و ۱۴۔ محرم ۴۹ھ

(نوٹ نمبر ۳)...... چونکہ اس مضمون کی ایک معتد بہ مقدار ہوگئی اس لئے حسب معمول بمناسبت مضمون کے اس کا ایک لقب بھی تجویز کر دیا۔ معاملة المسلمين في مجادلة غير المسلمين۔ اشرف علی عفی عنہ

مضمون تاسع

(از رسالہ ذکر محمود یعنی مختصر تذکرہ حضرت شیخ المحدثین مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ العزیز مولفہ حضرت صاحب سوانح مدفیضہ)

ذکر (۲۳) یہ میری کوتاہی ہے یا کم ہمتی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مکاتبت کا بہت ہی کم اتفاق ہوا اور جو بعض اوقات اس کی نوبت بھی آئی اور اس کا جواب بھی بالالتزام عطا ہوا تو ان کی حفاظت کا کچھ التزام نہیں ہوا اس وقت کل تین والا نامے محفوظ یاد آتے ہیں ایک تو تفسیر کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ہے جو تتمہ جلد رابع فتاوی امدادیہ ص ۳۳۶ میں مطبوع ہو گیا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے اور دو معمولی مضمون کے ہیں ان کو ذیل میں برکت کے لئے نقل کرتا ہوں۔ حضرت کے مذاق تواضع و شفقت پر دلالت کے لئے یہ بھی دو شاہد عدل سے کم نہیں ہیں۔

سراپا فضل و کمال شرفکم اللہ تعالیٰ وجعلکم فوق کثیر من الناس، السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ بارہا آپ کی خیریت معلوم ہونے کا داعیہ پیدا ہوا اور ایک دو دفعہ بعض آئندگان کی زبانی آپ کی خیریت معلوم بھی ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو مع جملہ متعلقین خیریت سے رکھے اس وقت ایک صاحب بنگالی مسمی عبدالمجید سے ملاقات ہوئی جو ہندوستان واپس ہو رہے ہیں اور جناب کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد رکھتے ہیں۔ یہ موقع غنیمت معلوم ہوا اس لئے یہ عریضہ روانہ کرتا ہوں۔ بندہ مع رفقاء بحمد اللہ اس وقت تک بالکل خیرت اور اطمینان سے ہے شروع رجب میں مکہ معظمہ حاضر ہو گیا تھا اس وقت تک یہیں حاضر ہوں مجھ کو امید ہے

کہ فلاح وحسن خاتمہ کی دعا سے اس دور افتادہ کو فراموش نہ فرماویں گے آئندہ قیام کی نسبت ابھی کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ مولوی شبیر علی[1] صاحب' مولوی محمد ظفر صاحب مولوی عبداللہ صاحب وغیرہ حضرات سے سلام مسنون فرما دیجئے۔ مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب' مولانا قمر الدین صاحب کی وفات سے افسوس برافسوس ہے۔ انا للہ' رحمہما اللہ تعالیٰ' والسلام علیکم وعلی من لدیکم فقط بندہ محمود عفی عنہ مکہ معظمہ ۱۲ محرم چہار شنبہ منشی رفیق احمد صاحب کی خدمت میں سلام خدا کرے ان کا رسالہ روبترقی ہو۔

معدن حسنات و خیرات دام ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' نامہ سامی موجب مسرت و امتنان ہوا جو ہوا مکرمین و مخلصین کی ادعیہ مقبولہ کا ثمرہ ہے ادام اللہ فیوضہم وبرکاتہم احقر اور رفقاء و متعلقین بحمد اللہ خیریت سے ہیں سب کا سلام مسنون قبول ہو۔ والسلام علیکم وعلے من لدیکم فقط۔ بندہ محمود عفی عنہ از دیوبند دوئم شوال روز یکشنبہ

ذکر (۲۴)...... حضرت کے انصاف اور حق پرستی اور رعایت دین کا نمونہ ایک قصہ سے واضح ہوتا ہے ایک قصبہ میں ایک رئیس اور عالم کے یہاں جو اپنے ہی مجمع کے ہیں ایک تقریب تھی احقر بھی اس میں مدعو تھا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی اور دیگر حضرات بھی وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رسوم بدعت میں سے کوئی رسم وہاں نہیں اور کیونکر ہوتی جب کہ صاحب تقریب خود بدعت سے مانع تھے مگر عام برادری کی دعوت تھی جس کو میں بنا بر تجربہ رسوم تفاخر میں سے سمجھتا ہوں اور جن اکابر پر حسن ظن غالب ہے وہ اس میں توسع فرماتے ہیں چنانچہ اسی تفاوت کا یہ اثر ہوا کہ میں تو بلا شرکت واپس آ گیا اور دیگر حضرات نے شرکت فرمائی۔ خود اپنے ہی مجمع میں اس کا مختلف عنوانوں سے بڑا غوغا ہوا اور مجھ سے تو جب اس اختلاف کے متعلق کسی نے سوال کیا میں نے تو بزرگوں کے ادب کی رعایت ہی مدنظر رکھ کر جواب دیا مگر عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی جو بعض نے سوال کیا تو باوجودیکہ حضرت کے ذمہ اس احقر کی رعایت کی کون ضرورت تھی لیکن جو جواب عطا فرمایا اس میں جس درجہ رعایت ہے وہ قابل غور ہے وہ جواب یہ تھا کہ واقعی بات یہ ہے کہ عوام

---

[1] ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے ۱۲ احقر مدیر النور

کے مفاسد کی جس قدر فلاں شخص (یعنی احقر) کو اطلاع ہے ہم کو اطلاع نہیں اس لئے اہل نے احتیاط کی حقیقت یہ ہے کہ ع بریں نکتہ گر جاں فشانم رواست ۔ (ترجمہ: اگر میں اسی ایک نکتہ پر جان قربان کروں تو مناسب ہے۔) یہ جواب مجھ سے بعض ثقات نے نقل کیا۔

ذکر (۲۵)...... اسی قصہ مذکورہ متصلہ کی نظیر اسی انصاف اور حق پرستی اور رعایت کا نمونہ یہ قصہ بھی ہے (اور اس وقت اسی پر اس ذکر محمود کو ختم بھی کر دوں گا) کہ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ جب مالٹا سے تشریف لائے تو بعض خاص اسباب سے بعض خاص معاملات میں بعض خاص خیالات ظاہر فرمائے اور اعلاناً و عملاً ان میں حصہ لیا جس کا مبنیٰ محض خلوص کے ساتھ اسلام و اہل اسلام کی خدمت تھی چونکہ وہ مسائل اجتہادی تھے جن میں شرعاً گنجائش اختلاف کی ہوتی ہے اور ان میں بعضے پہلو دنیوی و دینی خطرات بھی رکھتے تھے جو شرعاً واجب التحرز تھے بعض اہل علم نے ان خطرات اور مضرات پر نظر کر کے ان تحریکات میں رایاً و عملاً شرکت نہیں کی اور احقر کا خیال بھی ان ہی علیحدگی رکھنے والوں کے موافق تھا اور اس علیحدگی کو اکثر اہل محبت مفرط نعوذ باللہ حضرت کی مخالفت سمجھتے تھے مگر خود حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جب میں زیارت کے لئے دیوبند حاضر ہوا تو میرے ساتھ میرے ایک دوست بھی تھے جو ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اشرف اس وقت آیا ہوا ہے اگر ان امور میں گفتگو فرما لیجئے تو شاید رائے متفق ہو جائے۔ ارشاد فرمایا کہ نہیں مناسب نہیں جو شخص اپنا لحاظ کرتا ہے اس سے ایسی گفتگو کرنا مناسب نہیں۔ نیز گفتگو سے رائے نہیں بدلا کرتی واقعات سے بدلا کرتی ہے اللہ اکبر اس انصاف و رعایت کی کچھ حد ہے۔

نیز ایک صاحب اسی مضمون کے متعلق کہتے تھے کہ وہ دیوبند حاضر تھے بعض لوگ اس احقر کی شکایتیں ان معاملات میں کر رہے تھے۔ حضرت نے سن لیا فرمایا کہ افسوس تم ایسے شخص کی شکایتیں کرتے ہو جس کو میں ایسا ایسا سمجھتا ہوں (یہاں بعض الفاظ میری شان سے بہت ارفع ہیں اس لئے میں نے ان کو نہیں لکھا کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک) اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ کر رہا ہوں کیا مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے میری ایک رائے ہے سو اس کی (یعنی

احقر کی) بھی ایک رائے ہے اس میں اعتراض وشکایت کی کیا بات ہے۔

نیز بعضے لوگوں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو ان ہی تحریکات کی تقویت کے لئے تھانہ بھون لانا چاہا اور درخواست کی تو ایک شخص کہتے تھے کہ حضرت نے یہ جواب دیا کہ وہاں فلاں شخص (یعنی احقر) موجود ہے میرے جانے سے اس کو تنگی ہوگی کیونکہ موافقت تو اس کی رائے کے خلاف ہوگی اور عدم موافقت سے شرمائے گا۔ اس لئے[1] وہاں نہیں جاتا۔ سبحان اللہ اللہ اکبر میں تو اکثر اوقات اپنے بزرگوں کے ایسے کمالات پیش کر کے دوسری جماعتوں کو خطاب کر کے کہا کرتا ہوں۔

اولٰئک ابائی فجئنی بمثلھم   اذا جمعتنا یاجریر المجامع

مضمون عاشر

(درخلاصہ معاملات تحریکات بعنوان لطیفہ)

مضمون متعلق بعض معاملات بجواب بعض سوالات ملقب بہ الامتناع عن السباع

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

(ترجمہ: اچھا یہی ہے کہ محبوبوں کے راز دوسروں کی باتوں میں کہے جائیں)

تین رفیق سفر کر رہے ہیں کسی مقام پر پہنچ کر دیکھا کہ عین راستہ پر ایک شیر کو تین چار بھیڑیئے لپٹ رہے ہیں اور راستہ بند ہے ان کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ نہیں البتہ ان کے سامنے اینٹیں پتھر پڑے ہیں ان تینوں میں اختلاف رائے ہوا اور رائے کے اختلاف سے عمل میں اختلاف ہوا ایک کی رائے ہوئی کہ شیر کی امداد کرنا مناسب ہے اگر یہ غالب آ گیا تو طبعاً اس احسان سے متاثر ہو کر مجھ سے مزاحمت نہ کرے گا اور میں اطمینان سے اپنے راستے پر چلا جاؤں گا۔ یہ خیال کر کے اینٹوں سے بھیڑیوں کو مارنا شروع کیا دوسرے کی یہ رائے ہوئی کہ شیر اکیلا بھیڑیئے متعدد ہیں غالباً غلبہ انہی کو ہوگا اگر ان کی نصرت کی تو طبعاً اس احسان سے متاثر ہو کر مجھ سے مزاحمت نہ کریں گے اور میں امن و امان کے ساتھ اپنے راستہ پر چلا جاؤں گا یہ خیال کر کے اینٹوں سے شیر کو مارنا شروع کیا تیسرے کی یہ رائے ہوئی

---

[1] اسی طرح ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ تم کیوں بار بار اس پر اعتراض کرتے ہو وہ بھی دین کا ایک کام کر رہا ہے ۱۲

کر اینٹیں نہ شیر کی مدافعت کے لئے کافی ہیں نہ بھیڑیوں کے لئے کافی ہیں اور ایسی حالت میں اگر منصور مغلوب ہو گیا تو غیر منصور کو خواہ مخواہ چھیڑ کر اپنا دشمن بنایا اور اگر غالب بھی ہو گیا تب بھی جانور سے جس کی طبیعت عقل پر غالب ہے کیا توقع ہے کہ احسان سے متاثر ہو کر رعایت کرے گا موقع پا کر وہ بھی طبعاً مزاحمت کرے گا اس لئے بہتر یہ ہے کہ جب تک قابل اطمینان اپنے پاس مدافعت کا سامان نہ ہو کسی کی نصرت نہ کی جائے بلکہ جس طرح ممکن ہو اپنی حفاظت کی کوشش کی جائے پھر خواہ غلبہ کسی کو ہو ممکن ہے کہ ہمارے عدم تعرض کے سبب یہ بھی تعرض نہ کرے اور اگر تعرض ہی کیا تو اس کا افسوس نہ ہوگا۔ کہ ہم نے خواہ مخواہ خود چھیڑ کر اپنا دشمن بنایا اس لئے یہ دونوں سے علیحدہ ہو کر اپنی حفاظت میں مصروف ہو گیا اور جس طرح بن پڑا ان کی زد سے سکوت وسکون کے ساتھ نکل گیا اور دور سے چکر کاٹ کر اسی راستہ پر جا پڑا اب آگے اس کی قسمت کو وہ شیر اور بھیڑیئے وہاں بھی پہنچ گئے یہ تین جدا جدا طریقے ہیں جن کو ان تین شخصوں نے اپنے لئے اختیار کیا اگر ان لوگوں نے قوانین عقلیہ کی مخالفت نہ کی اور نیت بھی کسی کی فاسد نہ ہو تو کسی شخص پر کوئی عقلی ملامت نہیں ہو سکتی اور اگر کسی شخص کو اس کے مجوزہ طریق کا مضر ہونا صحیح دلیل سے بتلا دیا جائے اور اس کے پاس کوئی معقول جواب بھی نہ ہو اور وہ پھر بھی اسی پر مصر رہے تو پھر وہ ضرور مستحق ملامت ہوگا۔ یہ مثال ہے بعض خاص معاملات اور آراء کی واللہ اعلم میزان الکل مضمون بروایت بعض شعراء مجنون ۔

جبکہ دو موذیوں میں ہو کھٹ پٹ   اپنے بچنے کی فکر کر جھٹ پٹ

۲۷۔ شعبان ۱۳۵۱ھ یوم دوشنبہ

عود الی السابق

نقول بالا سے ناظرین کرام نے بخوبی اندازہ فرمالیا ہوگا کہ سیاسی تحریکات میں حضرت والا کا مسلک کس درجہ مصالح دینیہ ودنیویہ پر مبنی تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ حضرت والا کے نزدیک حالات حاضرہ میں اس قسم کی تحریکات نہ شریعت کے مطابق ہیں نہ مصلحت کے رہا یہ سوال کہ پھر مسلمانوں کی بہبودی کے لئے کون سا طریق عمل اختیار کیا جائے۔ اس کے

لئے حضرت والا نے ایک نہایت ہی مفید رسالہ حیوٰۃ المسلمین تصنیف فرمایا جس کے سہل اور جامع بنانے میں حضرت والا نے اتنی مشقت اٹھائی کہ اتنی کسی تصنیف میں نہیں اٹھائی۔ یہ رسالہ بہت مقبول ہوا اور بعضے انجمنوں نے بھی اس کو عام طور سے شائع کیا اور بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے جیسا کہ تفصیل اعتناء اہل علم بتالیفات حضرت صاحب سوانح سے معلوم ہوگا جو فہرست تالیفات کے بعد ہے۔ یہ رسالہ کتب فروشوں کے یہاں سے مل سکتا ہے پھر اس رسالہ حیوٰۃ المسلمین کا ایک مکمل نظام عمل بھی تجویز فرما کر صیانۃ المسلمین عن خیانۃ غیر المسلمین کے نام سے شائع فرما دیا عمل کرنا نہ کرنا دوسروں کے قبضہ کی بات تھی۔

اس نظام عمل کو بلفظہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے وہ نظام عمل یہ ہے۔

صیانۃ المسلمین عن خیانۃ غیر المسلمین

(از النور بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ)

امابعد الحمد والصلوٰۃ فعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف و فی کل خیر الحدیث رواہ مسلم آج کل مسلمانان ہند جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں ان میں دو طریق مشروع ہیں ایک ضعفاء کے لئے کہ سکوت محض سے کام لیں نہ حفاظت کا کوئی سامان کریں نہ مدافعت کا اہتمام کریں دوسرا اقویاء کے لئے کہ حفاظت و مدافعت کی تدبیر کریں اپنے لئے بھی اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی۔ اور حدیث بالا سے جس طرح دونوں طریق کا جواز معلوم ہوتا ہے اسی طرح دوسرے طریق کی ترجیح بھی معلوم ہوتی ہے اور حفاظت کا محل دو چیزیں ہیں ایک دین اور اصل یہی ہے دوسرے دنیا اس کی حفاظت کی فضیلت بھی مع فضیلت حفاظت دین کے اس حدیث سے ثابت ہے ومن قتل دون مالہ فھو شھید و من قتل دون دمہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ فھو شھید

۱؎ یعنی مسلمانوں کو جو کسی بیوفا غیر مسلم قوم سے کچھ دنیوی یا دینی ضرر پہنچتا ہو یا پہنچنے والا ہو اس ضرر سے اپنی حفاظت کے لئے ایسے ذرائع بتلانے والا رسالہ جو شرعاً و قانوناً جائز ہوں ۱۲

و من قتل دون اهله فهو شهيد (جمع الفوائدعن اصحاب السنن) اور یہ امر تجربہ سے ثابت ہے کہ اکثر افراد حفاظت کے خصوص دوسروں کی مطلقاً حفاظت اور اپنی دنیا کی حفاظت کے افراد عادۃً موقوف ہیں قوت اجتماعیہ اور اتفاق منتظم پر اس لئے حفاظت کی ضرورت داعی ہوگی اجتماع و اتفاق و تنظیم مذکور کی طرف اور ہمارے بھائیوں میں یہ قریب قریب مفقود ہے۔ اسی لئے ہر مسلمان بجائے خود اپنے کو تنہا دیکھ کر اپنے ضعف سے پریشان ہے ورنہ اہل باطل کے مقابلہ میں اہل حق کی پریشانی کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا اور اگر کہیں برائے نام تنظیم ہے تو اس سے محض اغراض دنیویہ مقصود ہیں بلکہ اکثر تو دین کو ان اغراض میں مخل سمجھ کر قصداً اس سے اعراض کرتے ہیں ایسی بیچارگی کے وقت میں رحمۃ الٰہیہ نے دستگیری فرمائی کہ بعض بندوں کے قلوب میں ایسی تنظیم کی ضرورت اور عملی صورت لقا فرمائی جس سے دین اصالۃً اور دنیا تبعاً محفوظ رہ سکے۔ اس لئے ہم چند خدام اسلام نے اس تنظیم کی غرض سے ایک مجلس قائم کی اور چونکہ ہر عمل میں تحقیق حکم شرعی کی ضرورت ہے اس لئے اس کی دفعات کے متعلق فتویٰ شرعی بھی حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی سے حاصل کیا جو ذیل میں منقول ہے اور چونکہ اس کی ضرورت ہر مقام پر عام ہے اس لئے دیگر اہل اسلام کے نفع کی غرض سے اس کو شائع بھی کیا جاتا ہے اگر مقامی مصلحت سے اس میں کہیں جائز کمی بیشی کر لی جائے اس کا مضائقہ نہیں۔

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بات میں آج کل مسلمانان ہند جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور آئندہ اس سے زیادہ مبتلا ہونے کا خطرہ ہے ان سے خود محفوظ رہنے اور دوسرے بھائیوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک جماعت نے ایک مجلس قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے جس کی دفعات حسب ذیل ہیں اب سوال یہ ہے کہ یہ دفعات شریعت مطہرہ کے خلاف تو نہیں تا کہ ایسی دفعہ کو بدل کر شریعت کے موافق کر لیا جائے وہ دفعات یہ ہیں۔

(نمبر۱) احکام شرعیہ پر پورے اہتمام سے عمل کرنا اور جن اعمال پر قدرت نہ ہو ان میں معذور رہی ہے۔

(نمبر۲) دوسروں کو ان احکام کی اور ان کی پابندی کی تبلیغ کرنا۔

(نمبر۳) خصوص احکام ذیل جن کو خاص دخل ہے حفاظت مقصودہ میں وہ احکام یہ

ہیں۔ اسلام پر قائم رہنا' علم دین سیکھنا اور سکھلانا۔ قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا' اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت درجہ عشق میں رکھنا' تقدیر پر ایمان لانا اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا۔ دعا مانگنا' نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا اور جو ان میں گزر گئے ہیں۔ ان کے اچھے حالات کی کتابیں پڑھانا یا سننا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا پڑھنا یا سننا۔ مسلمانوں کے حقوق کا خاص خیال رکھ کر ادا کرنا اپنی جان کے حقوق ادا کرنا' اس میں یہ بھی داخل ہے کہ حکام کا مقابلہ نہ کریں بلکہ تہذیب سے اپنی تکلیف کی اطلاع کریں اگر حسب مرضی انتظام نہ ہو صبر کریں اور اگر کسی مخالف کی طرف سے کوئی شورش ہو تو حکام ہی کے ذریعہ سے اس کی مدافعت کریں پھر خواہ وہ خود انتظام کر دیں خواہ تم کو انتقام کی اجازت دے دیں نیز جان کے حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ ورزش کریں۔ حدود قانون کے اندر فن سپاہ گری سیکھیں۔ نماز کی پابندی رکھنا۔ ضرورت کے مقام پر مسجد بنانا۔ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ نیز دوسرے نیک کاموں میں خرچ کرنا۔ روزے رکھنا۔ حج کرنا۔ اور اگر وسعت یا ہمت ہو روضہ شریف کی زیارت بھی کرنا۔ اور اگر اس میں کوئی روک ٹوک کرے تو اس دستور العمل کو اختیار کریں جو ابھی اپنی جان کے حقوق میں مذکور ہوا۔ آمدنی اور خرچ کا انتظام رکھنا۔ نکاح سے نسل بڑھانا۔ دنیا سے دل نہ لگانا۔ گناہوں سے بچنا۔ صبر و شکر کرنا۔ صبر میں یہ بھی داخل ہے کہ جہاں شریعت کا حکم ہو وہاں مالی یا جانی کیسی ہی تکلیف ہو اس کو برداشت کرنا۔ مشورہ کے قابل امور میں مشورہ لینا۔ باہم محبت و ہمدردی و اتفاق رکھنا۔ امتیاز قومی یعنی اپنا لباس اپنی وضع اپنی بول چال اپنا برتاؤ وغیرہ غیر مذہب والوں سے الگ رکھنا (ان اعمال کی تفصیل رسالہ حیوٰۃ المسلمین میں کی گئی ہے جو قابل ملاحظہ ہے)

(نمبر ۴)...... طریق عمل احقر کے ذہن میں یہ ہے کہ جس جگہ جس جماعت کو گو وہ قلیل ہی ہو توفیق ہو ایک مجلس بنا کر ان احکام پر عمل کرنے اور کرانے کی کوشش شروع کر دیں۔

(نمبر ۵)...... سہولت نظم کے لئے اس مجلس کا کوئی لقب بھی تجویز کر لیا جائے مثلاً صیانۃ المسلمین یا اور کچھ اور باقاعدہ اس کے کچھ عناصر بھی مقرر کر دیئے جائیں جن کی خدمت کا کوئی معاوضہ نہ ہوگا۔

(نمبر۶)...... یہ عناصر تین قسم کے ہوں گے ایک ارکان یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا مشورہ مجلس کے ہر کام کے لئے شرط ہوگا اور رکن کا چندہ گزار ہونا شرط نہیں دوسرے معین یہ چندہ گزاروں کا لقب ہوگا تیسرے عامل یہ ان لوگوں کا لقب ہوگا جو نہ مشیر ہیں نہ چندہ گزار بلکہ محض بلا معاوضہ اپنی خدمات مجلس کے لئے وقف کرتے ہیں اور مجلس کی طرف سے جو خدمت ان کے سپرد کی جائے وہ اس کو حسبۃً للہ بجالاتے ہیں ان تینوں عناصر کا تعلق باضابطہ ہے چوتھے محبین جو محض خیراہی و دعا میں مشغول ہیں اور کوئی مناسب رائے خیال میں آتی ہے اس کی اطلاع مجلس میں کرتے ہیں اس طبقہ کا تعلق باضابطہ نہیں۔

(نمبر۷)......طبقہ ارکان میں سے ایک شخص کو اس مجلس کا صدر تجویز کیا جائے جس کا انتخاب ارکان کے اتفاق سے ہوگا۔

(نمبر۸)...... ارکان کا عدد بہت زیادہ نہ ہونا چاہیے بلکہ ہر مقام پر ایسا عدد ہو جن کا اجتماع مشورہ کے لئے سہل ہو خواہ وہ مقامی ہو یا بیرونی ہوں مگر ضرورت کے وقت بسہولت جمع ہو سکتے ہیں۔ اور بقیہ تین طبقوں کی تعداد کی کوئی حد نہیں۔

(نمبر۹)...... جدید رکنیت کے لئے قدیم ارکان کی متفقہ منظوری شرط ہے جس میں وہ مختار ہیں اور بقیہ تین عناصر کی خدمات کا قبول کر لینا ارکان کے ذمہ لازم ہے **الا لمانع شرعی مفوض الی رایھم۔**

(نمبر۱۰)......ایک شخص دو خدمتیں لیکر دو طبقوں میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔

(نمبر۱۱)......کوئی شخص خود رکنیت کی درخواست نہ کر سکے گا بلکہ ارکان سابق خود اس سے رکنیت کی درخواست کریں گے اور معین اور عامل خود درخواست کر سکتے ہیں ان کی درخواست پر ان کو ایک فارم دیا جائے گا جن میں ان کو اپنا نام نشان اور وعدہ خدمت لکھنا ہوگا جس کا نقشہ ارکان تجویز کر سکتے ہیں اور یہ سب فارم مجلس میں محفوظ رہیں گے اور محبین خود بھی درخواست کر سکیں گے اور ان سے بھی درخواست کی جا سکتی ہے مگر یہ سب زبانی ہوگی۔ اور اگر کسی جانب سے بھی خاص درخواست نہ ہو تب بھی ہر مسلمان سے عام درخواست اس وقت کی جاتی ہے کہ نیک مشوروں سے اور دعا سے اس مجلس کی مدد فرماتے رہیں۔

(نمبر۱۲)...... صدر اور رکن کا تقرر جیسے اتفاق ارکان سے ہوا تھا اسی طرح ان کا عزل بھی اتفاق ارکان سے ہوگا۔

(نمبر۱۳)...... اور صدر اور رکن کا استعفاء کسی کی منظوری پر موقوف نہیں لیکن ان کا احسان ہوگا اگر دو ہفتہ قبل اطلاع دے دیں۔

(نمبر۱۴)...... باستثناء وقتی کاموں کے کوئی کام بدوں مشورہ نہ کیا جائے۔

(نمبر۱۵)...... مشورہ کے لئے صدر اور تین مشیروں کا اجتماع کافی ہے۔ اگر صدر کو کچھ عذر ہو وہ وقتی مشورہ کے لئے کسی رکن کو اپنا قائم مقام بناوے اور اگر صدر سفر میں ہو خود ارکان کسی کو صدر کا قائم مقام بنالیں۔

(نمبر۱۶)...... اگر اہل شوریٰ میں اختلاف ہو جائے تو جس جانب صدر کی رائے ہو قطع نظر اقلیت یا اکثریت سے اس کو ترجیح ہوگی اور اگر اہل شوریٰ اور صدر میں اختلاف ہو جائے تو احتیاط کے پہلو کو ترجیح دی جائے گی یعنی اگر امر متنازع فیہ ایک رائے میں نافع محض غیر محتمل الضرر ہو اور دوسری رائے میں نہ نافع ہو نہ مضر تو نافع والی رائے کو ترجیح ہوگی اور اس کام کو کرلیا جائے گا اور اگر ایک رائے میں مضر ہو اور دوسری رائے میں نافع مگر غیر ضروری تو مضر والی کو ترجیح ہوگی اور اس کام کو ترک کر دیا جائے گا اور اگر ایک رائے میں مضر ہو اور دوسری رائے میں نافع اور ضروری اور صرف یہ اختلاف اہم واشد ہے تو صدر کی رائے کو ترجیح ہوگی۔

(نمبر۱۷)...... کوئی کام خلاف شرع نہ کیا جائے گا نہ کوئی رائے خلاف شرع قبول کی جائے گی اگر جواز وعدم جواز میں تردد ہو علماء سے استفتاء کیا جائے گا اگر انتخاب مفتی میں اختلاف ہو جائے یا علماء کے فتاوے میں اختلاف ہو جائے تو صدر کے تجویز شدہ مفتی کا فتویٰ معمول بہ ہوگا لیکن جس رکن کو اس میں شرح صدر نہ ہو وہ عمل پر مجبور نہ کیا جائے گا اس کو سکوت کی اور اس کام میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی جائے گی مگر مناقشہ کی اجازت نہ ہوگی اسی طرح کوئی کام خلاف قانون بھی نہ کیا جائے گا۔

(نمبر۱۸)...... اس مجلس میں شریک ہونے کے لئے کسی پر اصرار نہ کیا جائے بہتر تو یہ ہے کہ ترغیب بھی نہ دی جائے لیکن اگر کسی مقام پر اس میں مصلحت ہو تو ترغیب میں مخاطب کی طیب

خاطر وانشراح قلب سے تجاوز نہ کیا جائے۔صرف مجلس کے اغراض و مقاصد کی خصوصی یا عمومی اطلاع دے دی جائے جو شخص خود یا جائز ترغیب سے شرکت کرے اس کو شریک کرلیا جائے۔

(نمبر۱۹)......اس مجلس کی طرف سے کچھ مخلص و اہل مبلغ بھی مقرر کیے جائیں کہ وہ احکام شرعیہ کی عموماً اور احکام مذکورہ نمبر۳۔کی خصوصاً اشاعت کریں اور یہ تبلیغ بہ خطاب عام ہوگی اور اس تبلیغ میں غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی بھی ترغیب دیا کریں اور مناظرہ وغیرہ کسی سے نہ کریں۔اگر کوئی خود درخواست کرے اس کو مناظرین کا پتہ بتلادیں۔

(نمبر۲۰)......اس مجلس کی طرف سے کچھ فہیم و سلیم رضا کار بھی مقرر کیے جائیں کہ ان کا کام تبلیغ بہ خطاب خاص ہوگا۔مثلاً نمازوں کے وقت مشغولین غافلین کو نرمی اور محبت سے نماز کا یاد دلانا۔کوئی شخص خلاف شرع کام کرتا ہو یا اس کا ارادہ کرتا ہوا دیکھا جائے جیسے بدکاری یا شراب خواری یا قمار بازی اس کو نرمی سے شرعی وعیدیں یاد دلا کر سمجھا دینا لیکن اگر اس سے کوئی نہ مانے تو پھر اس پر مسلط ہو جانا یا کسی طرح سے زور دینا خواہ سختی سے خواہ ہاتھ جوڑ کر یا راستہ میں لیٹ کر یہ مناسب نہیں بلکہ جب ناصح کی باضابطہ حکومت نہ ہو ایسا کرنا اکثر مضر ہو جاتا ہے۔اسی طرح سے اگر یہ رضا کار کسی پر ظلم ہوتا ہوا دیکھیں مثلاً کوئی شخص ایک مباح معاملہ کر رہا ہے جیسے کپڑا خریدنا یا بیچنا اور دوسرا اس کو معاملہ نہ کرنے پر مجبور کر رہا ہے تو یہ رضا کار اس مظلوم کی مدد کریں لیکن صرف مدافعت کی حد تک رہیں ظالم سے انتقام نہ لینے لگیں۔اسی طرح راستہ میں کسی حاجت مند کا بوجھ اٹھوا دینا کسی کو سوار ہونے میں مدد دینا کسی پیاسے کو پانی پلا دینا کسی انجان کو راستہ بتلا دینا دو شخص لڑتے ہوں ان میں صلح کرا دینا یہ سب رضا کاروں کی خدمات ہیں اور اس مظلوم یا حاجت مند میں یہ نہ دیکھا جائے کہ یہ اپنے مذہب کا ہے یا دوسرے مذہب کا سب کی مدد کرنا چاہیے۔رضا کاری کی یہ شرائط ہیں اسلام عقل بلوغ ذکورت' طالب علمی میں مشغول نہ ہونا خواہ علم معاش ہو خواہ علم معاد ہو۔کسی کا ماتحت یا ملازم نہ ہونا۔

(نمبر۲۱)ان مبلغین اور رضا کاروں کی کوئی امتیازی علامت بھی ہو تو قرین مصلحت ہے۔

(نمبر۲۲) یہ مبلغین اور رضا کار سب صدر مجلس کے ماتحت ہوں گے کوئی کام بدوں اس کی اجازت کے نہ کر سکیں گے۔

(نمبر۲۳)...... یہ رضا کار روزانہ اور مبلغین ماہانہ صدر کے پاس یا صدر جس کو اپنی نیابت میں اس کام کے لئے منتخب کردے اس کے پاس جمع ہو کر اپنی کارگزاری کی اطلاع دیا کریں اور آئندہ کے لئے مناسب احکام حاصل کیا کریں اور ارکان مجلس کا جلسہ کم از کم ماہانہ ہوا کرے جس میں ضروری مشورے طے ہوا کریں۔

(نمبر۲۴)...... ان مبلغین و رضا کاروں کی مالی خدمت کے لئے کچھ چندہ کا انتظام بھی کیا جائے مگر اس میں شرعی حدود کا اہتمام واجب ہے اگر چندہ کم ہو کام مختصر پیمانہ پر کیا جائے۔ اور جن رضا کاروں کو دلچسپی ہو ان کو ورزش وغیرہ بھی سکھلائی جائے۔

(نمبر۲۵)...... اگر مجلس میں ایسے حضرات شریک ہو جائیں جو مسلمانوں کی دوکان کھلوانے کا انتظام کرسکیں تو مجلس اس خدمت کو بھی اپنے فرائض میں داخل کرلے۔

(نمبر۲۶)...... اور اگر مجلس میں ایسے حضرات شریک ہو جائیں جو مسلمانوں کی تکالیف کا چارہ کار یا ان کے حقوق آئین اور تہذیب کے حدود میں رہ کر گورنمنٹ سے طلب کرسکیں تو مجلس اس خدمت کو بھی اپنے فرائض میں داخل کرے۔

(نمبر۲۷)...... وقتاً فوقتاً مجلس کی کارگزاری مع حساب چندہ شائع ہونا چاہیے۔

(نمبر۲۸)...... اس کارگزاری کی عام روئداد بھی اور اس کی جزئیات وقتیہ خاص طور پر زبانی بھی حکام رس حضرات کے توسط سے حکام کو پیش کرتے رہیں تاکہ کسی مخالف کو بدگمانی پیدا کرنے کی گنجائش نہ ہو۔

(نمبر۲۹)...... اس مجلس کا مرکزی مقام دہلی ہوگا اور دوسرے مقامات پر اہل مقام کو اختیار ہے خواہ مستقل طور پر اپنے یہاں ایسی مجالس قائم کریں خواہ اس مرکزی مجلس کی شاخیں بنادیں اور شاخ بنانے کی صورت میں مرکز اور شاخوں کے باہمی تعلقات وحقوق و شرائط کے متعلق زبانی مشورہ کرلیا جائے۔

(نمبر۳۰)...... شعبہ تبلیغ کے تحت میں مفید رسالے بھی حسب ضرورت وحسب وسعت وقتاً فوقتاً خرید کر مجلس میں محفوظ رہیں گے اور ایک خاص وقت میں عام مسلمانوں کو وہاں آکر مطالعہ کی اجازت ہوگی اور اگر وسعت ہو تو ایسے رسائل چھپوا کر یا خرید کر عام

مسلمانوں میں شائع بھی ہو جایا کریں گے مگر مجلس کے سرمایہ سے کوئی اخبار نہ خریدا جائے گا۔ اگر کوئی مالک اخبار بلا معاوضہ بھیج دیا کرے یا ارکان یا غیر ارکان بطور خود خرید کر خواہ مجلس میں داخل کر دیں خواہ بطور خود مطالعہ کر کے استحضار واقعات سے مشورہ میں کام لیں اس کی اجازت ہے مگر ہر حالت میں یہ وصیت کی جاتی ہے کہ محض اخبار میں کسی واقعہ کے درج ہونے سے بدوں اذن شرعی کوئی اثر نہ لیں۔

(نمبر۳۱)...... چونکہ مذکورہ بالا کارگزاریوں کے لئے ضبط کی بھی ضرورت ہوگی اس لئے مجلس میں ایک فہیم مستعد محرر کا مقرر کرنا بھی ضروری ہے جس کی خدمت کی نگرانی صدر کے یا جس کو صدر تجویز کر دیں اس کے ذمہ ہوگی۔ اسی طرح دفتر کے لئے ایک مکان کی بھی ضرورت ہوگی اور یہی مکان انعقاد مجلس کے بھی کام آئے گا۔

نوٹ:...... یہ مجلس خالص مذہبی ہے سیاسیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں نہ کسی کی مدافعت میں نہ مخالفت میں۔ اور محکومین کا حکام سے اپنا جائز حق حدود قانون میں مانگنا سیاست نہیں جیسا جائز ملازمت کی درخواست کو کوئی شخص سیاست نہیں کہہ سکتا۔

الجواب:...... یہ سب دفعات بالکل شریعت کے ایسے موافق ہیں کہ دلائل کی بھی حاجت نہیں لیکن چونکہ اس مجموعہ کی ضرورت اجتہادی ہے اس لئے اگر باوجود اعتقاد ان کے استحسان کے ان کو عمل میں لانے سے کسی کو دلچسپی نہ ہو اور وہ اپنے لئے ذوقاً یکسوئی کو اسلم سمجھے اور اس مسلک کو پسند کرے جس کو احقر نے رسالہ معاملۃ المسلمین کے نوٹ نمبر۲۔ میں اپنے لئے طریق عمل تجویز کیا ہے اس پر اس مجلس کی شرکت کے لئے اصرار نہ کیا جائے چنانچہ خود مجلس مسئول عنہ کی دفعہ نمبر۱۸۔ میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔ اب اس جواب کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

اللهم اجعل هذه الجماعة صيانة و حماية للمسلمين . عن كل خيانة و نكاية من غير المسلمين.

کتبہ اشرف علی ۲۴۔ ربیع الاول۔ الاعز الاجل ۱۳۴۹ھ

نوٹ:...... یہاں تک تو تحقیق دلائل شرعیہ کی بناء پر تھی ان دلائل کی تائید میں بہت سے صالحین کے منامات مبشرہ صریحہ بھی ہیں جو وقتاً فوقتاً رسالہ النور میں شائع ہوتے رہے

ہیں اور تربیت السالک میں موجود ہیں وہاں ملاحظہ فرمائے جاسکتے ہیں۔ اس جگہ تو تائیداً صرف ایک خواب الصدق الرؤیا کے حصہ غیر مطبوعہ سے نقل کیا جاتا ہے۔ جناب مولانا مولوی محمد حسن صاحب امرتسری جو ایک نہایت مقدس صالح اور ثقہ عالم اور صاحب نسبت بزرگ ہیں۔ اپنے ایک خواب کے سلسلہ میں جس کو صاحب ممدوح نے ۱۳۴۰ھ میں دیکھا تھا حضرت والا کو تحریر فرماتے ہیں کہ پھر اسی خواب کے سلسلہ میں یہ بھی دیکھا کہ مسجد کے اندرونی حصہ سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہما باہر تشریف لا رہے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف اپنی اپنی گردن جھکا کر بطور سرگوشی کے چپکے چپکے آپس میں بحوالہ حضرت والا مدظلہم العالی یہ ذکر کر رہے ہیں کہ تحریک خلافت کے متعلق ان کی رائے نہایت صحیح ہے یعنی حضرت والا کی۔

پھر ان دونوں حضرات میں سے ایک صاحب تو مسجد کے اندر واپس تشریف لے گئے اور دوسرے صاحب باہر تشریف لے گئے۔ اھ۔

ختم کلام

تحریکات کے زمانہ میں حضرت والا پر ایسے ایسے بے بجا اتہامات لگائے گئے اور مخالفین اس قدر در پے آزار رہے کہ اگر حفاظت خداوندی اور تائید غیبی شامل حال نہ رہتی تو نہ معلوم کیا نوبت پہنچتی مگر حضرت والا نے ہمیشہ نہایت صبر و تحمل سے کام لیا اور مردانہ وار جادۂ مستقیم پر ثابت قدم رہے۔ مخالفتوں کے سینکڑوں واقعات ہیں لیکن ان کو بیان کرنے سے حضرت والا نے اس بناء پر ممانعت فرمادی ہے کہ ممکن ہے کسی کو ناگوار ہو اور رنج پہنچے۔ اور فرمادیا کہ بس یہ اشعار لکھ کر اس بحث کو ختم کر دیا جائے۔

سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالب — کسی سے کیا ستم و جورِ خدا کہیے
اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم — کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(ترجمہ: میں تیرے سامنے اپنے دل کا غم تھوڑا سا بیان کیا ہے اس لئے کہ میں ڈرتا ہوں کہ تو پریشان ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔)

گفتگو آئین درویشی نبود ورنہ باتو ماجرا ہاداشیتم

(ترجمہ: گفتگو کرنا درویشی کے قواعد کے مناسب نہیں ورنہ ہمیں آپ کو بڑی کہانیاں سنانی تھیں)

حضرت والا سے بہت مخالفین نے جنہوں نے تحریکات کے شور وشر کے زمانہ میں آپے سے باہر ہو کر حضرت والا پر خلاف تدین اور خلاف واقع الزامات لگائے تھے۔ بعد جوش فرو ہونے کے نہایت عجز وندامت کیساتھ معافیاں مانگیں تو حضرت والا نے معاف فرما دیا بلکہ عام معافی کا اعلان فرما دیا لیکن خصوصی تعلقات اور قلب کی صفائی کے متعلق صاف فرما دیا کہ یہ میرے قبضہ میں نہیں اور یہ شعر لکھ دیا۔

بسالے زجورت جگر خوں شود بیک ساعت از دل بروں چوں شود

جب کسی نے قلب کی صفائی کی تدبیر پوچھی تو فرما دیا کہ اپنی خطا کا اعلان شائع کریں لیکن اس پر مجبور نہیں فرمایا کہ اپنی رائے بدلیں بلکہ بالتصریح فرمایا کہ اعلان میں یہ صاف لکھ دیں کہ ہماری رائے اب بھی وہی ہے لیکن ہم نے جو بلا دلیل برا بھلا کہا اس سے ہم رجوع کرتے ہیں۔ اور اظہار ندامت کرتے ہیں۔ بس دل کی صفائی کے لئے اتنا کافی ہے۔ اھ

سبحان اللہ حضرت والا کس قدر وسیع الخیال اور ہر شئے کو اس کی حد پر رکھنے والے ہیں۔

پھر بعض نے ایسا ہی کیا بلکہ بعض کے مسودہ میں حضرت والا نے خود ترمیم فرما کر اس کو ایسا کر دیا کہ ان کی اہانت نہ ہو۔ ان کے اس طرح اعلان کر دینے کے بعد حضرت والا کے تعلقات ان کے ساتھ پھر ویسے ہی شگفتہ قائم ہو گئے جیسے پہلے تھے۔ اور حکم خداوندی **فاصفح الصفح الجمیل** کی تعمیل ہو گئی اور حضرت والا اس مصرع کے مصداق ہو گئے۔

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

(یہ کام تجھ سے ہوتا ہے اور مرد ایسے کام کیا کرتے ہیں)

اہتمام اصلاح اُمت

ناظرین کرام پر ابواب ماسبق کے ملاحظہ سے یہ امر واقع اظہر من الشمس ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی ذات بابرکات کو اصلاح اُمت اور تجدید ملت ہی کی اہم

ترین خدمت کے لئے پیدا فرمایا ہے جس کو حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ اس حسن وخوبی سے انجام دیا ہے اور انجام دے رہے ہیں کہ منجانب اللہ حضرت والا کو عموماً حکیم الامۃ اور مجدد الملۃ ہی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق یاد آئی۔ جناب مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مد فیضہم جن کو مولانا ممدوح سے شرف بیعت حاصل ہے اپنی ایک یادداشت میں جو احقر کو لکھ کر حوالہ فرمائی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ جب کسی تحریر میں حضرت کے نام کے ساتھ حکیم الامۃ لکھا ہوا نہ پاتے تو بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قلوب رجال میں ان کے لئے ایک لقب ڈال دیا ہے تو اس کو چھوڑنا نہ چاہیے کہ اس میں حضرت حق کے ساتھ سوءادب ہے (اوکمال قال قدس اللہ سرہ) اھ۔

چونکہ حضرت والا کی گویا تمام زندگی ہی اہتمام اصلاح اُمت میں بسر ہوئی ہے اور ہو رہی ہے لہٰذا اس کے متعلق واقعات وحالات کا استیعاب تو در کنار ان کا عشر عشیر بھی احاطہ تحریر میں لانا زبس دشوار ہے تاہم بمصداق؎

آب جیحوں را اگر نتواں کشید ہم بقدر تشنگی باید چشید

(ترجمہ: دریا کا سارا پانی اگر نہیں کھینچا جاسکتا تو پیاس کے مطابق تو چکھنا چاہیے)

بقدر ضرورت واقعات وحالات سوانح ہذا میں تحریر کئے جاچکے ہیں اور اس جگہ بھی دو خاص مضمون ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

پہلا مضمون خود حضرت صاحب سوانح کے رسالہ اصلاح انقلاب کا دیباچہ جس میں حضرت ممدوح نے اصلاح امت کا ایک ایسا جامع مانع طریق تحریر فرمادیا ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو اُمت کے ہر طبقہ کی اصلاح نہایت سہولت کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

یہ مضمون تو منجملہ صدہا نظائر افادات علمیہ مفیدہ کے حضرت والا کے علمی اہتمام اصلاح اُمت کا ایک مفید اور کارآمد نمونہ پیش کرے گا اور دوسرے مضمون میں عملی اہتمام کی چند مثالیں ناظرین کرام کے ملاحظہ سے گذاریں گی جو احقر کی استدعاء پر مکرمی ومحترمی جناب مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے قلمبند فرمادی ہیں۔ اس میں اصلاح اُمت کے متعلق حضرت والا کی مساعی

خاصہ کے دس واقعات مذکور ہیں جن کا نام اس باب **فواضل** کے ساتھ معنوی مناسبت کی بناء پر نیز جناب جامع کے اسم گرامی کے ساتھ مادی مناسبت کے لحاظ سے "مکارم عشرہ" تجویز کیا جاتا ہے۔ اس ضروری تمہید کے بعد مذکورہ بالا دونوں مضمونوں کو علی الترتیب نقل کیا جاتا ہے۔

مضمون اول

(از رسالہ اصلاح انقلاب مؤلفہ حضرت صاحب سوانح)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمتی من حیث ہو اُمتی کے اعتبار سے دنیوی انقلاب تو مطمح نظر ہو نہیں سکتا۔ گو اس سے بحث کرنے کو بھی میں بیکار نہیں سمجھتا مگر حیثیت مذکورہ سے یہ بحث مقصود نہیں بلکہ انقلاب دینی سے بحث مقصود ہے۔ اسی کی نسبت اس وقت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جس مرتبہ کا انقلاب عظیم اکثر احاد امت میں واقع ہوا ہے اس کو دیکھتے ہوئے بے اختیار یہ زبان پر آتا ہے۔

اے بسرا پردۂ یثرب بہ خواب   خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

(ترجمہ: اے مدینہ کے محل میں استراحت پذیر اُٹھئے کہ مشرق و مغرب سب میں فساد ہے)

اس انقلاب کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہاتھ میں ایک کتاب تفاصیل احکام شرعیہ کی لے لیجئے۔ اور ایک نظر سے ایک ایک حکم جزئی کو دیکھتے جائیے اور ایک نظر سے کسی غیر مطیع اُمتی کی ایک ایک حالت کو جو اس حکم جزئی کا محل اور متعلق ہے دیکھتے جائیے اور دونوں کو ملاتے جائیے تو ایک حیرت عظیم ہوگی کہ یا اللہ ان حالتوں کے مرتکب کو کیا ان احکام سے کچھ مس معلوم ہوتا ہے۔ دین کے یہ اجزاء ہیں (۱) عقائد (۲) دیانات مثل نماز۔ روزہ۔ طلاق۔ نکاح وغیرہ' (نمبر۳) معاملات مثل بیع۔ شراء وغیرہ) (۴)۔ معاشرت مثل طعام۔ لباس۔ کلام وسلام وغیرہ (۵)۔ اخلاق باطنہ مثل ریا اخلاص وکبر وتواضع وغیرہ) عقائد میں مسلمانوں سے غنیمت ہے انکار کا انقلاب نہیں پیدا کیا۔ گو ان میں تدین ہی کے رنگ میں کچھ تغیر وتبدل ہوا ہے جس سے وہ حد بدعت میں داخل ہو گئے اور جس نے اہل باطل کو اسی

تغیر کی اصلاح کے سبب سے اہل حق کا مخالف بنا دیا۔ غرضیکہ نصوص کا انکار نہیں کیا گیا البتہ تاویل باطل کی گئی۔ یہ حالت عام مسلمانوں کی ہے۔ مگر خاص خاص جدید تعلیم یافتوں نے انکار کا انقلاب بھی اختیار کر لیا بلکہ انکار سے متجاوز ہو کر جمہور کے عقائد کے ساتھ استہزاء اور تمسخر سے پیش آنے لگے جس پر حافظان حدود دین نے کفر کا فتویٰ لگایا۔ اور اس فتوے کی بدولت دوسری طرف سے ان کو متعصب کا لقب عطا ہوا۔ گو جو شخص کفر کی حقیقت سمجھے گا وہ ان علماء کو اس فتوے میں نہ صرف معذور بلکہ خود بھی اس میں مضمون ان کے ساتھ بالاضطرار اتفاق کرے گا۔ یہ تو پہلے جزو کی انقلاب کی کیفیت تھی۔ رہا دوسرا جزو یعنی دیانات اس میں عام مسلمانوں نے درجہ بدعت کا بھی تغیر و تبدل نہیں کیا مگر ترک و اہمال کا انقلاب البتہ اختیار کیا کہ کسی نے نماز و روزہ کو اس طرح خیر باد کہا گویا اس کے ذمہ فرض ہی نہیں۔ کسی نے نکاح و طلاق کے ساتھ یہی معاملہ کیا کہ عقیدے میں تو یہی سمجھا کہ مسائل نکاح و طلاق کے دین میں داخل ہیں ہماری رائے و اختیار پر نہیں ہیں اور ہیں بھی اسی طرح جس طرح علمائے دین بتلاتے ہیں اور اسی لئے احکام دین کے مقابلے میں اور احکام مخترع نہیں کیے گئے مگر عمل اس کے ساتھ یہ رکھا کہ جہاں نفس کا غلبہ ہوا وہاں تمتع کے لئے نکاح کا بھی انتظار نہیں کیا۔ جہاں کوئی دنیوی ننگ و ناموس کے باقی رکھنے میں مصلحت دنیوی دیکھی وہاں باوجود طلاق کے بدستور بی بی کو گھر میں رکھا اور اس سے متمتع ہوتے اور بچے جنواتے رہے اور خاص خاص جدید تعلیم یافتوں کو تو یہاں بھی انکار میں تردد نہیں ہوا۔ بہر حال عام مسلمانوں میں جزو اول میں انقلاب تغیر ہوا تھا۔ اور یہاں جزو ثانی میں انقلاب ترک و اہمال ہوا ہے۔

اب رہ گئے بقیہ اجزائے ثلثہ یعنی (۳) معاملات و (۴) معاشرات' (۵) اخلاق۔ ان میں ان دونوں مذکور انقلابوں سے بڑھ کر انقلاب ہوا ہے۔ یعنی عام مسلمانوں نے بھی اپنی بے خبری سے ان کو جزو دین نہیں سمجھا۔ بلکہ دنیوی کارروائی سمجھ کر اس کے دستور العمل کو اپنی رائے و اختیار پر مفوض سمجھا اور چونکہ اعتراض فاسد تھے اور رائے میں زیغ تھا۔ اس لئے ثمرہ اس کا یہ ہوا کہ ہر ہر حکم شرعی کے مقابلے میں ایک ایک کارروائی اور ایک ایک رسم اور ایک ایک عادت اختراع کی اور اس مجموعہ کو اپنا دستور العمل قرار دیا اور اس قرارداد میں

ذرا بھی اپنے کو قصوروار یا خطا کار نہیں سمجھا بلکہ بعض امور کو الٹا ہنر اور فخر سمجھا۔ اس طرح سے کہ مجموعی حالت کے دیکھنے والے کو یہ گمان ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے قصداً ہر ہر حکم رحمانی کے مقابلے میں ایک ایک حکم نفسانی مستحسن سمجھ کر ایجاد کیا ہو اور استحسان کی یہ علامت ہے کہ ان امور میں احکام حقہ کے داعی سے سخت مزاحمت کی جاتی ہے۔ سو درحقیقت یہ انقلاب بہت ہی بڑا انقلاب ہوا کیونکہ اول کے دو انقلابوں میں اجزائے دین کو دین سے خارج نہیں کیا گیا تھا۔ اور نہ ان اجزاء کے مقابلے میں دوسرے امور کو من حیث الاستحسان تجویز کیا گیا تھا۔ گو ایک جگہ تغیر وہ بھی من حیث التدین اور دوسری جگہ ترک وہ بھی باعتقاد تقصیر واقع ہوا تھا۔ اور ان تینوں میں اجزائے دین کو دین سے خارج کر دیا گیا اور ان اجزاء کے دوسرے احکام اختراع کئے گئے اور ان مخترعات کو اصل پر ترجیح دی گئی۔ تو ظاہر ہے کہ یہ انقلاب اجزائے ثلثہ اخیرہ کا ان انقلابین اولین سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے اور وقوع میں اظہر اور اکثر یہی اجزائے ثلثہ اخیرہ ہیں۔ کیونکہ عقائد کا حصہ گو الزم ہے مگر اظہر نہیں اور دیانات کا حصہ خاص خاص اوقات میں ظاہر ہوتا ہے۔ پس وقوع میں اکثر نہ ہوا۔ اور یہ ثلثہ اخیرہ اظہر بھی ہیں اکثر بھی ہیں اور ان ہی میں یہ انقلاب عظیم واقع ہے پس اس بناء پر دیکھنے والوں کو اکثر احادامت میں ہر وقت یہ انقلاب عظیم ہی نظر آئے گا تو جو شخص ہر وقت انقلاب عظیم دیکھے اور پھر یہ دعویٰ بھی سنے کہ انا امتی لحمد تو وہ سخت تحیر میں واقع ہو جائے گا کہ یا اللہ یہ شخص کس امر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے جو ایسا دعویٰ کرتا ہے۔

مسلمانو! اب بھی اپنی حالت پر آپ کو تنبہ ہوا اگر نہیں ہوا تو انا اللہ اگر ہوا ہے تو کیا اس کی اصلاح ضروری نہیں ہے اگر ہے تو کب اصلاح شروع ہوگی کیا۔ ان میں سے کسی چیز کا انتظار ہے۔ شغل مانع مرض معطل موت یا وحی جدید سو اس کی تو امید نہیں فبای حدیث بعدہ یومنون۔ اور امور بالا کا واقع ہونا مستبعد نہیں بلکہ موت تو متیقن ہے مگر کیا اس وقت کچھ کر سکو گے۔

مسلمانو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی انقلاب کی جس کا اس زمانہ میں وقوع ہو رہا ہے۔ بطور پیشین گوئی کے خبر دی تھی۔ الناس کابل امائۃ لا تجد فیہا راحلۃ ورنہ وہ زمانہ تو خیریت کا تھا۔

طریق اصلاح انقلاب

جاننا چاہیے کہ یہ انقلاب ایک روحانی مرض ہے اور جس طرح جسمانی امراض کے خاص اسباب ہوتے ہیں اور ان کی اصلاح و معالجہ ان اسباب کے ازالہ سے ہوتی ہے اسی طرح اس مرض روحانی (انقلاب) کے بھی خاص اسباب ہیں اور ان کا ازالہ ہی اس کے معالجہ واصلاح کا طریق ہے۔

اب اسباب کی تشخیص اور ان کے ازالہ کی تدبیر۔ بس یہی دو امر مرجع اہتمام قرار پائے۔

امر اول...... یعنی تشخیص اسباب انقلاب اس میں تامل و تدبیر و تتبع کرنے سے معظم اسباب دو امر ثابت ہوئے۔ ایک قلت علم یعنی ناواقفی و بے خبری۔ دوسرا ضعف ہمت یعنی قصد وارادہ کی کمی یا فقدان سبب اول سے خود احکام ضروریہ وواقعیہ ہی مخفی رہتے ہیں۔ اور سبب ثانی سے باوجود خبر اور آگاہی کے نوبت عمل کی نہیں آتی۔

امر ثانی...... یعنی ان اسباب کے ازالہ کی تدبیر اور یہی بڑا امر ہے۔ جس کے لئے توجہ تام وقوت متفقہ کی سخت احتیاج ہے۔ سو دونوں سببوں میں سے ہر ایک کے ازالہ کی تدابیر جدا ہے۔ پس بے خبری کے ازالہ میں تو معلم اور متعلم یعنی خواص و علماء حکام اور عوام و طالبان احکام دونوں کو دخل ہے اور ہر ایک کے لئے جداگانہ ضروری دستور العمل ہے۔ طالبان احکام کا دستور العمل یہ ہے کہ ان میں جو زیادہ فارغ ہیں جیسے اہل تنعم واہل ثروت وہ اپنی اولاد کو علوم دینیہ کے لئے فارغ کردیں۔ گو ضروریات دنیوی کے لئے لسان ملک وفنون رائجہ کی بھی تحصیل کا مضائقہ نہیں مگر بہ درجہ تبعیت سے متجاوز نہ ہونے پاویں۔ پس اولاد تو یوں درست ہوئی۔ اور خود کوئی وقت مقرر کرکے کسی عالم یا کامل الاستعداد طالب علم کے پاس جا کر یا اس کو بلاکر۔ اگر علوم عربیہ سے مناسبت ہو تو وہ زیادہ بصیرت کا آلہ ہے ورنہ اردو ہی کے مفید اور ضروری رسائل کو کسی محقق کے مشورہ سے تجویز کرکے سبقاً سبقاً بہتر یہ ہے کہ دو تین بار ورنہ اقل درجہ تحصیلاً ایک ہی بار۔ پھر مطالعۃً چند بار ان پر عبور کرلیں۔ مگر یہ رسائل ایسے ہوں جن میں سب اجزاء دین کا کافی بیان ہو۔ عقائد و دیانات و معاملات و معاشرات واخلاق باطنہ۔

اور جن کو معاش کی ضرورت سے زیادہ فراغ نہیں ہے اور حرف شناس ہیں یا بآسانی ہوسکتے ہیں وہ اپنے لئے بھی اور اپنی اولاد کے لئے بھی بجائے علوم عربیہ کے وہی رسائل

دینیہ اردو کے بطور درس طالب علمانہ کے تجویز کرلیں اور پھر بطور دورہ کے ان کا بار بار مطالعہ کیا کریں اور جب تک درس کا انتظام نہ ہو سکے بطور خود ہی دو چار ورق روزانہ بالالتزام مطالعہ کیا کریں۔ اور مواقع خلجان میں خودرائی سے کام نہ لیں بلکہ نشان بنا کر چھوڑیں۔ اور ماہر کے میسر ہونے کے وقت اس کی تحقیق کرلیں اور جو لوگ ان میں حرف شناس نہیں ہیں اور نہ باآسانی ہو سکتے ہیں اور نہ اپنے بچوں کو کسی وجہ سے اس کام کے لئے فارغ کر سکتے ہیں وہ ایسا انتظام کریں کہ ہفتہ میں بہتر تو یہ ہے کہ روز ورنہ ایک ہی روز خاص مجلس علمی کے لئے بالالتزام مقرر کریں اور کوئی عالم یا صحبت یافتہ اہل علم کا جوان رسائل کو اچھی طرح سمجھا ہوا ہو تجویز کریں اور اگر کسی عالم سے تجویز کرالیں زیادہ احتیاط ہے اور اس روز سب لوگ کسی خاص مقام مسجد وغیرہ میں جمع ہو کر اس خواندہ وفہمیدہ شخص کو لا کر ایک معین وقت تک (مثلاً ایک گھنٹہ یا آدھا گھنٹہ) ان رسائل کو سنا کریں اور سمجھا کریں اور اگر ایسا شخص مفت نہ ملے تو کچھ اس کی مالی خدمت کریں اور اس سنانے والے شخص کو جہاں شبہ رہے پنسل وغیرہ سے نشان بنا کر اس وقت اس کو رہنے دیں پھر جب کوئی عالم میسر ہو اس سے حل کرلیں اور سب مجمع کو پہنچادیں اور جہاں دیہات وغیرہ میں ایسا شخص نہ ہو تو آپس میں مشروع طریق سے چندہ کر کے اس چندہ سے کوئی ایسا آدمی باہر سے بلا کر رکھ لیں اور طریق جاری اور تمام طبقات[1] مذکور میں علاوہ اس تحصیل یا مطالعہ یا سماع رسائل کے دو امر کا اور بھی التزام رکھیں۔

ایک یہ کہ اپنے اعمال واحوال میں جب کوئی امر جس کا حکم معلوم نہ ہو پیش آئے فوراً علمائے حقانی سے اس کو دریافت کریں اور اگر بوجہ بعد کے زبانی نہ پوچھ سکیں تو بذریعہ خط کے تحقیق کریں اگر اوسط ایک مسئلہ روزانہ کے حساب سے تقریراً یا تحریراً پوچھ پاچھ رکھے تو سال بھر میں ساڑھے تین سو سے زیادہ اور دس سال میں ساڑھے تین ہزار سے زیادہ مسئلے معلوم ہو سکتے ہیں کہ بعض نام کے یا جدیدہ عالموں کو بھی اتنے مسائل معلوم نہیں اور کوئی بڑا مشکل کام نہیں ہے دوسرے اس امر کا التزام رکھیں کہ علماء کی مجلس میں جایا کریں خواہ خاص مجلس ہو۔ جیسے جلسہ ملاقات وزیارت۔ خواہ عام مجلس ہو۔ جیسے جلسہ وعظ ونصیحت اور جو سنیں

---

[1] یعنی جتنے قسم کے آدمیوں کا ذکر ہو چکا ہے

دل سے یاد رکھیں یہ تو مردوں کا انتظام ہوا۔ اب عورتیں رہ گئیں۔ سو یہ مجموعی انتظام مذکورہ ان کے لئے اشکال سے خالی نہیں۔ اس لئے سہل تر ان کے لئے یہ طریق ہے کہ اگر معلّمہ عفیفہ دیندار مل جائے تو کمسن لڑکیوں کو اس کے ذریعہ سے قرآن مجید اور ایسے رسائل کی تعلیم دلاویں اور ان کے لئے بہشتی زیور کے دس حصے بالکل انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہیں۔ بلکہ بانضمام گیارھویں حصہ مسمی بہشتی گوہر کے مردوں کے لئے بھی کافی ہیں اور اگر کوئی معلّمہ ایسی نہ ملے یا کسی لڑکی کو فراغ یا مناسبت ہو تو ان کو بھی بڑی عورتوں کے انتظام میں شامل سمجھا جائے۔ اور وہ انتظام دو ہیں۔ ایک یہ کہ گھر کے مردوں میں سے اگر کوئی خواندہ ہو تو وہ روزانہ کچھ وقت معین کر کے سب گھر والیوں کو اس وقت جمع کر کے رسائل بالا سنایا کریں۔ سمجھایا کریں بلکہ کئی دورے کر دیں۔ دوسرا انتظام یہ ہے کہ گاہ گاہ کسی متورع متبع سنت عالم کا گھر میں وعظ کہلا دیا کریں کہ یہ عجیب مؤثر عمل ہے۔

یہ سب دستور العمل طالبان احکام کے متعلق ہے۔ اب علمائے احکام کا دستور العمل باقی رہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اس میں مساعی رہیں کہ ناواقفوں تک احکام پہنچیں اور اس کی یہ صورتیں ہیں۔ ایک درس (گو بعوض ہو) اس میں علوم ضروریہ کو مقدم اور مہتم بالشان رکھیں۔ دینیات سے حتی الامکان طالب علم کو پہلے فارغ کر دیں اگر طالب علم دینی مختصرات یا اردو کے رسائل بھی پڑھے اور اپنے پاس وقت ہو تو ہرگز اس کے درس کو خلاف شان نہ سمجھے۔ طالب علم کے فضول سوال پر اس کو متنبہ کرے۔ جواب نہ دے۔ دوسری صورت وعظ ہے جس میں خطاب عام ہے اس میں ضرورت وقت کا لحاظ رکھیں۔ جن امور میں لوگ اس زمانہ میں مبتلا ہوں یا جن ضروریات میں فروگذاشت کرتے ہوں مدار بیان اس پر رکھے۔ دوسرے مضامین اگر ہوں تو بالتبع اور بقلت ہوں اور یہ ضروری مضامین جمیع ابواب کے ہوں صرف عقائد و دیانات پر اقتصار نہ کرے بلکہ معاملات و معاشرات و اخلاق سے بھی مشبع[1] بحث کرے بلکہ بوجہ متروک ہونے کے یہ ثلثہ اخیرہ زیادہ اہم ہو گئے ہیں اور وعظ میں بات صاف کہے کہ سننے والوں کی سمجھ میں خوب آ جائے۔ مگر خشونت اور

---

[1] خوب پیٹ بھر کر

اشتعال انگیز طرز سے بچے اور وعظ پر عوض نہ لے البتہ اگر وعظ کا نوکر ہو وہ اور بات ہے۔

تیسری صورت جواب ہے استفتاء کا خواہ زبانی سوال ہو یا تحریری ہو اس میں ان کا امور کا لحاظ رکھے۔ حتی الامکان جواب میں توقف نہ کرے لایعنی سوال کا جواب نہ دے بلکہ سائل کو متنبہ کر دے اگر سوال متحمل دو صورتوں کو ہو تو تشقیق[1] سے جواب نہ دے بلکہ سائل سے پہلے صورت واقعہ متعین کر لے پھر جواب دے کیونکہ بعض اوقات مسائل دونوں شقوں کا حکم سن کر ایک شق کو اپنے مفید مطلب سمجھ کر سوال میں اس کا دعویٰ کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے سائل کا یا اس کے مقابل کا ضرر دینی یا دنیوی ہو جاتا ہے۔ عامی کو دلیل بتلانے کا التزام نہ کرے کہ اکثر اس فہم سے خارج ہوگی۔ ہاں دوسرے علماء مصححین کی سہولت کے لئے اگر دلیل کی طرف اشارہ کر دے یا کوئی عبارت بلاترجمہ نقل کر دے مستحسن ہے۔

اگر قرائن سے معلوم ہو کہ سائل غائب اس تحریر کو اچھی طرح نہ سمجھے گا یا سمجھنے میں غلطی کرے گا۔ جواب لکھ کر لکھ دے کہ کسی عالم سے اس جواب کو زبانی حل کر لے اگر قرائن سے معلوم ہو کہ سوال براہ تعنت ہے۔ جواب نہ دے۔ غرض اہل سے دریغ نہ کرے نااہل کو منہ نہ لگا دے۔

چوتھی صورت تالیف وتصنیف ہے۔ خواہ اشتہار ہو یا اخبار ہو یا رسالہ و کتاب ہو۔ اس میں بھی ضرورت وقت کا لحاظ اور عبارت میں سلاست اور کفایت کی رعایت ہو اور اگر خدا تعالیٰ معاش کی کوئی صورت اور سبیل عطا فرما دے تو اپنی تصانیف کی خود تجارت نہ کرے۔ یہاں تک کہ بیان تھا بے خبری کے ازالہ کی تدبیروں کا آگے بیان ہے ضعف ہمت کے ازالہ کی تدبیر کا۔

تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ امور ذیل کو تقویت ہمت میں خاص اثر اور دخل ہے ایک ان میں سے صحبت شیوخ کاملین کی ہے جن کی یہ علامتیں[2] ہیں۔ بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو۔ عقائد و اعمال و اخلاق میں شرع کا پابند ہو۔ دنیا کی حرص نہ رکھتا ہوں۔ کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبہ دنیا ہے۔ کسی شیخ کامل کی صحبت میں چندے رہا ہو۔ اس زمانہ کے منصف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔ بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ

---

[1] یعنی یہ جواب نہ دے کہ اگر اس طرح واقع ہے تو یہ جواب ہے اور اگر اس طرح ہے تو یہ جواب ہے ۱۲

[2] منقول از قصد السبیل

اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ اس سے جو لوگ بیعت ہوں ان میں اکثر کی حالت باعتبار اتباع شرع وقلت حرص دنیا کے اچھی ہو۔ وہ شیخ تعلیم وتلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی کوئی بری بات دیکھے یا سنے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہوں۔ یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔ اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔ خود بھی وہ ذاکر شاغل ہو اس لئے کہ بدوں عمل یا عزم عمل تعلیم میں برکت نہیں ہوتی اور صدور کشف وکرامت اور استجابت دعا وتصرفات لوازم مشیخت سے نہیں۔ غرض ایسے حضرات کی صحبت خاص طور پر مؤثر ہے مگر اس صحبت کی تاثیر میں شرط یہ ہے کہ اس میں نیت بھی یہی ہو کہ میرے قلب میں رغبت طاعت اور نفرت معاصی پیدا ہو اور اس کے ساتھ اس کا بھی التزام رہے کہ اپنی کیفیات قلبیہ کی شیخ کو اطلاع دے کر جو معالجہ تجویز فرمایا جائے اس پر کاربند ہو۔

دوسرا امر ان میں ہے بوقت میسر نہ آنے صحبت کاملین کے اہل اللہ کے حالات و مجاہدات کا مطالعہ یا استماع[1] ہے مگر ان سے جو مقالات متعلقہ اسرار مسائل غامضہ تصوف ہیں ان میں ہرگز مشغول نہ ہو البتہ علوم معاملہ یعنی تربیت باطن وتہذیب نفس کے بارے میں جو کچھ ان کے اقوال میں وہ سرتاپا عملدرآمد کے قابل ہیں۔

تیسرا امر ان میں سے مراقبہ موت و مابعد الموت ہے۔ مراد اس سے ابتداء نزع روح ہے دخول جنت یا نار تک جو احوال (خوفناک امور) پیش آنے والے ہیں۔ مثلاً سوال نکیرین وعذاب ونعیم قبر وحشر ووزن اعمال وحساب وجزاء وعبور صراط وغیرہ سب کو کسی وقت فراغ میں بالالتزام روزانہ کم از کم بیس منٹ سوچا کریں۔ تقویت ہمت میں جن ملکات کو دخل ہے اس مراقبہ سے ان کا کمال پیدا ہو جائے گا۔ جیسے زہد وخشیت وامثالہا۔ پس یہاں پر بیان ختم ہو گیا۔ یعنی اسباب انقلاب کے ازالہ کی تدبیر کا۔ بس طریقہ اصلاح مکمل طور پر متشخص ہو گیا۔ وللہ الحمد اور لطف یہ کہ نہایت سہل اور ایسا کام اور تام کہ ادنیٰ توجہ سے تمام اُمت باسرع اوقات اپنی اصلاح کر سکتی ہے۔ آگے نفع حاصل کرنے والوں کی توفیق ہے۔

---

[1] دیکھنا یا سننا

مانصیحت بجائے خود کردیم　　روزگارے دریں بسر بردیم

(ترجمہ: ہم خود اپنے آپ کو نصیحت کی ہے اور اسی میں ایک زمانہ گزار دیا ہے۔)

گرنیاید بگوش رغبت کس　　بررسولاں بلاغ باشد و بس

(ترجمہ: اگر کسی کے کان سننے کے لئے متوجہ نہیں ہوتے تو نہ ہوں رسولوں پر فقط پہنچانا ہے)

تذئیل

علماء احکام کے دستور العمل کا متمم ایک اور امر بھی ہے یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اس میں بعض مواقع پر غیر علماء بھی شریک ہیں یعنی خاص اپنے ان متعلقین پر احتساب کرنا جن پر قدرت ہے۔ علماء کے ساتھ مخصوص نہیں۔ البتہ عام احتساب یہ خاص ہے علماء کے ساتھ۔ اور عوام کی تصدی اس کے لئے اکثر موجب فتنہ وعداوت ہو جاتی ہے۔ نیز عوام اکثر احتساب کی حدود بھی نہیں جانتے۔ اس سے غلو فی الدین کی نوبت آ جاتی ہے۔ نیز اکثر عوام نفس کو مہذب کئے ہوئے نہیں ہوتے اور ان کے احتساب میں بکثرت نفسانیۃ ہوتی ہے۔ اس معنی کے افادہ کے لئے بعض مفسرین نے ولتکن منکم میں من کو تبعیضیہ کہا ہے اور یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کہیں واجب ہوتا ہے جہاں فاعل بے خبر ہو یا فاعل کو پوری قدرت ہو یا قبول کی پوری توقع ہو۔ ورنہ مستحب ہے اور منجملہ اس کے آداب کے یہ ہے کہ اہل خلوت میں کہے اور نرمی سے کہے اس کے بعد اگر بمصلحت ہو علانیہ کہے اور سختی سے کہے ورنہ اعراض کرے اور دعا کرے۔

اور منجملہ اس امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے کفار کی تبلیغ بھی ہے خواہ بذریعہ تقریر اور خواہ بذریعہ تحریر اپنے ملک کے کفار کو بھی اور دوسرے ملک کے کفار کو بھی۔ اور یہ بوجہ عموم شیوع احکام دینیہ کے گو اس وقت واجب نہیں رہا۔ لیکن اگر کوئی ہمت کرے عین عزیمت ہے اور اس غرض کی تحصیل وتکمیل کے لئے اگر ان اقوام کی زبان بھی سیکھ لے تو بشرط خلوص نیت عین طاعت ہے۔ جیسا اس وقت کوئی شخص انگریزی وغیرہ اسی غرض سے حاصل کرنا چاہے۔

تکمیل

تبلیغ احکام کے متعلقات ہی میں سے ان احکام کی ایک خاص حفاظت بھی ہے۔ یعنی

اصول وفروع اسلام پر جو حملے یا آمیزشیں ہیں خواہ وہ اہل کفر ہوں یا اہل بدعت ان کو دفع کرنا اور رفع کرنا تا کہ طالبان حق شبہات سے محفوظ رہیں اور اس مقصود کے لئے اگر اہل باطل پر رد وقدح کرنے کی حاجت ہو یا ان سے مناظرہ کرنا مصلحت ہو۔ اس سے بھی پہلوتہی نہ کرے اور اس زمانہ پرآشوب میں مناظرہ اگر مشروع ہے تو اسی غرض سے ورنہ تعصب اس درجہ ترقی پر ہے کہ مناظرہ سے احقاق حق مقصود ہی نہیں رہا اور اس ردوقدح یا مناظرہ کے لئے اگر اہل باطل کے علوم وفنون حاصل کرنا ضروری ہو وہ بھی طاعت ہے۔ جیسے اس وقت سائنس وغیرہ سیکھنا یہاں تک تدبیریں ہیں اصلاح کی اور اس سب کے بعد بھی بڑی ضرورت دعاوالتجا بجناب حق کی ہے۔

ایں ہمہ گفتیم و لیک اندر پسیچ　　بے عنایات خدا ہیچیم و ہیچ

ترجمہ: ہم نے یہ سب کہا ہے لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی عنایات کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق　　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کی عنایات کے بغیر اگر فرشتہ ہو تو اس کا بھی اعمال نامہ سیاہ ہوگا۔

سد موانع اصلاح انقلاب

اس سے اوپر انقلاب اُمت کی اصلاح کی تدابیر کی تعیین وتفصیل مذکور تھی چونکہ ہر تدبیر پر عمل کرنے کے ساتھ اس کے موانع تاثیر سے تحرز بھی واجب ہوتا ہے جس طرح امراض جسمانی میں پرہیز کی ضرورت سمجھی جاتی ہے اس لئے ان تدابیر اصلاح کے ساتھ ان امور سے بچنا بھی ضروری ہوگا جو ان کے اثر میں خلل انداز ہیں۔

بیان اس کا یہ ہے کہ ان تدابیر میں سے بعض علماء کے متعلق تھیں یہاں ان کے باب میں کلام مقصود نہیں کیونکہ وہ خود جانتے ہیں صرف ان میں جو عوام کے متعلق ہیں ان پر بقدر ضرورت لکھا جاتا ہے سو اس باب میں یہ امور بتلائے گئے تھے (۱) کتب دینیہ کا پڑھنا یا دیکھنا یا سننا (۲) علماء دین سے مسئلہ پوچھنا (۳) وعظ سننا (۴) صحبت اہل کمال (۵) گھر والوں کو خود پڑھانا یا سنانا یا کسی کے ذریعے سے پڑھوانا سنوانا۔ ان امور پنجگانہ میں سے ہر ایک میں بعض لوگ بے احتیاطیاں کرتے ہیں جو معالجہ مطلوبہ میں بدپرہیزی کا حکم رکھتے ہیں

بالترتیب ہر ایک کے متعلق مختصراً تنبیہ ضروری ہے۔

امر اول یعنی کتب دینیہ کا پڑھنا یا دیکھنا یا سننا

اس کے متعلق آج کل بعض بکثرت یہ غلطی کرتے ہیں کہ جو کتاب دین کے نام سے دیکھی یا سنی خواہ اس کا مضمون حق ہو یا باطل خواہ اس کا مصنف ہندو ہو یا عیسائی یا دہری مسلمان پھر مسلمان بھی گو صاحب بدعت ہی ہو غرض کچھ تفتیش نہیں کرتے اس کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں اور اسی میں وہ مضامین آ گئے جو کسی مسئلہ کے متعلق اخبارات میں چھپے رہتے ہیں۔ سو اس میں چند مضرتیں ہیں۔ بعض اوقات بوجہ کم علمی کے بھی امتیاز نہیں ہوتا کہ ان میں کون سا مضمون صحیح ہے کون سا غلط۔ کسی غلط کو صحیح سمجھ کر عقیدہ یا عمل میں خرابی کر بیٹھتے ہیں۔ بعض اوقات پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر غلط ہے مگر بعض مصنفین کا طرز بیان ایسا تلبیس آمیز یا دل آویز ہوتا ہے کہ دیکھنے والا فی الفور اس سے متاثر ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنے پہلے اعتقاد کو ضعیف اور بے وقعت خیال کر کے بعض دفعہ تو اس پہلے کو غلط اور اس پچھلے کو صحیح سمجھ لیتا ہے اور بعض دفعہ اس کو گو قبول نہیں کیا مگر متزلزل و مذبذب ہو کر کبھی دل میں رکھتا ہے اور پریشان ہوتا ہے اور کبھی دوسروں سے تحقیق کرنا چاہتا ہے مگر چونکہ اس میں کچھ غموض ہوتا ہے جس کے ادراک کے لئے اس کا علم و ذہن کافی نہیں ہوتا اس لئے سمجھ میں نہیں آتا اور بے سمجھے لایعنی سوالات کر کے دوسروں کو پریشان کرتا ہے اور اپنے فہم کا قصور فہم میں نہیں آتا اور جواب دینے والوں کو جواب سے عاجز سمجھ کر ان کے علم یا اخلاق میں تنگی کا حکم لگا کر ان سے بدگمان ہو جاتا ہے اور بھی انواع مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں ان سب کا انسداد یہی ہے کہ کوئی کتاب کوئی اخبار کوئی رسالہ کوئی تقریر تاوقتیکہ کسی محقق عالم کو نہ دکھلا لیں اور اس سے رائے نہ لے لیں ہرگز نہ دیکھیں۔ اخبارات کے بعض مفاسد اس قسم کے احقر نے ایک مستقل تحریر مسمّیٰ بہ "اخبار بینی" میں ایک زمانہ میں لکھے تھے جس پر بلا تدبر بعض معترضین نے غل مچایا مگر وہ تحریر بغور پڑھنے کے قابل ہے اس سے یا اس سے یہ ہرگز مقصود نہیں کہ کسی اخبار یا کسی کتاب کا مطالعہ ہر حالت میں حرام ہے مقصود صرف یہ ہے کہ چونکہ

ان چیزوں میں بعض اوقات ایسے مفاسد ہوتے ہیں اور ان مفاسد سے بچنا ملت اسلامیہ میں واجب ہے اور بچنا بدوں معرفت کے ہو نہیں سکتا اور معرفت خود ہے نہیں اس لئے کسی صاحب معرفت یعنی عالم محقق سے مشورہ لے کر اس کا اتباع ضروری ہوگا افسوس ہے کہ باوجود وضوح اس امر کے پھر اس ممانعت کو تنگ خیالی و تعصب پر محمول فرمایا جاتا ہے کیا خیر خواہ باپ اگر اپنے بچے کو زہر ملی ہوئی مٹھائی کے کھانے سے روکے کوئی عاقل اس باپ کو متعصب یا تنگ خیال کا لقب دے گا۔غایت رافت کے ساتھ اس کو متعصب کہے گا اور اگر کوئی کہے کہ ہم خذما صفا و دع ما کدر کے طور پر اس کو دیکھتے ہیں سو اس کا جواب ادھر کی تقریر سے واضح ہو گیا ہے کہ اس امتیاز کے لئے علم کامل و فہم دانی کی حاجت ہے اور کلام اس کے فاقد میں ہے رہا کسی کا اپنے کو فاقد نہ سمجھنا یہ معتبر نہیں بلکہ کسی عالم ماہر کا کسی کو فاقد کہنا اس کے اثبات کے لئے کافی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جناب رسول کریم و نبی حکیم علیہ صلوۃ اللہ تعالیٰ والتسلیم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے راسخ العلم والعمل شخص کو توراۃ کے مطالعہ سے منع فرمایا باوجودیکہ وہ فی نفسہ آسمانی کتاب تھی گو اس میں تحریف بھی ہوگئی تھی اور پھر مطالعہ بھی تنہا نہ تھا بلکہ خود حضور پرُنور کو سنا رہے تھے اور اس میں جزو محرف کا معین و مبین ہو جانا ظاہر تھا اس کے بعد کسی فساد کے ترتب کا احتمال ہی نہ تھا معہذا پھر اس مصلحت سے کہ آئندہ کو یہ عمل ان مفاسد کے باب مفتوح ہونے کا سبب نہ بن جائے کس سختی سے منع فرمایا اور کیسی ناخوشی ظاہر فرمائی جیسا کہ حدیث دارمی میں مذکور ہے۔

ان دلائل حسیہ وحدیثیہ کے بعد امید ہے کہ اہل انصاف مصلحت اندیش کو کوئی خدشہ نہ رہا ہوگا اور جبکہ اس تقریر سے وہ کتابیں وغیرہ بھی قابل تحرز قرار پائیں جن میں مصالح کے ساتھ بعض مفاسد بھی ہوں۔سو جن میں سرتاسر مفاسد ہی ہوں جیسے ناول وغیرہ جن سے اعمال واخلاق کا بڑا حصہ نہایت گندہ ہو جاتا ہے ان کا مطالعہ کس طرح جائز سمجھا جائے گا بالخصوص نوجوانوں اور عورتوں کو بلکہ اگر ایسی کتابیں گھر میں دیکھی جائیں آگ میں جلا دینا بھی ان کا حق ادا کرنا ہے۔

اب اس ذیل میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگوں کے لئے ایک مختصر نصاب قابل مطالعہ کتب کا معین کر دیا جائے تاکہ ان میں مشغول رہ کر مخدوش کتب سے محفوظ

رہیں۔ بہشتی زیور گیارہ حصے۔ تعلیم الدین، فروع الایمان۔ جزاء الاعمال۔ تبلیغ دین۔ قصد السبیل۔ شوق وطن۔ اگر اس سے زیادہ مطول و مفصل کی ضرورت ہو کسی عالم محقق سے دریافت کرلیا جائے تمام ہوا بیان امر اول کا۔

امر دوم یعنی علمائے دین سے مسئلہ پوچھنا

اس میں چند غلطیاں کی جاتی ہیں ایک یہ کہ کیف ما اتفق سے مسئلہ پوچھ لیتے ہیں بعض اوقات تو یہ بھی نہیں تحقیق کرتے کہ یہ شخص واقع میں عالم بھی ہے یا نہیں کسی کا نام مولوی سن لیا اور اسی سے دین کی باتیں پوچھنے لگے اور بعض اوقات عالم ہونا معلوم ہوتا ہے مگر یہ نہیں دیکھتے کہ یہ کس مشرب کا کس عقیدہ کا ہے ایسے شخص کے جواب سے بعض اوقات تو عقیدہ یا عمل میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور بعض اوقات تردد اور شبہ میں پڑ کر پریشان ہوتا ہے یا پریشان کرتا ہے جیسا کہ امر اول کے بیان میں گزر چکا ہے۔ دوسری غلطی یہ کی جاتی ہے کہ ایک مسئلہ کو کئی کئی جگہ پوچھتے ہیں اور بعض اوقات جواب مختلف ملتا ہے تو اس وقت یا تو تعیین راجح میں پریشان ہوتے ہیں یا جس میں نفس کی مصلحت ہوتی ہے اس پر عمل کرتے ہیں اور کبھی اس کی عادت ہو جاتی ہے تو استفتاء سے یہی مقصود ہو جاتا ہے کہ نفس کے موافق جواب ملے اور جب تک ایسا جواب نہیں ملتا برابر اس کدو کاش میں رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ وضع تدین سے بمراحل بعید ہے سراسر اتباع ہوا۔ اور تلعب فی الدین ہے اور ایک تیسری غلطی اس دوسری غلطی سے یہ پیدا ہوتی ہے کہ بعض اوقات ایک مجیب کا جواب دوسرے مجیب کے سامنے نقل کر دیا جاتا ہے چونکہ بعض اوقات طبیعت کا خاص رنگ ہوتا ہے بعض اوقات نقل کا لب ولہجہ کچھ معارضانہ ہوتا ہے اس لئے کبھی اس مجیب کی زبان سے دوسرے مجیب کی نسبت یا اس کے جواب کی نسبت کوئی نا ملائم لفظ نکل جاتا ہے۔ پھر یہی ناقل یا کوئی دوسرا اس مجیب تک اس کو پہنچا دیتا ہے پھر وہ کچھ کہہ دیتا ہے اس کی خبر اس پہلے تک پہنچتی ہے اور بعض دفعہ بلکہ اکثر ان مقولات میں بھی بہت کچھ لفظی یا معنوی تغیر وتبدل کر دیا جاتا ہے اور اس طور پر باہم ایک فساد عظیم ان میں برپا ہو جاتا ہے۔

اور ایک غلطی یہ ہے کہ غیر ضروری مسئلے پوچھے جاتے ہیں۔

ایک غلطی یہ ہے کہ مسائل کے دلائل دریافت کئے جاتے ہیں جن کے سمجھنے کے لئے علوم درسیہ کی حاجت ہے اور چونکہ اس سائل کو وہ حاصل نہیں اس لئے دلیل کو سمجھتا نہیں اور اگر اسی خیال سے کوئی مجیب دلیل بتلانے سے انکار کرتا ہے تو اس غریب کی بدخلقی پر محمول کیا جاتا ہے۔

ایک غلطی یہ کی جاتی ہے کہ کسی سے کسی مسئلہ میں مباحثہ شروع کرتے ہیں پھر اپنی تائید کے لئے فتوے حاصل کرتے ہیں اور وہ فتویٰ اپنے مخالف کو دکھلا کر اس پر احتجاج کرتے ہیں پھر وہ اپنے موافق فتوے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح خواہ مخواہ باہم جنگ وجدال کیا کرتے ہیں حالانکہ عوام کو اس میں پڑنا موجب خطر ہے۔ اگر ان سے کوئی اہل باطل الجھے تو علماء کا حوالہ دے کر اس کو قطع کر دیا جائے۔ اگر غرض ہوگی آپ پوچھے گا۔ ان سب غلطیوں کی اصلاح اس سے ہوسکتی ہے کہ اپنا دستور العمل اس باب میں یہ رکھیں کہ جب کوئی ضروری بات پیش آئے اپنے عمل کرنے کے لئے نہ کہ مباحثہ کے لئے ایسے شخص سے مسئلہ پوچھیں جس کا معتبر ومحقق ہونا صحیح ذریعہ سے پہلے معلوم ہو اور اس پر اعتماد واعتقاد بھی ہو اور دلیل دریافت نہ کریں اور کسی دوسرے عالم سے بلا ضرورت نہ پوچھیں اور اگر باوجود ان سب رعایتوں کے اس کے جواب میں شبہ رہے اور شفا نہ ہو تو ایسی ہی صفت کے دوسرے عالم سے پوچھ لیں اور اگر جواب پہلے کے خلاف ہو تو پہلے کا جواب اس کے اور اس کا جواب پہلے کے سامنے نقل نہ کریں اور جس قول پر قلب مطمئن ہو اس پر عمل کرلیں اور یہی عمل اس حالت میں کریں جبکہ بلا مراجعت دوسرے عالم کے خود بخود جواب اول کے خلاف کوئی جواب اس باب میں گوش زد ہو جائے اور اگر استفتاء تحریراً ہو تو ان رعایات کے علاوہ اور بھی بعض رعایتوں کا لحاظ رکھیں یعنی سوال کی عبارت اور خط بہت صاف ہو حتی الامکان فضول غیر متعلق باتیں اس میں نہ لکھیں۔ اپنا پتہ ونام صاف لکھیں اگر کئی بار ایک ہی جگہ استفتے جائیں تب بھی ہر خط میں اپنا پتہ اور نام صاف لکھیں۔ اور جواب کے لئے ٹکٹ ضرور رکھ دیا کریں بلکہ اگر سوال دستی بھی بھیجیں تب بھی جواب کے لئے ٹکٹ رکھ دیں اور پتہ اپنا پورا لکھ دیں شاید اس وقت جواب مسئلہ کا نہ دے سکیں تو بعد میں ڈاک میں بھیج دیں گے ورنہ ٹکٹ واپس آجائے گا۔ اور اگر کئی سوال ہو تو کارڈ پر نہ بھیجا

کریں۔ اور اگر کبھی ایسا اتفاق ہو جائے تو ان سوالوں پر نمبر ڈال کر ان کی ایک نقل اپنے پاس بھی رکھ لیں اور مکتوب الیہ کو اطلاع دے دیں کہ ہمارے پاس سوالات کی نقل نمبروار ہے آپ اعادہ سوال کی تکلیف نہ کریں۔ نمبروں کی ترتیب سے صرف جواب لکھ دیں۔

امر سوم یعنی وعظ سننا

جس قسم کی غلطیاں امر اول میں کی جاتی ہیں اسی قسم کی غلطیاں لوگ یہاں کرتے ہیں کیونکہ تحریر و تقریر دلالت احکام و آثار میں متقارب ہیں یعنی لوگ ہر قسم کے واعظوں کا وعظ سن لیتے ہیں اس کے وہی مفاسد ہیں جو امر اول میں تھے اور ان کا وہی انسداد ہے جو مفاسد متعلقہ امر اول کا یعنی جب کوئی وعظ جدید آئے اپنے شہر یا قریب کے کسی عالم معتبر سے اس واعظ کی حالت پوچھ لے اگر وہ اطمینان دلا دے تو وعظ سنے ورنہ نہ سنے۔ کیونکہ بعض واعظ جاہل ہوتے ہیں اور بعض بد مذہب اور ان میں بعض اپنے مدعا کے ذہن میں جما دینے میں ملکہ رکھتے ہیں اور بعض ایسے چالاک ہوتے ہیں کہ اہل اول مخاطبین کے موافق کہتے ہیں پھر بعد مناسبت اپنے مسلک کی دعوت شروع کرتے ہیں۔ بقول مولانا۔

زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر تا کہ گیرد مرغ را آں مرغ گیر

ترجمہ: اسلئے شکاری نے اونچی آواز سے سیٹی لگائی ہے تا کہ مرغ پکڑنے والا مرغ کو پکڑ لے

پس محتاط کو یہ طریقہ رکھنا چاہیے۔

دشمن ارچہ دوستانہ گویدت دام داں گرچہ زدانہ گویدت

ترجمہ: دشمن اگر تجھ سے دوست کے لہجے میں بات کرے تو اسے جال سمجھ اگر تجھے دانہ کی بات بتائے۔

اور یہ شیوہ اختیار نہ کریں کہ۔

لختے برداز دل گذرو ہر کہ بہ پیشم من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم

ترجمہ: دل کے ٹکڑے اٹھا کر چلا ہو جو بھی میرے سامنے آئے گا اسے اپنے دل کے ٹکڑوں میں ایک ٹکڑا بیچ دوں گا۔

اور اگر باوجود احتیاط کے کوئی بات مشتبہ کان میں پڑ جائے علماء محققین سے اس کی تحقیق کر لیں۔

امر چہارم یعنی اہل کمال کی صحبت

اس میں جو دھوکا ہوتا ہے وہ بہت عام ہے یعنی جو علامتیں اہل کمال کی ہیں ان کی رعایت میں کی جاتی جن کو احقر نے مضمون میں قصد السبیل سے نقل کیا ہے۔ اس کا انسداد ان علامات کی رعایت ہے بقول رومی رحمۃ اللہ علیہ۔

اے بسا ابلیس آدم روے ہست　　　پس بہر دستے نہ باید داد دست

(ترجمہ: بہت سارے شیطان آدمیوں کے روپ میں ہیں لہٰذا ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے)

اسی کے ذیل میں اس صحبت کی مضرت بھی سمجھ لینا چاہیے جو مقتداء بنا کر نہ ہو محض دوستی کے طور پر ہو مگر وہ دوست بددین ہو۔ یہ بھی غلطی عظیم ہے تجربہ سے ایک دوست کا اثر طبعاً دوسرے دوست پر ضرور آتا ہے اور مضر اثر جلد آتا ہے اس لئے ارشاد نبوی ہے۔ المرء علیٰ دین خلیله فلینظر بحاله البتہ جو ملاقات بضرورت ہو وہ مستثنیٰ ہے۔

امر پنجم یعنی گھر والوں کو خود پڑھانا

اس میں جو غلطیاں ہوتی ہیں ان کا مجموعہ امور رابعہ کے بیان میں منتشر طور پر بطور علاج آ گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ گھر والوں کے لئے کتابیں جو تجویز کی جائیں یا واعظ ان میں رعایات مذکورہ سابقہ ملحوظ ہوں اور یہ امر تصریح و تخصیص کے ساتھ اس قابل ذکر ہے کہ سیانی لڑکی کا معلم نامحرم جوان یا میانہ عمر کا جائز نہ رکھا جائے۔ و آخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین.

نوٹ: از احقر مؤلف اشرف السوانح۔ اس کے بعد حضرت والا نے بہت سے ابواب فقہیہ کے متعلق کوتاہیوں کی اصلاحات جزئیہ تحت عنوان "بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح" نہایت بسط کے ساتھ تحریر فرمائی ہیں جو اصلاح اُمت کے لئے نہایت مفید ہیں۔

حضرت والا کا قصد تو یہی تھا کہ سارے ابواب فقہ کے متعلق کوتاہیوں کی ایسی ہی اصلاحات تحریر فرما دیں لیکن پھر دوسری زیادہ اہم خدمات دینیہ میں مشغولی ہو گئی اور وقت نہ مل سکا تاہم موجودہ ذخیرہ بھی بہت ہے چنانچہ اصلاح انقلاب حصہ اول و دوم میں مضامین ذیل بہت بسط کے ساتھ تحریر فرمائے گئے ہیں۔

(۱) اصلاح معاملہ بقرآن مجید (۲) اصلاح معاملہ متعلق بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اصلاح معاملہ بہ نماز (۴) اصلاحِ معاملہ بصیام ومتعلقاتِ آں (۵) اصلاح معاملہ بزکوۃ (۶) اصلاح معاملہ بہ حج (۷) اصلاح معاملہ بہ قربانی (۸) اصلاح معاملہ بہ بعض طاعاتِ مالیہ (۹) اصلاح معاملہ بموت (۱۰) اصلاح معاملہ بسفر (۱۱) اصلاح معاملہ بہ تعلیم نسواں (۱۲) اصلاح معاملہ بہ ادائے حقوق معلم ومتعلم وشریک تعلیم (۱۳) اصلاح معاملہ متعلق بہ نکاح (۱۴) اصلاح بعض اغلاط متعلق بہ تحلیل حرام وتحریم حلال درباب نکاح (۱۵) اصلاح معاملہ متعلق ولایت نکاح (۱۶) اصلاح معاملہ متعلقہ بکفات (۱۷) اصلاح انقلاب متعلق مہر (۱۸) اصلاح انقلاب متعلق بہ عدل بین الزوجین (۱۹) اصلاح انقلاب متعلق رضاع (۲۰) ابواب الطلاق ومایلحق بہ (۲۱) احکام النفقہ (۲۲) باب النفقات الروحانیہ (۲۳) اصلاح انقلاب متعلق لقطہ (۲۴) اصلاح انقلاب متعلق مفقود (۲۵) اصلاح انقلاب متعلق بعزیرو تعبیر وتکفیر فقط ختم ہوا مضمون اول۔

مضمون دوم ملقب بہ مکارم عشرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ ناظرین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اشرف السوانح میں جب اہتمام تبلیغ واصلاح امت کے واقعات درج ہونے کا موقع آیا تو مکرم ومحترم بندہ جناب خواجہ صاحب مؤلف زادمجدہم نے احقر سے فرمایا کہ چونکہ اس قسم کے واقعات سے تمہیں بھی تعلق رہا ہے تم کو اچھی طرح معلوم ہوں گے لہٰذا ایسے واقعات تم بھی لکھ دو احقر نے ہر چند عرض کیا کہ اس تصنیف لطیف میں مجھ جیسے کی تحریر کا جوڑ لگانا ہرگز مناسب نہیں مگر خواجہ صاحب کو رخصت قریب الختم ہونے کے سبب فرصت بالکل نہ تھی اس لئے مکرر اصرار فرمایا تو مجبوراً احقر کو جرأت کرنا پڑی اور یہ دس واقعات لکھ دیئے۔ ان میں سے آٹھ یعنی واقعہ سوم سے اخیر تک کا تو احقر کو ذاتی علم ہے اور واقعہ اول ودوم حضرت اقدس مدظلہم العالی کی زبان فیض ترجمان سے چند بار سننے کا شرف حاصل ہوا تھا لیکن پوری تفصیل ذہن

نشین نہ رہی تھی اس لئے اس وقت احقر نے مکرر بیان فرما دینے کی درخواست پیش کی حضرت والا نے غایت شفقت قبول فرما کر مفصل واقعہ بیان فرما دیا اور احقر نے یہ تمام واقعات لکھ کر حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں بھی پیش کئے ہیں۔ حضرت والا نے غایت ذرہ نوازی سے ملاحظہ کی تکلیف گوارا فرمائی ورنہ۔

من کہ باشم کہ بداں خاطر عاطر گذرم　　　لطفہا میکنی اے خاک درت تاج سرم

(ترجمہ: میں کون ہوتا ہوں کہ اس معطر کی خدمت میں جاؤں اے محبوب تیرے در کی خاک میرے سر کا تاج ہے، تو بڑی مہربانیاں فرماتا ہے۔

یہ ناکارہ غلام تو شکر گزاری سے سراسر قاصر ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماوے۔ آمین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

(احقر عبدالکریم عفی عنہ ۲۵۔ محرم ۱۳۵۵ھ)

پہلا واقعہ: گجنیر میں تبلیغ

عرصہ دراز ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس کانپور تشریف لے گئے تھے وہاں معلوم ہوا تھا کہ مقام گجنیر میں آریہ لوگ ریشہ دوانی کر رہے ہیں اور اس سے متاثر ہو کر کچھ لوگ مرتد ہونے والے ہیں اس کو سنتے ہی حضرت نے وہاں تشریف لے جانے کا عزم فرمالیا اور سامان خورد و نوش کے علاوہ ڈیرہ خیمہ وغیرہ تمام سامان ہمراہ لیا جب لوگوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اچھا خاصہ مجمع ساتھ ہو گیا۔

وہاں پہنچ کر حضرت والا نے اول ان کے ممتاز لوگوں سے گفتگو کو مناسب تصور فرمایا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان کے سردار دو شخص ہیں نھو سنگھ اور ادھار سنگھ ان کا نام سرکاری کاغذات میں تو نھو خاں اور ادھار خاں تھا مگر عام طور پر زمانہ کفر کی رسم کے مطابق سنگھ کہنے کا دستور تھا۔ القصہ ان دونوں کو یکے بعد دیگرے الگ الگ بلایا گیا تا کہ دونوں کے خیالات آزادی سے معلوم ہوسکیں اور چونکہ گرمی کا زمانہ تھا اس واسطے ان کو شربت پلانا چاہا مگر انہوں نے عذر کر دیا کہ ہم مسلمانوں کے ہاتھ کا کھایا پیا نہیں کرتے اور بھی ایسی ہی بیہودہ رسمیں

ے جناب مولوی سعید احمد صاحب کی حیات کا واقعہ ہے اور ان کے انتقال کو پچیس سال ہو گئے

معلوم ہوئیں مثلاً نکاح کے ساتھ پھیرے بھی ہوتے ہیں اور سر پر چوٹی بھی ہے اور جو صاحب وسعت ہوا اور برادری کو کھانا دے سکے اس کے یہاں ختنہ بھی ہوتی ہے اور جہالت کی یہ حالت کہ ان سے پوچھا کہ تم ہندو ہو کہا نہیں دریافت کیا مسلمان ہو جواب دیا نہیں کہا گیا آخر کون ہو بتلایا کہ نومسلم ہیں گفتگو کرنے پر نھو خاں نے تو یہ خیال ظاہر کیا کہ آریہ مذہب میں نیوگ کا ایسا گندہ حکم ہے کہ کوئی بھلا مانس اس کو سننے کے بعد ہرگز اس مذہب میں داخل ہونا گوارا نہیں کرسکتا اور ادھار خاں نے کہا کہ ہم تو تعزیہ بناتے ہیں ہم ہندو کیوں بننے لگے۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ تعزیہ ضرور بنایا کرو۔ بعض ہمراہیوں نے اس ارشاد پر اشکال بھی کیا مگر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے بدعت وقایہ ہے کفر سے۔ اس لئے ان کو اس سے منع کرنا مصلحت نہیں۔ اس کے بعد عام مجمع میں بھی بیانات ہوئے اور ایک مجمع میں بہت کامیابی ہوئی جس میں قصبہ بارہ پرگنہ اکبر پور کے روساء اس تبلیغی وفد کی خبر سن کر بغرض تائید آ گئے تھے ان کا وہاں کافی اثر تھا اس لئے بڑی مدد ملی اور وہاں کے لوگوں کی سمجھ کے مناسب حضرت والا نے اعلان کے لئے یہ الفاظ تجویز فرمائے تھے کہ مسلمانوں کی کتھا ہوگی اور بیان کے لئے ذکر میلاد شریف تجویز فرمایا تھا شیرینی بھی تقسیم کرائی گئی تھی۔ مگر یہ سب کچھ مقامی رعایت کے سبب تجویز فرمایا لیکن خود حضرت والا نے اس مجلس میں شرکت نہیں فرمائی۔ بلکہ بعض ایسے صاحبان بھی ہمراہ تھے جو ایسی محفل کیا کرتے تھے ان سے میلاد شریف پڑھوا دیا۔ وہاں کئی دن قیام رہا اور جب انہوں نے خود اچھی طرح وعدہ کرلیا کہ ہم مرتد نہ ہوں گے تب واپسی ہوئی گو بیوقوفی سے ساتھ میں یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمہارے جیسے مسلمان بھی نہ ہوں گے بلکہ ایسے ہی نومسلم رہیں گے۔ اور مولوی سعید احمد صاحب تھانوی مرحوم کو جو تھانہ بھون ہی سے سفر میں ہمراہ تھے زمانہ قیام گجنیر ہی میں بعض دیہات میں بھیجا لیکن ان لوگوں نے اتنی بے التفاتی کی کہ دوپہر گزارنے کو جگہ تک نہ دی مولوی صاحب کو سخت تکلیف برداشت کرنا پڑی کیونکہ لُو کا موسم تھا آخرکار ایک برہمن نے ٹھکانا دیا۔ مولوی صاحب مرحوم اپنے ہمراہ ستو لے گئے تھے کسی نہ

گھولنے کے واسطے برتن بھی نہ دیا بیچاروں نے رومال ہی میں تھوڑا پانی ڈال کر معمولی سا بھگو لیا اور جس طرح بن پڑا کھالیا اور تحمل سے زیادہ تعب و مشقت اور ان کے بے انتہاء اعراض کی وجہ سے واپس آ گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

دوسرا واقعہ: تبلیغ کیلئے یورپ کا ارادہ

گزشتہ واقعہ سے کچھ عرصہ بعد کا واقعہ ہے کہ بابو حبیب احمد صاحب تھانوی کسی سلسلہ میں یورپ گئے تھے وہاں جو کافی تعلقات ہونے پر خاص خاص لوگوں سے اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کی نوبت آئی تو بحمد اللہ کچھ لوگ اس تحریک سے مسلمان ہو گئے تھے جن میں چند صاحب بڑے طبقہ اور بڑے خاندان کے بھی تھے۔ اس سلسلہ میں بابو صاحب موصوف کو کچھ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی تو حضرت والا کی خدمت اقدس میں خط بھیجے تھے متعدد خطوط آئے بعض نو مسلم انگریزوں نے اپنے لئے نام بھی تجویز کرایا تھا چنانچہ ایک عورت کسی کالج کی پروفیسر یا پرنسپل تھی اس کا سابق نام براڈے تھا حضرت والا نے اسلامی نام بریدہ تجویز فرما دیا۔ وہ بہت خوش ہوئی اور شکریہ لکھوا کر بھجوایا۔ اس خط و کتابت کے سبب ان نو مسلموں کو حضرت والا سے کچھ تعلق ہو گیا تھا۔ ان میں سے کسی کا بواسطہ بابو صاحب مذکور کے ایک خط آیا کہ ہمیں حاضری کا اشتیاق ہے مگر یہ اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں پردہ کی عادی نہیں وہ پابند نہ ہو سکیں گی شاید آپ حضرات ناراض ہوں۔ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ وجہ اور کفین کا ستر فی نفسہ واجب نہیں بلکہ فتنہ کے سبب مامور بہ ہے اور آپ کی عورتوں کی طرف یہاں کے لوگوں کو رعب کی وجہ سے کسی قسم کا نفسانی خیال ہونا بعید ہے لہٰذا انتفاء علت کے سبب ان کو اس کی اجازت مل سکتی ہے۔ اس خط و کتابت کے دوران بابو صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ اگر آپ یہاں تشریف لے آویں اور میں اور آپ مل کر تبلیغ کا کام کریں اس طرح کہ مضامین آپ کے ہوں اور ترجمہ انگریزی میں میں کروں تو لوگوں کو بہت فائدہ ہو اس پر حضرت دام ظلہم نے سفر یورپ کا عزم فرما لیا اور مصارف کا بھی خود اپنے پاس سے انتظام فرما لیا اور صوفی محمد علی صاحب گلاوٹھی والوں کو ہمراہی کے لئے

تجویز فرمالیا جو کہ مدبر آدمی تھے اور بقدر ضرورت انگریزی گفتگو سے بھی واقف تھے لیکن حضرت والا نے بابو حبیب احمد صاحب کے پاس ایک خط روانہ فرمایا کہ آنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے کچھ شبہات لکھ کر بھیج دیں اور یہاں سے جو جواب پہنچے وہ ان کو سنایا جائے تاکہ یہ اندازہ ہو جائے کہ آیا میرے جواب ان کے مذاق کے موافق بھی ہوتے ہیں یا نہیں اگر اس سے نفع ہو تو آنا مناسب ہوگا۔ ورنہ اتنا طویل سفر کیوں اختیار کیا جائے لیکن بابو صاحب اس والا نامہ کا جواب نہ بھیج سکے بلکہ شاید یہ والا نامہ ان تک پہنچا بھی نہ ہو کہ بابو صاحب کا انتقال ہو گیا اور اس وجہ سے سفر کی نوبت ہی نہ آنے پائی اور عزم سفر موقوف کرنا پڑا۔ فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

تیسرا واقعہ: تحریکِ قانون وراثت متعلق پنجاب

ایک مرتبہ حضرت اقدس کی مجلس مبارک میں تذکرہ ہوا کہ پنجاب میں وراثت کا قانون شریعت مقدسہ کے خلاف ہے مثلاً بہن و بیٹی وغیرہ کو میراث میں حصہ نہیں ملتا اور بے عملی کے ساتھ اس مسئلہ سے بے علمی بھی یہاں تک ہے کہ اکثر دیندار لوگ بھی بالکل بے خبر ہیں اور زیادہ غفلت کی وجہ یہ ہے کہ اہل علم بھی اس طرف توجہ نہیں کرتے نہ وعظ میں اس پر تنبیہ کرتے ہیں نہ دوسرے اوقات میں بلکہ اکثر حضرات تو خود اپنے عمل کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے رواج عام کے سبب اس طرف التفات ہی نہیں ہوتا۔ حضرت والا نے بڑے اہتمام سے ارشاد فرمایا کہ وہاں کے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلانا نہایت ہی ضروری ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ مشاہیر علمائے کرام اگر خاص سعی فرماویں تو ممکن ہے کچھ لوگ سمجھ جائیں ورنہ ایسے معاملہ میں معمولی سعی سے تو نفع کی امید نہیں۔ ارشاد فرمایا جس قدر کوشش ہو سکے اس میں دریغ نہ کرنا چاہیے۔ نفع کی فکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ احقر کو اس ارشاد کے بعد کسی قدر ہمت ہوئی اور وطن جا کر اپنے نواح میں اس ضروری مسئلہ کی اشاعت خاص طور سے شروع کی اور امرتسر لاہور کے بعض جلسوں میں بھی اسی غرض سے شامل ہوا لیکن افسوس کہ اہل جلسہ نے یہ عذر کر دیا کہ لوگ خلاف کریں گے جلسہ کے ناکام ہونے کا اندیشہ ہے کچھ عرصہ

کے بعد ایک نعمت عظمیٰ یہ حاصل ہوئی کہ اس ناکارہ غلام کی حقیر درخواست کو شرف قبول بخش کر حضرت اقدس مدت فیوضہم راجپورہ کے قریب احقر کی سسرال میں یعنی موضع اردن تشریف لائے اور راجپورہ بھی قیام فرمایا وہاں جو اس مسئلہ کا تذکرہ آ گیا تو حضرت نے اس ناکارہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اس کی اشاعت کے لئے تو اس کی ضرورت ہے کہ پنجاب کا سفر کیا جائے۔ احقر نے اپنی نااہلی کا عذر پیش کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر باوجود نااہلی کے احقر اس کی جرأت بھی کرے تو مصارف بہت درکار ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مصارف کا انتظام ہو جائے گا اور واپس پہنچتے ہیں تیس روپیہ کا منہ آرڈر احقر کے نام روانہ فرما دیا۔ اس پر سفر ضروری ہو گیا اور فکر شروع ہوئی۔ لاہور امرتسر کے سفر سے اس کی بھی سخت ضرورت معلوم ہو چکی تھی کہ مشاہیر علمائے کرام کی تحریرات اس مسئلہ کے متعلق ساتھ ہوں اس لئے سب سے پیشتر ایک سوال تقریباً چالیس پچاس جگہ بھیجا گیا اور توکلاً علی اللہ سفر بھی شروع کر دیا۔ سرہند وغیرہ اترتا ہوا لاہور پہنچا اور زیادہ تر کوشش اس کی رہی کہ اہل علم اور اسلامی انجمنوں کو اس جانب توجہ ہو جائے کیونکہ ان کے ذریعے سے اشاعت بہت سہولت سے ہو سکتی ہے جہاں کہیں جانا ہوا تقریباً ہر طبقہ میں اول قسم قسم کی توجیہات سے اس ظالمانہ رواج کی حمایت کی گئی گو قیل و قال کے بعد آخر کار اس تحریک کی ضرورت کو تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ اس طویل سفر میں صرف لاہور میں ایک جماعت ایسی ملی جس کے بعض ارکان کو کسی قدر اس مسئلہ کا خیال تھا اور تھوڑی بہت جزوی کوشش کا بھی ارادہ تھا مگر لوگوں کی مخالفت کے سبب کوئی سبیل نظر نہ آئی تھی۔ ان سب حالات کو دیکھنے کے بعد حضرت والا کی خدمت اقدس میں ان کا خلاصہ لکھ بھیجا اور یہ بھی عرض کیا کہ اب یہاں سے واپسی کا خیال ہے حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا'' جب تک ناامیدی نہ ہو ایک دفعہ تو جان توڑ کوشش کر لینا چاہیے'' اس والا نامہ کے صادر ہونے پر کچھ ہمت بندھ گئی اور چند روز لاہور میں رہنے کے بعد آگے بڑھنا شروع کیا مگر سوال مذکور کے جو جوابات آ چکے تھے ان کو چھپوانا ضروری سمجھا گیا اس لئے غالباً وزیر آباد ہی سے واپس آنا پڑا اور تھانہ بھون حاضر ہو کر فتویٰ چھپوایا جس کا عنوان یہ تھا'' ظلم پنجاب کے متعلق خدائی

وصیت'' اس کے بعد ارادہ کیا کہ ان کو ہمراہ لے کر پنجاب کا سفر کیا جائے لیکن اچانک اطراف آگرہ سے فتنہ ارتداد کی افسوسناک خبر پہنچ گئی۔ حضرت نے احقر سے فرمایا کہ اگر تم وہاں چلے جاؤ تو قانون وراثت کی سعی میں تو کچھ حرج نہ ہوگا۔ عرض کیا کہ صرف تاخیر ہو جائے گی اور تو کچھ حرج نہیں۔ ارشاد فرمایا بس تو پھر الاہم فالاہم پر عمل چاہیے بسم اللہ کر کے آگرہ اور اس کے نواح میں جا کر تبلیغ کا کام کرو۔ احقر اس طرف چلا گیا اور حضرت والا کے ایماء سے مطبوعہ فتویٰ پنجاب کے شہروں اور قصبوں میں بلکہ بہت سے دیہات میں بھی بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا گیا بلکہ ایک رسالہ مسمی ''غصبُ المیراث'' بھی چھپوا کر بذریعہ ڈاک ہی تقسیم کیا گیا طباعت اور ڈاک کے تقریباً تمام مصارف کا اہتمام حضرت ہی نے فرمایا اور کچھ رقم احقر کی معرفت بھی اس میں بعض اہل خیر نے بھیجی غرض تبلیغ کے ساتھ اس ضروری امر کی طرف بھی حضرت اقدس کو برابر توجہ رہی چنانچہ فتویٰ اور رسالہ ختم ہو گیا تو دوبارہ کثیر مقدار میں چھپوایا اور جمعیت العلماء کو اس طرف توجہ دلانے کے واسطے برابر تین جلسوں میں شرکت کے لئے احقر کو بھیجا دو جلسوں میں تو مختلف وجوہ سے کامیابی نہ ہو سکی مگر تیسری بار کی شرکت اور کوشش پر جلسہ ۱۳۴۳ھ میں بمقام مراد آباد ایک پرزور تجویز منظور ہو گئی اور جب علاقہ ارتداد میں بقدر ضرورت تبلیغ ہو چکی تو حضرت والا نے ایک عریضہ کے جواب میں اصل مضمون کے بعد تحریر فرمایا ''میرا خیال ہے کہ ان سب قصبوں کو چھوڑ کر پنجاب کا سفر تحریک عدل فی المیراث کیا جائے''

اس وقت سے پھر پنجاب کا سفر کیا گیا اور اس مرتبہ مولوی عبدالمجید صاحب کو بھی احقر کے ہمراہ بھیجا گیا اس وجہ سے سفر میں سہولت بھی رہی اور اثر بھی زیادہ ہوا۔

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام پنجاب اور سرحد بلکہ کسی قدر سندھ وغیرہ کے علاقہ میں بھی خوب اشاعت ہو گئی اور گو حالات پر نظر کرتے ہوئے بالکل توقع نہ تھی کہ لوگ اس مسئلہ کی طرف توجہ کریں گے یہاں تک کہ ایک عریضہ میں احقر نے عرض کیا کہ دعا فرمائے حضرت والا کی دعا ہی سے امید ہے کہ اس احقر کی ناچیز سعی بار آور ہو جائے تو حضرت نے تحریر فرمایا تھا ''مجھ کو بے حد خیال ہے مگر لوگوں کی حالت سے یاس ہوتی ہے'' مگر حضرت اقدس کی توجہ اور دعا سے بہت جلد اثر ہوا اور بے حد اثر ہوا۔ ہمارے سفر ختم ہونے سے

پیشتر ہی بہت لوگوں نے قانون بدلنے کی سعی شروع کردی اور اب تک سلسلہ جاری ہے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب کامیابی ہو جائے گی حق تعالیٰ شانہ اس میں نیز دیگر مقاصد حسنہ میں مسلمانوں کو کامیاب بناوے اور تمام سعی کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرماوے اور حضرت والا کو بدین فیوض برکات ہمیشہ سایہ گستر رکھے۔ **ویرحم اللّٰہ عبداقال امینا۔**

فائدہ: اس زمانہ میں حضرت والا سے جو مکاتبت ہوتی رہی اس سلسلہ میں سے بعض خطوط محفوظ ہیں ان میں ایک خط نہایت مفید ہونے کے سبب نقل کرتا ہوں۔

(مضمون عریضہ احقر)...... ایک امر قابل گزارش یہ ہے کہ ایک جلسہ کے موقع پر ایک ممتاز رکن جلسہ نے بہت اصرار کیا کہ تو رکن ہو جا اور چونکہ بدوں رکن ہوئے اس جگہ تک رسائی بھی نہ ہو سکتی تھی جہاں بیٹھنے والوں کو تجاویز پر بولنے کا حق ہوتا ہے اس لئے کمترین نے اپنا نام درج کرا دیا تا کہ وراثت کے معاملہ کو پیش کر سکوں مگر اس کے بعد وہاں مفصل تقاریر سن کر بڑا انقباض ہوا اور جی چاہتا ہے کہ رکنیت سے استعفاء دے دوں لیکن پھر ان لوگوں سے تعلقات نہ رہیں گے اور جو کام اب وہ کر دیتے ہیں وہ نہ لے سکوں گا اس لئے شش و پنج ہے۔

(جواب از حضرت اقدس دامت برکاتہم)...... بلا سے نہ رہیں گے جو کام فرض ہے یعنی سعی وہ رکنیت پر موقوف نہیں اور ان سے کام لینا یہ فرض نہیں اور **لا تقعد بعد الذکری** کے ترک کا یہ کوئی عذر نہیں فوراً استعفاء دے دینا واجب ہے۔ اھ

چوتھا واقعہ: فتنۂ ارتداد کا انسداد

۱۳۴۱ھ میں اطراف آگرہ سے فتنۂ ارتداد کی خبر پہنچی تو حضرت والا نے احقر کو وہاں جانے کا ایما فرمایا جس کا ذکر اجمالاً نمبر بالا میں آچکا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ اس کام کے واسطے مولوی عبدالمجید صاحب بچھرایونی مناسب معلوم ہوتے ہیں اور ارشاد فرمایا اس اختلاف رائے کا فیصلہ مولوی ظفر احمد صاحب کے سپرد کرنا چاہیے۔ احقر نے ہر چند عرض کیا کہ احقر کے خیال ناقص کی کیا حقیقت ہے جو فیصلہ کی ضرورت ہو لیکن حضرت نے فرمایا یہی مناسب ہے اسی میں انشاء اللہ برکت ہوگی۔ مولوی صاحب موصوف کتب خانہ میں تھے ان

کو حضرت والا نے خود آواز دی اور فرمایا کہ میں اس کو بھیجنا چاہتا ہوں اور اس کے خیال میں مولوی عبدالمجید کو بھیجنا مناسب ہے اور ہر دو رائے کی وجہ بھی بیان فرمادی۔ مولوی صاحب نے فرمایا میرے خیال میں دونوں کا بھیجنا مناسب ہے اس میں ہر دو وجہ کی رعایت بھی ہو جائے گی نیز ایسے موقع پر تنہا کا سفر دشوار بھی ہے۔ حضرت اقدس نے نہایت بشاشت سے فرمایا بہتر اور مسکرا کر احقر سے فرمایا دونوں جیت گئے۔ مولوی عبدالمجید صاحب اپنے مکان پر گئے ہوئے تھے اور ان کو خط لکھ دیا گیا کہ دہلی مدرسہ عبدالرب کے جلسہ پر آ جاؤ اور احقر کو دہلی تک حضرت والا کی ہمراہی کا شرف حاصل رہا۔ جلسہ سے فارغ ہوکر دونوں کو مناسب نصائح و ہدایات اور مزید دعوات کے بعد وہاں سے رخصت فرمایا اور کامل دو سال تک اس سلسلہ کو نہایت اہتمام سے جاری رکھا۔ ایک سفر خود بھی فرمایا جس میں ریواڑی، نارنول، اور موضع اسمٰعیل پور متصل الور میں الاتمام لنعمۃ الاسلام وعظ ہوا جس کے تین حصے ہیں اور دوسرے سفر کا قصبہ نوح اور اور فیروز پور جھرکا وغیرہ کیلئے ارادہ فرمایا تھا مگر اسی اثناء میں سفر سے عذر پیش آ گیا جس کی وجہ سے سفر بالکل موقوف ہوگیا اور اس تبلیغ سے حضرت دام ظلہم کو اس قدر تعلق خاطر تھا کہ اس دوران میں ایک دوست نے احقر کو حج کیلئے ہمراہ لے جانا چاہا احقر کو بے حد اشتیاق تھا بہت خوش ہوا اور حضرت والا سے اجازت چاہی ارشاد فرمایا کہ جس کام میں یہاں مشغولی ہے وہ حج نفل سے مقدم ہے اور افضل ہے اور بڑے جوش کے ساتھ فرمایا کہ ایسے ہی موقع کے واسطے حضرت مسعود بکؒ نے فرمایا ہے۔ ؎

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید   معشوق دریں جاست بیائید بیائید

(اے حج کو جانے والے لوگوں کہاں ہو کہاں ہو، معشوق یہاں ہے آؤ، آؤ)

اور ہمیشہ بوقت حاضری زبانی ارشادات سے اور خطوط میں بھی نہایت مفید ہدایات فرماتے رہتے تھے نیز دعاؤں کے ساتھ حوصلہ افزائی کے کلمات بھی ہوتے تھے چنانچہ ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا۔ السلام علیکم حالات سے بہت کچھ امیدیں ہوئیں اور مجھ کو اس سے پہلے بھی صرف آپ جیسے مخلصین کا جانا اور پھر مولوی محمد الیاس[1] صاحب کا ساتھ ہوجانا یقین

---

[1] آگرہ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ پلول میں ضرورت ہے اس لئے ہم پلول آگئے اور وہاں سے مولوی صاحب موصوف کی معیت میں قصبہ نوح وغیرہ کا سفر بھی ہوتا رہا ۱۲

کامیابی دلاتا تھا علم غیب تو حق تعالیٰ کو ہے مگر میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب وفود سے زیادہ نفع آپ صاحبوں سے ہوگا بخدمت مولوی صاحب سلام مسنون۔

اور ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا تھا۔ السلام علیکم۔ آپکا خط پہنچا۔ کاشف تفصیل حالات ہوا بہت کچھ امیدیں بڑھیں میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت اس مادہ میں جس قدر مفید ہوگی شاید دوسری بڑی بڑی جماعتیں اس درجہ مفید نہ ہوں **مبناہ ماقال الرومیؒ**۔

کعبہ را ہردم تجلی می فزود　　　　این زِ اخلاصاتِ ابراہیم بود

کعبہ کی تجلی ہر وقت بڑھتی رہتی ہے، یہ حضرت ابراہیمؑ کے اخلاص کی وجہ سے ہے)

کان اللہ معکم و من معکم اپنے تمام احباب کی خدمت میں یعنی جو ان میں سے اس وقت تشریف رکھتے ہیں سلام کہیئے اور کارڈ سنا دیجئے اور سب سے دعا کی درخواست کیجئے اس مقصود کے لئے بھی اور میرے لئے بھی میں برابر دعا کرتا ہوں جمعہ ۲۴۔ رمضان ۱۳۶۱ھ

اور ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا (غالباً یہ والا نامہ ریواڑی وغیرہ کے تبلیغی سفر سے واپسی پر روانہ فرمایا تھا) السلام علیکم ورحمۃ اللہ بفضلہ تعالیٰ کل جمعہ کے روز وطن پہنچ گیا آپ صاحبوں کی مساعی مشکور ہونے کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں اور قلب شہادت دیتا ہے کہ آپ صاحبوں کو سب سے زیادہ کامیابی ہوگی سب خطوط آپ صاحبوں کے محفوظ رہتے ہیں موقع پر اشاعت ہوتی رہے گی تاکہ ناظرین مسرور ہوں۔

اور ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا ہے۔ السلام علیکم خط پڑھ کر بے حد دل خوش ہوا۔ میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ آپ صاحبوں کی کامیابی انشاء اللہ تعالیٰ سامان اور شان والوں سے بدرجہا زیادہ ہوگی۔

درسفالیں کاسۂ رندان بخواری منگرید　　　　کیں حریفاں خدمتِ جامِ جہاں بیں کردہ اند

شرابیوں کے کاسہ کی تہہ میں پڑے ہوئے کو حقارت سے نہ دیکھو کہ ان دشمنوں نے تو جہاں کو دیکھنے والے جام کی خدمت کی ہے)

باقی دعا کر رہا ہوں سب احباب کی خدمت میں سلام مسنون

ان ارشادات کا مقصد صرف یہ خیال میں آیا کرتا تھا کہ حوصلہ افزائی فرمائی جاتی ہے

۷ لیکن جب تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد ایک جماعت نے تمام علاقہ تبلیغی یعنی (۲۹ ضلعوں) کا مفصل حاصل لکھ کر شائع کیا اور اس روئداد میں اس کی تصریح بھی درج تھی کہ تحصیل پلول (جہاں احقر اور مولوی عبد المجید صاحب کارِ تبلیغ انجام دیتے تھے) اول نمبر کامیاب رہی تب معلوم ہوا کہ یہ بشارت اور پیشین گوئی تھی جو خدا کے فضل سے بالکل صحیح ہوئی۔

اس اہتمام تبلیغ کے علاوہ اس زمانہ میں حضرت والا نے مندرجہ ذیل رسالے بھی شائع فرمائے تھے۔ الانسداد لفتنۃ الارتداد۔ حسن اسلام کی ایک جھلک۔ نماز کی عقلی خوبیاں۔ ان میں سے نمبر ۲ کو ہندی میں بھی چھپوا کر تقسیم کیا گیا تھا اور غالباً نمبر ۳ بھی ہندی میں چھپا تھا اور زیادہ تر ان مذبذب لوگوں کو مسلمانوں سے گائے کا گوشت کھانے کے سبب وحشت تھی اس واسطے ایک رسالہ میں وید سے گائے کی قربانی کو ثابت کیا تھا وہ بھی شائع کیا گیا اور چند مکاتب بھی قائم کئے گئے جن کی امداد میں حضرت اقدس نے بھی کافی حصہ لیا اور دوسرے ذرائع سے بھی مصارف کا انتظام ہوا اور چند مواعظ میں بھی تبلیغ کے متعلق مضامین بیان فرمائے جن میں سے تین مواعظ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ الدعوۃ الی اللہ۔ محاسن الاسلام۔ آداب التبلیغ غرض حضرت اقدس نے ہر پہلو سے اصلاح اور تبلیغ کا اہتمام فرمایا۔ پھر جب تقریباً دو سال کی جدوجہد کے بعد ارتداد کی کافی روک تھام ہو چکی اور ہر قسم کے شبہات ان مذبذب لوگوں کے زائل ہو چکے اور ان لوگوں کو نیز قرب و جوار کے مسلمانوں کو آئندہ اصلاح کے لئے مکاتب کی ضرورت ثابت ہو چکی اور وہاں صرف مکاتب کی دیکھ بھال کا کام رہ گیا اور احقر نے ایک عریضہ میں ان مکاتب کے لئے چندہ کی سعی کے واسطے حضرت سے پلول جانے کی اجازت چاہی تب حضرت اقدس نے تحریر فرمایا "بہتر۔ ہو آیئے بشرطیکہ اصلی کام یعنی تبلیغ میں ان قصوں کے سبب کمی نہ ہو۔ تجربہ کے بعد یہ سمجھ میں آیا کہ تدابیر چھوڑنا چاہیے صرف تبلیغ چاہیے خواہ ثمرہ ہو یا نہ ہو۔ نیز میرا خیال ہے کہ ان سب قصبوں کو چھوڑ کر پنجاب کا سفر تحریک عدل فی المیراث کیا جاوے۔ اھ

اس کے بعد پنجاب کا سفر ہوا جیسا کہ گزشتہ نمبر میں ذکر ہو چکا ہے اور وہاں سے واپسی پر احقر حسب الایماء حضرت دامت برکاتہم تھانہ بھون مقیم ہو گیا اور مولوی عبد المجید صاحب

برابر تبلیغ کے کام پر رہے اور تقریباً بارہ سال تک اس کام پر رہنے کے بعد پچھلے دنوں مصارف کا انتظام نہ ہونے کے سبب ان کا سفر ترک ہوا حق تعالیٰ ان مساعی کو قبول فرمادے اور جو نفع اس تبلیغ سے ہوا اس کو باقی رکھے اور ترقی عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

اس واقعہ کے ساتھ چند ضروری باتیں لکھ دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اول یہ کہ حضرت اقدس اس کی بے حد تاکید فرماتے ہیں کہ مبلغ کو لوگوں پر کھانے کا یا اور کسی قسم کا بار ہرگز نہ ڈالنا چاہیے۔ حتیٰ کہ اگر وہ اپنی خوشی سے بھی کوئی خدمت کرنا چاہیں تب بھی عذر کر دیا جائے۔ صرف اس کی اجازت ہے کہ اگر کوئی شخص مبلغ سے آٹے وغیرہ کے پیسے لے کر کھانا پکوا دے تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ کسی مقامی مصلحت کے خلاف نہ ہو اور کوئی شرعی مانع بھی نہ ہو اور اس کی بھی اجازت ہے کہ جن ضروری چیزوں کا انتظام مبلغ خود نہ کر سکے مثلاً چارپائی وہ اگر کوئی شخص خوشی سے پیش کرے تو استعمال کا مضائقہ نہیں مگر از خود ایسی اشیاء بھی طلب نہ کی جاویں (البتہ اگر کسی کے بلانے پر جاویں تو داعی کے یہاں کھانا اور اس سے کرایہ لینا امر آخر ہے) اور اس معمول کو عام رکھا جائے کیونکہ اگر کسی شخص کو خصوصیت کی وجہ سے مستثنیٰ کیا جاوے تو دوسروں کو شکایت ہوگی۔ دوسرے یہ کہ مبلغ کی راحت کا حضرت والا از حد خیال فرماتے ہیں اور مصارف سفر میں اس کو بہت وسعت عطا فرماتے ہیں کہ بشاشت سے کام ہو سکے یہاں تک کہ احقر نے اخیر سفر تبلیغ میں عرض کیا کہ خود کھانا پکانے کی اب ہمت نہیں رہی اور لوگوں سے پکوانے میں گرانی ہوتی ہے تو ایک باورچی احقر کے ہمراہ رکھ دیا گیا نیز یہ بھی معمول ہے کہ وعظ وغیرہ کے لئے کوئی خاص معمول تجویز نہیں فرماتے بلکہ اس کی رائے اور بشاشت قلبی کے حوالہ فرما دیتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ مصارف کا تفصیلی حساب طلب نہیں فرماتے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ غیر معتمد کو مبلغ نہ رکھنا چاہیے اور معتمد سے تفصیل طلب کرنے کی ضرورت نہیں ایک بار یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تفصیل حساب طلب کرنا تو ہر حال میں بے کار ہے اگر کوئی شخص جعلی حساب پیش کر دیا کرے تو کیا انسداد ہو سکتا ہے۔ احقر کو بھی حضرت والا نے شروع میں حساب ارسال خدمت کرنے پر بھی تحریر فرمایا تھا کہ اس کی ضرورت نہیں پھر دوسرے ماہ میں تعمیل ارشاد سے احقر نے عذر کر کے اسی طرح حساب ارسال خدمت کر دیا تب بھی اس سے منع

فرمایا اور ایک والا نامہ کے ضمن میں بھی اس کا مکرر اعادہ فرمایا مگر اس کے بعد بہ وقت حاضری زبانی عرض معروض پر فرمایا کہ میں نے اس کو خوب واضح کر دیا کہ میری طرف سے مطالبہ نہیں۔ اس کے بعد بھی اگر رائے ہو تو مزاحمت نہیں کرتا جس میں راحت ہو اختیار ہے۔ یہ چند باتیں اصول کلیہ کے طور پر معروض ہیں جن پر عمل کرنے سے بہت نفع ہوتا ہے۔ امید ہے کہ مبلغین اور منتظمین ان کی طرف خاص توجہ فرماویں گے۔ واللہ الموفق و المعین۔

پانچواں واقعہ: ریاستِ الور میں مکاتب کا اجراء

غالباً ۴۶ھ یا ۴۷ھ کا واقعہ ہے جبکہ احقر کا تعلق مدرسہ معین الاسلام قصبہ نوح ضلع گڑگانواں میں تھا ریاست الور میں دینی تعلیم کو حکماً بند کر دیا گیا تھا تمام چھوٹے بڑے مدارس اور مکاتب یک قلم توڑ دیئے گئے تھے اسلامی تعلیم کی بہت کچھ شرطوں کے ساتھ صرف اس قدر اجازت باقی رہ گئی تھی کہ پاؤ پارہ اور مالا بدمنہ اردو کی زبانی تعلیم دی جاوے۔ اس سے زائد کی کسی صورت میں اجازت نہ تھی اس خبر وحشت اثر کو سن کر احقر نے حضرت والا کی خدمت میں حال لکھا اور عرض کیا کہ اس باب میں کوئی سعی تو ممکن نہیں معلوم ہوتی ہے دعا فرمائیے کسی طرح یہ قانون ٹوٹ جاوے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ کیا قانونی سعی مثلاً گورنمنٹ سے چارہ جوئی بھی ممکن نہیں؟ احقر نے عریضہ ارسال خدمت کیا کہ اس کی پوری تحقیق نہیں لیکن اگر کوئی گنجائش ہوئی بھی تو مصارف بہت درکار ہوں گے۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ سردست مصارف کا جو تخمینہ ہو اس سے اطلاع دو۔ احقر نے کم از کم سو روپیہ کا تخمینہ ظاہر کیا جہاں تک یاد ہے حضرت والا نے (یہ والا نامہ اس وقت موجود نہیں کہ اصل عبارت نقل ہو سکے) تحریر فرمایا وعدہ جازمہ تو اس وقت کر نہیں سکتا انشاء اللہ تعالیٰ خیال رکھوں گا کہ یکصد روپیہ پیش کر دوں۔ توکلاً علی اللہ کام شروع کر دیجئے۔ احقر نے اول تو سخت دشواری کے ساتھ اس ظالمانہ حکم کی مع مکمل مسل کے نقل حاصل کی جس کی بناء پر کارروائی کی گئی تھی اور پھر دہلی آ کر وکلاء اور دیگر اہل دانش سے مشورہ کیا تو معاملہ کی مفصل کیفیت معلوم کر کے سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ اس کے متعلق اب کوئی صورت ممکن نہیں کیونکہ مسل بتلا رہی ہے کہ خود ریاست کے مسلمانوں کی درخواست پر یہ

حکم دیا گیا ہے لیکن احقر نے اس کے بعد بھی حضرت والا کی دعا و توجہ کے سبب ہمت نہیں ہاری بلکہ حسب الارشاد توکلاً علی اللہ لشتم پشتم کوشش شروع کر دی۔ ادھر حضرت والا خاص طور پر دعا فرماتے رہے اور چونکہ سو روپیہ کا انتظام ان ایام میں دشوار تھا اس لئے حضرت نے جزم سے وعدہ نہ فرمایا تھا مگر اس کا بہت ہی خیال رکھا اور تھوڑے ہی دنوں میں چند منی آرڈروں کے ذریعہ سے سو روپیہ پہنچا دیئے اول منی آرڈر پانچ کا دوسرا دس کا تیسرا غالباً پینتیس کا (یا شاید اس رقم کے دو منی آرڈر ہوں گے بعض کوپن گم ہو گئے ہیں) چوتھا بیس کا پانچواں تیس کا۔ جو چار کوپن محفوظ ہیں وہ ذیل میں منقول ہیں ان سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت اقدس کو اس امداد کے واسطے کتنا اہتمام کرنا پڑا نیز وہ کوپن فوائد پر بھی مشتمل ہیں اس لئے ان کو نقل کرتا ہوں۔

(۱)...... السلام علیکم خط سے حالات معلوم ہوئے اللہ تعالیٰ اس معاملے میں کامیاب فرماوے۔ گھر میں صحت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ الور کے معاملہ میں بھی دعا کرتا ہوں منجملہ یکصد روپیہ موعودہ بہ وعدہ غیر جازمہ پانچ صدر و پیہ اس وقت پیش کرتا ہوں۔

(۲)...... السلام علیکم۔ دس روپیہ منجملہ اقساط یکصد روپیہ مرسل ہے لفافہ بھی پہنچا فیس میں لگا دیا میرے خیال میں آئندہ سے صرف غیر جوابی کارڈ کافی ہے۔ میں اقساط کا حساب اپنے یہاں لکھ لیا کروں گا (کوپن نمبر ۳) موجود نہیں۔

(۴)...... اسلام علیکم۔ بقیہ پچاس میں اس وقت بیس روپیہ کی گنجائش ہوگئی مرسل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جبر کے فتنہ کو رفع فرمادے۔ مدرسہ کے لئے بھی دعا کرتا ہوں کارڈ کے سب اجزاء کا جواب ہو گیا کارڈ بچ گیا آپ کی ملک سمجھ کر خرچ میں لے آؤں گا اگر آپ کی ملک نہ ہو تو اب کی بار جو موعودہ خط آپ کا آوے گا اسی کے جواب میں واپس کر دوں گا۔

(۵)...... السلام علیکم۔ خط پہنچ گیا سب امور کیلئے دعائے سہولت کرتا ہوں۔ مکاتب کے متعلق اس وقت جس طرح بن پڑا تیس روپیہ کا انتظام کر کے بے باق کئے دیتا ہوں۔

حضرت اقدس کی اس توجہ کا فوری اثر ہوا اور صرف سو روپے ہی میں بہت جلد کھلی کامیابی اور کامل فتح نصیب ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

چھٹا واقعہ: جبری تعلیم سے مکاتب کا تحفظ

احقر مکاتب الور کیلئے دوڑ دھوپ کے دوران میں دہلی آیا ہوا تھا کہ اچانک خبر ملی کہ دہلی میں بھی مکاتب ٹوٹ رہے ہیں۔ مفصل حاصل معلوم کر کے فوراً تھانہ بھون حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جبریہ تعلیم کی وجہ سے دہلی میں بھی مکاتب قرآنیہ کو حکماً توڑ دینے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے چنانچہ اس وقت تک گیارہ مکتب ٹوٹ چکے ہیں جن میں تقریباً اڑھائی سو بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حضرت اقدس کو سخت صدمہ ہوا اور حفاظت مکاتب کے واسطے بہت کچھ دعا مانگی اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک سوال یعنی استفتاء اس کے متعلق لکھ دو احقر نے سوال لکھ کر پیش خدمت کیا۔ حضرت نے جواب تحریر فرما دیا۔ بعد ازاں سہارنپور دیو بند میرٹھ سے علماء کرام کے دستخط حاصل کرتا ہوا دہلی پہنچا اور دہلی کے علماء سے بھی تصدیق حاصل کی اور سب مجموعہ چھپوا کر شائع کر دیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ بہت اثر ہوا اور انجمن خادم القرآن قائم ہوئی جس نے اس معاملے میں بہت کوشش کی۔ خدا کا شکر ہے حضرت اقدس کی برکت سے خود دہلی میں بھی بہت کامیابی ہوئی اور اس کے بعد کوئی مکتب نہ ٹوٹ سکا بلکہ ٹوٹے ہوئے مکتب بھی دوبارہ قائم ہو گئے اور دوسرے مقامات پر بھی دہلی کی کوشش کا بہت اثر ہوا خاص کر مراد آباد اور سہارنپور وغیرہ میں بروقت کافی روک تھام ہو گئی اور ان دیار میں اب تک برابر تحفظ مکاتب اور تعلیم قرآن کا خیال ہے۔ جہاں کہیں جبریہ تعلیم والے کچھ گڑبڑ کرتے ہیں وہاں مناسب کارروائی کی جاتی ہے خدا کرے یہ لوگ تعلیم قرآن کی مخالفت سے باز آ جائیں۔

ساتواں واقعہ: قاضیوں کے تقرر کی تحریک

ایک عرصہ دراز سے حضرت اقدس دام ظلہم العالی کو اس کا بڑا خیال ہے کہ ہندوستان میں بدستور سابق قضاۃ کا تقرر ہو جاوے کئی مرتبہ اس کے متعلق مختلف صورتوں میں سعی فرمائی مثلاً حضرت حافظ محمد احمد صاحب مرحوم مہتمم دارالعلوم دیو بند کو توجہ دلائی۔ انہوں نے مسٹر مانٹیگو سابق وزیر ہند سے اس کی ضرورت کو ظاہر فرمایا اور بعض ممبروں کو اسمبلی اور کونسل میں پیش کرنے کی ترغیب دی اور بعض ذرائع سے سائمن کمیشن کے سامنے بھی اس

کی ضرورت کو ظاہر کیا گیا۔ نیز میرٹھ میں حضرت اقدس کے ایماء پر ایک انجمن نصب القضاء قائم ہوئی اس نے رسالہ القول الماضی وغیرہ شائع کر کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا اور غالباً ۴۷ھ میں ایک خاص جلسہ بمقام دہلی منعقد کیا جس میں تمام ممبران اسمبلی اور عمائد شہر دہلی کے علاوہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب مرحوم اور علی جناب مسٹر محمد علی صاحب مرحوم نے بھی شرکت فرمائی تھی اور سہارنپور و دیو بند سے بھی ممتاز علمائے کرام تشریف لائے تھے حضرت اقدس نے خانقاہ کی طرف سے اس ناکارہ کو شرکت کے لئے بھیجا تھا۔ اس جلسہ میں زیادہ تر مقصد یہ تھا کہ ممبران اسمبلی پر اس کی ضرورت کماحقہ واضح ہو جائے سو یہ مقصد بخوبی پورا ہو گیا لیکن کل امر مرہون باوقاتہ ہنوز اس کا وقت نہیں آیا اور کوئی صورت کامیابی کی ظاہر نہیں ہوئی البتہ حضرت والا کی توجہ اب تک اس جانب منعطف ہے اور ختم خواجگان میں برابر روزمرہ اس کے لئے دعا ہوتی ہے خدا کرے یہ دیرینہ آرزو جلد خیر و خوبی کے ساتھ پوری ہو جائے آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ اجمعین۔

آٹھواں واقعہ: تبلیغ کا اہتمام

حضرت اقدس ہمیشہ سے اسلامی مدارس کو اس طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں کہ تبلیغ کا اہتمام بھی تعلیم کی طرح ضرور رکھا جاوے چنانچہ خانقاہ کی طرف سے بہت عرصہ سے تبلیغ کا سلسلہ جاری فرما رکھا ہے گو کسی عارض کے سبب بعض مرتبہ کوئی مبلغ نہیں رہتا لیکن جب موقع ہوتا ہے پھر رکھ لیا جاتا ہے غرض تبلیغ کا حضرت والا کو ہمیشہ اہتمام رہتا ہے بسا اوقات فرمایا کرتے ہیں کہ تمام تعلیم و تعلم کا اصل مقصد تبلیغ ہی ہے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہی فرض منصبی تھا۔

رسالہ حیات المسلمین خاص تبلیغ کے واسطے تصنیف فرمایا اور اس کی اشاعت کے بعد لوگوں میں تبلیغ کا احساس دیکھ کر ۱۳۵۰ھ میں ایک خاص صورت تبلیغ و اشاعت کی حضرت والا نے تجویز فرمائی جو بہت مفید اور نہایت سہل ہے اور اس کو آثار رحمت (۱۳۵۰ھ) کے لقب سے چھپوا کر شائع فرمایا اور دوسری جگہ تو صرف اشتہارات مطبوعہ ہی روانہ کر دینے پر اکتفا فرمایا لیکن اس نواح کے لئے دائمی مبلغ کے علاوہ ایک سال تک دوسرے مبلغ کا تقرر بھی

فرمایا۔ اس توجہ کی برکت سے یہاں کے نواح میں بھی بہت نفع ہوا۔ اور سہارنپور میں بھی تبلیغ کا کام بڑے پیمانہ پر جاری ہوگیا اور برابر چار سال تک جاری رہا مگر امسال بعض عوارض کی وجہ سے کارکن حضرات اب تک اس طرف توجہ نہ فرما سکے خدا کرے جلد از جلد اعذار رفع ہو کر خاص توجہ کی نوبت آ جاوے آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

دوسری جگہ اس سعی سے لوگوں نے اثر لیا اور ایک حد تک حضرت کا منشاء پورا ہوا مگر افسوس کہ اس سلسلہ کی تکمیل اب تک بھی نہ ہو سکی ہم لوگوں میں انتظام کی اور نباہ کی بے حد کمی ہے اس کی وجہ سے اکثر کاموں میں کوتاہی ہو رہی ہے حق تعالیٰ شانہ سلیقہ اور ہمت عطا فرماوے۔

نواں واقعہ: تصنیف حیلۂ ناجزہ

ایک عرصہ دراز سے تقرر قضاۃ کا سلسلہ موقوف ہو جانے کے سبب ہندوستان کی عورتوں کو بعض حالات میں سخت مصائب کا سامنا ہو رہا ہے اور طرح طرح کی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ ان مشکلات کے حل کی سخت ضرورت تھی حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمادے کہ حضرت اقدس نے اس طرف خاص توجہ مبذول فرمائی اول مدینہ منورہ کے علمائے کرام سے مکرر سہ کرر فتاویٰ حاصل کر کے کامل تحقیق کے بعد ان مشکلات کے حل کی حالت موجودہ کے مناسب نہایت سہل صورت تجویز فرمائی پھر علمائے دیو بند و سہارنپور سے بار بار مراجعت اور استصواب کے بعد ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام مضمون کی مناسبت سے الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ تجویز فرمایا (اور اس قدر تحقیق و مراجعت علماء کے علاوہ حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے اپنی سہولت و نیز احتیاط کی غرض سے اپنے دو خاص اہل علم و اہل فتویٰ دوستوں کو اس تصنیف میں برابر شریک رکھا جن کا نام بھی اس رسالہ میں لکھ دیا ہے۔ ۱۲ مؤلف سوانح) پھر اس پر دیو بند سہارنپور سے دستخط ثبت ہونے کے بعد چھپوا کر شائع فرمایا اور عوام کے لئے اس کا خلاصہ جو المرقومات کے نام سے آخر میں ملحق کیا گیا تھا اس کو جداگانہ بھی شائع فرمایا قصہ تو مختصر الفاظ میں بہت جلد بیان ہوگیا لیکن اس تصنیف میں جس تعب و مشقت کا مسلسل پانچ سال تک حضرت والا کو تحمل فرمانا پڑا ہے اس کے متعلق خود حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایسی مشقت کسی تصنیف میں نہیں ہوئی اور علاوہ دماغی عرق ریزی کے اس تمام تر

جدوجہد اور رسالہ کی طباعت و اشاعت میں جو تقریباً ایک ہزار روپیہ صرف ہوا ہے اس کا اہتمام و انتظام بھی حضرت والا ہی نے فرمایا۔ بعد ازاں المرقومات کو خاص طور پر تمام مسلم ممبران اسمبلی کے پاس روانہ فرمایا تا کہ وہ اس کے مطابق قانون میں ترمیم کی سعی کریں۔

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت دامت برکاتہم کی یہ مساعی جمیلہ فوراً نتیجہ خیز ہوئیں۔ تقریباً تمام علماء ہند نے اس رسالہ کی تصدیق و تائید فرمائی اور عام طور پر اہل اسلام نہایت شکر گزار ہوئے اور ممبران اسمبلی نے بہت جلد قانون میں ترمیم کی سعی شروع کر دی اور ایک مسودہ مسلم قانون فسخ نکاح کے نام سے اسمبلی میں پیش کر دیا مگر افسوس کہ اس مسودہ میں وہ قیود و شرائط نظر انداز کر دیئے گئے ہیں جو حضرت اقدس نے فقہ کی ورق گردانی اور علمائے محققین سے مراجعت کے بعد تحریر فرمائے تھے ممبران اسمبلی کی یہ کوشش لائق تحسین ہے لیکن خدا کرے کہ یہ مسودہ صحیح طور پر شرعی صورت میں منظور ہو ورنہ شعر صادق آوے گا۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی   تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

حضرت والا نے مسودہ کی کوتاہیاں بعض ممبران اسمبلی سے زبانی اور بعض سے تحریراً واضح طور پر بیان فرمادی ہیں اور اہل علم کے ایک جلسہ میں بھی مفصل تحریر روانہ فرمادی تھی۔ اور زیادہ توضیح کی غرض سے احقر کو اس جلسہ میں شرکت کے لئے بھی بھیجا تھا۔ اس سے زیادہ حضرت والا کا معمول نہیں۔ آج کل اہتمام اور تصدی کے مفہوم میں بھی افراط تفریط ہو رہا ہے۔ اس لئے بعض لوگوں کو حضرت کے بعض معمولات پر شبہ ہوتا ہے لیکن حق تعالیٰ شانہ فہم عطا فرماوے تو معلوم ہو جائے کہ درحقیقت حضرت اقدس صحیح معنی میں اہتمام تو بخوبی فرماتے اور تصدی سے کامل احتیاط رکھتے ہیں۔

بر کفِ جامِ شریعت بر کفِ سندانِ عشق   ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

(ایک ہاتھ پر شریعت کا جام اور دوسرے ہاتھ پر عشق کا پتھر، ہر ہوس پرست جام و پتھر کو سنبھالنا نہیں جانتا)

حق تعالیٰ اس محقق کامل اور جامع صادق کو عمر نوح عطا فرماوے اور ہم لوگوں کو اتباع کی دولت نصیب فرماوے آمین ثم آمین۔

دسواں واقعہ: قانون اوقاف

چند سال ہوئے بعض اوقاف میں متولیوں کی گڑ بڑ دیکھ کر بعض لوگوں کو موقع مل گیا کہ اوقاف کے متعلق قانون بنانے کی سعی کریں۔ چنانچہ معمولی تحریک کے بعد ایک تحقیقاتی وفد مقرر ہوا۔ جس نے ۳۰ء میں دورہ کیا جب وہ وفد یہاں پہنچا تو حضرت اقدس مدظلہم نے اسی وقت ایک مفصل مکالمہ میں نہایت واضح طور پر ثابت فرما دیا تھا کہ ایسا قانون بنانے کا حکومت کو قواعد شرعیہ سے اختیار نہیں یہ مکالمہ ملخصاً اس واقعہ کے ختم پر بعنوان فائدہ نقل کیا جاوے گا۔ دیو بند و سہارنپور وغیرہ سے بھی اسی قسم کا جواب وفد مذکور کو ملا تھا لیکن بعض جگہ سے وفد کے کسی قدر حسب منشاء بھی جواب مل گیا۔ انہوں نے اس کی بناء پر ایک مسودہ قانون بنا کر کونسل میں پیش کر دیا جب وہ مسودہ رائے عامہ کے لئے شائع ہوا تو حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور نے حضرت اقدس کو اس طرف توجہ دلائی کہ اس کی روک تھام کے لئے کوئی صورت اختیار کرنا چاہیے و نیز یہ رائے ظاہر فرمائی کہ مفصل مشورہ کے واسطے عمائد دیو بند و سہارنپور کا تھانہ بھون میں اجتماع ہو جائے۔ حضرت اقدس نے اس کو منظور فرما لیا اور ۲۴۔ ذیقعدہ ۵۲ھ کو ہر دو جگہ سے مہتمم صاحبان مع دیگر حضرات کے تشریف لائے مفصل مشورہ کے بعد قرار پایا کہ حضرت مدظلہم کی قیادت میں اس مسودہ پر تفصیلی نظر کر کے اول اس کے نقائص کو ظاہر کیا جاوے اور اس کے بعد ایسی ترمیم بھی تجویز کر دی جاوے جس کے بعد یہ مسودہ شریعت کے موافق ہو جائے اور اس کام کے واسطے مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دیو بند اور جناب مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی مدرس مظاہر علوم سہارنپور اور احقر کو تجویز فرمایا گیا چنانچہ دونوں صاحب یہاں پہنچ گئے اور ہر ہر جزو میں حضرت اقدس سے استصواب رائے کے بعد غور و تحقیق سے اس مسودہ قانون پر تبصرہ لکھا گیا۔ ۲۳۔ ذی الحجہ کو تبصرہ مکمل ہو کر حضرت اقدس کے دستخط سے مزین ہو چکا تو یہ قرار پایا کہ ۲۵۔ ذی الحجہ کو دیو بند میں اجتماع ہوا احقر اور علمائے سہارنپور وہاں پہنچ گئے اور صبح سے تقریباً عشاء تک تمام تبصرہ پر نہایت غور و خوض کے بعد جب بالاتفاق منظوری ہو گئی تو تمیں علمائے کرام کے دستخط ثبت ہونے کے بعد کونسل میں بھیج دیا گیا۔ بعد ازاں حافظ ہدایت

حسین صاحب ممبر کونسل و مجوز مسودہ مذکورہ نے ایک خط تحریر کیا جس کا حاصل یہ تھا کہ اس مسعودہ پر مکالمہ کی غرض سے فلاں تاریخ (غالباً ۲۲۔ اپریل ۳۴ء تھی) تھانہ بھون آنا چاہتا ہوں۔ علماء دیوبند و سہارنپور بھی اگر شرکت کی تکلیف گوارا فرماویں تو مزید عنایت ہو۔ تاریخ مقرر شدہ پر حافظ ہدایت حسین مرحوم مع نواب جمشید علی خان صاحب ممبر کونسل اور حاجی وجیہ الدین صاحب ممبر اسمبلی اور حاجی رشید احمد خاں صاحب سوداگر اسلحہ دہلی وغیرہ کے تشریف لائے اور دیوبند سے جناب مولانا حسین احمد صاحب مہتمم صاحب، مفتی صاحب وغیرہ اور سہارنپور سے حضرت ناظم صاحب، مولانا زکریا صاحب وغیرہ حضرات تشریف لائے۔ تقریباً پانچ گھنٹے تک مفصل گفتگو ہوئی۔ حافظ صاحب نے بعض اصلاحات کو تسلیم کر لیا بعض میں کچھ عذر ظاہر کیا بعض میں غور کا وعدہ کیا۔ پھر بعض دواعی کے سبب ۱۱۔ محرم کو دیوبند میں دوبارہ اجتماع ہوا اور اس میں سہارنپور اور تھانہ بھون کے علاوہ مولانا کفایت اللہ صاحب کو بھی دعوت شرکت دی گئی تھی۔ مولانا موصوف مع جناب مولوی حفظ الرحمٰن صاحب کے شریک جلسہ ہوئے۔ اس جلسہ میں اس مسودہ کے متعلق چند جدید ترمیمات بالاتفاق طے ہوئیں اور الحاق تبصرہ کے طور پر کونسل میں روانہ کر دیا گیا۔ اس الحاق پر بھی حسب سابق حضرت اقدس اور دوسرے تمیں حضرات کے دستخط ہوئے تھے۔

پھر مکمل تبصرہ طبع ہو کر شائع ہوا۔ حضرت والا نے اس امر اہم میں قیادت حقیقیہ کو انجام فرمانے کے ساتھ مصارف میں بھی ایک ثلث کی شرکت فرمائی بقیہ ایک ایک ثلث کا دیوبند اور سہارنپور سے انتظام ہوا تھا۔ اور گو اس سعی بلیغ کا ہنوز کما حقہ نتیجہ ظاہر نہیں ہوا مگر بحمد اللہ تعالیٰ اس خلاف شریعت مسودہ کی کافی روک تھام ہوگئی اور اس وقت سے خانقاہ میں روزمرہ دعا ہو رہی ہے کہ قانون وقف کا خلاف شریعت مسودہ رد ہو جاوے اور موافق شریعت مسودہ منظور ہو جائے خدائے عز و جل جلد مراد بر لاوے آمین یا رب العالمین۔

فائدہ:...... اس واقعہ کے شروع میں جس وفد کا تذکرہ ہے اس سے حضرت اقدس مد فیوضہم کی مکالمت کے بعض اجزاء کا خلاصہ مولوی جلیل احمد صاحب علی گڑھی نے لکھ لیا تھا وہ مکالمت نہایت ہی مفید اور محققانہ اصول سے لبریز ہے اس لئے درج کی جاتی ہے۔

غالباً ۱۳۰ء میں نواب صاحب باغپت کی ہمراہی میں چند اعلیٰ طبقہ کے وکلاء اور روساء کا ایک باضابطہ نیم سرکاری وفد حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے صدر حافظ ہدایت حسین صاحب مرحوم کانپوری تھے۔ اس وفد کا مقصد یہ تھا کہ اوقاف کے متعلق حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی سے شرعی تحقیقات کی جاوے یعنی یہ معلوم کیا جائے کہ مسلمانوں کے اوقاف کے انتظامی معاملات میں غیر مسلم حکومت کو دخیل بنانا جائز ہے یا نہیں۔ جب ان کی آمد کی تاریخ معلوم ہوئی تو حضرت والا نے ان حضرات کے استقبال کے لئے مولانا شبیر علی صاحب زاد مجدہم کو (جو قصبہ کے رئیس اعظم اور حضرت والا کے بھتیجے ہیں) اسٹیشن پر بھیجا اور اس وفد کے قیام کا انتظام بھی حضرت والا نے مولانا شبیر علی صاحب زاد مجدہم کے دولت خانہ پر تجویز فرمایا۔ اس وفد نے تھانہ بھون پہنچنے سے قبل ڈاک میں چند سوالات لکھ کر جو تعداد میں سو کے قریب تھے۔ حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی کی خدمت میں بھیجے تھے کہ ہم ان سوالات کے جواب حضور سے لینا چاہتے ہیں۔ مگر حضرت والا بوجہ کثرت مشاغل کے ان سوالات کو دیکھ بھی نہیں سکے۔ جب ارکان وفد تھانہ بھون پہنچ گئے تو حضرت والا خود ان کی فرودگاہ پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لے گئے تاکہ ان کو آنے کی تکلیف نہ ہو پھر ملاقات کے بعد ایک بڑے کاغذ پر ایک یادداشت جس میں چند نمبر بطور اصول موضوعہ کے تھے لکھ کر جناب حافظ ہدایت حسین صاحب کانپوری بیرسٹر کو جو اس وفد کے صدر تھے دے دی اور درخواست کی کہ سب حضرات کو پڑھ کر سنا دیجئے کہ ان اصول پر گفتگو ہوگی وہ اصول موضوعہ حسب ذیل تھے۔

نقل یادداشت متعلق تجویز قانون نگرانی اوقاف جو بوقت مکالمہ وقف کمیٹی بماہ شوال ۴۸ھ ان کو لکھ کر دی گئی

نمبر ۱...... وقف کرنا ایک مالی عبادت اور خالص عبادت ہے جیسے زکوٰۃ دینا مالی عبادت ہے اور خالص عبادت ہے رد المختار شرح الدر المختار میں ہے وکذا علی العتق والوقف والا ضحیۃ الخ (نمبر ۲)...... گو وقف کا نفع بعض اوقات عباد کو بھی پہنچتا ہے جبکہ ان عباد کے لئے کوئی استحقاق مقرر کر دے مگر پھر بھی وقف خالص عبادت رہے گا معاملہ نہ ہوگا جیسے

زکوٰۃ خالص نفع عباد کے لئے ہی موضوع ہے۔ دوسرے مصارف مساجد وغیرہ میں صرف نہیں ہوسکتی بخلاف وقف کے کہ وہ ان مصارف میں بھی شرط واقف کے موافق صرف ہوسکتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ کا تعلق عباد کے ساتھ بہ نسبت وقف کے زیادہ مگر باوجود اس کے زکوٰۃ خالص عبادت معاملہ نہیں پس وقف خالص عبادت ہونے میں زکوٰۃ سے بھی زیادہ ہے۔ (نمبر۳)...... جب وقف مثل زکوٰۃ کے بلکہ زکوٰۃ سے بھی زیادہ خالص عبادت ہے۔ اس میں کسی خرابی کا ہونا ایسا ہوگا جیسے زکوٰۃ میں کسی خرابی کا ہونا۔ اور اس خرابی کی اصلاح کے لئے گورنمنٹ کا دخل دینا ایسا ہوگا جیسا زکوٰۃ کی خرابی کی اصلاح کے لئے گورنمنٹ کا دخل دینا۔ (نمبر۴)...... اور زکوٰۃ میں ایسا دخل دینا یقیناً دخل فی المذہب ہے اسی طرح وقف میں دخل دینا دخل فی المذہب ہوگا خواہ خود دخل دیا جائے خواہ کسی کی درخواست پر دخل دیا جائے باقی یہ سوال کہ پھر وقف کی خرابیوں کا کیا انسداد ہوا ایسا ہے جیسا یہ سوال کیا جاوے کہ اگر کوئی نماز یا روزہ یا حج یا زکوٰۃ میں کوتاہی کرے اس کا کیا انسداد ہے کیا اس کے جواب میں کوئی شخص یہ تجویز کرسکتا ہے کہ گورنمنٹ کو ان کوتاہیوں پر جرمانہ وغیرہ مقرر کرنے کا حق ہرگز نہیں بلکہ اس کا انتظام مسلمان بطور خود کرسکتے ہیں خواہ اس کو افہام تفہیم کریں خواہ اس کو تولیت سے معزول کریں جبکہ واقف نے ان کو اس قسم کے اختیار دیئے ہیں۔ خواہ اس سے قطع تعلق کریں اور ایسا نہ کریں تو ان کی کوتاہی ہی ہوگی۔ گورنمنٹ کو پھر بھی دخل دینے کا حق نہیں۔

نوٹ:...... نگرانی وقف کے متعلق جو سوالات دائر سائر ہیں وہ اس پر مبنی ہیں کہ وقف عبادت نہ ہو جب اس کا عبادت ہونا محقق ہوگیا اب ان سوالات کی گنجائش نہ رہی اس لئے ان کے جوابات کی بھی حاجت نہیں' معروضات متعلقہ تحقیق مسائل جو مکالمہ کے لئے بطور اصول موضوعہ کے ہیں۔

نمبرا...... مسائل کا جواب عرض کرنے کے لئے میں حاضر ہوں مگر مشورہ و مصلحت کے متعلق کچھ عرض کرنے سے میں اس لئے معذور ہوں کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں۔ (نمبر۲)...... مسائل بعضے عین وقت پر مستحضر نہیں ہوتے ان کے جواب سے معذور ہوں گا البتہ اگر ان کی یادداشت لکھ کر مجھ کو دے دی جاوے تو کتابیں دیکھ کر اطمینان سے جواب دے سکتا ہوں (نمبر۳)...... مسائل پر اگر کچھ شبہات ہوں تو ان کا جواب دینا ہم لوگوں کے

ذمہ نہیں کیونکہ ہم لوگ مسائل کے ناقل ہیں۔ بانی نہیں جیسے قوانین کے متعلق اگر کوئی شبہ یا خدشہ ہو اس کا جواب مجلس قانون ساز کے ذمہ ہے۔ جج یا وکیل کے ذمہ نہیں۔

حافظ صاحب نے وہ اصول موضوعہ تمام ارکان وفد کو پڑھ کر سنانا شروع کئے مگر چونکہ اس مضمون کے اندر علوم کے بعض اصطلاحی الفاظ تھے اس لئے صدر صاحب کو پڑھنے میں تکلف ہوتا تھا۔ حضرت والا کو صدر صاحب کی یہ مشقت گوارا نہ ہوئی لہٰذا صدر صاحب سے حضرت والا نے فرمایا کہ یہ بطور اشارات میرے لکھے ہوئے چند نوٹ ہیں۔ اس لئے اگر آپ یادداشت مجھے دے دیں اور میں خود پڑھ کر سب صاحبوں کو سنا دوں تو سہولت ہو اس لئے کہ میں ساتھ ساتھ اس کی شرح بھی کرتا جاؤں گا تاکہ سب صاحبوں کو اس کا مطلب سمجھنے میں آسانی ہو۔ چنانچہ حافظ صاحب نے نہایت خوشی سے وہ پرچہ حضرت والا کو پیش کر دیا۔ حضرت والا نے اس کو پڑھ کر سب کو سنایا اور سمجھا دیا۔

وفد کی طرف سے گفتگو کے لئے ایک مشہور بیرسٹرایٹ لاء تجویز ہوئے تھے جو جرح کے اندر اس قدر لائق شمار ہوئے ہیں کہ لوگ ان کو جرح کا بادشاہ کہتے ہیں۔

حضرت والا بھی ان کے متعلق ارشاد فرماتے تھے کہ وہ بہت ذہن آدمی ہیں۔ بڑے دور دور کے سوالات مجھ سے کرتے تھے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ میری طرف سے ذرا سی بات میں سب کا جواب ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آدھ گھنٹہ کے اندر میری اور ان کی تمام گفتگو ختم ہوگئی اور ان کے تمام سوالات کا جواب شافی ہوگیا۔ ذیل کے مکالمہ میں اس وفد کا اور اس سے گفتگو کا حال مجملاً بیان کیا گیا ہے کیونکہ احقر ضابط اس جلسہ میں حاضر نہ تھا دوسرے حضرات سے تحقیق کر کے بطور خلاصہ کے لکھ لیا۔ وہ لوگ دوسری جگہ بھی اس تحقیق کے لئے گئے تھے مگر اکثر نے ان کو بین بین جواب دیئے یعنی یہ کہا کہ بعض شرائط کے ساتھ وقف کے انتظام میں گورنمنٹ کا دخل جائز ہے مگر حضرت نے ان لوگوں سے صاف کہہ دیا کہ چونکہ یہ مذہبی فعل ہے اس لئے اس کے اندر غیر مسلم کا دخل دینا خود مذہبی دست اندازی ہے اور مذہبی دست اندازی کی درخواست کرنا یا اور کسی طرح سے اس مداخلت کی کوشش کرنا صاف جرم ہوگا۔ جیسے کہ نماز جو ایک خالص مذہبی فعل ہے اس کے اندر کسی طرح جائز نہیں کہ غیر مسلم کو دخیل

بنایا جاوے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہ ہوگا کہ کسی غیر مسلم سے دست اندازی کی درخواست کی جاوے یا کوئی ایسی کوشش کی جاوے کہ وہ غیر مسلم وقف کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو۔ اس کے جواب میں بیرسٹر صاحب نے کہا کہ معاف فرمایئے نماز میں اور وقف میں فرق ہے اس لئے کہ نماز کا تعلق مال سے نہیں ہے اور وقف کا تعلق مال سے ہے اور اس وقت چونکہ متولیوں کی حالت خراب ہو رہی ہے اس لئے اوقاف کے اندر وہ بڑی گڑبڑ کرتے ہیں اس کی آمدنی مصارف خیر میں صرف نہیں کرتے خود کھا جاتے ہیں۔ حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی نے فرمایا کہ اچھا اگر آپ کے نزدیک نماز کی نظیر ٹھیک نہیں تو زکوٰۃ ہی کو لے لیجئے کہ یہ ایک خالص مذہبی فعل بھی ہے اور اس کا تعلق مال سے بھی ہے اور بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتے مگر چونکہ مذہبی فعل بھی ہے اس لئے اس میں غیر مسلم کی مداخلت جس قسم کی بھی ہونا جائز ہے۔ بیرسٹر صاحب نے کہا کہ اچھا صاحب نکاح اور طلاق بھی آپ کے نزدیک خالص مذہبی فعل ہے یا نہیں۔ حضرت والا نے فرمایا جی ہاں اس پر انہوں نے کہا کہ بہت اچھا اگر ایک عورت کو شوہر نے طلاق دی مگر اب وہ عورت اس مرد سے جدا ہونا چاہتی ہے اور مرد اس کو نہیں جانے دیتا بلکہ روکتا ہے اور طلاق سے انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اس صورت کو جائز نہیں کہ عدالت میں اس کے متعلق استغاثہ دائر کرے اور شہادت سے طلاق کو ثابت کر کے حکومت سے اپنی آزادی میں مدد حاصل کرے تو دیکھئے نکاح وطلاق مذہبی فعل ہیں مگر اس میں غیر مسلم کا دخل جائز ہوا۔ حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی نے فرمایا کہ آپ نے غور کیا یہاں دو چیزیں جدا جدا ہیں ایک تو وقوع طلاق اور ایک اثر طلاق یعنی وہ حق جو اس عورت کو مرد کے طلاق دے دینے سے حاصل ہو گیا ہے اور مرد کو اس حق کو چھیننا چاہتا ہے جس میں عورت کا ضرر ہے تو یہاں وہ عورت غیر مسلم حکومت کا دخل قصداً خود طلاق میں نہیں چاہتی بلکہ طلاق سے جو اس کو حق آزادی حاصل ہوا ہے جس کے استعمال نہ کر سکنے سے اس کو ضرر پہنچتا ہے اس ضرر کو دفع کرنے کے لئے وہ عورت عدالت سے مدد چاہتی ہے۔ بیرسٹر صاحب نے کہا کہ معاف فرمایئے اسی طرح ہم یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے یہاں عورت کا ضرر ہے اسی طرح اوقاف کے اندر گڑبڑ ہونے

میں مساکین کا ضرر ہے سو جیسے وہاں اس ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کے دخل کو جائز رکھا گیا ہے اسی طرح یہاں اوقاف میں ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کا دخل جائز ہونا چاہیے۔

حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا وہاں تو شوہر کے حبس سے اس عورت کا ضرر ہے اور یہاں اوقاف میں متولی کی خیانت سے مساکین کا ضرر نہیں بلکہ صرف عدم النفع ہے اور ضرر اور چیز ہے اور عدم النفع اور چیز ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے مثلاً آپ کی جیب میں ایک سو روپے کا نوٹ تھا ایک شخص نے آپ سے وہ چھین لیا تو یہ ضرر ہوا اور اگر میں آپ کو ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں مگر پھر کوئی اس نوٹ کے دینے سے منع کر دے تو اس میں آپ کا ضرر کچھ نہیں ہوا بلکہ صرف عدم النفع ہوا اس پر سب لوگوں نے بے ساختہ سبحان اللہ اور صل علیٰ کہنا شروع کیا اور بیرسٹر صاحب خاموش ہو گئے اور پھر کوئی شبہ انہوں نے پیش نہیں کیا مگر بشاش برابر رہے۔ حضرت والا نے بعد کو ارشاد فرمایا کہ میں نے اس موقع سے قبل اپنے دوستوں سے یہی شبہ پیش کیا تھا کہ اگر یہ شبہ کیا گیا تو اس کا کیا جواب ہوگا مگر یہاں کسی کی سمجھ میں جواب نہ آیا تھا۔ کمیٹی میں گفتگو کے وقت جب بیرسٹر صاحب نے یہ سوال پیش کیا تو اسی وقت اس کا جواب میرے قلب میں منجاب اللہ القا ہو گیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ وہ لوگ یہاں سے بہت خوش گئے اور کہتے تھے کہ صاحب بعض لوگوں نے ہم کو بہت ہی خشک جواب دیئے جس سے ہماری بہت دلشکنی ہوئی مگر یہاں حاضر ہو کر جو ہم کو نفع ہوا اور جو علوم ہم کو اس مجلس میں حاصل ہوئے وہ کہیں حاصل نہیں ہوئے اور وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ہم استفادہ کی غرض سے گاہ گاہ یہاں حاضر ہوا کریں گے جب وہ لوگ روانہ ہو گئے تو حضرت والا ان کو رخصت فرمانے کی غرض سے اسٹیشن پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جب آپ یہاں اسٹیشن پر آ کر اترے تھے اس وقت میں اس لئے نہیں آیا کہ اس وقت میرا آنا آپ کی جاہ کی وجہ سے ہوتا اور اب جو میں آیا ہوں تو یہ آنا چاہ یعنی محبت کی وجہ سے ہوا ہے۔ انتہیٰ

استغناء اور رقیق القلبی

واقعہ:...... حضرت والا اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ ان مجذوب صاحب کی توجہ کا جن کی دعاء

سے میں پیدا ہوا تھا۔ یہ اثر ہے کہ مجھے ایسا تعلق کسی سے نہیں کہ دل اٹکا ہوا ہو۔ یوں اپنے متعلق واحباب سے بے حد محبت ہے لیکن یہ نہیں کہ کسی کی مفارقت سے پریشانی ہو اور دھیان لگا رہے بس جدا ہوتے وقت تھوڑا سا افسوس ہوتا ہے پھر کچھ نہیں البتہ کسی کی تکلیف مجھ سے نہیں دیکھی جاتی اس وقت تو میرا دل بس پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں کبھی کبھی مزاحاً یہ بھی فرما دیا کرتے ہیں کہ میں نے بچپن میں قصائی کا دودھ پیا ہے کیونکہ میری انا قصائی تھیں شاید اس کو بھی کچھ دخل ہو لیکن الحمد للہ میرے قلب میں حرارت ہے قساوت نہیں اور مزاج میں حدّت ہے شدّت نہیں۔ اھ

اہتمام دین اور اہتمام حقوق

والد محترم کی ازواج کے حق مہر کی ادائیگی کا واقعہ:

ایک طالب علم نے حضرت والا سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ان کے والد مرحوم نے دو نکاح کئے تھے لیکن مہر کسی زوجہ کا بھی ادا نہ کیا تھا کیونکہ ادائے مہر کا عموماً دستور نہ تھا بلکہ مستورات مہر وصول کرنے کو عموماً برا سمجھتی تھیں تو یہ پوچھا تھا کہ مرحوم کے ترکہ میں سے ادائیگی مہر واجب ہے یا نہیں اس سے حضرت والا کا فوراً ذہن منتقل ہوا کہ ہمارے والد صاحب مرحوم نے بھی تو یکے بعد دیگرے چار نکاح کئے تھے اور کسی کا مہر ادا کرنا معلوم نہیں نہ معافی معلوم نہ ترکہ میں سے ادا کرنے کا کسی کو خیال آیا۔ حضرت والا ان طالب علم کے بہت ممنون ہوئے کہ ان کی بدولت ایک ایسے اہم مسئلے کی طرف ذہن منتقل ہوا جس کا اتنے عرصہ دراز تک کبھی خیال تک نہ آیا تھا اور ادائیگی حقوق کی کوشش میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ دوسرے علماء سے استفتاء کیا کیونکہ اپنے معاملہ میں خود اپنے فتوے پر عمل کرنا خلاف احتیاط سمجھا۔ گو بنا بر رسم غالب برائے مہر علماء نے اکثر فتویٰ یہی دیا کہ ترکہ سے ادائیگی واجب نہیں پھر بھی چونکہ رسم کا واقع ہونا متیقن نہ تھا حضرت والا نے احتیاط اسی میں سمجھی کہ جو والد مرحوم کا ترکہ میرے حصہ میں آیا اس کے تناسب سے والد صاحب کی چاروں ازواج کے ورثاء کو مہر کا روپیہ حصہ رسد ادا کروں گا چنانچہ نہایت اہتمام سے ورثاء کی تحقیق کی جو دور دراز مقامات بلکہ دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے تھے۔ تقریباً دو سال اسی تحقیق میں گزر گئے۔ جوابی خطوط بھیج

بھیج کر احباب واعزہ سے تفتیش حالات کر کر کے جملہ مستحقین کے نام اور پتے دریافت کئے اور بعض مقامات پر ایک اہل علم کو بھی تحقیق ورثاء کے لئے بھیجا اور پھر از روئے فرائض ان کی حصہ کشی کرائی چونکہ فرائض کا بہت طویل مسئلہ تھا اور حضرت والا اپنے کسی خادم سے بھی اس قسم کا کوئی کام بلا اُجرت نہیں لیتے لہٰذا حصہ کشی میں غالباً چودہ پندرہ روپیہ اور مدت طویل صرف ہوئی۔ پھر تقسیم میں بھی بہت طوالت کرنی پڑی کیونکہ بعض کے حصہ میں ایک ایک آنہ بلکہ ایک ایک پیسہ تک آیا تھا اور بعض ان میں بہت متمول تھے جن کو ایک آنہ کی رقم دیتے ہوئے بھی سخت حجاب ہوتا تھا لیکن چونکہ ادا کرنا واجب تھا ان کو یہ لکھ کر بھیجا کہ آپ ادائے حقوق میں اگر میری اعانت کریں گے میں ممنون ہوں گا۔ چنانچہ انہوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا اور گو بعضوں نے بڑی بڑی رقوم لے کر پھر حضرت والا ہی کی خدمت میں پیش کر دیا لیکن حضرت والا اپنی طرف سے اس پر آمادہ تھے کہ چاہے جتنی بڑی رقم میرے ذمہ نکلے (کیونکہ مہر ہر ایک کا پانچ پانچ ہزار تھا جس میں سے حضرت والا کے ذمہ ایک ہزار یا کچھ زائد نکلا تھا) ان شاء اللہ تعالیٰ ادا کروں گا چاہے عمر بھر ادائیگی ہی میں صرف ہو جائے۔ حضرت والا نے بعد ادائیگی فرمایا کہ گو نہایت دشوار امر تھا لیکن حق تعالیٰ نے ایسی دستگیری فرمائی کہ بلا کسی خاص پریشانی کے سبکدوشی نصیب ہوگئی۔

احقر عرض کرتا ہے کہ یہی ایک واقعہ حضرت والا کی شان تدین ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کیونکہ فی زماننا ایسے امور کی جانب کون توجہ کرتا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس قدر مشقت وتعب برداشت کرنا پڑے۔

حفظ حدود

نجدیوں کے خلاف رسالوں کا واقعہ:

واقعہ:...... ایک صاحب علم نے نجدیوں کے خلاف دو رسالے لکھ کر طبع کرائے تھے جس میں بہت سخت سخت الفاظ استعمال کئے تھے یہاں تک کہ خبیث تک لکھا تھا۔ دیگر رسائل کے ساتھ وہ رسالے بھی حضرت والا کے ملاحظہ کے لئے بھیجے تھے۔ حضرت والا نے صاف تحریر فرمایا کہ رسائل مرسلہ سے امید قوی ہے کہ وہ مجھ کو مستفید کریں گے صرف دو

رسالوں کے نفع سے غالباً میں محروم رہوں گا جو اہل نجد کے متعلق ہیں کیونکہ بوجہ فقدان ذرائع مخالفت یا موافقت میرا مسلک ان کے طرز عمل کے باب میں سکوت ہے اور ذرائع مندرجہ رسالتین کی بھی مجھ کو شرعی تحقیق نہیں ان کے باب میں بھی سکوت ہی ہے البتہ ان کے جو مسائل مجھ کو معلوم ہیں ان میں سے بعض میں ان کے ساتھ مجھ کو سخت اختلاف ہے جیسے مفہوم شرک میں غلو اور جیسے توسل میں یا شد رحال میں تشدد (یا طلقات ثلثہ کا ایک ہونا) مگر ان کے رد کے وقت بھی میں سخت الفاظ استعمال نہیں کرتا۔) اھ

اس کا ذکر فرما کر فرمایا کہ ہماری مشکل ہے ہم کھل کر کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ حدود رکھتے ہیں۔ مخالفین کو بھی نہیں کہہ سکتے مجھ سے نجدیوں کے بارے میں ایک صاحب نے پوچھا تو میں نے جو حقیقت تھی وہ ظاہر کر دی کہا کہ وہ لوگ نجدی ہیں وجدی نہیں ہیں حالانکہ وجدی ہونے کی بھی سخت ضرورت ہے۔ ایک بار فرمایا کہ اور کسی کو تو کیا کہا جائے بعض اہل حق بھی آج کل بدعات کے رد میں حدود کی پوری رعایت نہیں رکھتے۔ بدعت کا جو درجہ مثلاً اعتقادی یا عملی اور مثلاً اجتہادی وغیر اجتہادی وغیرہ اس کو اسی درجہ پر رکھ کر منع کرنا چاہیے حدود سے کیوں تجاوز کیا جائے۔

احتیاط

خواتین کے لئے خط و کتابت وغیرہ کی شرائط:

واقعہ:...... حضرت والا کا معمول ہے کہ اگر کوئی عورت خط لکھے تو اگر شادی شدہ ہو تو شوہر کے دستخط کرا کے بھیجے ورنہ اور کسی محرم کے۔ شوہر کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے محرم کے دستخط کافی نہیں سمجھتے تا کہ بصورت اختلاف عقائد میاں بیوی میں بعد کو لڑائی نہ ہونے لگے کہ کیوں ان کو خط لکھا۔ فرمایا کرتے ہیں کہ میں میاں بیوی میں خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کو اپنے ساتھ خط و کتابت رکھنے سے زیادہ ضروری سمجھتا ہوں۔ اھ۔ حضرت والا کے اس معمول میں بہت مفاسد کا انسداد ہے اور مستورات کو نامحرموں سے احتیاط برتنے کی عملی تعلیم ہے۔ بیعت کے لئے مستورات کے سفر کو بھی بہت ناپسند فرماتے ہیں خط کے ذریعہ سے بیعت فرما لیتے ہیں اور گفتگو کے وقت محرم کو پاس بٹھلا لیتے ہیں۔

مُعین مقرر کرنے کے مفاسد پر نظر:

واقعہ:...... حضرت والا کو بوجہ ہجوم مشاغل وضعف قویٰ مدت سے اس کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ کوئی شخص جزئی کاموں کے کرنے کے لئے بطور معین کے تجویز کر لیا جائے۔ جو علاوہ متفرق کاموں میں معین ہونے کے نئے آنے والوں سے جو حضرت والا کو ضروری سوالات کرنے میں بوجہ بدتمیزیوں اور بے اصول باتوں کے اکثر سخت تکلیف پہنچتی رہتی ہے اس سے بھی حضرت والا کو سبکدوش کرنے میں واسطہ بن کر معین ہو سکے۔ اس کی ضرورت کا اندازہ حضرت والا کے مشاغل کثیرہ اور آنے والوں کی بے تکی باتوں کو دیکھنے والا بہ آسانی کر سکتا ہے۔ مگر حضرت والا محض اس وجہ سے اس کو گوارا نہیں فرماتے کہ پھر اس کا دماغ خراب ہوگا اور وہ اپنے آپ کو مقرب سمجھنے لگے گا اور اس سے لوگوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچنے لگیں گی۔ فرمائشیں کیا کرے گا۔ اس طرح لوگ اس کو مقرب سمجھ کر حاجات اور معروضات کا واسطہ بنائیں گے اور خوشامد میں اس کی خدمت کریں گے اور یہ ام المفاسد ہے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے ساری تکلیفیں تو گوارا ہیں لیکن یہ ہرگز گوارا نہیں۔ خود اس کا بھی دینی نقصان اور دوسروں کو بھی تکلیف۔ یہ بھی فرمایا کہ اور تو اور حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خادم تھے جو عامی تھے مگر خادم خاص سمجھے جاتے تھے وہ خود مجھ سے فرمائشیں کیا کرتے تھے۔ اور وہ بھی قیمتی قیمتی چیزوں کی اور گنگوہ ہی میں نہیں بلکہ یہاں تھانہ بھون آ آ کر بھی اور چونکہ محبوب کے کوچہ کا کتا بھی محبوب ہوتا ہے۔ اس لئے ان فرمائشوں کو پورا بھی کرتا تھا۔ ویسے تہجد گزار ذاکر شاغل نیک آدمی تھے مگر یہ مرض تھا اور یہ مرض پیدا ہوا تھا قرب کی وجہ سے۔ ایسے ہی ایک مقرب حاجی عابد حسین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں تھے۔ ایک شخص نے ملاقات کرنی چاہی تو اس سے کہا کہ ایک روپیہ دو تو ملاقات کرا دوں گا۔ اس شخص نے خود یہاں آ کر مجھ سے بیان کیا کہ تمہارے یہاں اچھا قاعدہ ہے کہ کسی کی روک ٹوک نہیں ہر ایک شخص سے براہ راست معاملہ ہے۔ بس انہی تجربوں کی بناء پر میں نے اپنے یہاں کسی کو مقرب یا دخیل نہیں بنا رکھا ہے۔ اس میں بڑی سلامتی اور مصلحتیں ہیں۔ اھ

ملازموں کی نگرانی:

حضرت والا نے اپنے ملازموں تک کو سخت ممانعت کر رکھی ہے کہ کوئی ہدیہ کسی سے قبول نہ کریں فرمائشیں تو درکنار۔ اور ہدیہ دینے والوں کو بھی ممانعت ہے اگر کوئی زیادہ اصرار کرتا ہے تو فرماتے ہیں کہ اگر دینا ہے تو میرے ذریعہ سے دیجئے میں کسی حاجت کے بہانہ ان کو بطور خود پہنچادوں گا مگر ان پر آپ کا نام ظاہر نہ کروں گا۔ ورنہ یہ لوگ دینے والوں کی یا جہاں ملنے کی توقع ہوگی ان کی تو خدمت کریں گے اور نہ دینے والوں کی طرف التفات بھی نہ کریں گے اور ان کی نیت بھی خراب رہا کرے گی۔ ہر شخص سے متوقع رہیں گے کہ کچھ ملے۔ غرض سینکڑوں مفاسد ہیں۔ ف۔ بعد کو بہ اصرارِ اعزّ ہ وخدام ایک بواب مقرر فرما لیا گیا ہے (جس کی تفصیل باب معمولات کے نمبر ۲۸ میں گزر چکی ہے) لیکن اس کی سخت نگرانی رکھتے ہیں کہ وہ کوئی بے عنوانی نہ کرنے پائے اور چونکہ حضرت والا ایسے امور میں خاص طور سے بہت متیقظ ہیں اس لئے کسی کو بے عنوانی کی ہمت بھی نہیں پڑ سکتی۔

....

۵۔ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ

(نقل خط) استاذ الجلیل صاحب الفضیلۃ مولانا اشرف علی ادام اللہ اجلالہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ اُستاذ حضور نظام دکن) کی سوانح حیات (مطلع الانوار مصنفہ علامہ مفتی محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ) بغرض اظہار رائے مرسل خدمت ہے۔ توقع ہے کہ جناب والا اپنی رائے زریں سے انجمن (طلباء قدیم مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن) کو ایماء فرمائیں گے جو موجب تشکر وامتنان ہوگا۔ خاکسار ابوالخیر (نظامیہ)

نوٹ: اس سوانح میں مشائخ متاخرین کے بعض معمولات کی ترویج پر حضرت مرحوم کی مدح بھی کی گئی تھی۔

(جواب)۔ از ناکارہ آوارہ اشرف علی عفی عنہ بخدمت جامع الفضائل دامت الطافہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں اس لئے بھجوائے۔

مرا از زلفِ تو موئے بسندست ہوس راہ رہ مدہ بوئے بسندست

میرے لئے تیری زلف کا ایک بال سند کا درجہ رکھتا ہے، ہوس کو چھوڑیئے میرے لئے تو خوشبو سند ہے۔

جستہ جستہ مطلع الانوار سے منور ہوا۔ حضرت مولانا میرے پیر بھائی تھے اور بڑے بھائی تھے۔ بڑے ہونے کی حیثیت سے مجھ پر ادب لازم ہے اور بھائی ہونے کی حیثیت سے بے تکلفی کی بھی اجازت ہے۔ ان ہی دو حیثیتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ رائے ظاہر کرتا ہوں جو کہ جامع ہے ادب و بے تکلفی کی کہ رسالہ قابل اسوہ حسنہ بنانے کے ہے مگر اعمال و مسائل اختلافیہ کے حصہ کا اس اتخاذ اُسوہ سے استثناء رائے کے درجہ میں بعض کے لئے اور عمل کے درجہ میں سب کے لئے اقرب الی الاحتیاط ہے اور عجب نہیں کہ اگر حضرت رحمتہ اللہ علیہ بھی اس معروضہ پر مطلع ہوتے تو اگر مجھ کو ماجور بھی نہ خیال فرماتے تب بھی ماذور بھی نہ سمجھتے بلکہ معذور قرار دیتے باقی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے لئے اور حضرت کی تمام جماعت کے لئے دل سے اور خلوص سے دعا کرتا ہوں۔ **اللّٰھم کن لھم واجعلھم لک** اور اپنے لئے بھی اسی دعا کا طالب ہوں۔

پچیسواں باب

''متفرقات''
ملقب بہ
''شذرات السوانح''

اوران شذرات کی متعدد اقساط ہوں گی

قسط اول شذرات السوانح

تمہید: باب کی غرض:

یہ باب اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ حضرت صاحب سوانح ہذا کے جو متفرق و واقعات و ارشادات تحریری و تقریری مطبوعہ وغیر مطبوعہ شامل سوانح کئے جانے کے لائق ابواب ماسبق کے لکھے جا چکنے کے بعد یاد آئیں یا نظر سے گزریں یا جن کے متعلق بوجہ ذو وجہیں ہونے کے بہ آسانی یہ نہ طے کیا جا سکے کہ وہ کس باب میں رکھے جانے کے قابل ہیں ان کو اس باب متفرقات میں بلا التزام تعیین عنوان و باب لکھ دیا جائے اور چونکہ ایسے حالات و واقعات و ارشادات پرانے و نئے ہر قسم کے بعد تکمیل سوانح ہذا بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ دستیاب ہوتے رہیں گے اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ اس باب کو احقر ہمیشہ عمر بھر جاری رکھے گا۔[1]

---

[1] ان مضامین میں سے بعض خاص شان کے مضامین کے متعلق جو کہ تنبیہات وصیت کے تتمات وضمائم میں بطور متفرق یادداشتوں کے تقریباً سال وار شائع ہوتے رہتے تھے خود حضرت صاحب سوانح کا عزم اجراء تجویز ہذا ایک ایسی ہی یادداشت یعنی تنبیہات وصیت کے تتمۂ سابعہ ضمیمۂ حادیہ عشر ملقب بہ سابعۃ التابعہ میں آئندہ کیلئے ایسے تتمات وضمائم کا سلسلہ بند کر دینے کی رائے ظاہر کرنے کے بعد بایں عبارت مذکور ہے ''لیکن اگر اتفاق سے بعد میں کوئی ضروری اور جدید مضمون اس باب کا ذہن میں آ گیا تو اس کے لئے ایک خدا ساز جدید سلسلہ اشرف السوانح کا مہیا ہو گیا ہے جس میں تتمات وضمائم موجود کا خلاصہ بھی لے لیا گیا ہے اور اس کا ایک باب خاص بعد میں پیش آنے والے واقعات یا یاد آنے والے مضامین کے لئے تجویز کر لیا گیا ہے جس کو جب تک حق تعالیٰ کو منظور ہوا امتداد بھی ہوگا ایسے مضامین اس میں داخل کر دیے جائیں گے کسی مستقل تتمہ یا ضمیمہ کی حاجت نہ ہوگی۔'' فقط

باب کی ترتیب کے اصول:

بایں صورت کہ ایسے متفرق مضامین کو برابر جمع کرتا رہے گا اور وقتاً فوقتاً شذرات السوانح کے نام سے انشاء اللہ تعالیٰ بالاقساط ہدیہ شائقین کرتا رہے گا چنانچہ اسی وجہ سے اس باب کی پیشانی پر لقب کے تحت یہ عنوان قائم کیا گیا ہے "قسط اول شذرات السوانح" اور جب آئندہ شذرات کا ایک معتدبہ ذخیرہ[1] جمع ہوجائے گا تو اس ذخیرہ کو قسط دوم شذرات السوانح کے عنوان سے شائع کیا جائے گا اسی طرح یہ سلسلہ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا جاری رہے گا[2]۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو مدت مدید تک بعافیت تمام سلامت باکرامت رکھے اور اس سلسلہ کو ہمیشہ جاری رکھے آمین یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

گوان شذرات کو مختلف اقساط میں شائع کیا جائے گا لیکن ان کے ترتیبی نمبر جدا جدا نہ ہوں گے بلکہ مسلسل ہوں گے۔ اب شذرات شروع کئے جاتے ہیں۔ واللّٰہ المستعان و علیه التکلان۔

شذرہ نمبر (۱): بیعت میں جلدی مناسب نہیں

ایک طالب کی درخواست بیعت پر تحریر فرمایا کہ بیعت میں جلدی مناسب نہیں پہلے کام شروع کردیا جاوے قصد السبیل سے کام شروع کردیجئے اور حالات سے اطلاع دیتے رہیے تاکہ سلسلہ تعلیم کا جاری رہے پھر جب باہم مناسبت ہوجاوے گی اس وقت بیعت کی درخواست کا مضائقہ نہیں۔ اھ

شذرہ نمبر (۲): احقر مرتب کے بعض خطوط کے جوابات

احقر کے چند بہت پرانے خطوط اتفاق سے مل گئے جن کے بعض مفید عام مضامین

---

[1] اس قسط اور اس کے مابعد اقساط میں یہ بھی التزام کیا جائے گا کہ منجملہ ان شذرات کے جن کی شان حضرت والا کے رسالہ بوادر کے اجزاء جیسی ہوگی یعنی جس مضمون میں کوئی عندرت وغرابت واہمیت ہوگی ایسے مضمون کے شروع میں عنوان شذرہ کے ساتھ لفظ مناسب بوادر لکھ دیا جایا کرے گا تاکہ اگر کوئی صاحب بوادر کے مضامین کو جو کہ عدد میں تین سو ہیں مستقلاً شائع کرنا چاہیں تو وہ ان کے ساتھ شذرات مذکورہ کو بھی بسہولت شامل کرسکیں کیونکہ وہ ایسے مضامین ہوں گے جن کو بوادر کا تتمہ سمجھنا مناسب ہوگا۔ فقط [2] اس اشاعت اور اجراء کا انتظام جناب مولوی شبیر علی صاحب مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفرنگر فرماتے رہیں گے۔ ۱۲ منہ

ملخصاً مع حضرت والا کے جوابات کے نقل کیے جاتے ہیں۔

(مضمون) بعض اوقات تو اپنے خیالات وساوس کو بالکل کفریہ (خدا کرے کہ نہ ہوں) سمجھ کر سخت مایوسی اور یاس کے عالم میں ہو جاتا ہوں۔

(جواب) کفر کیا وہ تو معصیت بھی نہیں ذرا اندیشہ نہ کریں وسوسہ پر ذرا مواخذہ نہیں بلکہ اس میں ایک گونہ مجاہدہ ہے جس سے قرب بڑھتا ہے اور شیطان اس راز سے ناواقف ہے ورنہ کبھی وسوسہ نہ ڈالے۔

(مضمون) فلاں فلاں وظائف واذکار بلا حضرت والا کی اجازت کے بڑھا لئے تھے لہٰذا سب قطعاً ترک کر دیئے بلکہ خود ہی ترک ہو گئے اب حضور جیسا ارشاد فرماویں گے اپنا معمول رکھوں گا۔

(جواب) سب اوراد واشغال کی اجازت ہے ہمت اور توقع دوام کو دیکھ لیجئے۔

(مضمون) حضور جس قدر ذکر اور جو جو اوراد و وظائف اور جو جو اشغال و مراقبات احقر کے مناسب حال ہوں تجویز فرماویں اور تحریری اجازت عطا فرماویں تا کہ نہایت مضبوطی کے ساتھ ان پر کار بند رہوں اور بلا اجازت ہرگز حتی الامکان کسی قسم کی کمی بیشی نہ کروں۔

(جواب) قصد السبیل سے اپنی حالت کا اندازہ کر کے شروع کیجئے وہی تحریری اجازت ہے۔

(مضمون) قلب پر لفظ اللہ آب نقرہ سے لکھا ہوا جو تصور کیا جائے تو کس طرح اور کیونکر۔ یعنی قلب کو کس جگہ کس شکل کا اور کتنا بڑا تصور کیا جائے اور کتنے بڑے اور کتنے روشن حروف میں لفظ اللہ لکھا ہوا تصور کیا جائے۔

(جواب) اس میں تفصیلی تصور کی حاجت نہیں اجمالی وسرسری کافی ہے جس طرح بلا تکلف خیال بندھ جائے۔ اھ

(مضمون) بوسیلہ آنحضور نماز میں بفضلہ بعض دفعہ کسی قدر حضور قلب نصیب ہونے لگا ہے اللہ تعالیٰ شانہ کا حاضر ناظر ہونا خیال میں کچھ کچھ جمنے لگا ہے اب نہ معلوم یہ احقر کا خیال ہی خیال ہے یا واقعی کوئی محمود کیفیت ہے۔

(جواب) مبارک ہو محمود اور بہت محمود ہے۔

(مضمون) آج کل جو حضور مع اللہ کی کیفیت محسوس ہوتی ہے اس کی بابت یہ بھی خیال

ہوتا ہے کہ کہیں ضعف دماغ سے تو مسبب نہیں ہے کیونکہ جس دن نیند پوری نہیں ہوتی اور دماغ میں یبس غالب ہوتا ہے اس دن میری قوت تصور خاص طور سے زیادہ ہوجاتی ہے۔الخ

(جواب) ماشاء اللہ بہت اچھی حالت ہے یبس کے غلبہ سے زیادت ہونے سے اصل کیفیت کا اس یبس سے مسبب ہونا لازم نہیں آتا اگر اصل کیفیت پہلے سے نہ ہوتی تو یبس سے زیادت کہاں سے آجاتی جس طرح اصل محبت قلب میں ہو اور تجدد نعمت سے وہ بڑھ جاوے تو اس سے یہ تھوڑا ہی لازم آیا کہ اصل محبت اس نعمت ہی سے ہے یا اس سے اس محبت کے ضعف کا شبہ کیا جاوے قرآن مجید میں ہے کہ اہل ایمان کے ایمان میں نزول آیات بلکہ وقوع حوادث کے وقت ایمان بڑھ جاتا تھا قال اللہ تعالیٰ **الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایماناً الآیۃ۔**

(مضمون) چوری جو ہوگئی ہے اس کا افسوس سوچنے سے بھی نہیں ہوتا کہیں یہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری تو نہیں ہے۔

(جواب) چوری کا حال حکیم صاحب سے سن کر چوری کا افسوس اور آپ کے استقلال پر سرور ہوا ناشکری کا احتمال عجیب ہے۔ ناشکری جو مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناشی ہے منعم کی بے تعلقی سے اور جو چیز منعم کی غایت تعلق سے ناشی ہو وہ محمود ہے اگرچہ اس کا نام کسی اصطلاح میں ناشکری ہو وہ حقیقۃً ناشکری نہ ہوگی گو صورۃً ہو۔اھ

شذرہ نمبر (۳): احقر مرتب کے والد کی حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت عثمانی

احقر کے والد صاحب مرحوم و مغفور کو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز سے بیعت عثمانی کا شرف بذریعہ کرامت نامہ مورخہ ۱۴۔ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ حاصل ہوا جو تبرکاً لفظاً لفظاً ذیل میں نقل کیا جاتا ہے اور اس نقل سے جو مقصود ہے وہ آگے آتا ہے۔

۷۸۶

از فقیر محمد امداد اللہ عفی اللہ عنہ۔ محبی مولوی محمد عزیز اللہ صاحب کو بعد سلام مسنون کے

واضح ہو کہ آپ کا خط آیا سلسلہ بیعت عثمانی میں آپ کو داخل کیا اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا فرمائے ورد وظائف مناسب آپ کی طبیعت کے عزیزم مولوی محمد اشرف علی صاحب تعلیم کردیں گے فقیر دعا کرتا ہے۔ اللہ سمیع مجیب ہے والسلام فقط۔

العبد الضعیف فقیر محمد امداد اللہ عفی اللہ عنہ ۱۴۔ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

مہر

بہ تعمیل ارشاد پیرومرشد حضرت والا نے والد صاحب مرحوم کو حسب ذیل تعلیمات ایک پرچہ پر لکھ کر مرحمت فرمائیں جس کو تقریباً ۲۸ سال کا عرصہ ہو گیا۔ اس پرچہ کو بلفظہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین اندازہ فرمائیں کہ حضرت والا ماشاءاللہ تعالیٰ شروع سے کیسے منتظم اور محقق ہیں اور کیسا مختصر مگر جامع مانع اور مکمل دستور العمل تحریر فرمایا ہے اس پرچۂ تعلیمات کی نقل یہ ہے۔

ذکر

خلوت میں باوضو روبقبلہ بیٹھ کر کم از کم تین ہزار بار اسم ذات اللہ کو تکرار کریں اور زیادہ جس قدر فرصت ہو۔

شغل

بشرائط مذکورہ وضو و استقبال قبلہ اپنے قلب پر آبِ نقرہ سے لفظ اللہ لکھا ہوا تصور کیا جاوے اور اس میں مستغرق ہو جاویں۔

مراقبہ

بشرائط مذکورہ اول زبان سے تین چار بار آیت الم یعلم بان اللہ یریٰ کا تکرار کر کے اس کے مضمون میں مستغرق ہو جاویں اور اللہ جل جلالہ کو اپنے ظاہر و باطن پر مطلع و خبیر و بصیر یقین کریں۔

علاج خطرات

ان کے دفع کا قصد نہ کریں بلکہ اپنے کام میں زیادہ متوجہ ہونے سے سب دفع ہو جاویں گے۔ اھ

نوٹ:...... از مؤلف السوانح

ملفوظ شجرۃ المراد

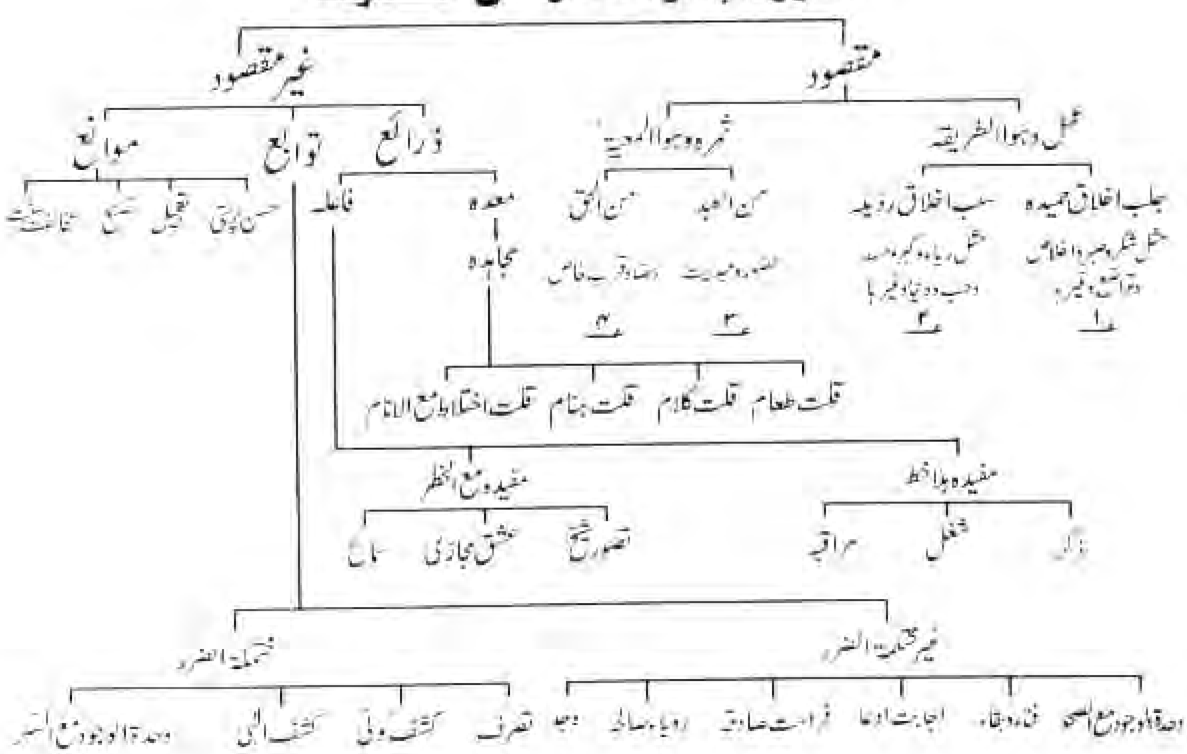
جب احقر نے والد صاحب مرحوم ومغفور کے انتقال کے بعد یہ پرچہ معمولات حضرت والا کی خدمت میں بھیجا تو حضرت والا نے بایں ارشاد اس کو واپس فرمادیا کہ اب آپ ان تعلیمات کو اپنا معمول بنالیں۔ پرچہ مذکور سے بھی قبل کا حضرت والا کا ایک ملفوظ بصورت شجرہ ملقب بہ شجرۃ المراد ہے جو تقریباً ۱۳۱۲ھ میں ارشاد فرمایا گیا تھا اس سے بھی حضرت والا کی شان تحقیق ظاہر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے حضرت والا کو عطا فرما رکھی ہے اس کو بھی تربیت السالک سے لفظاً لفظاً نقل کیا جاتا ہے۔

ملفوظ ملقب بہ شجرۃ المراد ۱۲ (ضبط کردہ مولوی اسحٰق علی صاحب کانپوری در ۱۳۱۲ھ تقریباً) نافع اور جامع سمجھ کر نقل کیا گیا۔

روزے حضرت اقدس مولائی و اُستاذی مولوی اشرف علی صاحب بعض احباب خاص را برد و لتکدہ خود مدعو کردند و خلاصہ راہ سلوک یعنی تصوف بیان فرمودند خاکسار ہم حاضر بود در اثنائے بیان تقریر جناب ممدوح را برائے اختصار بصورت ذیل نگاشت۔

نوٹ: اس صورت میں صاحب ملفوظ نے اور تصرف کر کے زیادہ سہل کر دیا۔

امور مبحوث عنها فی التصوف



انتهت شجرة المراد

احقر نے اس شجرہ کا نیز حضرت والا کی بعض دیگر تحقیقات قدیمہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ حضرت والا کی اس زمانہ اور اس زمانہ کی تحقیقات تو ایسی ملتی جلتی ہیں کہ گویا کچھ فرق ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو شروع ہی سے کامل محقق بنایا ہے اس پر فرمایا کہ گو بظاہر اوروں کو فرق نہ معلوم ہو لیکن مجھ کو تو معلوم ہے کہ بہت فرق ہو گیا ہے جیسے ورزش کرنے کے بعد پہلوان کے بدن میں جو کس بل پیدا ہو جاتا ہے اس کو وہ خود ہی محسوس کر سکتا ہے دیکھنے والوں کو کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ بظاہر بدن ویسا کا ویسا ہی رہتا ہے حجم نہیں بڑھتا لیکن ورزش کے بعد رگ پٹھوں کے اندر قوت اور بدن کی ساخت میں موزونیت پیدا ہو جاتی ہے جو بعض اوقات دوسروں کو محسوس نہیں ہوتی۔ اھ

سبحان اللہ کیا بلیغ تشبیہ دی ہے۔ حضرت والا مثالوں کے بھی بادشاہ ہیں مثالوں کے ذریعہ سے بڑے بڑے دقیق معانی کو ایسا واضح فرما دیتے ہیں کہ گویا مشاہدہ کرا دیتے ہیں۔ چونکہ مثال مضامین کی تعبیر اور تقریب فہم کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہے اس لئے علم کے اس شعبہ کو علوم نبوت میں سے مانا گیا ہے۔ جو بعض ورثۃ الانبیاء کو بھی خاص طور سے عطا فرمایا جاتا ہے چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ اور امام غزالیؒ بھی ایسے ہی حضرات میں سے ہیں جن کو یہ علم خاص طور سے عطا فرمایا گیا ہے اور جو مثالوں کے بادشاہ مانے گئے ہیں۔

شذرہ نمبر (۴): ایک شاعرانہ خط کا جواب:

ایک طالب نے مبہم اور شاعرانہ خط لکھا۔ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ گول الفاظ کافی نہیں صاف لکھو کیا مقصود ہے۔ یہاں شاعری اور تکلف کا کام نہیں۔

شذرہ نمبر (۵): بندوق رکھنے کیلئے ایک طالب کے خط کا جواب

ایک طالب نے بذریعہ عریضہ فارسی بغرض حفاظت بندوق رکھنے کی اجازت طلب کی حضرت والا نے استفسار فرمایا کہ "در اجازت گرفتن از من چہ مصلحت ست" اھ۔ انہوں نے لکھا کہ قبل ازیں مریض کبر وزیر علاج حضرت بودم بندوق آلہ کبر ہم معلوم میشود اھ۔ اس پر یہ جواب تحریر فرمایا "مگر آلہ مستلزم فعل نیست چنانچہ آلہ زنا نزد ہر کس ہست و قطعش واجب نیست۔ اھ۔

زبانی فرمایا کہ یہ جواب تھوڑا سا فحش تو ہے لیکن اس سے بہتر جواب نہیں ہوسکتا تھا۔ حضرت مولانا رومیؒ نے بڑی بڑی فحش حکایات سے بڑے بڑے مفید نتائج اخذ کئے ہیں۔ چونکہ ان حضرات کے دل پاک صاف ہوتے ہیں اور طبیعت میں بے تکلفی اور سادگی ہوتی ہے اس لئے انہیں ایسی باتوں کے کہہ ڈالنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا۔ اھ

شذرہ نمبر (۶): ایک صاحبزادہ کے خط کا جواب:

ایک صاحب سلسلہ بابرکت بزرگ حضرت مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دین پوری کے انتقال پر ملال کی اطلاع صاحب ممدوح کے صاحبزادے نے حضرت والا کو دی تو حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ ''میں اخبار میں دیکھ کر صدمہ زدہ ہو چکا تھا کہ اس وقت پھر اس صدمہ کی تجدید ہوئی۔ دل سے آپ حضرات کے لئے دعائے صبر و شکیب اور حضرت کے لئے دعائے رفع درجات و بقاء برکات کرتا ہوں۔ اھ

اسی خط میں صاحبزادہ نے حضرت والا کو یہ مضمون بھی لکھا تھا کہ چند سال کا عرصہ ہوا آنجناب بسلسلہ خط و کتابت اس مسکین پر ناراض ہوگئے تھے معافی کا خواستگار ہوں۔ از خوردان خطا واز بزرگان عطا۔ اھ۔ اس کا بھی حضرت والا نے بہت نرم جواب لکھا۔ اور حاضرین سے زبانی فرمایا کہ اس وقت وہ صدمہ زدہ اور دل شکستہ ہیں ان کو ضابطہ کا جواب نہیں دینا چاہیے چنانچہ تحریر فرمایا کہ نیازمندوں کی ناراضی ہی کیا اس کو نازکی فرد سمجھ کر بے فکر رہیے۔ اھ۔

ف۔ سبحان اللہ حضرت والا میں کس درجہ حفظ مراتب شفقت۔ حفظ حدود اور موقع شناسی ہے۔

ایک مدلّل خط کا جواب:

ایک نئے طالب نے بہت مدلل درخواست بیعت لکھ کر بھیجی تو صاف تحریر فرمادیا کہ تمام خط تحقیقات سے پُر ہے میں محققین کو بیعت کرنے کے قابل نہیں۔ اھ

ایک ذی علم طالب کے خط کا جواب:

اسی طرح ایک نئے ذی علم طالب نے جو ایک انگریزی سکول میں مولوی ہیں حضرت والا کو ابتدائی عریضہ لکھا جس کا خلاصہ مع حضرت والا کے اصل جوابات کے نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ہذا۔

(مضمون) مجھے ایک مدت سے اس امر کی فکر دامنگیر ہے کہ کسی بزرگ کا دامن ہاتھ آ جاتا۔

(جواب) تو آپ کو انتخاب میں غلطی ہوئی میں محض ایک طالب علم شخص ہوں بزرگ نہیں۔

(مضمون) جناب کے بعض مطبوعہ وعظ اور تصانیف پڑھیں جس سے اس شوق میں زیادتی ہوگئی۔

(جواب) مبنیٰ نہایت ضعیف ہے تصنیف کا صحیح ہونا مصنف کے صالح ہونے کی بھی دلیل نہیں نہ کہ مصلح ہونے کی۔

(مضمون) امید ہے کہ حضور میری مدد فرمائیں گے۔

(جواب) اس مدد کے مفہوم کی تعیین کی ضرورت ہے تا کہ میں اپنی قدرت دیکھ سکوں۔

(مضمون) میں شیروانی۔قمیص۔ڈھیلی مہری کا پاجامہ۔بوٹ جوتا اور ترکی ٹوپی پہنتا ہوں ڈاڑھی فی الحال دو اڑھائی انگل لمبی ہے بڑھانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

(جواب) میں صدق سے خوش ہوا۔میں بھی اس کی اجزاء میں صدق ہی سے کام لیتا ہوں وہ یہ کہ آپ کا ظاہر خراب میرا باطن خراب ایسی حالت میں مناسبت مفقود اور خدمت مزعومہ کے لئے مناسبت شرط۔

(مضمون) اگر حضور کی توجہ ہو جاتی تو میرے اعمال درست ہو جاتے۔

(جواب) وہی تعیین کا سوال معروض ہے۔

(مضمون) میں اس قابل نہیں کہ حضور کا خادم بننے کا شرف حاصل کر سکوں۔

(جواب) میں تو مخدوم بنانے کو تیار ہوں مگر مناسبت جو کہ شرط طریق ہے میرے اختیار سے خارج ہے۔

(مضمون) حضور میرے لئے مناسب تدابیر تجویز فرمائیں۔

(جواب) کس مقصود کی تدابیر

(مضمون) اعمال حسنہ کی توفیق کی دعا فرمائیں۔

(جواب) البتہ دعا کے لئے ہر حال میں حاضر ہوں کیونکہ دعا کے لئے داعی کی مقبولیت کی شرط نہیں۔اھ

نوٹ از مؤلف۔سبحان اللہ کس حسنِ تدبیر سے راہ پر لگانے کی ابتداء فرمائی ہے اور کس

لطیف پیرایہ میں اصلاح وضع کی طرف توجہ دلائی ہے اور کس مفید عنوان سے حقیقت مقصود سمجھانے کی جانب توجہ فرمائی ہے۔

شذرہ نمبر (۷): ذکر کے دوران کام پڑے تو کیا کرے:

ایک طالب نے بذریعہ عریضہ دریافت کیا کہ اگر ذکر کرکے درمیان میں کوئی کام پیش آجائے تو آیا پہلے اس سے فارغ ہو کر یکسو ہو جائے یا ذکر میں مشغول رہے۔ جواب ارقام فرمایا کہ اگر گاہ گاہ ایسا ہوتا ہو تو اس کام سے اول فراغت کر لینا چاہیے اگر بکثرت ایسا ہونے لگے تو ذکر ہی میں لگا رہنا چاہیے۔ اھ

ف۔ سبحان اللہ کیا یا اصول اور معقول طریق عمل ہے۔

ایک طالب کی عجیب پریشانی کا علاج:

اسی طرح ایک طالب نے اپنی پریشانی لکھی کہ جب کوئی شخص محض ملنے کے لئے آجائے تو طبیعت میں سخت الجھن پیدا ہوتی ہے پس اگر کوئی امیر ہوا تو بتکلف طبیعت پر جبر کرکے اس کے ساتھ بیٹھا رہتا ہوں لیکن اگر امیر نہ ہوا تو ضبط نہیں ہوتا اور جب یہ خیال ہوتا ہے کہ امراء و غرباء سب کے ساتھ برتاؤ ایک سا ہونا چاہیے۔ یہ اچھا نہیں کہ غرباء کو تو ہٹا دیا جائے اور امراء کو بیٹھنے دیا جائے تو نفس یہ جواب دیتا ہے کہ امیروں کا آنا تو شاذ و نادر ہوتا ہے برخلاف غرباء کے کہ جب وہ اپنی طرف زیادہ توجہ دیکھیں گے تو پھر ان سے پیچھا چھڑوانا مشکل ہوگا۔ اھ

اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ یہ فرق تو صحیح نہیں اس لئے اگر کوئی غریب بھی اتفاقیہ شاذ و نادر آتا ہو تو اس فرق کا مقتضا یہ ہے کہ اس کو بھی بیٹھنے دیا جاوے حالانکہ معمول ایسا نہیں ہے۔ سو یہ فرق صحیح نہیں بلکہ فرق صحیح یہ ہے کہ دلجوئی امر مشترک ہے مگر کیفیت دلجوئی کی ہر شخص کی جدا ہے اس کی حالت و طبیعت و عادت کے تفاوت سے یعنی امراء کی مجموعی حالت طبیعت و عادت کی ایسی ہے کہ جب تک زیادہ توجہ ان کی طرف نہ کی جاوے وہ خوش نہیں ہوتے اور غرباء تھوڑی توجہ سے راضی ہو جاتے ہیں اس لئے دونوں کی دلجوئی کے طریق میں ایسا تفاوت مذموم نہیں البتہ غرباء کو یا تو اٹھایا نہ جاوے خود اُٹھ جاویں کسی بہانہ سے اور اگر اُٹھانا ہی پڑے، بہت نرمی سے مثلاً

یہ وقت میرے آرام یا کام کا ہے آپ بھی آرام کیجئے۔ومثل ذلک۔اھ

ف۔سبحان اللہ کیا حفظ حدود اور کیا رعایت جذبات اور کیا اعتدال اور کیا شانِ تربیت ہے۔

سالکین کے ایک مرض پر تنبیہ:

ایک اور طالب کو تحریر فرمایا کہ ترک عمل و کسل و تعطل کو عبدیت نہ سمجھ لیا جاوے عبدیت کے لئے حرکت فی العمل لازم ہے وھذا امزلة اقدام کثیر من اھل الطریق حتیٰ وقعوا فی ورطة الجبر والالحاد زعمامنھم بانھم اطوع العباد۔

شذرہ نمبر(۸):اللہ کے راستے کے علم وعمل حاصل کرنے کا نسخہ

فرمایا کہ اگر اعتماد ہو بتلانے والے پر اور فہم ہو تو اللہ کا راستہ اس قدر صاف اور آسان ہے کہ دس منٹ کے اندر سمجھ میں آسکتا ہے۔دیر اور مشقت جو کچھ ہے وہ عمل میں ہے اور وہ بھی رسوخ میں۔اور جو مشقت عین عمل کے وقت ہوتی ہے مثلاً نیند کا غلبہ ہے اور نماز پڑھنی ہے تو اس وقت تو مشقت ہوتی ہے لیکن اگر اس کو برداشت کرلیا تو نماز پڑھ کر فوراً ایسی راحت میسر ہوتی ہے کہ سبحان اللہ ساری مشقت کا بدل ہوجاتا ہے۔اھ

شذرہ نمبر(۹):حضرت والا کے متعلق بعض بزرگوں کی تصدیقات:

مکرمی ومحترمی جناب مولانا مولوی ظفر احمد صاحب مدفیضہم خواہرزادۂ حضرت والا نے جو حضرت اقدس مولانا مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ العزیز سے بیعت اور حضرت والا کی جانب سے مجاز بیعت ہیں حضرت والا کے متعلق بعض بزرگوں کی تصدیقات جو صاحب ممدوح نے براہ راست سنی ہیں احقر کی استدعا پر تحریر فرما کر احقر کو حوالہ فرمادی ہیں۔وہ تحریر بلفظہ نقل کی جاتی ہے۔وھوھذا۔

مولانا محمد یحییٰ رحمہ اللہ کی تصدیق:

(۱) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب مرحوم نے (جو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے خادم خاص اور مجاز تھے۱۲) ایک بار میرے اس سوال پر کہ اس وقت مجدد مائۃ حاضرہ کون ہیں

فرمایا کہ میرا خیال تمہارے ماموں صاحب (یعنی حضرت والا۱۲) کی طرف ہے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں کیونکہ مجدد کے لئے شرط ہے کہ اس کا فیض صدی کے زیادہ حصہ کو محیط ہو دوسرے تجدید کے لئے عوام وخواص سب کا اس سے بکثرت مستفید ہونا بھی شرط ہے چنانچہ مولانا کا فیض عوام وخواص سب کو محیط ہے اور امید ہے کہ وہ اس صدی کے زیادہ حصہ کو اپنے فیض سے پُر کردیں گے۔(او کما قال رحمہ اللہ تعالیٰ و تغمدہ برحمتہ ورضوانہ)

ف۔احقر مؤلف سوانح عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا محمد روشن خان صاحب مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز نے بھی خود احقر کے سامنے اپنے مرض وفات میں حضرت والا سے نہایت جوش کے ساتھ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صدی کا مجدد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیض سے عالم کو منور فرمائے اور رسوم بدعات کا قلع قمع کرے۔اھ۔اس جگہ ایک اہل علم کا قول سنا ہوا یاد آیا کہ الف اول کے مجددین تو مختلف ممالک میں ہوتے رہتے ہیں لیکن الف ثانی سے ہندوستان ہی میں ہو رہے ہیں۔ یہ انہوں نے ایک مدنی عالم کے اس قول پر فرمایا تھا کہ یہاں (یعنی مدینہ طیبہ میں۱۲) سارے ممالک کے مسلمان آتے ہیں لیکن جتنی دینداری ہندوستانی علماء اور عوام میں دیکھی جاتی ہے اور کہیں کے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔اھ

اس کی وجہ ان اہل علم نے وہ بتائی جو ابھی مذکور ہوئی سو واقعی الف ثانی کے پہلے مجدد تو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ہوئے۔دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔تیسرے حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اور اب چوتھے ہمارے حضرت والا حسب تصدیق بزرگان ہیں۔فالحمدللہ

مولانا مُحبُّ الدینؒ کی تصدیق:

(۲)...... جب بندہ پہلی بار نعمت حج وزیارت سے مشرف ہوا تو حضرت مولانا محبّ الدین صاحب ولائتی رحمتہ اللہ علیہ نے (جو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے مجاز اور مشہور صاحب کشف مہاجر مکی بزرگ تھے۱۲) ایک بار حرم شریف میں بیٹھے ہوئے از خود

سلسلہ امدادیہ کے تمام بزرگوں کے مقامات وحالات بیان فرمانا شروع کئے۔ حضرت حکیم الامۃ دامت برکاتہم کی نسبت فرمایا کہ مولانا اس وقت مقام علم میں ہیں اور اس مقام پر عارف کو علوم وہبیہ کا بڑا حصہ ملتا ہے اس لئے مجھے مولانا کی تفسیر بیان القرآن کے مطالعہ کا بہت اشتیاق ہے۔

مولانا خلیل احمدؒ کی تصدیق:

(۳)...... حضرت سید مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ جب کسی تحریر میں حضرت کے نام کے ساتھ حکیم الامۃ لکھا ہوا نہ پاتے تو بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قلوب رجال میں ان کے لئے ایک لقب ڈال دیا ہے تو اس کو چھوڑنا نہ چاہیے کہ اس میں حضرت حق کے ساتھ سوء ادب ہے۔ (اوکماقال قدس سرہ)

(۴)...... حضرت اقدس سیدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مولانا تھانوی کی نسبت وعظ کے وقت زیادہ پھیلتی ہے اس لئے اُمت کو مولانا کے وعظ سے جس قدر نفع ہوتا ہے کسی اور کے وعظ سے نہیں ہوتا نیز فرماتے تھے کہ مولانا کے ہوتے ہوئے کسی کا وعظ کہنا منہ چڑانا ہے۔ فقط۔ ختم ہوئی تحریر جناب مولانا ظفر احمد صاحب کی۔

شذرہ نمبر (۱۰) نفسانی ملکات پر ایک خط کا جواب:

ایک طالب نے اپنے بعض نفسانی ملکات کو ظاہر کر کے حضرت والا سے ان کی اصلاح چاہی اور ان کے ہونے پر سخت غم واندوہ کا اظہار کیا کہ یہ مجھ میں کیوں ہیں۔ حضرت والا نے فوراً تسلی فرمائی اور اس تسلی بخش عنوان سے کہ ایسے ملکات سے کون خالی ہے یہ تو مجھ میں بھی ہیں۔ ان کے زائل کرنے کی تو فکر ہی بے کار ہے کیونکہ یہ جبلی ہیں اور جبلت بدلا نہیں کرتی نہ انسان جبلی امور کے بدلنے کا مکلّف ہے۔ کیونکہ ان کا بدلنا غیر اختیاری ہے۔ البتہ ان کے مقتضاء پر عمل کرنا جبلی نہیں نہ غیر اختیاری ہے۔ لہٰذا ہمت کر کے اختیار سے کام لیا جائے اور ان ملکات کے مقتضاء پر عمل نہ ہونے دیا جائے۔ باقی نفس ملکات چاہے جیسے فاسد ہوں وہ اس وقت تک مطلق قابل افسوس نہیں جب تک ان پر عمل نہ ہو بلکہ ایک معنی کر قابل مسرت ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے عمل میں مشقت ہوتی ہے جس سے عمل کا اجر بڑھتا ہے اور نفس کا

ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے عمل میں مشقت ہوتی ہے جس سے عمل کا اجر بڑھتا ہے اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

شہوت دنیا مثال گلخن است — کہ از و حمام تقویٰ روشن است

دنیا کی مثال شمعدان کی سی ہے کہ اسی سے تقوے کا کمرہ روشن ہے)۔

پھر فرمایا کہ ایسا شخص دوسروں کی خوب تربیت کرسکتا ہے اور نفس کی باریک سے باریک چوریاں بھی پکڑ سکتا ہے کیونکہ ان کو نفس کے اتار چڑھاؤ کا ذاتی تجربہ ہوتا ہے۔ اھ

اس تقریر سے بالخصوص اس عنوان سے کہ یہ تو مجھ میں بھی ہیں۔ اس طالب کی بے حد تسلی ہوئی اور سنتے ہی ڈھارس بندھ گئی اور وہ جو ایک طبعی غم واندوہ اپنے اندر ایسے ملکات ہونے کا تھا وہ جاتا رہا اور دل کو سمجھا لیا کہ جب بڑے بڑے بھی ایسے ملکات سے خالی نہیں تو پھر ہم تو کس شمار میں ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا ملفوظ:

ملکاتِ رذیلہ کے متعلق حضرت والا اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز کا یہ ارشاد بھی نقل فرمایا کرتے ہیں کہ انسان کے اندر جتنی جبلی صفات ہیں وہ سب محمود ہیں البتہ ان کا بے موقع استعمال کرنا مذموم ہے۔ اھ۔ اس ارشاد کو نقل فرما کر حضرت والا اس کی شرح میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ شیوخ کاملین ملکات رذیلہ کا ازالہ نہیں کرتے نہ ان کا ازالہ ہوسکتا ہے بلکہ امالہ کر دیتے ہیں جیسے اگر انجن الٹا چل رہا ہو تو اس کے اندر جو بھاپ ہے اس کو تو باقی رکھنا چاہیے کیونکہ بھاپ تو فی نفسہ بڑے کام کی چیز ہے ہاں انجن کی کل کو موڑ دینا چاہیے تاکہ بجائے الٹا چلنے کے وہ سیدھا چلنے لگے اور بہت جلد منزل مقصود تک پہنچ جاوے۔ اھ۔

ملکاتِ فاسدہ کا گناہ نہ ہونا:

ملکات فاسدہ کے عیب یا گناہ نہ ہونے پر حسن اتفاق سے (جیسا کہ دوران تحریر سوانح میں اکثر منجانب اللہ ببرکت حضرت صاحب سوانح ایسی ہی تائیدات ہوتی رہی ہیں) ابھی اسی وقت ایک طالب کے خط میں حضرت والا کا یہ جواب نظر سے گزرا کہ غصہ غیر اختیاری ہے وہ عیب یا گناہ

جاوے جب غصہ ہلکا ہو جاوے سوچ کر مناسب اور معتدل کارروائی کی جائے۔ اھ

سبحان اللہ کیا تحقیق ہے اور کیا تدبیر ہے اور کیا اعتدال ہے کہ غصہ کے بالکل فرو ہو جانے کا انتظار نہیں کرایا گیا۔ صرف ہلکے ہو جانے کی قید لگائی گئی۔ ورنہ بوجہ حرج اوقات وکلفت انتظار اس تدبیر پر عمل ہی دشوار ہو جاتا۔ پھر جس بات پر غصہ آیا تھا اس کے متعلق مناسب اور معتدل کارروائی کی بھی اجازت دے دی لیکن اس کے ساتھ سوچنے کی بھی ضروری قید لگا دی کیونکہ بغیر سوچے مناسب اور معتدل کارروائی ذہن میں آ ہی نہیں سکتی بالخصوص جبکہ ابھی غصہ کا بھی کچھ اثر باقی ہے۔ نیز محض گناہ نہ ہونا ہی ظاہر نہیں فرمایا بلکہ عیب نہ ہونا بھی ظاہر فرما دیا تا کہ عقلی اطمینان کے ساتھ طبعی اطمینان بھی حاصل ہو جائے اور کسی قسم کا افسوس ہی نہ رہے اور لفظ غیر اختیاری بڑھا کر یہ بھی بہ دلیل ثابت فرما دیا کہ یہ سب محض طفل تسلی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ غرض ایک چھوٹی سی اور بالکل سادہ عبارت میں ہر موقع پر چھوٹے چھوٹے سے الفاظ بڑھا کر جواب کو کتنا مدلل اور مکمل فرما دیا ہے جس میں شریعت حقیقت طبیعت مصلحت سبھی کی رعایت موجود ہے اور حیرت یہ ہے کہ ایسا جامع مانع تو جواب اور قلم برداشتہ تحریر فرمایا گیا ہے اور یہی ایک کیا سبھی خطوط کے جوابات قلم برداشتہ ہی تحریر فرمائے جاتے ہیں جن میں ایسی ہی ایسی لطیف قیود اور رعایتیں ہوتی ہیں اور بڑے بڑے غامض حقائق سیدھے سادھے اور مختصر الفاظ میں ادا فرما دیئے جاتے ہیں بمصداق حضرت عارف شیرازیؒ ؎

بیاو حالِ اہل درد بشنو　　بلفظ اندک و معنی بسیار

آ اور درد والوں کا حال سُن لفظوں میں کم اور معنوں میں زیادہ

اور منقول بالا جواب وہ ہے جو کہیں نقل بھی نہیں کرایا گیا اور ایسے ایسے صدہا جوابات ہیں جن میں بڑے بڑے حقائق طریق تحریر فرمائے گئے ہیں لیکن ان کی نقول کہیں محفوظ نہیں رکھی گئیں چنانچہ احقر کو بارہا اس کے مشاہدہ کا اتفاق ہوا اور بڑی حسرت ہوئی کہ ایسے ایسے انمول جواہرات یوں ہی مخفی پڑے ہوئے ہیں جن کا ایک نمونہ آگے شذرہ نمبر ۱۳ میں انموذج المکتوبات کے نام سے انشاء اللہ تعالیٰ ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔

حضرت والاؒ کی تقریر وتحریر:

سچ تو یہ ہے کہ حضرت والا کی تحریر وتقریر کیا بلحاظ حقائق ومعانی اور کیا بلحاظ الفاظ وزبان

دانی اور کیا بلحاظ اثر وروانی اس زمانہ میں لاثانی ہے۔ اور جس شخص کو حضرت والا کے مقابلہ میں محض بازاری زبان ورسطحی لفاظی اور شاعرانہ خیال آفرینی اور افسانہ نویسی وناول نگاری کی بناء پر زعم انشاپردازی ہے وہ بالکل اس کا مصداق ہے۔

ع چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا۔ (بجھا ہوا چراغ کہاں اور سورج کا نور کہاں) اور ع آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں۔ اس کے اعتراض کا منشاء محض حسد وعناد یا کبرو تعلی یا جہل ونادانی اور گویا آفتاب عالم تاب پر خاک افشانی ہے لیکن بقول احقر۔

داغ دل چمکے گا بن کر آفتاب لاکھ اس پر خاک ڈالی جائیں گی

میں تو واللہ حضرت والا کے الفاظ ومعانی اور قادر الکلامی کو دیکھ دیکھ کر اور سن سن کر عش عش کرنے لگتا ہوں کہ حضرت والا کی ہر تحریر وتقریر حشو وزوائد سے بالکل خالی اور بس مغز ہی مغز ہوتی ہے۔ ملفوظات قلمبند کرنے میں ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ جہاں حضرت والا کے کچھ بھی الفاظ مل گئے بس مضمون میں جان پڑگئی اور جہاں وہ ذہن سے نکل گئے پھر لاکھ زور مارا وہ بات ہی پیدا نہ ہوئی بقول ذوق مرحوم۔

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت والا کے معانی تو الہامی ہوتے ہی ہیں الفاظ بھی اکثر الہامی ہی ہوتے ہیں جس پر اپنا ایک شعر یاد آتا ہے۔

یہ معانی یہ حقائق یہ روانی یہ اثر شاعری تیری ہے اے مجذوب یا الہام ہے

چنانچہ حضرت والا کے چھوٹے بھائی مرحوم ومغفور جو بہت قابل انگریزی داں اور نہایت ذکی وفہیم تھے۔ حضرت والا کے وعظوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں تو بیٹھا ہوا بس اسی پر حیرت کیا کرتا ہوں کہ ادائے مطلب کے لئے ایسے الفاظ کہاں سے مل جاتے ہیں۔ اھ۔ لیکن حضرت والا کا طرز تحریر وتقریر عالمانہ ہوتا ہے۔ عامیانہ اردو نویسی سے حضرت والا کی شان عالی بہت ارفع واعلیٰ ہے جس کے متعلق خود حضرت والا نے ایک مدعی اردو نویسی کے جواب میں یہ فرمایا تھا اور بالکل بجا فرمایا تھا کہ (ع) آنچہ فخر تست آں ننگِ من است۔ (جو تیرے لئے فخر کا سامان ہے ہمارے لئے عار ہے) ایک ایسے محقق اور جید

عالم اور ایسے کامل اور عالی مقام عارف سے عامیانہ اردو نویسی کی توقع ایسی ہے جیسے کسی شہباز عرش سے یہ فرمائش کی جائے کہ وہ چیل کوؤں کی طرح بالائے زمین اڑے۔

حضرت والا تو عربی اور فارسی کے مقابلہ میں اردو کو ایک بالکل بازاری زبان سمجھتے ہیں یہاں تک کہ حضرت والا نے احقر سے بھی اس کی تاکید فرما رکھی تھی کہ ساری کتاب میں اردو کا کوئی ایک شعر بھی نہ لکھا جائے اور نہ عربی عبارتوں کا اردو ترجمہ لکھا جائے ورنہ علمی شان نہ رہے گی۔ چنانچہ عرصہ تک تو شروع میں ایسا ہی کیا گیا لیکن بعد کو احقر اپنے اور اپنے جیسوں کے عامیانہ مذاق کی رعایت سے اس پرسختی کے ساتھ کاربند نہ رہ سکا اور پھر حضرت والا نے بھی مجھ کو اس مذاق میں معذور قرار دے دیا۔ اس سے حضرت والا کے اعلیٰ علمی مذاق کا اندازہ فرمالیا جائے۔ یہ سب مضمون ان طالب کے خط کے جواب کے متعلق استطراداً بلا خاص قصد کے معرض بیان میں آ گیا جنہوں نے حضرت والا سے غصہ کا علاج پوچھا تھا۔

غصہ کا ایک اور علاج:

طالب مذکور کے خط کا تو حضرت والا نے وہ جواب ارقام فرمایا جو اوپر نقل کیا گیا۔ اور ایک دوسرے صاحب کو جن کا تعلق بیعت ایک اور شیخ سے ہے مرض غصہ ہی کا (جس کی وجہ سے وہ بہت تنگ تھے اور علاج میں ناکام رہتے تھے اس کے آثار منکرہ کو بہت بسط سے لکھ کر اس کا علاج چاہا تھا) یہ علاج تحریر فرمایا کہ یہ حالت یا واقعہ دو سبب سے مسبب ہوسکتا ہے ایک یہ کہ غصہ کے وقت اس کے تبعات یاد نہ رہیں۔ دوسرا یہ کہ باوجود یاد رہنے کے قوت و ہمت ضبط کی نہ ہو۔ اگر اول سبب ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ ایک پرچہ غصہ مفرطہ کی وعیدوں کا لکھ کر کلائی پر باندھ لیا جائے۔ اس پر نظر پڑتے ہی یاد آ جائے گا اور اگر دوسرا سبب ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فوراً وہاں سے خود علیحدہ ہو جاویں یا مغضوب علیہ کو جدا کر دیں جب ہیجان بالکل فرو ہو جائے اس وقت اطمینان سے سوچا جائے بلکہ کسی عاقل سے مشورہ لیا جائے کہ اس جرم کی کیا سزا مناسب ہے بعد تامل یا مشورہ جو طے ہو اس کو بلا کر اس سزا کو جاری کر دیا جائے مگر ہر حال میں اتنی ہمت کی ضرور ضرورت ہے کہ تدبیر کو اختیار کیا جائے اگر کسی میں اتنی بھی ہمت

نہ ہوتو پھر بجز خرقِ عادت کے کوئی علاج نہیں اور وہ کسی کے قبضہ میں نہیں۔اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ دیکھئے جیسا مریض ویسا علاج۔ یہاں چونکہ مرض شدید تھا اس لئے یہ قیدیں لگائیں کہ جب ہیجان بالکل فرو ہو جائے اس وقت سوچ کر بلکہ کسی عاقل سے مشورہ لیکر مغضوب علیہ پر مناسب سزا جاری کی جائے۔

غصہ کا ایک اور آسان علاج:

ایک اور طالب کو غصہ کا نہایت سہل علاج بطور کلیہ کے تحریر فرمایا جس کو تربیت السالک سے بغرض نفع عام نقل کیا جاتا ہے۔ تحریر فرمایا کہ غصہ کے اقتضاء پر عمل کرنے کا ہر درجہ مذموم نہیں مگر چونکہ اکثر درجہ مباحہ سے تجاوز ہو جاتا ہے اس لئے بطور علاج کے بعض درجات مباحہ سے بھی روکا جاتا ہے اس بناء پر ان سب صورتوں میں مشترک علاج یہ ہے کہ غصہ کے وقت کلام بالکل نہ کیا جائے۔ جب ہیجان بالکل ضعیف ہو جائے اس وقت ضروری خطاب کا مضائقہ نہیں اور اگر اس خطاب کے دوران میں پھر ہیجان عود کر آئے پھر ایسا ہی کیا جائے۔اھ

انہی طالب کا پھر دوسرا خط آیا جس میں انہوں نے لکھا کہ ارشاد فرمودہ علاج سے الحمدللہ غصہ کے مرض کا استیصال ہو گیا اب اس کے مقتضاء پر عمل نہیں ہوتا نیز غصہ آنا بھی بہت کم ہو گیا ہے اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ مبارک ہو مگر احتیاطاً اس علاج کا استحضار اب بھی رکھا جائے بعض اوقات ذہول سے عود کر آتا ہے۔اھ

شذرہ نمبر (۱۱): ایک شاعرانہ خط کا جواب:

ایک نئے دیہاتی طالب نے درخواست بیعت شاعرانہ اور بہت ہی پر تکلف عنوان سے کارڈ میں لکھ کر بھیجی جس میں اس قسم کی عبارت تھی (مثلاً) بندہ مدت سے رہنما کی تلاش میں بے چین ہے گمراہی کے عمیق غار میں گرا ہوا ہے کوئی ایسا نہیں جو اس غار سے نکالے اور اس دین کا پرتو بنادے جو ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے فاران کی چوٹیوں سے بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکا تھا۔ الخ اور (مثلاً) سوائے آپ کے اور کوئی نظر نہیں آتا جو آسمان ہدایت کی سیر کرادے بندہ دیہاتی ہے آداب سے واقف نہیں غلطیاں معاف فرمائیں۔الخ

حضرت والا نے اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ تم ہو تو دیہاتی مگر باتیں ایسی رنگین لکھی ہیں کہ شہریوں اور تعلیم یافتوں کو بھی نہ سوجھیں اور میرا ذہن اتنا بلند نہیں کہ تمہارے منتہائے نظر تک پہنچ سکے تو ایسی حالت میں ایسے شیخ کو ڈھونڈو جو تم سے آگے پہنچا ہوا ہو۔ اھ

شذرہ نمبر (۱۲): شائقین علم کیلئے مختصر نصاب:

حضرت والا نے ایسے شائقین علم کے لئے جن کو اتنی فرصت ہو کہ وہ پورا درس نظامی جو مدارس عربیہ دینیہ میں رائج ہے پڑھ سکیں ایک مختصر نصاب بھی بہت غور وفکر کے بعد تجویز فرما دیا ہے جس کو اڑھائی برس میں ختم کیا جا سکتا ہے جیسا کہ خود حضرت والا نے بعض طلبہ پر تجربہ فرما لیا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ طالب علم بہت کم عمر نہ ہو اور کسی اور زبان انگریزی وغیرہ سے کافی مناسبت بھی ہو۔ اس نصاب میں سب ضروری فنون کی ایسی کتابیں ہیں جن سے کافی اور ضروری استعداد پیدا ہو سکتی ہے اس نصاب کے لئے دس نئے رسالے بھی تصنیف کرنے پڑے جن کا مجموعہ ''تلخیصات عشر'' سے موسوم ہے اور مطبع مجتبائی میں چھپا ہے اور اسی کے شروع میں اس نصاب کا مکمل اور مفصل نقشہ بھی ملحق ہے۔ غرض کوئی ضروری امر دینی ایسا نہیں ہے جس کی مسلمانوں کو ضرورت ہو اور اس کی طرف حضرت والا نے خاص توجہ نہ فرمائی ہو۔ فجزاهم الله خير الجزاء و متعنابهم بطول البقاء۔

شذرہ نمبر (۱۳)

''مشتمل بر انموذج الملفوظات وانموذج المکتوبات''

دو نمونے ہیں حضرت والا کے ملفوظات ومکتوبات کے

پہلے نمونہ میں دو جزو ہیں ایک ''ارمغان عید'' مرقومۂ جناب مولوی حافظ جلیل احمد صاحب رئیس علی گڑھ حال مقیم تھانہ بھون دوسرا جزو مرقومہ احقر مؤلف سوانح جو دو حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ کا نام ''دنیا کی پستی اور دین کی مستی'' ہے دوسرے حصہ کا ''سرمایۂ ہستی''

دوسرا نمونہ مجموعہ ہے چند مکاتبات کا اس کا لقب ''عبادۃ الرحمٰن'' ہے۔

چونکہ حضرت والا کے نہایت اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے ملفوظات ومکتوبات نہایت کثیر تعداد میں

طبع ہو کر شائع ہو چکے ہیں اور برابر باقاعدہ شائع ہوتے رہتے ہیں جو شائقین کو بسہولت دستیاب ہو سکتے ہیں اس لئے ان کے نمونوں کی نہ چنداں ضرورت تھی نہ انتخاب کی فرصت تھی لیکن چونکہ اتفاق سے مذکورہ بالا مجموعے احقر کو ایسے مل گئے جو ابھی تک نہ تو کہیں طبع ہوئے نہ کسی رسالہ کے اب تک جزو بنائے گئے اس لئے خیال ہوا کہ اگر ان کو اشرف السوانح میں شامل کر دیا جائے تو طبع ہو کر محفوظ بھی ہو جائیں گے اور کسی درجہ میں حضرت والا کے ملفوظات ومکتوبات کے نمونے بھی ناظرین کرام کو دست بدست میسر آ جائیں گے اور یہ معلوم ہو ہی چکا ہے کہ عین وقت پر کیفما اتفق ان کو لے لیا گیا ہے کوئی خاص اہتمام یا انتخاب نہیں کیا گیا۔

بر بناء مصالح مذکورہ ان مجموعوں کو ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے اور ہر ایک کی حقیقت اس کے شروع میں عرض کر دی جائے گی۔

انموذج الملفوظات

''جزو اول ارمغان عید''

تمہیدی نوٹ:...... اسی ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ میں عید الضحٰی کے دن بعد نماز عید حسب معمول حضرت والا اپنی مجلس شریف میں تشریف فرما ہو کر مشتاقین کی کثیر تعداد کو اپنے ملفوظات مفیدہ سے بہرہ اندوز فرمانے لگے جن میں سے بعض قلمبند بھی کر لئے گئے۔ یہ انہی ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کا عید کے دن کی مناسبت سے ''ارمغان عید'' نام بھی رکھ دیا گیا تھا۔ فقط

اہل باطل اور اہل باطل کے تصرفات میں فرق:

(۱)...... ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اہل باطل بھی تصرفات لوگوں پر کرتے ہیں اور بعض اہل حق بھی اپنے مریدوں پر تصرف کرتے ہیں تو کیا اہل حق اور اہل باطل کے تصرفات میں کچھ فرق ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ہاں فرق ہوتا ہے۔ اور اس فرق کی جو وجہ ہے وہ عجیب ہے جو ابھی سمجھ میں آئی ہے میں اول وہ فرق بتلاتا ہوں اس کے بعد اس کی وجہ بیان کروں گا وہ فرق یہ ہے کہ اہل حق کے تصرفات اتنے قوی نہیں ہوتے جتنے اہل باطل کے تصرفات قوی ہوتے ہیں۔ اور اہل حق کے تصرفات کے اتنے قوی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ

تصرفات کے اثر کی قوت کا دارومدار قوت خیالیہ پر ہے اور خیال میں قوت ہوتی ہے یکسوئی سے اور اہل حق کو اس خیال میں جو غیر ذات حق کے متعلق ہو زیادہ یکسوئی نہیں ہوتی کیونکہ اہل حق کے دل میں جو صرف ایک ہی ذات بسی ہوئی ہوتی ہے لہٰذا وہ اگر دوسری طرف توجہ کرتے بھی ہیں تب بھی وہ چیز جو ان کے دل میں بسی ہوئی ہوتی ہے ان کے دل سے نہیں نکلتی بلکہ بار باران کے دل میں وہی خیال حق تعالیٰ کا آتا رہتا ہے لہٰذا غیر حق کی طرف ان کی توجہ ہوتی ہے اس توجہ میں ان کو پوری یکسوئی نہیں ہوتی بلکہ غیر کی طرف اتنی توجہ کو کہ جس میں حق تعالیٰ کا خیال بالکل ہی نہ آئے یا مضمحل ہو جائے وہ حضرات خلاف غیرت بھی سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ عبیداللہ احرارؒ نے فرمایا کہ عارف راہمت نہ باشد۔ ہمت اصطلاح عارفین میں تصرف کو کہتے ہیں اور خلاف غیرت سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ مذاق ہوتا ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس بادشاہ سے غافل نہ ہونا، ہوسکتا ہے کہ وہ دیکھے اور تجھے پتہ نہ ہو۔

تو چونکہ اہل حق کی وہ توجہ جو غیر حق کی طرف ہوتی ہے ضعیف درجہ کی ہوتی ہے اس وجہ سے اہل حق کو اس خیال میں جو غیر حق کے متعلق ہوتا ہے پوری یکسوئی نہیں ہوتی لہٰذا اس خیال میں قوت بھی نہیں ہوتی اور قوت خیالیہ ہی پر دارومدار تھا۔ تصرف کے اثر کی قوت کا لہٰذا اہل حق کے تصرفات میں اتنی قوت بھی نہیں ہوتی جتنی اہل باطل کے تصرفات میں ہوتی ہے۔ اھ

ایک بزرگ کا واقعہ:

پھر اس کے بعد حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم نے ہندوستان کے کسی مقام کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بزرگ گنگا کے کنارے چلے جا رہے تھے۔ راستے میں انہوں نے ایک جوگی کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا اپنے چیلوں کو توجہ دے رہا ہے یہ بھی تماشے کے طور پر وہاں بیٹھ گئے بس بیٹھنا تھا کہ ان کو یہ محسوس ہوا کہ ان کے قلب میں جو کچھ نور تھا وہ سب بالکل سلب ہو گیا اور بجائے نور کے ایک سیاہی تمام قلب کو محیط ہو گئی اور یہ جی چاہنے لگا اور اس کا بے حد تقاضا ہوا کہ بس اب تو اسی کے قدموں میں رہ کر ساری عمر گزار دو۔ اب تو یہ بڑے گھبرائے کہ یہ کیا بلا آئی بہتیرا اس خیال کو دفع کرتے ہیں مگر وہ بجائے دفع ہونے کے بڑھتا چلا جاتا

ہے آخر کار ان کو اور تو کچھ سوجھا نہیں بس یہ خیال کیا کہ جہاں تک ہو سکے نفس کے اس تقاضے کے خلاف کرو اور یہاں سے چل دو۔

چنانچہ وہاں سے اُٹھے اور ان کو غصہ تو تھا ہی خوب ہی اُس جوگی کو برا بھلا کہا اور وہاں سے چلے آئے مگر اس کے بعد بھی ان کی وہی حالت رہی۔ اب یہ نہایت پریشان کہ کیا کروں مگر کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی اسی حالت میں ان کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ یہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری دستگیری فرمایئے میں تو برباد ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر تم نے ایسی حرکت ہی کیوں کی تھی یعنی اس کے پاس کیوں بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے حماقت ہوئی توبہ کرتا ہوں آئندہ کبھی ایسے شخص سے نہ ملوں گا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر اپنا دست مبارک پھیرا دست مبارک کا پھیرنا تھا کہ وہ سیاہی ان کے قلب سے بالکل رفع ہو گئی اور پھر وہی نور عود کر آیا اور بالکل اطمینان وسکون پیدا ہو گیا۔

دجّال کا تصرف:

پھر حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی نے ارشاد فرمایا کہ اہل باطل کی اسی قوت تصرف کی وجہ سے حدیث میں ارشاد ہے کہ جب تم سنو کہ دجال آیا ہے تو اس سے دور بھاگو پھر (حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی نے) فرمایا کہ دجال بھی بڑا صاحب تصرف ہو گا چنانچہ بعض لوگ اس کے تصرفات دیکھ کر اس کے معتقد ہو جائیں گے۔

سابقہ گناہوں کا سوچنا:

(۲)......ایک صاحب نے بذریعہ خط دریافت کیا کہ میں جب پچھلے گناہ یاد کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ مجھ سے پچھلے زمانہ میں کیسے کیسے گناہ سرزد ہوئے ہیں تو اس تصور کے بعد مجھ کو بڑا خوف محسوس ہونے لگتا ہے اور دل پر ایک اندھیری سی چھا جاتی ہے اور خیال ہوتا ہے کہ تیری بخشش کیسے ہوگی تو میرے لئے یہ گناہوں کا سوچنا کیسا ہے کچھ مضر تو نہیں۔

حضرت والا نے بلا اظہار نام حاضرین کو وہ خط پڑھ کر سنایا پھر ارشاد فرمایا کہ اس کے اندر دونوں احتمال ہیں۔ یعنی یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سوچنا ان کے لئے مفید ہو کیونکہ جب گذشتہ گناہوں کو سوچا جائے گا تو ندامت اور عاجزی پیدا ہوگی اور ان گناہوں سے توبہ نصیب ہوگی اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سوچنا ان کے لئے مضر ہو کیونکہ اگر انہوں نے اس مراقبہ کو جاری رکھا تو اس مراقبہ سے روز بروز ان کا خوف بڑھتا جائے گا جس سے اندیشہ ہے کہ کہیں مایوسی تک نوبت نہ پہنچے اس واسطے ان صاحب کے لئے میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ ان کو چاہیے کہ اول اس میں غور کریں کہ اس سوچنے سے جو ان کے قلب پر اثر پڑتا ہے آیا وہ اثر اعمال صالحہ کی کثرت کا سبب ہوتا ہے یا اعمال صالحہ کی قلت کا سبب ہوتا ہے اگر وہ اثر سبب ہو کثرت اعمال صالحہ کا تب تو وہ اثر محمود ہے اور چونکہ یہ گذشتہ گناہوں کا سوچنا ذریعہ ہے اس اثر کے حصول کا لہٰذا یہ سوچنا بھی مطلوب ہوگا اور اگر وہ اثر سبب ہوتا ہے قلت اعمال کا تو ایسا اثر نہ محمود ہے نہ مطلوب بلکہ مذموم ہے اور چونکہ یہ مذموم اثر پیدا ہوا ہے اس مراقبہ سے اس لئے وہ مراقبہ بھی ان کے لئے مذموم ہوگا۔ لہٰذا اس صورت میں ان کو چاہیے کہ گذشتہ گناہوں سے ایک بار پورے طور پر توبہ کر لیں اس کے بعد یہ مراقبہ ترک کر دیں اور پھر اپنے گذشتہ گناہوں کو قصداً نہ سوچیں اگر بلا قصد یاد آئیں فوراً چند بار استغفار کر کے ذکر میں مشغول ہو جائیں اس سے اس اثر میں اعتدال آ جائے گا۔

کانپور کی تقریر کا واقعہ:

(۳)...... حضرت والا نے ایک مختصر تقریر فرمائی۔ حاضرین اس تقریر کو سن کر بہت محظوظ ہوئے وہاں پر پنجاب کے ایک وکیل صاحب بھی موجود تھے وہ بھی اس تقریر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حظ تابع خیال کے ہے چنانچہ کانپور میں ایک بار میری تقریر کو سن کر ایک وکیل صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ کس ظالم نے آپ کو مولوی بنا دیا آپ کو تو بیرسٹر ہونا چاہیے تھا پھر ارشاد فرمایا کہ ان وکیل صاحب کو تو میری تقریر سن کر یہ تمنا ہوئی کہ کاش یہ بیرسٹر ہوتے مگر بفضلہٖ تعالیٰ مجھ کو کبھی اس

کی تمنا نہ ہوئی کہ میں بیرسٹر ہوتا اور انگریزی پڑھتا۔

اس کے بعد ایک صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت وہ کیا تقریر تھی جس پر ان وکیل صاحب نے یہ تمنا کی تھی کہ کاش آپ بیرسٹر ہوتے تو حضرت والا نے اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی کہ جب میں کانپور میں مدرسہ فیض عام میں مدرس اول ہو کر گیا تو میں اس قدر کم عمر تھا کہ بعض پختہ عمر کے طلبہ مجھ سے پڑھتے نہ تھے جب مجھ کو کانپور بلایا گیا وہاں اس وقت عربی کے تین مدرسے تھے جن میں سے ایک فیض عام تھا جس میں مجھ کو مدرس اول کر کے بلایا گیا تھا اور یہ مدرسہ سب سے قدیم تھا مگر میں نے چندروز اس میں رہ کر ترک تعلق کر دیا تھا دوسرا مدرسہ دارالعلوم تھا جس میں اس وقت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری پڑھاتے تھے۔ اور مولانا احمد حسن صاحب میرے کانپور جانے سے قبل اول فیض عام میں ہی پڑھاتے تھے مگر اس مدرسہ کے کارکنوں سے مولانا ناخوش ہو کر دارالعلوم میں چلے آئے تھے اور وہیں پڑھانے لگے تھے تیسرا مدرسہ جامع العلوم تھا جس میں فیض عام کے ترک تعلق کے بعد میں مقیم تھا۔ یہ مدرسہ بالکل نیا قائم ہوا تھا اور میں اس مدرسہ میں صدر مدرس تھا۔ اس زمانہ میں مدرسہ دارالعلوم میں جلسہ تھا۔ جلسہ میں لوگوں نے مجھ سے بیان کی درخواست کی اس لئے میں نے وہاں تقریر کی ۔ اس تقریر میں اول تو میں نے عوام الناس کے ایک شبہہ کا جواب دیا کہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ صاحب ایک شہر میں تین عربی مدرسوں کی ضرورت ہی کیا ہے بس ایک شہر میں ایک مدرسہ عربی کا کافی ہے تو میں نے کہا کہ ایک شہر میں متعدد مساجد کی کیا ضرورت ہے بس ایک شہر میں ایک مسجد کافی ہے تو جو جواب ہمارے اس سوال کا آپ دیں گے وہی جواب ہمارے پاس آپ کے اس اعتراض کا ہے۔ مثلاً آپ ایک شہر میں متعدد مساجد کی یہ مصلحت بیان کریں گے کہ اس میں نمازیوں کو سہولت ہوتی ہے۔ پس اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ تعدد مدارس میں بھی یہی مصلحت ہے کہ طلبہ کو سہولت ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تعدد مدارس میں ہم کو کیوں بدنام کیا جاتا ہے۔ البتہ بانیوں میں خلوص شرط ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ ایک شہر میں متعدد مدارس کی کیا ضرورت ہے۔ جب اس کا شبہ کا جواب میں اپنی تقریر میں دے چکا تو پھر میں نے

دارالعلوم کی مالی ضروریات کو ظاہر کرنا چاہا کیونکہ جلسہ کی بڑی غرض یہی ہوتی ہے مگر میں نے یہ چاہا کہ اس مضمون کو میں اس طرح بیان کروں کہ جس سے دوسرے مدارس عربیہ کی تنقیص نہ ہو اور نہ ان مدارس کو کسی قسم کا نقصان پہنچے۔ اور ساتھ ہی دارالعلوم کے لئے مالی امداد کی زیادہ ضرورت کا بھی اظہار ہو جائے۔ چنانچہ میں نے ان تینوں مدارس کی آپس کی نسبت کو بیان کیا اور کہا کہ صاحبو یہاں جو سب سے قدیمی مدرسہ ہے وہ فیض عام ہے اور چونکہ یہ مدرسہ سب سے پہلے قائم ہوا ہے اس لئے یہ مدرسہ عمر میں سب سے بڑا ہے اور یہ معلوم ہے کہ بڑوں کا حق چھوٹوں پر ہوا کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ من لم یؤقر کبیرنا فلیس منا۔ اور دارالعلوم کی مثال مثل جوان کے ہے باعتبار قوت کے بھی کیونکہ جیسے کہ جوان کی بوڑھے اور بچے دونوں سے طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح دارالعلوم بھی اپنے اندر کثرت مجمع اور تعداد طلبہ کے لحاظ سے یہاں کے دوسرے مدارس سے بڑھا ہوا ہے اور باعتبار عمر کے بھی کیونکہ وہ فیض عام کے بعد اور جامع العلوم سے قبل قائم ہوا ہے تو اس کی عمر فیض عام سے کم اور جامع العلوم سے زیادہ ہے جیسے کہ جوان بوڑھے سے عمر میں چھوٹا اور بچے سے عمر میں زیادہ ہوتا ہے اور جامع العلوم مثل بچہ کے ہے جب دارالعلوم مثل جوان کے ہے تو جس طرح جوان کی غذا بچے اور بوڑھے دونوں سے زیادہ ہوتی ہے اور اس لئے جوان ان دونوں سے مستحق خدمت بھی زیادہ ہوتا ہے لہٰذا دارالعلوم ان دونوں مدرسوں سے زیادہ مستحق خدمت ہے تو مالی خدمت تو اس وقت اس کی زیادہ کرنا چاہیے۔ باقی فیض عام بوجہ زیادت سن کے قابل تکریم وتوقیر زیادہ ہے اور جامع العلوم بوجہ کم عمری کے مستحق ترحم زیادہ ہے (احقر ضابط ملفوظ ہذا عرض کرتا ہے کہ اس تقریر کو احقر پورے طور سے ضبط نہ کرسکا اس لئے صرف اس تقریر کا حاصل ناظرین کے سامنے پیش کردیا۔

خیر یہ تقریر تو ہوئی تھی صبح کو اس کے بعد شام کو وہ وکیل صاحب مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ آپ کو کس ظالم نے مولوی بنادیا آپ کو تو بیرسٹر ہونا چاہیے تھا۔ میں نے کہا کہ کیا ہوا کہنے لگے کہ صاحب آپ نے آج اپنی تقریر میں ایسے عجیب طریقے سے جامع العلوم کی ترجیح ثابت کی ہے کہ کسی کو ناگوار بھی نہیں ہوا اور آپ کے مدرسہ کی ترجیح بھی دوسرے

مدارس پر ثابت ہوگئی میں نے کہا کہ قصداً تو کوئی مضمون ایسا بیان کیا نہیں جس سے جامع العلوم کی دوسرے مدارس پر ترجیح ہو اور اگر بلا قصد کوئی ایسا مضمون بیان ہوگیا تو مجھ کو بتلا دیجئے۔ کہنے لگے کہ صاحب آپ نے جو جامع العلوم کو بچہ کہا اور دارالعلوم کو جوان اور فیض عام کو عمر میں سب سے زیادہ کہا تو بظاہر تو آپ نے اپنے مدرسہ جامع العلوم کو سب سے گھٹا دیا مگر درحقیقت سب سے بڑھا دیا کیونکہ فیض عام پر تو یوں ترجیح ہوئی کہ فیض عام کی عمر سب سے زیادہ ہے تو گویا وہ مثل بوڑھے کے ہوا اور بڑھاپے میں ہر چیز کے اندر انحطاط ہونے لگتا ہے تو گویا اس کا تنزل کا زمانہ شروع ہوگیا اور دارالعلوم کو آپ نے جوان کہا مگر جوانی کے بعد بوڑھاپا ہے تو گویا اس کا بھی تنزل کا زمانہ قریب ہے اور جامع العلوم کو آپ نے بچہ کہا اور بچہ گو اس وقت بچہ ہے مگر روز بروز بڑھ رہا ہے اور ترقی کر رہا ہے اور ابھی اس کے پاس اپنی ترقی کو جاری رکھنے کے لئے ایک وسیع زمانہ موجود ہے تو گویا آپ نے اس تقریر سے اپنے مدرسہ کی ترقی اور دوسرے مدارس کا تنزل ثابت کر دیا اور یہ آپ کی تمثیل ایسی ہوئی کہ جیسے ملا دو پیازے نے شاہ ایران کے اس پوچھنے پر کہ ہم میں اور تمہارے بادشاہ میں کیا نسبت ہے کہا تھا کہ حضور آپ بدر ہیں اور ہمارے بادشاہ ہلال ہیں تو اپنے بادشاہ کی سلطنت کا ہلال سے تشبیہ دی تھی اور شاہ ایران کی سلطنت کو بدر کے مشابہ کہا تھا جس سے شاہ ایران بہت خوش ہوا تھا کہ انہوں نے مجھ کو اپنے بادشاہ پر بھی ترجیح دی۔

جب ملا دو پیازے ہندوستان واپس ہوئے اور بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو ان سے جواب طلب ہوا کہ تم نے ایسی بات کیوں کہی جس سے شاہ ایران کے مقابلہ میں ہماری تنقیص ہوئی انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جس سے آپ کی تنقیص ہو بلکہ وہ بات کہی ہے کہ جس سے آپ کو ان پر ترجیح ہوتی ہے چنانچہ میں نے شاہ ایران کی سلطنت کی مثال بدر کے ساتھ دی تھی اور بدر چاند کو اس وقت کہتے ہیں کہ جب وہ پورے طور پر بڑھ چکتا ہے کہ اس کے بعد اس کا بڑھنا بالکل موقوف ہو جاتا ہے اور روز بروز گھٹنا شروع ہو جاتا ہے تو گویا اس وقت اس کی ترقی کا زمانہ ختم ہو چکتا ہے اور تنزل کا زمانہ

قریب ہو جاتا ہے اور آپ کی سلطنت کی مثال ہلال کے ساتھ دی تھی اور ہلال کی ترقی کا زمانہ شروع ہوتا ہے اور روز بروز ترقی کرتا چلا جاتا ہے تو میں نے اس مثال میں شاہ ایران کو یہ بتلا دیا کہ تمہاری سلطنت عنقریب ختم ہونے والی ہے اور ہمارے بادشاہ کی سلطنت کو روز بروز ترقی ہوگی تو بادشاہ اس جواب سے خوش ہوا اور ملا جی کی ذہانت کی تحسین کی تو جیسے اس مثال سے ظاہراً تو شاہ ایران کی ترجیح ظاہر ہوتی تھی مگر درحقیقت اپنے بادشاہ کی شاہ ایران پر ترجیح تھی اسی طرح آپ نے جو مثال دی تھی اس سے ظاہراً تو دوسرے مدارس کی ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو آپ کے مدرسہ کی ترجیح دوسرے مدارس پر معلوم ہوگی۔

میں ہنسنے لگا کہ میرے تو خواب میں بھی یہ مضمون نہیں آیا۔ پھر ایک مدت طویلہ کے بعد ان وکیل صاحب کو ایک بار پھر میری کسی تقریر میں شرکت کا اتفاق ہوا تو اس مرتبہ بھی میری تقریر کا ان پر بے حد اثر ہوا مگر چونکہ اب ان وکیل صاحب پر دینی رنگ کا زیادہ غلبہ ہو چکا تھا اس لئے اس وقت میری تقریر کو سن کر بجائے اس کے کہ وہ میرے لئے مثل سابق بیرسٹری تجویز کرتے جھوم جھوم کر مجھ کو مخاطب بنا کر یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

تو مکمل از کمالِ کیستی　　　تو منور از جمالِ کیستی

تو کس کے کمال سے مکمل ہے، تو کس کے جمال سے منور ہے۔

مجھ کو بھی اسوقت کچھ جوش تھا اس لئے میں نے بھی جواب دیا کہ۔

من منور از جمالِ حاجیم　　　من مکمل از کمالِ حاجیم

میں حضرت حاجی صاحبؒ کے جمال سے منور ہوں، میں حضرت حاجیؒ کے کمال سے مکمل ہوں۔

تو اس تقریر کا واقعہ یہ تھا۔

کسی کو شیخ اور ولی کہنا:

(۴)..... فرمایا کہ اگر کوئی شخص اصلاح اخلاق کے فن کو جانتا ہو اور تربیت باطن کے طریقوں سے واقف ہو تو اس شخص کی نسبت یہ تو جائز ہے کہ اس کو شیخ کہا جائے لیکن کسی شخص کی نسبت یہ دعویٰ کرنا کہ وہ ولی ہے جائز نہیں کیونکہ شیخ تو اس کو کہتے ہیں کہ جو فن تربیت سے واقف

ہواور کسی کی فن دانی کا علم دوسرے شخص کو ہوسکتا ہے اور اس علم کی بناء پر اس فن کے جاننے کا حکم بھی صحیح ہوسکتا ہے۔ بخلاف ولایت کے کہ ولایت نام ہے عند اللہ تعالیٰ مقرب ومقبول ہونے کا اور اس کا علم کسی کو نہیں ہوسکتا (یعنی یقین کے ساتھ نہیں ہوسکتا (یعنی یقین کے ساتھ نہیں ہوسکتا گو آثار وعلامات سے ظن ہوسکتا ہے مگر دعویٰ جازم کے لئے ظن کافی نہیں)

جب یہ معلوم ہوگیا کہ ہر اس شخص کو جو فن تربیت باطنی سے واقف ہو شیخ کہہ سکتے ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص شیخ طریقت ہو مگر ولی نہ ہو اس طرح سے کہ وہ متقی نہ ہو۔ کیونکہ شیخ کہتے ہیں فن دان کو اور فن دانی کے لئے تقویٰ طہارت شرط نہیں۔ مگر اس پر ایک شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ پھر شیخ کامل کی علامت میں تقویٰ طہارت کو کیوں داخل کیا گیا ہے کیونکہ طالب کو تو صرف تعلیم وتربیت مقصود ہے اور یہ مقصود ہر اس شخص سے حاصل ہوسکتا ہے جو اس فن کو جانتا ہو عام اس سے کہ وہ متقی ہو یا غیر متقی تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ کامل کے شرائط میں جو تقویٰ کو داخل کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر متقی کی تعلیم وتربیت میں وہ برکت نہیں ہوتی جو ایک متقی شیخ کی تعلیم میں ہوتی ہے اور اس فرق کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شیخ متقی اپنے متعلقین کی تعلیم وتربیت میں موید من اللہ تعالیٰ ہوتا ہے یعنی شیخ متقی کے قلب میں طالب کی اصلاح کے متعلق ایسے مفید اور لطیف طریقے وارد ہوتے ہیں جن سے غیر متقی محروم ہوتا ہے مثلاً اگر شیخ متقی ہے تو اس کی تعلیم کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ اس کی ذرا سی تعلیم سے طالب کے سالہا سال کے امراض بہت جلد زائل ہو جاتے ہیں۔ بخلاف غیر متقی کے کہ اس کی تعلیم میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اس لئے طالب کو شیخ متقی تلاش کرنا چاہیے۔ اس برکت کے اعتبار سے کامل شیخ وہی ہے جو متقی بھی ہو۔ اسی وجہ سے شیخ کی شرائط میں تقویٰ وطہارت کو داخل کیا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ بدوں تقویٰ وطہارت کے شیخ کامل بالمعنی مذکور نہیں ہوسکتا گو مطلق شیخ ہوسکتا ہے۔

تاریخ مختلف فیہ ہونے کی صورت میں عرفہ کے روزہ کا ثواب:

(۵)...... چونکہ امسال رویت ذی الحجہ کی مختلف فیہ تھی اس لئے عرفہ کے روزہ کے متعلق ایک صاحب نے سوال کیا کہ عرفہ کا روزہ جو ہم لوگوں نے رکھا ہے تو کیا اس روزہ کا ثواب ہم کو وہی

ملے گا جو واقعی عرفے کے دن روز کا ہوتا ہے کیونکہ دوسری جگہ سے ذی الحجہ کے چاند کی جو خبریں آئی ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں ذی الحجہ کا چاند انتیس کو نظر آیا تھا لہٰذا ان کے حساب سے تو پرسوں عرفہ تھا کل نہ تھا تو اس حساب سے کل جو روزہ رکھا گیا وہ عرفے کے دن کا روزہ نہ ہوا۔

فرمایا کہ یہاں کا عرفہ کل ہی تھا پرسوں نہ تھا اور جو روزہ رکھا گیا وہ عرفے ہی کا روزہ ہے اور اس روزہ کا ثواب ہم کو وہی ملے گا جو عرفہ کے روزہ کا ملتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت نے ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلّف نہیں فرمایا بلکہ صرف اس بات کا مکلّف کیا ہے کہ جو بات قواعد شرعیہ سے ہم کو تحقیق ہو جائے اس پر عمل کریں خواہ واقع میں وہ بات ہو یا نہ ہو مثلاً شریعت کا حکم ہے کہ عین طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے پس جب ہم کو آفتاب کا کنارا نظر آ جائے اس وقت صبح کی نماز پڑھنے کو ناجائز کہیں گے حالانکہ اس وقت کے اصول ریاضی سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس وقت آفتاب کی ٹکیہ نظر آتی ہے اس وقت آفتاب کا حقیقی طلوع نہیں ہوتا بلکہ اس کے بعد ہوتا ہے کیونکہ طلوع نام ہے آفتاب کے اس نقطہ سے اوپر آ جانے کا جس کو اُفق کا نقطہ کہتے ہیں اور یہ بات آجکل ثابت ہو چکی ہے کہ جس وقت آفتاب کا قُرص ہم کو نظر آتا ہے اس وقت واقع میں وہ قُرص اس نقطہ سے اوپر نکلا نہیں ہوتا نیچے ہی رہنے کی حالت میں نظر آ جاتا ہے پس اگر واقع کا اعتبار کیا جائے تو وہ وقت طلوع آفتاب کا نہ ہوا اور ممانعت بھی نماز کی صرف طلوع کے وقت تو چاہیے تھا کہ اس وقت بھی نماز جائز ہو جاتی مگر چونکہ شریعت نے ہم کو واقع پر عمل کرنے کا مکلّف نہیں فرمایا بلکہ جو بات احکام شرعیہ سے ثابت ہو صرف اس پر عمل کرنے کا ہم کو حکم دیا ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ جب طلوع تم کو محسوس ہو نماز مت پڑھو خواہ واقع کچھ ہی ہو۔

اسی طرح حکم ہے کہ غروب آفتاب سے قبل افطار ناجائز ہے بعد غروب جائز ہے تو جس وقت تک آفتاب کی ٹکیہ کا کچھ بھی حصہ ہم کو نظر آتا رہتا ہے اس وقت تک افطار کو ناجائز نہیں کہیں گے کیونکہ جب آفتاب کی ٹکیہ کا کچھ حصہ ہم کو نظر آ رہا ہے تو شرعاً وہ وقت غروب آفتاب کا نہیں کہلایا جا سکتا لیکن ریاضی کے قواعد سے یہ بات ثابت ہے کہ اس وقت آفتاب غروب ہو چکا ہوتا ہے اور وہ ہم کو اُفق سے نیچے ہی ہونے کی حالت میں نظر آتا ہے تو

اگر واقعہ کا اعتبار کیا جاتا تو اس وقت افطار کو جائز کر دیا جاتا اگر چہ آفتاب کا کچھ حصہ ہم کو نظر آ رہا ہوتا مگر شریعت نے یہاں بھی واقعہ پر عمل کرنے کا ہم کو مکلف نہیں کیا بلکہ قواعد شرعیہ کی رو سے جو بات ثابت ہے اس پر عمل کا حکم فرمایا ہے خواہ واقع میں اس وقت غروب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ پس ٹھیک اسی طرح چاند کی تحقیق کے جو قواعد شریعت نے ہم کو بتلائے ہیں جب ہم نے ان قواعد کے موافق چاند کی تحقیق کر لی اور اس تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ آج انتیس کو چاند نہیں ہوا تو بس شرعاً یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہمارے یہاں آج چاند نہیں بس ہم کو اس پر عمل کرنا چاہیے اور اس حساب سے ہمارے یہاں جو نویں تاریخ ہو گی وہ عرفہ ہے اور ہم کو اس کا ثواب وہی ملے گا جو واقعی عرفہ کے روزہ کا ملتا۔ اور انتیس تاریخ کو چاند کے نظر آنے کی جو خبریں دوسری جگہ سے ہمارے پاس آئی ہیں وہ شرعاً معتبر نہیں لہٰذا ہم کو ان خبروں کی بناء پر اپنے روزہ میں شک نہ کرنا چاہیے اور اگر کسی کو شک پیدا بھی ہو جائے کہ دوسرے شہروں سے جو خبریں آئی ہیں ان سے تو ثابت ہوتا ہے کہ کل عرفہ کا دن نہ تھا تو اس کو اپنے نفس کی مخالفت کرنا چاہیے کیونکہ یہ تو بندگی ہے کوئی بھائی بندی تھوڑا ہی ہے کہ جس بات کو دل چاہا کر لی اور جس بات کو دل نہ چاہا نہ کیا بلکہ جو حکم ہو گا وہ کیا جائے گا خواہ وہ اپنی طبیعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اور حضرت بڑی خیریت ہوئی کہ شریعت نے جو ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلف نہیں فرمایا کیونکہ اگر ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلف کیا جاتا تو ہم سخت دشواریوں میں پھنس جاتے چنانچہ اس وقت دو مثالیں میں بیان کرتا ہوں اس سے بخوبی سمجھ میں آ جائے گا کہ اگر ہم کو واقعہ پر عمل کا مکلف کیا جاتا تو ہم کو کتنی زحمت پیش آتی۔

مثلاً ایک شخص ہے اس کی بیوی اس کے پاس کھانا لائی تو اب اس کو کیا معلوم ہے کہ اس کھانے کے اندر زہر نہیں ملا ہوا۔ اگر کہئے کہ صاحب اس کو تو بیوی نے پکایا ہے اور بھلا بیوی ایسی بیوفائی کب کر سکتی ہے تو یہ کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ اگر جگہ ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ بیوی نے خاوند کے ساتھ بے وفائی کی ہے اور خاوند کو اپنی نفسانی غرض کے پیچھے زہر دے کر ختم کر دیا ہے تو اگر آپ پر یہاں واقعہ کی تحقیق واجب کی جاتی تو نتیجہ اس کا یہ ہوتا کہ آپ بھوکوں مرنے لگتے۔ کیونکہ ایسے احتمالات تو ہر جگہ ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح یک شخص کی

شادی ہوتی ہے۔رات کے وقت عورتیں اس کی خوابگاہ میں ایک عورت کو بھیج دیتی ہیں تو اب اس مرد کو کیا معلوم کہ یہ وہی عورت ہے جس کا مجھ سے نکاح ہوا ہے کیونکہ اس مرد نے تو اس عورت کو دیکھا نہ تھا باقی رہا عورتوں کا کہنا کہ یہ تیری بیوی ہے جزماً معتبر نہیں۔ تو اگر شریعت نے جن قواعد کی رو سے اس عورت کو اس مرد کے لئے حلال کیا ہے اگر ان قواعد کا اعتبار نہ کیا جاتا بلکہ واقعہ پر عمل کا مکلّف کیا جاتا تو اس مرد کو اس عورت سے صحبت کرنا حرام ہو جاتا کیونکہ ابھی یہی ثابت نہیں کہ یہ اس کی منکوحہ ہے اور غیر منکوحہ سے صحبت جائز نہیں پس اگر واقعہ پر عمل کا مکلّف کیا جاتا تو اس مرد کو کس قدر دشواری پیش آتی۔

ولی کی دو قسمیں:

(۶)......فرمایا ولی کی دو قسمیں ہیں ایک ولی کامل دوسرے ولی متوسط۔ ولی متوسط کی پہچان تو آسان ہے کیونکہ اس میں بعض ایسی صفات ہوتی ہیں کہ جن کو عوام الناس بھی علامات ولایت سمجھتے ہیں بخلاف ولی کامل کے کہ اس کے اندر کوئی امتیازی شان نہیں ہوتی بلکہ ولی کامل کی شان بالکل انبیاءؑ کی سی ہوتی ہے اور انبیاءؑ کی سادگی کا یہ حال تھا کہ کفار ان کے متعلق کہا کرتے تھے کہ مالھٰذا الرسول یأ کل الطعام و یمشی فی الاسواق۔ کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ جیسے ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی کھاتے پیتے ہیں جیسے ہم اپنے انتظام معاش کے لئے بازاروں میں آتے جاتے ہیں یہ بھی آتے جاتے ہیں اسی وجہ سے ولی کامل کی شناخت ہر شخص کا کام نہیں بلکہ بہت مشکل ہے حتیٰ کہ عوام تو کیا بعض اوقات ایک ولی کو دوسرے ولی کی پہچان مشکل ہے۔ اسی لئے ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ یہ جو مقولہ مشہور ہے کہ ولی را ولی میشناسد یہ صحیح نہیں کیونکہ اولیاء کی شانیں مختلف ہوتی ہیں تو ایک شان کا ولی دوسری شان والے کو کیسے پہچانے گا بلکہ صحیح یہ ہے کہ ولی را نبی می شناسد کیونکہ نبی میں سب شانیں کمالات کی جمع ہوتی ہیں اس لئے اولیاء کی شانوں کی بھی ان کو معرفت ہوتی ہے۔

شیخ کامل:

(۷)......فرمایا کہ شیخ کامل وہ ہے جو اپنے مقام سے اتر کر طالب کی تعلیم و تربیت کرے کیونکہ اگر شیخ نے طالب کے مقام پر نزول نہیں کیا بلکہ اپنے مقام پر رہ کر طالب کی تربیت کرنا

چاہے تو اس سے طالب کو نفع نہیں ہو سکتا جیسے کہ استاد کامل وہ ہے کہ جب وہ کسی اپنے شاگرد کو میزان پڑھائے تو شاگرد کے مقام پر اتر کر میزان پڑھائے اور جو استاد اپنے مقام پر رہ کر میزان پڑھانا چاہے گا تو وہ استاد کامل نہیں نہ اس سے اُس کے شاگرد کو کچھ نفع پہنچے گا۔

اہل باطل کے اعتراضات کے جوابات:

(۸)......فرمایا کہ اہل باطل جب اہل حق پر اعتراض کرتے ہیں اور اہل حق اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں تو بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ عام لوگوں کی سمجھ میں وہ اعتراض تو جلد آ جاتا ہے مگر اس اعتراض کا جو جواب دیا جاتا ہے وہ دیر میں سمجھ میں آتا ہے بلکہ بعض مرتبہ نہیں آتا تو اس سے لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ اعتراض صحیح ہے اور اس کا جو جواب دیا گیا وہ کافی نہیں حالانکہ لوگوں کا یہ سمجھنا غلط ہے کیونکہ اعتراض کے جلد سمجھ میں آ جانے کی اور جواب کے دیر میں سمجھ میں آنے کی وجہ اس جواب کا ناکافی ہونا اور اس اعتراض کا صحیح ہونا نہیں ہے بلکہ اعتراض اور جواب کے مناشی پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی وجہ دوسری ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ غور کرنا چاہیے کہ اعتراض کا منشاء کیا ہوا کرتا ہے یعنی وہ کیا چیز ہے جس سے اعتراض پیدا ہوتا ہے سو امر حق پر جو اعتراض کیا جاتا ہے اس کا اصلی منشاء اور حقیقی سبب یہ ہوتا ہے کہ معترض کی نظر سے کوئی نہ کوئی ضروری مقدمہ مخفی ہوتا ہے خواہ اس کو اس ضروری مقدمہ کا علم پہلے ہی سے نہ تھا یا پہلے سے تو تھا مگر اس وقت وہ ذہن میں مستحضر نہیں رہا پس اس ضروری مقدمہ کے علم نہ ہونے سے معترض کے دل میں وہ اعتراض پیدا ہوتا ہے اور کسی بات کا علم نہ ہونا یہی جہل ہے پس معلوم ہوا کہ غلط اعتراض کا منشاء اور سبب ہمیشہ جہل ہوتا ہے اور آج کل جہل کی کثرت ہے بخلاف جواب کے کہ اس کا منشاء اور سبب ہوتا ہے علم اور علم آج کل ہے نہیں پس جو جواب کا منشاء ہے وہ تو لوگوں میں ہے نہیں اور جو اعتراض کا منشاء ہے وہ لوگوں میں موجود ہے اس لئے اعتراض تو جلد سمجھ میں آ جاتا ہے اور جواب سمجھ میں نہیں آتا۔

مسئلہ تقدیر:

مثلاً ایک مسئلہ تقدیر ہی ہے کہ باوجود اس کے کہ یہ ایسا متفقہ اور یقینی مسئلہ ہے کہ جس کا مدعی صرف اسلام ہی نہیں بلکہ ہر مذہب سماوی کے اندر اس مسئلہ کے دلائل موجود ہیں بلکہ ہر

عاقل صرف عقلی دلائل سے اس مسئلہ کے تسلیم کرنے پر مجبور ہے تو باوجود اس مسئلہ کے اس قدر یقینی ہونے کے اس مسئلہ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں وہ تو عوام الناس کی سمجھ میں جلد آ جاتے ہیں اور علماء اور حکماء کی طرف سے جو اس کا جواب دیا جاتا ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا اور اس سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے بعض دفعہ خیال کیا جاتا ہے کہ جواب کافی نہیں ہوا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ اس کی وجہ وہی ہے کہ چونکہ یہ مسئلہ نہایت دقیق ہے اس لئے اس کا جواب بھی اعلیٰ درجہ کے علم سے ناشی ہوتا ہے اور علم لوگوں میں ہے نہیں اور اعتراض کا منشاء لوگوں میں موجود ہے اس لئے اس مسئلہ پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ تو سمجھ میں جلد آ جاتا ہے اور جو اس کا جواب دیا جاتا ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا۔ ختم ہوا انموذج الملفوظات جزو اول ملقب بہ ارمغان عید۔

انموذج الملفوظات
جزو دوم

تمہیدی نوٹ: احقر نے اپنی اسی دو سال چار ماہ کی رخصت کے شروع میں کچھ حضرت والا کے ملفوظات قلمبند کئے تھے پھر چونکہ اشرف السوانح کا کام سرگرمی کے ساتھ ہونے لگا اس لئے وہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ان ملفوظات کے دو حصوں میں سے پہلے حصہ کا نام تو بمناسب مضمون یہ تجویز کیا گیا تھا ''دنیا کی پستی اور دین کی مستی'' اور اس کے دوسرے حصے کو ''سرمایۂ ہستی'' کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ فقط

حصہ اول ملقب بہ دنیا کی پستی اور دین کی مستی

مجلس صبح چہار شنبہ ۱۴۔ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

حضرت والاؒ کے والد گرامی کا تدبّر اور حُسن اِنتظام:

(۱)...... یہ ذکر تھا کہ انگریزی پڑھے لکھوں نے اتنی جائیدادیں پیدا نہیں کیں جتنی پرانے لوگ کر گئے۔ کیونکہ وہ عاقل اور منتظم بھی بہت ہوتے تھے اور انہوں نے آج کل کے نو تعلیم یافتوں کی طرف فضول اخراجات بھی نہیں بڑھا رکھے تھے۔ فرمایا کہ والد صاحب شیخ الٰہی بخش رئیس میرٹھ کے یہاں کارندہ تھے اور صرف چودہ روپیہ ماہوار تنخواہ تھی اور عمر بھر چودہ روپیہ

ہی تنخواہ رہی۔ چنانچہ انتقال کے بعد بھی ان کی تنخواہ تا تاریخ انتقال یہاں اسی شرح سے آئی تھی لیکن چونکہ شیخ الٰہی بخش صاحب ان کو بہت مانتے تھے اس لئے کمسریٹ کے ٹھیکے لینے کی بھی اجازت دے رکھی تھی کیونکہ ملازمت کی حالت میں بلا ان کی اجازت کے اور کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ ان ٹھیکوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ ہزاروں روپیہ کمائے۔ بہت سی جائیداد خریدی۔ مکان بنوائے۔ بڑی بڑی تقریبیں کیں۔ شادیوں میں اتنا خرچ کیا کہ قصبہ بھر میں شہرت تھی۔ اتنا کمایا لیکن انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتے تھے۔ نہ عربی پڑھی تھی۔ البتہ فارسی پڑھی تھی۔ وہ بھی زیادہ نہیں اس زمانہ میں عموماً گلستان بوستان اور بہار دانش تک فارسی پڑھائی جاتی تھی لیکن استاد اس زمانہ میں فارسی لکھوایا کرتے تھے اس لئے فارسی لکھنے کی مشق بہت تھی۔ لیٹے لیٹے فارسی میں خطوط بے تکلف لکھوایا کرتے تھے اور بہت سلیس عبارت ہوتی تھی ایسی کہ میں نہیں لکھ سکتا تھا حالانکہ میں نے فارسی بہت زیادہ پڑھی تھی۔

اس زمانہ چھوٹے چھوٹے تنخواہ دار بڑے بڑے عاقل اور منتظم و مدبر ہوا کرتے تھے۔ اب بھی ریاستوں میں بعض بعض دس دس روپیہ کے کارندے ایسے موجود ہیں جو عقل و دانشمندی اور انتظام میں گورنمنٹ کے ہزار ہزار روپیہ تنخواہ پانے والوں سے بھی بدر جہا بڑھے ہوئے ہیں۔ گورنمنٹی ملازموں میں جو ایم اے۔ بی اے ہیں اتنی معاملہ فہمی نہیں جتنی ان میں ہے۔ مگر ہاں کوٹ پتلون بیچاروں کے پاس نہیں ہے۔ البتہ ان لوگوں میں سے وہ جن کو پرانے لوگوں سے تعلیم حاصل ہے مستثنیٰ ہیں۔ جو پرانے لوگ تھے وہ کام کے لوگ تھے سمجھدار تھے۔ اور یہ محض دکھلاوے کے ہیں وہ لوگ ایسے سمجھدار ہوتے تھے کہ والد صاحب نے اسی وقت سے کہ جب میں پاجامہ بھی نہیں پہنتا تھا میرے لئے یہ تجویز کیا تھا کہ اس کو عربی پڑھاؤں گا اور بھائی کے لئے یہ تجویز کیا تھا کہ اس کو انگریزی پڑھاؤں گا۔ بچپن ہی سے مناسبت کا اندازہ کر لیا تھا اور پھر یہ کہ گو وہ دنیادار تھے لیکن مجھ کو عربی بڑے شوق سے پڑھوائی اور گو ماں باپ عموماً انگریزی پڑھنے والے لڑکے کو زیادہ چاہتے ہیں لیکن والد صاحب کو میرے ساتھ تو عشق تھا بھائی کے ساتھ متعارف برتاؤ تھا۔ بھائی پر مجھ کو علم دین کی وجہ سے ترجیح دیتے تھے۔

(استفسار پر فرمایا کہ) ان کی حیات میں ہی فارغ التحصیل ہو گیا تھا اور کانپور میں

مدرس بھی ہو گیا تھا بلکہ کانپور تشریف لا کر مجھے پڑھاتے ہوئے دیکھ بھی لیا تھا۔ مولانا احمد حسن صاحب جو کانپور کے دوسرے مدرسہ میں تھے مدرس تھے ان سے بھی ملنے گئے تھے حالانکہ وہ مدرسہ ہمارے مدرسہ کا ایک درجہ میں مخالف تھا لیکن اس زمانہ میں ایسے اختلافات کا اثر نفرت اور انقطاع کی حد تک نہیں پہنچتا تھا۔ عالم اور بزرگ سمجھ کر بہت محبت اور عقیدت سے ملنے گئے وہاں سے لوٹ کر مجھ سے کہا کہ بھائی وہ تو بڑی محنت کرتے ہیں تم اتنی محنت نہ کرنا کہیں دماغ خراب ہو جائے۔ میں نے کہا میں محنت نہیں کرتا لیکن پھر اسباب ایسے جمع ہو گئے کہ محنت کرنا ہی پڑی کیونکہ کام کرتے کرتے کام کرنے کا شوق ہو جاتا ہے۔

غرض والد صاحب مجھے کانپور میں مدرسی کرتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مجھے عربی پڑھا کر بہت خوش تھے۔ میں اس زمانہ میں بہت نازک مزاج تھا جس کا اب بھی اثر ہے۔ بعض ناگوار واقعات ایسے ہوئے کہ میں نے کہا کہ میں نوکری چھوڑنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ ہم نے جو اجازت تمہیں نوکری کی دی ہے وہ تنخواہ کی وجہ سے نہیں (کیونکہ والد صاحب خود میرے کفیل تھے اور مجھے ضرورت ملازمت کی نہ تھی) ہم نے تو اس واسطے نوکری کی اجازت دی ہے کہ تازہ تازہ کتابیں پڑھی ہیں۔ اچھا ہے پڑھانے میں آ جائیں گی تو پکی ہو جائیں گی۔ لہٰذا چھوڑنے میں جلدی نہ کرو غور کرو۔ اس قدر نزاکت نہیں چاہیے۔ جتنے شبہات میں نے لکھے تھے سب کے جواب دیئے کہ اس کی یہ وجہ ہو سکتی ہے اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے غرض سب کی توجیہات لکھ کر مجھے بھیج دیں۔

ایک دفعہ بھائی نے اعتراض کیا کہ اشرف علی جو مانگتا ہے آپ بے دریغ دے دیتے ہیں۔ میں کچھ مانگتا ہوں تو بہت کاوش کرتے ہیں۔ حساب لیتے ہیں۔ والد صاحب نے فرمایا کہ بھائی مجھے اس پر رحم آتا ہے۔ وہ جو کچھ مجھ سے لیتا ہے میری زندگی ہی تک ہے میرے مرنے کے بعد یاد رکھو وہ میرے مال و متاع سے بالکل علیحدہ رہے گا۔ کچھ نہ لے گا تعجب ہے انہیں اس کی پہلے سے کیسے خبر ہو گئی۔ یہ تو نہیں کہ میں نے ان کے ترکہ میں سے کچھ نہ لیا ہو۔ ہاں ایسا نہیں لیا جیسا اور لوگ لیتے ہیں بہت سا مشتبہ مال نہیں لیا اور ان کی زمینداری وغیرہ اب کچھ میرے قبضہ میں نہیں۔

بھائی کی اور میری تعلیم کا فرق:

بہر حال انہوں نے کچھ آثار اسی وقت اس قسم کے دیکھ لئے ہوں گے۔ مجھ کو بچپن ہی سے کچھ منجانب اللہ شوق تھا دین کی باتوں کا۔ اس زمانہ میں کہ جب میں بہت کم عمر تھا لیکن اتنا بڑا تھا کہ کچھ معمولی سودا سلف بازار سے لے آتا تھا اور میرٹھ میں بازار ذرا دور تھا راستہ میں مسجدیں پڑتی تھیں تو مجھے یاد ہے کہ نو دس بجے صبح کا وقت ہوتا تھا مگر جہاں مسجد نظر آئی بے وقت مسجد کے اندر گیا اور سیدھا ممبر پر جا چڑھا اور خطبہ کے طور پر جو یاد آیا پڑھ پڑھا کر پھر سودا لینے بازار جاتا۔ گو وہ کھیل کود کا زمانہ تھا مگر اس وقت بھی مسجد سے اس قدر محبت تھی۔ یہ میرا کھیل تھا۔ یہ سب منجانب اللہ تھا۔ ہونے والی بات اور جب ہم دونوں بھائی شرارت کرتے تو ہمیشہ وہ ان کو زیادہ مارتے۔ میں بہت کم پٹتا۔ تائی صاحبہ نے ایک بار والد صاحب سے کہا بیٹا یہ کیا بات ہے کہ تم ایک کو تو کچھ نہیں کہتے اور ایک کو پیٹتے ہو۔ فرمایا بھابی صاحبہ یہ چھوٹا ہی شرارت سکھلاتا ہے بڑے کو۔ دوسرے یہ بڑا تو سبق یاد کر لیتا ہے اور یہ چھوٹا یاد نہیں کرتا اس لئے اس پر غصہ آتا ہے۔ گو میں نے عربی پڑھی اور بھائی نے انگریزی مگر اللہ کا شکر ہے کہ بھائی کو تو عربی پڑھنے کی حسرت رہی جن کو انگریزی کی بدولت حکومت ثروت بڑی تنخواہ سب ہی کچھ ترقی نصیب ہوئی اور وہ بھی اُس تعلیم کا اثر تھا جو والد صاحب کی صحبت سے پیدا ہوا تھا اور ہماری بڑی ترقی یہ ہوئی کہ پچاس روپیہ کی تنخواہ ہوگئی لیکن وہی اللہ کی بڑی نعمت معلوم ہوتی تھی کیونکہ طالب علمی ہی کے زمانہ سے کبھی دس روپیہ ماہوار کی تنخواہ سے آگے ذہن نہیں گیا۔ جب تنخواہ کا خیال کرتا تھا ہمیشہ یہی ذہن میں آتا تھا کہ ہم دو میاں بیوی بس پانچ پانچ روپیہ فی کس کے حساب سے دس روپیہ کی تنخواہ کافی ہوگی تو پچاس روپیہ کی تنخواہ تو اس سے پانچ حصہ زیادہ تھی۔ بڑی نعمت معلوم ہوتی تھی۔

بھائی نے انگریزی پڑھی تو ان کی پانچ سو تک تنخواہ ہوگئی تھی میونسپلٹی بریلی کے سیکرٹری تھے لیکن باوجود اس کے الحمدللہ مجھے کبھی اس کا وسوسہ بھی نہیں آیا کہ ہم انگریزی پڑھتے تو ہماری بھی اتنی تنخواہ ہوتی اگر ہزار روپیہ بھی بھائی کی تنخواہ ہوتی تب بھی یہ حسرت نہ ہوتی اور

اس کا افسوس نہ ہوتا کہ ہم نے انگریزی کیوں نہ پڑھی۔ انہیں البتہ بارہا افسوس ہوا کہ والد صاحب نے انہیں بھی عربی کیوں نہ پڑھائی۔ مجھے کبھی افسوس نہ ہوا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جتنا مجھے لطف حاصل تھا اتنا انہیں نہیں تھا۔ ثروت تو تھی مگر لذت نہیں تھی اور اصل چیز راحت اور لذت ہے اور وہ ملتی ہے خدا کے نام میں۔ حالانکہ ہماری نماز ہی کیا ہے محض ضابطہ پورا کرنا ہے نہ ترتیل نہ تعدیل ارکان نہ خشوع وخضوع۔ اس پر میں کہا کرتا ہوں ؎

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند　　　صاف اگر باشد ندانم چوں کند

مٹی ملا ہوا لقمہ جب دیوانہ کر رہا ہے اگر صاف ہوگا تو کیا کرے گا۔

جب شراب میں میل ملا ہوا ہے خطرات وخواہشات نفسانیہ کا اس پر تو یہ حالت ہے کہ مجنوں کئے دے رہی ہے اور جن کو خدا نے صاف دی ہے ان کا کیا کہنا ہے۔ جب ہمیں یہ لطف حاصل ہو رہا ہے تو ان کا کیا حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام لینے کی توفیق دے دے تو پھر کیا چیز ہے خزانہ مگر چونکہ دنیا ضرورت کی چیز ہے اس لئے مانگنا بھی چاہیے اور تدبیر بھی کرنا چاہیے۔ مگر یہ مقصود بالغیر ہے مقصود بالذات نہیں اور دین مقصود بالذات ہے۔ اول تو دین کا علم حاصل کر کے بقدر ضرورت دنیا بھی ملتی ہے اور وہ بھی عزت اور راحت کے ساتھ لیکن اگر بالفرض نہ بھی ملے تو چونکہ دین تو خود مقصود بالذات ہے اس لئے حسرت نہیں ہوتی بخلاف انگریزی کے کہ اس سے مقصود ہی دنیا ہوتی ہے اور وہ آج کل اکثر نہیں ملتی تو وہاں سوائے حسرت کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اور ہمارا تو امتحان نہیں ہوا۔ اہل اللہ کے تو بڑے بڑے امتحان ہوئے ہیں فقر وفاقہ میں جیسے وہ خوش رہتے تھے۔ کوئی دنیا دار رہ نہیں سکتا (اس کے بعد ایک صاحب آڑ میں آ کر بیٹھ گئے ان پر مجلس کے ختم تک لتاڑ پڑتی رہی اور اس کی مفصل خرابیاں بیان فرماتے رہے جو بعد کو لکھی جائیں گی فقط ختم ہوا ملفوظ ملقب بہ دنیا کی پستی اور دین کی مستی جس پر احقر کو اپنا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

کہاں ترقی دنیا کہاں ترقی دین　　　غبار لاکھ اٹھا پر بھی آسماں نہ ہوا

حصہ دوم ملقب بہ سرمایہ ہستی

مجلس بعد ظہر چہار شنبہ ۱۴۔ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ:

(۲)..... ایک صاحب روزمرہ اپنے خادم کو بعد ظہر چینی کی پلیٹ پر کسی مریض کے لئے آیات شفا وغیرہ حضرت سے لکھوانے کے لئے بھیجتے ہیں۔ عرصہ سے یہی معمول ہے۔ آج خادم نے یہ حماقت کی کہ قبل ظہر آ کر پلیٹ حضرت کی نشست گاہ کے پاس رکھ دی۔ اور خود نماز کے لئے چل دیا۔ اس پر حضرت نے مواخذہ فرمایا کہ اگر میری ٹھوکر لگ جاتی تو کیا ہوتا۔ خلاف معمول کیوں رکھ کر چلے گئے۔ اس سے کچھ جواب نہ بن پڑا تو کئی بار دوسروں سے پوچھ کر جواب دینے کے لئے ہدایت ہوئی تا کہ آئندہ کو اچھی طرح سبق ہو جائے اور ہمیشہ یاد رہے۔

کم عقلی و کم فکری:

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ عقلوں میں تفاوت فطری ہوتا ہے۔ میں عقل کی کمی پر مواخذہ نہیں کرتا لیکن شکایت جو کچھ ہے وہ بیفکری کی ہے۔ لوگ فکر ہی سے کام نہیں لیتے۔ بے فکری پر مواخذہ ہے۔ اگر فکر سے کام لیں تو اول تو بہت کم غلطیاں ہوں اور اگر ہوں تو وہ ناگوار نہ ہوں کیونکہ جب میں کسی کے اندر فکر اور اہتمام محسوس کر لیتا ہوں تو پھر جو غلطی بوجہ کمی عقل کے ہوتی ہے اس میں اس کو میں معذور سمجھ لیتا ہوں لہٰذا ناگواری پیدا نہیں ہوتی گو تکلیف پہنچے۔ زیادہ اذیت تو بے فکری اور عدم اعتماد سے ہوتی ہے۔

ایک صاحب کی حاضری کا واقعہ:

(۳)..... ایک صاحب بیعت کی غرض سے سفر کر کے تشریف لائے۔ فرمایا اس کے لئے سفر کی ضرورت نہ تھی۔ یہ معاملہ تو خط کے ذریعہ سے طے ہو سکتا تھا اور اب بھی خط ہی کے ذریعے طے ہوگا۔ لہٰذا آنا بیکار رہا۔ اگر مجھ سے پوچھ لیتے تو میں اس غرض کے لئے سفر کی ہرگز اجازت نہ دیتا۔ اب یہ غرض تو آپ کی پوری نہ ہوگی پھر یہاں رہنے کے متعلق کیا رائے

ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں ابھی کچھ دن ٹھہروں گا۔ فرمایا کس غرض سے؟ عرض کیا بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے سے فائدہ ہوتا ہے فرمایا کہ میں تو بزرگ نہیں۔ عرض کیا کہ میرے خیال میں تو آپ بزرگ ہیں فرمایا کہ مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا کہا سچا۔ فرمایا تو بس میں کہتا ہوں کہ میں بزرگ نہیں ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ عالم کی صحبت میں بیٹھنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس پر بھی فرمایا کہ میں عالم بھی نہیں ہوں کیونکہ دو چار کتابیں درسیات کی پڑھ لینے سے کوئی عالم تھوڑا ہی ہو جاتا ہے۔ عالم تو ایسے ہوتے ہیں جیسے انور شاہ صاحب تھے یہ سن کر وہ صاحب چپ ہو گئے تو فرمایا کہ ٹھہرنے کی کوئی معقول غرض بتاؤ پھر بھی وہ صاحب خاموش رہے فرمایا کہ اگر خود کوئی معقول غرض نہیں بتا سکتے تو کسی سے پوچھ کر آ ؤ۔ وہ پھر بھی بیٹھے رہے تو فرمایا جاؤ کہ اٹھو کہنے کے خلاف نہیں کیا کرتے۔ چنانچہ وہ اُٹھ کر چلے گئے۔

پھر حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں چاہتا ہوں حقیقتیں ظاہر ہوں لوگ رسم پرستی میں مبتلا ہیں۔ یہ کوئی بات مجھ سے کہنے کی تھی کہ آپ کو میں بزرگ سمجھتا ہوں اس لئے ٹھہروں گا۔ اگر اس غرض سے ٹھہرنے کی میں اجازت دے دوں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ میں اپنے آپ کو واقعی بزرگ سمجھتا ہوں حالانکہ اول تو میں بزرگ نہیں اور اگر تھا بھی تو لوازم میں سے بزرگ ہونے کے یہ سمجھنا ہے کہ میں بزرگ نہیں ہوں۔ لیکن یہاں ایک کام کی بات بتاتا ہوں کہ اپنے کو بزرگ نہ سمجھنا تو بزرگ ہونے کے لئے ضروری ہے لیکن جو اپنے آپ کو بزرگ نہ سمجھے اس کا بزرگ ہونا ضروری نہیں۔ یعنی اپنے کو بزرگ نہ سمجھنا تو مستلزم نہیں ہے بزرگی کو لیکن بزرگی مستلزم ہے اپنے کو بزرگ نہ سمجھنے کو۔ بہت سے غیر بزرگ ایسے ہیں کہ اپنے کو بزرگ نہیں سمجھتے تو اس سے وہ بزرگ تھوڑا ہی ہو جاتے ہیں۔ اگر تم مجھے بزرگ سمجھتے ہو سمجھو مجھ سے کیوں کہتے ہوں۔ چاہے بزرگ سمجھو چاہے فاسق سمجھو مگر اطلاع کیوں کرو۔ اگر فاسق سمجھتے ہو سمجھو مگر اطلاع نہ کرو کیونکہ اس سے بھی اذیت ہوگی اسی طرح بزرگ سمجھتے ہو سمجھو مگر اس کی بھی اطلاع نہ کرو کیونکہ اس سے دوسری قسم کی اذیت ہوگی۔ سیدھی بات یہ کہنی چاہیے تھی کہ اس لئے ٹھہرنا چاہتا ہوں کہ کوئی کام کی بات کان میں پڑ جائے سو اس کے لئے نہ عالم ہونے کی ضرورت نہ بزرگ ہونے کی۔ بعض فساق فجار اور

جاہلوں سے بھی کام کی باتیں سننے میں آ جاتی ہیں چنانچہ ایک عامی جاہل شخص سے ایک ایسی بات میں نے سنی تھی جواب تک قلب میں نقش کئے ہوئے ہے۔

تحریکات کا زمانہ تھا۔ ریل کے سفر میں لوگوں میں کچھ اسی قسم کی گفتگو آپس میں ہو رہی تھی تو ایک شخص نے جو نہ عالم تھا نہ بزرگ خلاصہ کے طور پر کیا اچھی بات کہی کہ بھائی ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ایک رہو اور نیک رہو یعنی متحد رہو اور حدود شرعیہ کے اندر رہو۔ سبحان اللہ کیسی اچھی بات کہی اور کیسے اچھے الفاظ میں کہی۔ بعد کو ان صاحب نے غالباً کسی سے سن کر یا از خود آ کر یہی عرض کیا کہ میں اس لئے ٹھہروں گا کہ کوئی کام کی بات کان میں پڑ جائے اس پر حضرت نے فرمایا کہ بس اب ٹھیک بات کہی شوق سے رہو۔

حضرتِ والا کا طریقِ اصلاح:

جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت کا معمول ہے کہ ظہر کے بعد مجلس میں ڈاک کے خطوط کا جواب بھی تحریر فرماتے رہتے ہیں اور حسب ضرورت موقع بہ موقع حاضرین سے ملفوظات بھی فرماتے جاتے ہیں اور اگر کسی خط کا مفید مضمون ہوتا ہے تو بلا اظہار نام اس کو بھی سنا دیتے ہیں اور اس کا جواب بھی مع زبانی تفصیلات وتشریحات کے سنا دیتے ہیں چنانچہ ایک شخص نے لکھا کہ حضور کے زجر نے بڑا فائدہ دیا۔ یہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ شہوت کا ہونا مرض نہیں بلکہ نہ ہونا مضر ہے اور ساتھ ہی حرص شہوت بھی کم ہو گئی۔ فرمایا کہ لوگ اخلاق کو لئے پھرتے ہیں دیکھئے جس کو وہ میری بد اخلاقی سمجھتے ہیں اس میں یہ منافع ہیں۔ حقیقت بھی واضح ہو گئی اور جتنا حصہ اس شہوت کا مرض تھا وہ بھی زائل ہو گیا۔ اگر عرفی اخلاق برتے جاتے تو اس کی ایسی مثال ہوتی کہ ہاتھ میں مادہ فاسد پیدا ہو گیا لیکن صرف مرہم ہی لگاتے رہے مادہ اندر ہی اندر بڑھتا رہا حتیٰ کہ آخر میں ہاتھ ہی کاٹنا پڑا۔ شروع میں آپریشن کر دیا جاتا تو یہ نوبت نہ آتی کسی خاص موقع پر نرمی کے برتاؤ سے دین کا نقصان ہوا تو یہ ہاتھ پاؤں کٹنے سے بھی زیادہ ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں جیسا بھی ہوں سب کو معلوم ہو جائے۔ کسی کو دھوکہ نہ ہو۔ پھر جس کا جی چاہے رہے جس کا جی چاہے جائے۔ مجھ سے تو اب

اپنا طرز بدلا جاتا نہیں خاص کر جب میں نفع بھی دیکھ رہا ہوں اس طرز کا۔ اگر میں عرفی اخلاق برتوں تو اس میں مجھ کو راحت ہے مگر یہ خیانت ہے۔ طبیب ہو کر کوئی راحت ڈھونڈھے کہ کون نبض میں غور کرے کون کتابیں دیکھے تو وہ طبیب نہیں خائن ہے چور ہے ڈاکو ہے۔ میں تو لوگوں کی آنکھیں کھولنا چاہتا ہوں اس وقت چاہے ناگوار ہو لیکن خط و کتابت کرکے دیکھیں تھوڑے دن ہی میں کہیں گے۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی　　　مرا با جان جاں ہمراز کردی

تجھے اللہ تعالیٰ جزا دے کہ تو نے میری آنکھ کھول دی، مجھے تو نے محبوب سے ہمراز کردیا ہے۔

ایک گنوار کا واقعہ:

مولوی شبیر احمد کہتے تھے کہ موگہے میں ایک مشہور ڈاکٹر آنکھ بنانے والا ہے۔ اس کے پاس ایک گنوار آنکھ بنوانے آیا لیکن جب وہ آپریشن کے لئے لٹانے لگا تو وہ مارے ڈر کے بھاگا۔ اس نے نوکروں سے کہا کہ دیکھو جانے نہ پاوے لاؤ پکڑ کے۔ چنانچہ وہ زبردستی لایا گیا اور سب نے مل کر اسے لٹا دیا اور ہاتھ پاؤں پکڑ لئے۔ وہ بہت ہائے واویلا کرتا رہا لیکن ڈاکٹر نے فوراً آپریشن کرکے آنکھ بنادی۔ پھر تو بڑا خوش تھا۔ دعائیں دیتا تھا۔ تکلیف بھی کچھ ایسی نہ ہوئی اور آنکھ بن گئی۔

والد صاحب کی انگلی کا واقعہ:

والد صاحب کی اُنگلی پک گئی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ نشتر لگے گا لیکن والد صاحب نے نشتر کی اجازت نہ دی کہا کہ اور کچھ تدبیر کرو۔ اس نے کہا کہ اچھا میں دیکھ لوں۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں شاید ایک بہلی آتی ہوئی نظر پڑی۔ والد صاحب اکثر بہلی میں سفر کیا کرتے تھے۔ شاید ریاست کی بہلی آ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے بہلی کی طرف والد صاحب کو متوجہ کرکے پوچھا کہ کیا یہ ریاست سے آ رہی ہے۔ والد صاحب نے ادھر دیکھا اور ادھر اس نے نشتر دے دیا۔ والد صاحب کو خبر بھی نہ ہوئی۔ دیکھا تو انگلی سے خون بہہ رہا ہے۔ کہا یہ کیا۔ ڈاکٹر بولا کہ میں نے نشتر دے دیا۔ اس سے آپ کو کیا مطلب۔ آپ کو تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ والد صاحب خوش ہو گئے۔

حافظ غلام مرتضیٰ صاحبؒ کا واقعہ:

خوش ہونے پر یاد آیا حافظ غلام مرتضےٰ صاحب مجذوب نے میرے نانا صاحب کی کیفیت ذوق وشوق کی سلب کرلی تھی۔نانی صاحبہ نے شکایت کی تھی کہ یہ ذکروشغل میں بال بچوں سے بالکل بے پرواہوگئے ہیں۔نان ونفقہ کی بھی کچھ فکرنہیں۔نانا صاحب پرایک خاص کیفیت ذکروشغل سے طاری ہوگئی تھی جس سے یہ حالت ہوگئی تھی۔حافظ صاحب نے فوراً توجہ کی اور وہ ساری کیفیت سلب کرلی۔گونانا صاحب حافظ صاحب کے بہت معتقد تھے لیکن اس کا ان کواس قدر صدمہ ہوا کہ برا بھلا کہنے لگے۔چلائے کہ ڈاکو ہے لٹیرا ہے ہائے مجھے لوٹ لیا۔برباد کردیا۔ مگر حافظ صاحب اپنا کام کر کے چل دیئے۔تھوڑے دن تو نانا صاحب کواس سلب کیفیت کا بہت قلق رہا کیونکہ اگر کیفیات میں ذراسا بھی تغیر ہوتا ہے تو سالک کو بے حد شاق ہوتا ہے۔

بردل سالک ہزاراں غم بود گرزِ باغِ دل خلالے کم بود

سالک کے دل پر ہزاروں غم ہوتے ہیں،اگرچہ دل کی خوشی میں کمی کم ہی ہوتی ہے۔

اگرایک تنکا بھی کم ہوجاتا ہے تو ٹکریں مارمارکرسر پھوڑ ڈالنے کو جی چاہتا ہے۔کچھ دن تو نانا صاحب کواس فقدان کیفیت سے بڑا اضطراب رہا لیکن پھر رفتہ رفتہ سکون ہوگیا اور معاش میں مشغول ہوگئے۔ویسے تھے متقی۔جب نانا صاحب کا انتقال ہونے لگا تو حافظ صاحب یکا یک آموجود ہوئے اور سیدھے بستر مرگ کے پاس پہنچ کرنانا صاحب سے کہا نجابت علی میری طرف دیکھ بس ان کا دیکھنا تھا کہ وہی کیفیت پھر عود آئی۔اس کیفیت کا جس کوسلب کرلیا تھا پھراعادہ ہوگیا۔اسی غرض سے تشریف لائے تھے۔پھر تو نانا صاحب نے بڑی دعائیں دیں باغ باغ ہوگئے اس کے بعد یہ فرمایا کہ اس وقت میرے سامنے دوشانیں ہیں جلالی اور جمالی کسی نے کہا خاموش ہوجایئے۔ایسی باتیں ظاہرنہیں کی جاتیں پھر کچھ نہیں کہا خاموش ہوگئے۔یہ میں نے والد صاحب سے سنا۔پھر گھر کے سب عزیزوں کو بلا کرایک ایک سے ملے اور سب سے باقاعدہ رخصت ہوکر بولے کہ بس اب ہم مرتے ہیں۔یہ کہہ کرچادرہ سر سے پاؤں تک اوڑھ لیا۔سب رونے لگے۔رونے کی آوازسنی تو چادرہ منہ سے ہٹا کرخفگی کے لہجہ میں کہا کہ ظالم مرنے بھی نہیں دیتے۔اس پرسب خاموش ہوگئے پھر منہ ڈھانک لیا۔کچھ

دیر کے بعد چادرہ اٹھا کر گھر والوں نے دیکھا تو انتقال کر چکے تھے۔ یہ واقعہ ہوا۔

ایسے مجذوب بہت کم سنے ہیں جیسے حافظ غلام مرتضےٰ صاحب تھے۔ انہی کی دعا سے میں پیدا ہوا تھا۔ کپڑے نہیں پہنتے تھے۔ صرف ایک کمبل اوڑھے رہتے تھے لیکن کبھی کسی نے لیٹے ہوئے بھی ننگا نہیں دیکھا۔ بزرگوں سے مجذوبوں کی تعریف بہت کم سنی ہے لیکن ان کی تعریف میں نے خود حضرت حاجی صاحب سے سنی ہے۔ فرماتے تھے کہ حافظ صاحب نے مجھے بشارت دی تھی کہ تم پر وحدۃ الوجود خوب مکشوف ہوگا۔ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں یہ بشارت دی تھی مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وحدۃ الوجود کہتے کس کو ہیں۔ پھر تو ایسا انکشاف ہوا کہ واقعی جب حضرت اس مسئلہ کی تقریر فرماتے تھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ دیکھ کر کہہ رہے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے جن کو ناواقف لوگ اہل ظاہر سمجھتے تھے میرے سامنے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب اس مسئلہ کے متعلق یہ فرماتے تھے کہ یہ مسئلہ عقلی بھی ہے اور کشفی بھی ہے اور میں اس سے بھی بڑھ کر یہ کہتا ہوں کہ بدیہی بھی ہے اور حسّی بھی ہے۔ اتنا انکشاف تھا مولانا کو اس مسئلہ کا کہ حضرت حاجی صاحب کے بھی ارشاد سے ترقی کر کے فرمایا کہ یہ مسئلہ بدیہی بھی ہے اور حسّی بھی ہے۔

جادو سے حفاظت کا تعویذ:

(۴)...... ایک صاحب نے ایک صاحب کے لئے سحر سے حفاظت کا تعویذ مانگا۔ فرمایا کہ میں لکھے تو دیتا ہوں لیکن میں عامل نہیں ہوں۔ مولوی اصغر حسین صاحب سے وہ بھی کچھ پوچھ لیں۔ وہ عامل ہیں۔ دیکھئے تلوار فن دان ہی کے ہاتھ سے کاٹ کرتی ہے۔ اناڑی کے ہاتھ سے کاٹ نہیں کرتی۔ حالانکہ تلوار وہی ہے لیکن ایک کے ہاتھ سے کاٹ کرتی ہے ایک کے ہاتھ سے نہیں کرتی۔

جیسی ضرورت ویسے اخلاق:

(۵)...... ایک صاحب نووارد تھے۔ ان سے حسب معمول ضروری باتیں مثلاً نام شغل وغیرہ پوچھ کر سفر کی غرض دریافت کی۔ کہا فیض زیارت۔ تھوڑی دیر بعد کہنے لگے کہ ایک بات بھی کہنی ہے فرمایا کہ اب میں نہیں سنتا پہلے بیفکر کر دیا اب پھر کچھ شروع کر دیا اچھا

یہ بتلاؤ کہ جب میں نے پوچھا تھا اسی وقت کیوں نہیں کہہ دیا۔ کہا بھول گیا تھا۔ فرمایا بھول گئے تھے تو بس بھول ہی میں رہو۔ جب ایک بات کہنے کی نیت کر کے گھر سے چلے تھے پھر بھولنا کیسا۔ مگر بس وہی رسم پرستی کہ ایک دم سے سب باتیں کیسے کہہ دیں۔ بس لوگ مجھے اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں۔ میں بھلا کیسے ان کا تابع بن جاؤں۔ جو طبیب مریض کا تابع بن جائے وہ طبیب نہیں ڈاکو ہے۔ اس طبیب کی مثال پر حکایت بیان کی کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جب لکھنؤ تشریف لے گئے تو جن صاحب کے یہاں ٹھہرے تھے وہ امراء شاہی سے تھے بادشاہ نے ان سے کہا کہ مولانا سے کہو یہاں وعظ فرمائیں وہ جانتے تھے کہ مولانا صاف صاف سنائیں گے اس لئے ٹالتے تھے جب اصرار بڑھا تو انہوں نے مولانا سے عرض کیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ حضرت یہاں شیعوں کی سلطنت ہے۔ کوئی بات ایسی وعظ میں نہ فرمایئے گا جو کھلم کھلا شیعوں کے خلاف ہو اور نواب صاحب کو نا گوار ہو۔ مولانا نے ان کو اطمینان دلایا کہ نہیں بے موقع کوئی بات نہ کہی جائے گی۔ غرض ان کو مطمئن کر دیا لیکن جب ممبر پر وعظ کہنے بیٹھے تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ صاحبو وعظ ایک مطب ہے اور علماء طبیب ہیں طبیب پر لازم ہے کہ مرض کے موافق نسخہ دے میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے نواب صاحب کو تو مرض ہے رفض کا اور ہمارے فلانے کرم فرما یہ فرمائش کرتے ہیں کہ کوئی بات رفض کے خلاف نہ کہی جائے۔ یہ کہہ کر ان صاحب کو الزام سے بری بھی کر دیا پھر فرمایا کہ جیسا مرض ویسا علاج۔ پھر شیعوں کا خوب ہی رد کیا۔ تو جیسے فرمائشی علاج نہیں ہوسکتا بلکہ جیسا مرض ویسا علاج اسی طرح فرمائشی اخلاق بھی نہیں ہو سکتے جیسی ضرورت ویسے اخلاق۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ہر شخص کے ساتھ نرمی ہی برتی جائے گو مضر ہی ہو۔

پھر ایک خط کا مضمون پڑھ کر سنایا اور جو اس کا جواب حضرت نے تحریر فرمایا تھا وہ بھی سنایا۔ اور فرمایا کہ یہ جواب ان کی مرضی کے موافق تو نہ ہوگا لیکن ان کے مرض کے موافق ہوگا۔ یہاں سے جو کسی کے خط کا جواب جاتا ہے وہ مرضی کے موافق نہیں ہوتا مرض کے موافق ہوتا ہے۔

درود شریف میں ’’سیدنا‘‘ کا لفظ کہنا:

(۶)......درود شریف میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے قبل لفظ

سید بڑھانے کا ذکر تھا۔ فرمایا کہ حضرات علماء سے دونوں ثابت ہیں سید کہنا بھی اور نہ کہنا بھی۔ ایک میں یعنی بڑھانے میں کمال محبت ہے اور ایک میں یعنی نہ بڑھانے میں کمال متابعت۔ کیونکہ شارع سے منقول نہیں۔ اپنا اپنا ذوق ہے اگر کوئی حدیث کی بناء پر کہ اس میں لفظ سید نہیں آیا سید نہ کہے تو کمال متابعت ہے اور اگر کوئی کہے تو یہ کمال ادب ہے۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے جب حضرت حاجی صاحب سے بیعت کی تو جب حضرت نے فرمایا کہ کہو بیعت کی میں نے امداد اللہ سے تو مولانا نے حضرت حاجی صاحب کا نہایت ادب کے ساتھ نام لیا اور کہا بیعت کی میں نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے۔ اس پر حضرت حاجی صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا بس تم نے حقیقت کو سمجھا ورنہ سب مریدوں نے صرف نام ہی لیا تو مولانا نے حضرت کا نام ہی نہیں لیا بلکہ اپنی طرف سے ادب کے کلمات بھی بڑھائے۔ جس سے حضرت خوش ہوئے اور یہ جو فرمایا کہ تم نے حقیقت کو سمجھا اس کا مطلب یہ تھا کہ جن کو اب تک میں نے مرید کیا انہوں نے بس جس طرح میں نے اپنا نام لیا بعینہ اسی طرح دہرایا حالانکہ ان کو تو چاہیے تھا کہ ادب کرتے کیونکہ میں تو اپنے نام کو ادب سے لے نہیں سکتا تھا بس جس مسئلہ کا ذکر ہے اسی کی نظیر ہے یہ واقعہ۔

صوفیۂ کرام کے یہاں سب طریقوں کی گنجائش ہے کسی پر تنگی نہیں۔ گو خواہ ادب میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں مگر دوسروں پر بھی نکیر نہیں کرتے۔ سب کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں۔ اگر کوئی درود شریف میں لفظ سید نہیں بڑھاتا اس کو بھی محمول کرتے ہیں کمال متابعت پر۔ اسی طرح ان کے یہاں کا مسلم مسئلہ ہے کہ طریق الوصول الی اللہ تعالیٰ بعد الانفاس الخلائق۔ یعنی وصول کے بے شمار طریق ہیں غرض جتنی گنجائش کی صورتیں نکل سکتی ہیں نکالتے ہیں۔ اور سب کیساتھ حسن ظن رکھتے ہیں۔...... اور ان میں حسن ظن اتنا بڑھا ہوا ہے کہ۔

ایک صوفی کے قول کی توجیہ:

میں نے ایک بار ایک صوفی کا قول ایک کتاب میں دیکھا کہ اس نے اپنے پیر سے کسی بات کے جواب میں کہا کہ میں کیا جانوں اللہ کو میں تو تمہیں جانتا ہوں۔ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس غصہ میں بھرا ہوا پہنچا اور عرض کیا حضرت

ایسے ایسے جاہل صوفی ہونے لگے ہیں کہ یہ جواب دیا اپنے پیر کو۔ حضرت ہنسنے لگے اور فرمایا کہ بھائی اس نے یہی تو کہا کہ میں کیا جانوں اللہ کو۔ تو کیا تم جانتے ہو اللہ کو؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت واقعی پوری کُنہ تو اللہ تعالیٰ کی کوئی نہیں جانتا۔ فرمایا کہ بس یہی کیوں نہ سمجھو کہ اس کا بھی یہی مطلب تھا۔ یعنی تمہارے سامنے تو اس نے نہیں کہا۔ بے ادبی کے لہجہ سے اگر کہا جائے تو اس کا اور حکم ہے اور اگر عجز و نیاز کے لہجہ سے کہا جائے تو اس کا اور حکم ہے۔ سبحان اللہ یہ لوگ ہیں صوفی۔ کسی پر بدگمانی نہیں۔

مولانا شیخ محمدؒ کا واقعہ:

مولانا شیخ محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک بار چرتھاول تشریف لے گئے تو ایک بے نمازی بھی مولانا کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے آئے۔ کیونکہ مسلمانوں کو اہل اللہ سے ضرور محبت ہوتی ہے خواہ وہ خود کیسے ہی ہوں فاسقوں اور فاجروں کو بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک بے نمازی بھی آ گئے۔ لوگوں نے انہیں بتانا شروع کیا کہ اخاہ آپ کہاں بھولے سے آ گئے۔ یہاں تک کہ بے چارے شرمندہ ہونے لگے۔ حتیٰ کہ مولانا سے بھی انہی کے سامنے لوگوں نے شکایت کی کہ یہ نماز نہیں پڑھتے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ نہیں پڑھتے۔ لوگوں نے کہا کہ کبھی کسی نے پڑھتے نہیں دیکھا فرمایا کہ ممکن ہے گھر میں پڑھ لیتے ہوں اور اگر کہا جائے کہ تارک جماعت ہیں تو ممکن ہے کہ کوئی عذر ہو۔ تارک جماعت ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ تارک صلوٰۃ ہیں یا بلا عذر تارک جماعت ہیں یہ کیسے کہہ دیا۔ اب اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اسی وقت سے توبہ کر لی اور عمر بھر کے لئے نمازی ہو گیا۔ بس اس سے غیرت آئی کہ میں تو ایسا نالائق اور ان کو مجھ سے نفرت نہیں۔ بس اس سے حالت درست گئی۔ تو دیکھئے فساق فجار سے بھی حسن ظن کا معاملہ کیا۔ یہی نرمی اگر خوشامد کی نیت سے کی جائے تو برکت نہیں ہوتی اور اگر اچھی نیت سے کی جائے تو برکت ہوتی ہے۔

مولانا مظفر حسینؒ کا واقعہ:

مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ نے بھی ایک بار ایسا ہی کیا۔ مسجد میں ایک

پہلوان نہانے کے لئے آیا۔اس کونہانے کی حاجت تھی اور نماز پڑھتا نہ تھا۔موذن نے برا بھلا کہنا شروع کیا کہ یہ نالائق خبیث مسجد کو گندہ کرنے کے لیے آجاتے ہیں۔نہ نماز کے نہ روزہ کے۔اور یہاں آ کے ناپاکی اتارتے ہیں۔برتنوں کوناپاک کرتے ہیں مولانا بھی اس وقت وہاں موجود تھے۔انہوں نے موذن کوڈانٹا کہ تم کو کیا حق ہے روکنے کا۔مسجد میں سب کا حق ہے۔مسجد کے برتنوں میں بھی سب کا حق ہے۔تمہیں کسی کوروکنے کا کیا حق ہے۔بعد کوخوداس پہلوان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایالاؤ میں پانی بھردوں وہ بڑا شرمندہ ہوا۔بھلا وہ کیوں مانتا مگر مولانا اپنی طرف سے اس کے لئے پانی بھرنے کے لئے بھی تیار تھے۔پھر فرمایا بھائی تم پہلوان ہو۔پہلوانی کہاں سیکھی۔تمہارا کون اُستاد ہے۔کہاں کہاں کشتیاں کیں۔کہاں کہاں جیتے۔غرض اس کے مذاق کے موافق باتیں فرماتے رہے۔جب اس کا دل کھل گیا تو پھر فرمایا کہ بھائی ہمیں تم سے محبت ہوگئی ہے کیسا بدن خوبصورت اور گٹھا ہوا ہے۔یہ معلوم کر کے کہ تم نے بڑی بڑی کشتیاں ماری ہیں اور بھی محبت بڑھ گئی ہے مگر آدمی کو چاہیے کہ شیطان کو پچھاڑے۔اب تم شیطان کو پچھاڑو۔نماز پڑھا کرو غرض اس طرح باتیں کیں کہ اس نے توبہ کی اور اسی وقت سے پکا نمازی ہوگیا۔

قادر بخش خان کا نمازی بننا:

ایک بار مولانا نے اس سے بھی زیادہ کمال کیا۔پکی گڈھی میں ایک بڑے زمیندار قادر بخش خاں تھے۔بہت سے گاؤں کے زمیندار تھے مگر سب مہر میں جاتے رہے اور اب ان کے پوتے صرف آٹھ دس روپیہ ماہوار کے نوکر ہیں کمن پہنچانے کے کام پر ہیں۔اور وہ اتنے بڑے رئیس تھے۔اس زیادتی مہر ہی کی بدولت ہمارے آس پاس کے پٹھان تباہ ہوئے ہیں۔ورنہ پہلے بہت بڑے بڑے رئیس تھے۔یہاں بھی پہلے بہت بڑے بڑے مہر ہوتے تھے اب غنیمت ہے اڑھائی ہزار پر آ گئے ہیں۔میں نے تو اپنے بھانجوں کا گیارہ سو مہر مقرر کرایا۔یہ حساب سے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی برابر ہوتا ہے کچھ کسر کا فرق ہے۔اس کا دینا بھی آسان اور اگر عورت معاف کرے تو دل بھی نہ دکھے۔

غرض قادر بخش خاں اس شان کے رئیس تھے کہ ڈاڑھی بھی چڑھانا بانکے ترچھے رہنا

آن بان سے رہنا ان کا شعار تھا۔ نماز نہ پڑھتے تھے۔ مولانا مظفر حسین صاحب جب گڈھی تشریف لے گئے تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو جب جانیں جب قادر بخش سے نماز پڑھواویں۔ فرمایا اچھا بھائی جاتا ہوں اور اللہ پر توکل کر کے پہنچے۔ انہوں نے بہت تعظیم و تکریم کی فرمایا میں زیادہ نہیں ٹھہروں گا اور بلا کسی تمہید کے فرمایا کہ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں ایک بات آپ سے پوچھوں۔ انہوں نے عرض کیا حضرت ضرور۔ فرمایا آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ عرض کیا حضرت سچ کہہ دوں۔ بات یہ ہے کہ میرا بھی جی تو چاہتا ہے کہ نماز پڑھوں لیکن مجھے ڈاڑھی چڑھانے کا شوق ہے اور وضو کرنے میں وہ اتارنا پڑتی ہے پھر وہ گھنٹوں میں چڑھتی ہے۔ اب تو بس صبح کو چڑھالی اور پھر شام تک کے لئے فارغ۔ اگر نماز پڑھوں تو دن میں پانچ وقت چڑھائی پڑے۔ بڑی دقت کرنی پڑے اور بڑا وقت صرف ہو۔ مولانا نے فرمایا اور اگر بلا وضو نماز پڑھنے کی اجازت مل جائے۔ عرض کیا اجی پھر کیا زحمت ہے لیکن سنا ہے بلا وضو نماز پڑھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ فرمایا میاں کفر ایسا سستا تھوڑا ہی ہے۔ اس کو میں جانوں۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ بلا وضو ہی نماز پڑھ لیا کرو مگر بھائی شرط یہ ہے کہ مسجد میں پڑھو اور جماعت کے ساتھ پڑھو۔

پرانے لوگ ہوتے تھے آن کے پختہ اور وعدہ کے سچے۔ اب تو متقی بھی ایسے نہیں۔ بس مولانا تو چل دیئے پھونک مار کر اور یہاں آگ سلگنی شروع ہوئی۔ خبر نہیں کہ کوئی نماز بے وضو پڑھی یا نہیں۔ غرض پڑھنے کے بعد یا پہلے خاں صاحب کو خود بخود خیال پیدا ہوا کہ اجی چاہے کفر نہ ہو (کیونکہ کفر جب ہے جب استخفاف سے ہو اور یہاں اس کا احتمال ہی نہ تھا۔ البتہ معصیت ضرور ہے وہ بھی جب کہ نماز کی نیت ہو ورنہ محض تشبہ بالصلوٰۃ معصیت بھی نہ ہوتی اور ممکن ہے کہ ایسا شخص غایت خوش فہمی سے صرف نماز کی نقل ہی کرتا اور اگر نماز ہی کے قصد سے پڑھتا تو یہ امر اجتہادی ہے مشابہ تداوی بالحرام کے کہ ایک مصلح کی رائے میں گنجائش ہو سکتی ہے گو احقر کو اس میں کلام ہے مگر کسی مصلح پر اعتراض میں مبادرت نہ چاہیے بہر حال ان کو خیال ہوا کہ گو یہ کفر نہ ہو) لیکن بے وضو بھلا نماز کیسے ہوگی۔ یہ مولانا کی رحمت و شفقت تھی کہ میری دقت کو سن کر اجازت دے دی۔ مجھے راہ پر لگانا مقصود تھا۔ ورنہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ بلا وضو کے نماز نہیں

ہوتی۔ اتنا تو جاہل میں بھی نہیں جو ایسا کھلا مسئلہ بھی نہ معلوم ہو۔ مگر اب کیا کرتے سوچا کہ مولانا سے تو وعدہ کرلیا ہے۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ نہ پڑھوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ بے وضو نماز ہوتی نہیں۔ لہٰذا وضو کرنا چاہیے اور نماز پڑھنی چاہیے۔ چنانچہ وضو کر کے پھر ڈاڑھی چڑھالی اور نماز پڑھی۔ اسی طرح دو تین دن کیا۔ پھر سوچے کہ میاں یہ تو بڑا جھگڑا ہے بس ڈاڑھی ہی کو چھوڑ دو۔ چنانچہ چھوڑ دیا بس ہو گئے نمازی اور ڈاڑھی چڑھانا بھی چھوڑ دیا۔

بزرگوں کی باتیں:

بزرگوں کی باتوں کو کوئی کیا جانے۔ وہ اجازت نہیں تھی راہ پر لگا گئے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے اپنے نورِ باطن سے کہ اس کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ مصلح کو تدبیر اور ترتیب اصلاح کا حق ہے۔ اگر ایسا نہ کرتے تو راہ پر لانا مشکل تھا خود حضور کی خدمت میں بنی ثقیف کا ایک وفد آیا اور عرض کیا کہ ہم لوگ اسلام لانے کے لئے تیار ہیں مگر دو شرطیں ہیں ایک تو ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے اور دوسرے جہاد میں شریک نہ ہوں گے۔ فرمایا منظور۔ دیکھئے ایسی ایسی شرطیں بھی قبول کرلیں جو خلاف اسلام تھیں۔ اب دیکھئے یہ تو خود حضور کا فعل ہے۔ کسی عالم کا فعل نہیں۔ عالم پر تو اعتراض بھی ہو سکتا ہے لیکن حضور پر کون اعتراض کر سکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور یہ کیسا اسلام ہے کہ نہ جہاد نہ زکوٰۃ۔ فرمایا میاں اسلام میں آنے تو دو پھر سب کچھ کریں گے۔ زکوٰۃ بھی دیں گے جہاد بھی کریں گے۔ ایمان کی برکت سے ایک نور قلب میں پیدا ہوگا جس سے سب اعمال واجبہ کی توفیق ہو جائے گی۔ تو دیکھئے حضور نے اس وقت سختی نہیں فرمائی۔

اور لیجئے۔ ایک بی بی کو حضور نے نوحہ سے توبہ کرائی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوحہ میرے اوپر قرض چڑھا ہوا ہے۔ اسے اتارنے کی اجازت دے دیجئے پھر توبہ کرلوں گی۔ اور پھر کبھی نوحہ نہ کروں گی۔ کوئی عورت ان کے کسی عزیز کے مرنے پر آ کر روئی ہوگی۔ اس کے بدلہ میں رونے کی اجازت چاہی۔ حضور نے اجازت مرحمت فرمادی لیکن جب وہ اٹھ کر چلی گئیں تو راستہ ہی سے لوٹ آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم میں اس سے بھی توبہ کرتی ہوں۔ دیکھئے حضور نے تو ایک نوحہ کی مصلحت اجازت دے دی لیکن اس اجازت کی یہ برکت ہوئی کہ خود اس کے دل میں اس فعل سے نفرت پیدا ہوگئی اور باوجود اجازت کے بھی دل نہ چاہا کہ ایک بار بھی اس معصیت کا ارتکاب کرے۔ تو اگر حضور کے غلاموں کو بھی اجازت پر عمل نہ کرنے کا گمان غالب ہو اور اس بناء پر اجازت دے دیں تو ان پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ اجازت نہ ہوگی بلکہ وہ محض لفظ ہی لفظ ہوں گے اس پر اعتراض ہی کیا۔

واقعی کاملین کی حالت کو پہچاننا بڑا مشکل ہے اسی لئے مولانا فرماتے ہیں۔

درنیابد حال پختہ ہیچ خام　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

کوئی کچا آدمی پختہ کے حال کو نہیں پاسکتا، لہٰذا بات مختصر ہوئی اور السلام علیکم)

مولانا نے کئی جگہ اس مضمون کو فرمایا ہے۔

گر خضر در بحر کشتی را شکست　　صد درستی در شکست خضر ہست

(اگر حضرت خضرؑ نے دریا میں کشتی کو توڑ دیا ہے، تو حضرت خضرؑ کے توڑنے میں سو درستی ہے)

آں پسر راکش خضر ببرید حلق　　درنیابد سر آں را عام خلق

وہ لڑکا جس کا حضرت خضرؑ نے گلا کاٹ دیا، عام مخلوق اس کے راز کو نہیں سمجھ سکتی۔

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش　　سست وریزندہ چو آب وگل مباش

جب تو نے پیر بنالیا ہے تو دل کا کمزور نہ بن، کیچڑ کی طرح سست اور گرنے والا نہ ہو

صبر کن درکارِ خضرائے بے نفاق　　تانہ گوید خضر رو ہذا فراق

اے مخلص حضرت خضرؑ کے کام میں صبر کر، تاکہ حضرت خضرؑ یہ نہ کہیں کہ تم جاؤ یہ جدائی کا وقت ہے۔

تو واقع میں وہ امور خلاف شرع نہیں ہوتے بلکہ ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔

دہلی کے ایک بزرگ کا واقعہ:

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک حکایت بیان فرماتے تھے کہ دہلی میں ایک بزرگ تھے۔ وہ ایک روز سرراہ بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ نہ میں تیرا بندہ نہ تو میرا

خدا۔ لوگ سن سن کر لعنت بھیجتے تھے اور کہتے تھے کہ افسوس ایسا بزرگ کافر ہو گیا۔ کسی نے قاضی تک پہنچایا۔ انہوں نے بلا کر پوچھا کہ آپ یہ کس سے خطاب کر رہے ہیں۔ اس سوال پر وہ ہنسے اور کہا خیر الحمد للہ دہلی میں ایک کو تو عقل ہے۔ بس ایک تم نے یہ سوال کیا۔ باقی سب احمقوں نے خواہ مخواہ اپنی طرف سے یہ سمجھ کر کہ میں نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ سے خطاب کر رہا ہوں کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ لاحول ولا قوۃ کہیں، اللہ تعالیٰ سے میں ایسا بیہودہ خطاب کر سکتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرا نفس آج صبح سے تقاضہ کر رہا ہے کہ ہم کھیر کھائیں گے اس سے میں کہہ رہا ہوں کہ میں کیوں تیرا کہنا مانوں نہ میں تیرا بندہ نہ تو میرا خدا۔ میں تو اس کو جواب دے رہا ہوں اور لوگوں نے اپنی طرف سے سمجھ لیا کہ میں نعوذ باللہ خدا سے کہہ رہا ہوں۔

بزرگوں کے اقوال وافعال میں تاویل:

مگر تفصیل یہ ہے کہ سب کے اقوال و افعال کی تاویل کی اجازت نہیں۔ تاویل یا سکوت وہاں ہے جہاں شاذ و نادر ایسے اقوال و افعال صادر ہوں اور غالب حالت صلاح کی ہو اور جہاں ایسے ہی منکرات کا غلبہ ہو اور اس کا ہر قول و فعل محتاج تاویل ہو اس سے تعلق تو چھوڑ دینا واجب ہے۔ لیکن اس میں پھر ایک تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اس زمانہ کے بزرگ اس کے ساتھ ادب کا معاملہ کرتے ہوں تو باوجود تعلق نہ رکھنے کے اعتراض نہ کرے ورنہ اس پر نکیر واجب ہے۔ باقی ہر حال میں چھوڑ دے کیونکہ اگر تعلق رکھے گا تو دل تنگ رہے گا اور نفع ہوتا ہے انشراح سے اور اگر ہر حال میں تاویل ایسی ہی سستی ہو تو ہندوؤں کی بت پرستی کی بھی تاویل ہو سکتی ہے کہ وحدۃ الوجود کے غلبہ میں بتوں کو پوجنے لگے ہیں لہٰذا ان سے بھی تعرض نہ کیا جائے اگر ایسا کیا جائے تو دین میں نہ جہاد رہے گا نہ حدود و احکام رہیں گے۔ پس تاویل کا یہ مطلب نہیں بلکہ اگر صلاح غالب ہو اور شاذ و نادر کبھی ایسی باتیں سرزد ہو جائیں تو ان کی تاویل کرنی چاہیے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا واقعہ:

مثلاً حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔ وہ سلطنت چھوڑ کر مکہ معظمہ

چلے گئے۔ اپنے ایک بچے کو وہیں چھوڑ گئے تھے ان کی قبر بھی مکہ معظمہ میں ہے (شیخ محمود کے نام سے مشہور ہیں) وہ بڑے ہو کر حج کو چلے۔ خیال تھا کہ اپنے باپ کو بھی تلاش کریں گے وہ طواف کرنے گئے تو حضرت ابراہیم ابن ادہم بھی طواف کر رہے تھے مگر ایک نے دوسرے کو پہچانا نہیں کیونکہ حضرت ابراہیم ان کے بچپن ہی میں ہجرت کر کے اور ان کو چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ وہ حسین جمیل بھی تھے شہزادے بھی تھے۔ شاہانہ لباس میں اور بھی اچھے معلوم ہوتے تھے۔ حضرت ابراہیم کو قدرتی طور پر ان کی طرف کشش ہوئی بار بار ان کی طرف نظر کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر معتقدین سمجھے کو آج شیخ کو لغزش ہوئی۔ اس نوجوان کی طرف بار بار دیکھتے ہیں۔ غرض بدگمانی ہوئی۔ یہ کسے خبر تھی کہ بیٹے ہیں۔ اب چاہے شیخ کو مکشوف ہو گیا ہو کہ یہ میرا بیٹا ہے یا مکشوف نہ بھی ہوا ہو تو چونکہ محل تھا حلال اللہ تعالیٰ نے حفاظت کی ہونیت کی۔ غرض بعد طواف جب ملے تو معلوم ہوا کہ بیٹے ہیں۔ سب سے اول دریافت فرمایا کہ تمہارا دین کیا ہے۔ انہوں نے کہا اسلام فرمایا۔ الحمدللہ پھر پوچھا قرآن پڑھا ہے حدیث پڑھی ہے فقہ پڑھا ہے سب کا جواب اثبات میں ملا تو بہت خوش ہوئے۔ معلوم ہوا کہ متقی شخص ہے۔ پھر تو سینہ سے لگایا دعائیں دیں ورنہ اگر کوئی بات خلاف شرع یا خلاف طبع مثلاً وضع قطع وغیرہ دیکھتے تو رخ بھی نہ کرتے۔ تو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ فعل مباح سے بھی اوروں کو شبہ ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم ابن ادہم پر ان کے معتقدین کو شبہ ہو گیا کہ ایک حسین نوجوان کی طرف کیوں دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو ایسا شبہ نہ کرنا چاہیے تھا کیونکہ اباحت کا محل بہت قریب تھا۔

پیر کیلئے احتیاط کرنے کا حکم:

یہ تو مرید کے لئے حکم ہے اور پیر پر بھی واجب ہے کہ بلاضرورت کوئی ایسا فعل نہ کرے جس سے مرید کو شبہ ہو خلاف شرع ہونے کا۔ دلیل یہ ہے کہ ایسی احتیاط حدیث سے ثابت ہے بعض کہتے ہیں کہ ہمیں کیا چاہے کوئی معتقد رہے چاہے بداعتقاد ہو جائے۔ اس کی فکر ہی کیوں ہو کہ سب ہمارے معتقد رہیں۔ واقعی اس کا اہتمام تو نہیں چاہیے کہ سب ہمارے معتقد

رہیں لیکن اس کا اہتمام ضروری ہے کہ بلا ضرورت ایسا کام نہ کرے جس سے خلاف شرع ہونے کا شبہ ہو اور دوسرے لوگ سوء ظن و غیبت و بہتان کے گناہ میں مبتلا ہوں۔ وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور اعتکاف میں تھے تو زیارت کے لئے حاضر ہوئی تھیں۔ وہ حضور کے پاس بیٹھی تھیں کہ اتنے میں دو صحابی سامنے سے گزرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روکا اور فرمایا علیٰ رسلکما یعنی ذرا ٹھہر جاؤ۔ پھر حضرت صفیہ کو گھر میں بھیج دیا اور ان دونوں کو بلایا کہ آ جاؤ۔ جب آ گئے تو فرمایا کہ یہ صفیہ تھیں۔ یہ میری بی بی تھیں۔ صحابہ کو بہت گرانی ہوئی عرض کیا توبہ توبہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بھلا حضور پر کوئی شبہ کر سکتے ہیں۔ فرمایا یہ شیطان انسان کے اندر اس طرح دوڑا دوڑا پھرتا ہے جیسے خون دورہ کرتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تمہارے دل میں وسوسہ نہ ڈال دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کام نہ کرے جس میں دیکھنے والے کو کوئی قوی شبہ پڑنے کا اندیشہ ہو۔ ورنہ ایسی ویسی معمولی باتوں میں بھی کسی کو شبہ ہو تو اس کی ایسی تیسی۔ لیکن یہ وہ کام نہیں جو مرید کے کرنے کا ہو یہ پیر کے کرنے کا کام ہے۔ البتہ جو مقتدا نہ ہو اور غلبہ حال سے مفاسد کی طرف اس کو التفات نہ ہو تو کچھ پروا نہیں جیسے احمد جام فرماتے ہیں۔

احمد تو عاشقی بمشیخت تراچہ کار　　دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

تو عاشق ہے تجھے پیر بننے سے کیا واسطہ ہے، تو دیوانہ رہ، سلسلہ ہوگا، ہوگا، نہیں ہوگا تو نہیں ہوگا۔

ایک بات البتہ ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ جب احساس ہو وہ یہ کہ تم غیبت کا سبب نہ ہو مگر کب جب ایسے فعل کی ضرورت نہ ہو اور اگر ضرورت ہو مثلاً نفس کے معالجہ کے لئے تو وہ مصلحت مقدم ہے، جن بزرگوں سے ایسے امور صادر ہوئے ہیں معالجہ کی غرض سے صادر ہوئے ہیں یعنی ذلت و ملامت سے نفس کے شکستہ کرنے کیلئے۔

کسی کو خاص بنانے کی خرابیاں:

(۷)...... ایک نو مسلم حضرت ہی کے ہاتھوں کہیں دور سے آ کر مسلمان ہوا تھا۔ اس کے ساتھ حضرت نے اپنے اصول کے خلاف بمصلحت تالیف مراعات کا برتاؤ فرمایا۔ اور خرچ خوراک وغیرہ کا بھی دیا اور مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ وہ ایک دن بلا اطلاع چلا گیا۔ فرمایا کہ کم از

کم چالیس موقعے مجھے ایسے بالتعیین یاد ہوں گے کہ جب کبھی میں نے اپنے اصول کے خلاف رعایت کی ہے مجھے رنج ہی پہنچا ہے۔ اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے خصوصیت بڑھانا چاہتا ہے کبھی پنکھا جھلنے بیٹھ گیا کبھی بے وقت پاس آ بیٹھا۔ بالآخر میں نے کہہ دیا کہ بھائی مجھے عادت نہیں وقت بے وقت ملنے کی۔ جب میں بلاؤں تب آ جانا (پھر فرمایا کہ) آج کل کسی کو خاص بنانا باعتبار نتائج کے بہت ہی بُرا ہے۔ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ اور اہل تعلق کو رنج ہوتا ہے کہ ہم سے خصوصیت نہیں دوسری خرابی خود اس کے حق میں یہ ہے کہ اور لوگ اس کے اضرار کے درپے ہو جاتے ہیں۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ لوگ اس کو واسطہ حاجات کا بناتے ہیں جس سے اس کا دماغ خراب ہوتا ہے۔ غرض بہت خرابیاں ہیں۔ اس لئے کسی کو مخصوص نہ بنانا چاہیے نہ کسی کو مخصوص بننا چاہیے بس خادم رہنا چاہیے۔

اور تو اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم تھے جو خادم خاص سمجھے جاتے تھے خود مجھ سے فرمائشیں کیں اور وہ بھی قیمتی قیمتی چیزوں کی حالانکہ ضابطہ سے میں مولانا کا مرید بھی نہ تھا یوں تعلق بلکہ تعشق مریدوں سے بھی زیادہ تھا خیر میں وہ فرمائشیں پوری بھی کرتا تھا مجنوں بھی تو کوچہ لیلےٰ کے کتے کو محبوب رکھتا تھا اور گنگوہ ہی میں نہیں بلکہ یہاں آ کر بھی فرمائشیں کرتے تھے۔ ویسے تہجد گزار ذاکر شاغل نیک آدمی تھے مگر یہ مرض تھا اور یہ پیدا ہوا تھا قرب کی وجہ سے۔ حاجی عابد حسین صاحب کے یہاں بھی ایک دخیل ایسا ہی تھا۔ ایک شخص نے ملاقات کرنی چاہی تو ان کے اس خادم نے کہا کہ ایک روپیہ دو تو ملاقات کرادوں۔

اس شخص نے خود مجھ سے یہاں آ کر بیان کیا کہ تمہارے یہاں اچھا قاعدہ ہے کہ کسی کی روک ٹوک نہیں۔ حاجی جی سے ملنے گیا تو ان کے خادم نے کہا کہ ایک روپیہ دے گا تب ملاقات کراؤں گا۔ وہ بھی کوئی گنوار ہی تھا اس نے کہا کہ مقصود تو کسی بزرگ کو دیکھنا ہے ہم اور کسی کو دیکھ آئیں گے جہاں روپیہ نہ دینا پڑے چنانچہ وہ یہاں چلا آیا گو بزرگی کا خیال تو غلط تھا مگر روپیہ خرچ نہ ہونے کا خیال صحیح تھا۔ دیکھئے یہ خرابیاں ہیں خاص بنانے میں۔

جامع عرض کرتا ہے کہ یہ سن کر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے خدام کو تو لوگ کچھ دیں تب بھی نہیں لیتے خود مانگنا تو کیسا۔ فرمایا اول تو ممانعت ہے دوسرے ان کو شرم بھی آتی ہے کہ کام تو کرتے نہیں پھر کیا لیں۔

اصلاح نفس کی ہمت:

(۸)......عرض کیا گیا کہ ہمت تو اصلاح نفس کی کی جاتی ہے مگر کامیابی نہیں ہوتی فرمایا وہ ہمت ہی نہیں ہوتی ہمت کی نیت ہوتی ہے ہمت کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب فرماتے ہیں خود ارشاد ہے کان سعیھم مشکوراً ورنہ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا کے خلاف ہوتا۔

سختی کرنے کی وجہ:

(۹)......فرمایا کہ یہ جو میں سختی کرتا ہوں بضرورت کرتا ہوں۔ کچھ اس میں میری خواہش تھوڑا ہی ہے۔ سچ کہتا ہوں بعض وقت تو جی یہاں تک بُرا ہوتا ہے کہ معافی مانگنے کا سخت تقاضہ قلب میں ہوتا ہے۔ مگر دوسرے ہی کی مصلحت سے اس تقاضہ پر عمل نہیں کرتا۔ یہ نہیں کہ میں متحمل نہ ہو سکتا ہوں۔ اگر کبھی اس اصلاح کے کام کو چھوڑ دوں گا تو انشاء اللہ تعالیٰ پھر متحمل ہو کر دکھلا دوں گا۔ پھر تو ایسا صبر آ جائے گا جیسے بریلویوں کے کفر کے فتووں پر جی کو سمجھا لیا تھا۔ ان لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا اور کتنے فتوے لگائے مگر کبھی جی برا نہیں ہوا۔ میں آخر وہی تو ہوں۔ پھر کیا وجہ کہ وہاں تو مطلق تاثر نہیں اور یہاں اتنا تاثر بس وجہ یہی ہے کہ وہاں اپنے جی کو سمجھا لیا تھا اور یہاں جی کو ابھی تک نہیں سمجھا سکا۔ میں نے تو پہلے ایک دفعہ اصلاح کے باب میں ارادہ کر لیا تھا کہ کہاں کا جھگڑا ہے چھوڑو مگر احباب نے خود اصرار کیا اور میں نے بھی دیکھا کہ ابھی تو میں خدمت خلق کی کر سکتا ہوں ورنہ اصلاح کا طریقہ بہت بدل دیا تھا۔

باطنی حالات وخیالات کی کسوٹی:

ایک بار حضرت والا کسی سلسلہ کلام میں یہ فرما رہے تھے کہ باطنی مقام سے محرومی اچھی بہ نسبت اس کے کہ خلاف شریعت ہونے کا اندیشہ ہو۔ سالک کو چاہیے کہ جو حالت قرآن وحدیث پر منطبق نہ ہو اس سے درگزر رہے مثلاً ہم نے اعلیٰ درجہ کا دودھ برف ڈال کر رکھا لیکن شبہ ہو گیا کہ اس میں سے کچھ دودھ سانپ آ کر پی گیا ہے تو اسلم یہ ہے کہ اس دودھ ہی کو چھوڑ دے۔ اھ

پھر ایک شیخ کا نام لے کر جو خیالات کو حالات سمجھتے تھے اور پریشانی کے عالم میں اپنی تسلی کیلئے حضرت والا کی خدمت میں حاضری کا قصد رکھتے تھے فرمایا کہ اگر وہ آئے تو ان

کے ذہن میں اسی کلیہ کو ڈالنے کی کوشش کروں گا۔اھ

شیخ مذکور نے پہلے ایک دوسرے اہل علم شیخ کو اپنے حالات پہنچائے تھے لیکن مؤخر الذکر نے کہا کہ ایسے الجھے ہوئے حالات کا حل تو بس تھانہ بھون ہی میں ہوسکتا ہے۔اھ

ایک مولوی صاحب سے گفتگو:

(۱۰)...... فرمایا کہ ایک مولوی صاحب زمانہ تحریکات میں مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے آئے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ مجھ سے تنہائی میں گفتگو کریں۔ میں نے کہا کہ میں سب کے سامنے گفتگو کروں گا۔ کیونکہ مجمع کے سامنے تو گفتگو کرنے میں آپ کو خطرہ ہے جس کے لئے آپ تیار نہیں اور تنہائی میں گفتگو کرنے میں مجھے خطرہ ہے کہ میں بھی مشتبہ ہو جاؤں گا اور میں اس خطرہ کے لئے تیار نہیں بس اس ایک ہی بات میں وہ ختم ہو گئے۔

خلاف مرضی روکنے والوں کو جواب:

(۱۱)...... فرمایا کہ قنوج میں مجھے میرے نظام اوقات کے خلاف اصرار کر کے روکا گیا۔ میں نے کہا کہ میں رکنے کے لئے تیار ہوں۔ ہفتہ دو ہفتہ مہینہ دو مہینہ سال دو سال جب تک چاہو مجھے یہاں سے نہ جانے دو لیکن پھر میں عمر بھر کبھی یہاں نہ آؤں گا۔ اسی طرح ایک رئیس صاحب نے اس ترکیب سے روکنا چاہا کہ گاڑی کا انتظام نہیں ہوسکتا میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پاؤں دیئے ہیں میں پیدل چلا جاؤں گا۔ کہا دور بہت ہے میں نے کہا بلا سے۔ پھر کہا کہ گاڑی نہ ملے گی وقت کم رہ گیا ہے۔

میں نے کہا کہ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ گاڑی نہ ملے تا کہ مجھے یاد تو رہے کہ فلاں جگہ میزبان صاحب کی بدولت مجھ کو اتنی تکلیف اٹھانی پڑی تھی اور پھر کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کروں۔ فقط ختم ہوا انموذج الملفوظات۔

انموذج المکتوبات

تمہیدی نوٹ: جناب مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدت فیوضہم مدرس اول مدرسہ عربی مظاہر علوم سہارنپور نے جو ایک بہت بڑے عالم اور مقدس صاحب نسبت بزرگ ہیں اور حضرت والا کے مجازین خاص میں سے ہیں۔ حضرت والا سے بہت ہی با قاعدہ طور پر تربیت باطن کے متعلق خط و کتابت کی تھی۔ عرصہ پانچ چھ سال کا ہوا احقر نے صاحب ممدوح کے خطوط حاصل کر لئے تھے لیکن بوجہ اپنی لااُبالی طبیعت کے وہ احقر کے پاس یوں ہی رکھے رہے۔ جس میں یہ مصلحت خداوندی نکلی کہ وہ بہت اچھے موقع پر کام آ گئے یعنی بوجہ اس کے کہ میرے نزدیک وہ اس قابل ہیں کہ طالبین ان کو اپنی اصلاح کرانے کے لئے نمونہ بنائیں میں اس لئے ان کو لفظاً لفظاً مع حضرت والا کے جوابات کے بنام انموذج المکتوبات اشرف السوانح کا جزو قرار دینا مناسب سمجھا گیا اور حضرت والا نے اس کا ایک نہایت موزوں لقب بھی مولانا ممدوح کے نام مبارک کی مناسبت نیز حقیقت کے بھی لحاظ سے ''عبادۃ الرحمٰن'' تجویز فرما دیا۔ چنانچہ ان کو نقل کیا جاتا ہے۔ ان کے سب مضامین غیر مطبوعہ ہیں بجز بعض قلیل اجزاء خاص کے جو تربیت السالک میں بھی منتشر طور پر شائع ہو چکے ہیں۔

عبادۃ الرحمٰن

(پہلا خط)

سلسلہ میں داخل ہونے کی درخواست کا جواب

مضمون...... بمقدس خدمت حضرت حکیم الامۃ دامت فیوضہم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ احقر کا ارادہ حضرت اقدس کے سلسلہ میں داخل ہو کر ذکر اذکار کرنے کا حسب تجویز حضرت اقدس ہے۔ لہٰذا گزارش ہے کہ بندہ کے مناسب حال جو حضرت تجویز فرما دیں اس پر انشاء اللہ تعالیٰ اہتمام کے ساتھ عمل کروں گا۔ فقط بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔ (۳۰۔ جمادی الاخریٰ ۴۷ھ)

جواب...... مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں حضرات اہل کمال کی خدمت کی اہلیت نہیں رکھتا لیکن تاہم خدمت سے عذر نہیں اور اصل خدمت مشورہ اور ایک طرف سے اطلاع حالات کا اور دوسری طرف مشورہ کا سلسلہ اگر جاری رہے یہی داخل ہونا ہے سلسلہ میں والزاید علی هذا اولی ابالحذف اسی بناء پر اس وقت مبادی میں سے کچھ عرض کرتا ہوں۔ نمبر (۱)۔ رسالہ قصد السبیل میں سے دستور العمل عالم مشغول کا شروع فرمایا جائے۔ (نمبر۲)۔ اربعین غزالیؒ یا اس کا ترجمہ تبلیغ دین ملاحظہ فرما کر جو اعتراض نفس میں معلوم ہوں ان کی ایک فہرست تیار فرمالی جائے۔ پھر ایک ایک کے متعلق مشورہ فرمایا جائے۔ (نمبر۳)۔ ہر خط کے ساتھ خط سابق بھی رکھ دیا جائے۔ (اشرف علی)

دوسرا خط

ابتدائی وظائف و معمولات کی اطلاع اور اصلاح کی درخواست

مضمون...... بخدمت اقدس حضرت مولانا صاحب حکیم الامۃ دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حسب ارشاد سامی احقر نے دستور العمل عالم مشغول کا شروع کرلیا ہے یعنے تلاوت قرآن شریف اور ایک منزل مناجات مقبول کی روزانہ پڑھتا ہوں اور تہجد کا بھی بحمد اللہ التزام ہے اور وظیفہ اسم ذات اللہُ اللہ بھی روزانہ پڑھا کرتا ہوں حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات میں مشغول رکھے اور منکرات سے محفوظ رکھے وظیفہ اسم ذات کی مقدار قصد السبیل میں بارہ ہزار سے چوبیس ہزار تک ہے مگر بندہ کے زبانی عرض کرنے پر حضرت نے فرمایا تھا کہ پہلے چھ ہزار سے شروع کرلو بعد میں زیادتی کرلو۔ چنانچہ اس وقت چھ ہزار سے آٹھ ہزار تک روزانہ پڑھتا ہوں مگر باوجود جہر اور ضرب کے خفیف ہونے کے بھی سر میں گرانی ہوجاتی ہے اور قلب میں بھی درد سا محسوس ہوتا ہے اس کے متعلق جو ارشاد ہو اس سے مطلع فرمایا جائے۔ اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔

جواب...... جہر و ضرب چھوڑ دیجئے۔

مضمون...... بحمد اللہ معمولات سب کا اکثر حصہ خشوع کے ساتھ ہوتا ہے۔

جواب...... مبارک ہو

مضمون...... اور حسب ارشاد حضرت اقدس اعراض نفس کی ایک فہرست تبلیغ دین سے تیار کر لی ہے جو حضرت کے ملاحظہ کی غرض سے ارسال خدمت ہے۔ جس میں ۱۱۶ اعراض نفس لکھے ہیں۔

ان میں پہلا عرض غصہ ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ غصہ کی حالت بحمد اللہ ایسی تو نہیں ہوتی کہ بحالت غضب نفس قابو میں نہ رہے۔ اور جنون جیسی حالت ہو جائے مگر اتنا ضرور ہوتا ہے کہ غصہ کا اثر قلب پر زیادہ دیر تک رہتا ہے اور غصہ کی زیادتی وجہ سے بسا اوقات طبیعت کھانے پینے سے رک جاتی ہے اور نیند بھی کم ہو جاتی ہے اور قلب پر اضطراراً ایک قسم کی پریشانی ہو جاتی ہے۔ قلب کو اگر اس سے دوسری جانب متوجہ کیا جائے تو متوجہ نہیں کر سکتا اور غصہ کے بعد ندامت بہت جلد ہوتی ہے اور طبیعت اس کے لئے بے قرار ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ شخص جس پر غصہ ہوا جلد از جلد راضی ہو جائے اس کے راضی ہونے کے بعد قلب کی پریشانی اضطراری میں کمی ہو جاتی ہے اس کے متعلق جو ارشاد ہو اس سے مطلع فرمایا جائے۔

حضرت اقدس سے صلاح نفس کی اور مرضیات الٰہیہ میں مشغول ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے فقط والسلام۔ ۱۱۔ رجب ۴۷ھ

(خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از مظاہر علوم سہارنپور)

جواب...... جس غصہ کے آثار معاصی ہوں وہ واجب العلاج ہے اور جو آثار یہاں تحریر فرمائے ہیں وہ معاصی نہیں لہٰذا واجب العلاج نہیں۔ البتہ چونکہ اس سے طبعی کلفت اور ضرر ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے اس کی تدبیر کرنا چاہیے۔ مگر یہ تدبیر بتلانا مصلح دین کا کام نہیں ہر تجربہ کار بتلا سکتا ہے۔ سب سے اچھی تدبیر یہ ہے کہ اس مغضوب علیہ کے پاس سے فوراً جدا ہو جائے اور فوراً کسی ایسے شغل میں لگ جائے جس سے فرحت ہو۔

تیسرا خط

دعائے خیر کی درخواست: غصہ وحسد کے علاج کی درخواست

مضمون...... بخدمت بابرکت حضرت اقدس دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و

2 برکاتہ۔ معروض آنکہ بفضلہ تعالیٰ و بدعائے حضرت سلمہ معمولات کو حسب ارشاد سامی پوری کرتا رہتا ہے حضرت سے دعائے توفیق اعمال خیر کی استدعا ہے۔

غصہ وحسد کے علاج کی درخواست:

جواب......دل سے دعا ہے۔

مضمون......جس غصہ کے آثار ایسے امور غیر معاصی ہوں اس کے لئے حضرت اقدس نے جو علاج تحریر فرمایا اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔

جواب......اللہ تعالیٰ نافع فرماوے۔

مضمون......اور جس غصہ کے آثار معاصی ہوں ان آثار سے ان کے علاج سے بھی اگر متنبہ فرمایا جائے تو بوقت اتفاقاً وقوع ایسے غصہ کے اس علاج پر عمل کر کے ان معاصی سے محفوظ رہ سکوں گا۔

جواب......ایسے غصہ کے وہ آثار اختیار ہوں گے کیونکہ معصیت کوئی غیر اختیاری نہیں۔ جب اختیاری ہیں تو ان سے رکنا بھی اختیاری ہے۔ اور اصل علاج یہی کف ہے لیکن اس کف کی اعانت کیلئے امور ذیل مفید ہیں۔ نمبرا۔ معاصی پر جو وعید ہے اس کا استحضار۔ نمبر۲۔ اپنے ذنوب وعیوب یاد کر کے یہ سوچنا کہ اگر ان پر اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمانے لگے تو کیا ہو اور یہ سوچنا کہ جس طرح میں اپنے لئے یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف فرماوے اسی طرح مجھ کو چاہیے کہ اس شخص کو معاف کر دوں اور ایک تدبیر مشترک وہی ہے جو پہلے عرض کی گئی۔

مضمون......حسد کے زوال کے لئے حضرت جو علاج تجویز فرماویں اس سے مطلع فرمایا جائے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کروں گا۔ فقط والسلام

(۲۶۔ رجب ۴۷ھ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

جواب...... جب غصہ کے متعلق سب سوالات منقطع ہو جاویں گے اس وقت عرض کروں گا۔

چوتھا خط

مضمون...... بخدمت بابرکت حضرت اقدس دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تعالیٰ و برکاتہ۔ معمولات حسب ارشاد سامی بجالاتا ہوں۔ جتنے معمولات ہیں سب میں بحمد اللہ طبیعت لگتی ہے اور شوق و ذوق سے ادا ہوتے ہیں۔

جواب...... مبارک ہو

وظیفہ سے طبیعت پر گرانی:

مضمون...... بجز وظیفہ اسم ذات کے کہ اس میں پورا کرتے وقت طبیعت پر گرانی ہوتی ہے اور طبیعت کو مجبور کر کے ادا کیا جاتا ہے شوق سے ادا نہیں ہوتا اس میں کچھ حرج تو نہیں اگر کچھ حرج ہو تو دعائے تسہیل کے بعد اس کے لئے کچھ علاج تجویز فرمایا جائے۔

جواب...... بجائے اسم ذات کے تہلیل کا شغل کر لیجئے۔

مضمون...... غصہ کے متعلق احقر کو تو اب کچھ سوال نہیں اگر اس کے متعلق کچھ اور ضروری ہدایات ہوں تو ان سے مطلع فرمایا جائے انشاء اللہ اس پر عمل کرتا رہوں گا۔

جواب...... انشاء اللہ تعالیٰ وہی تدابیر کافی ہیں۔

حسد کا علاج:

مضمون...... حسد کے زوال کے لئے جو علاج حضرت سلمہ تجویز فرمادیں اس سے مطلع فرمایا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کروں گا۔ حضرت سے دعائے توفیق اعمال خیر کی استدعا ہے۔ فقط والسلام۔ (بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔ ۱۹۔ شعبان ۷۴ھ)

جواب...... جس پر حسد ہوتا ہو اس کے ساتھ احسان و اکرام کا معاملہ کرنا یہ ایک مختصر اور مؤثر تدبیر ہے امید ہے کہ مفصل تدبیر کی حاجت نہ ہوگی۔

پانچواں خط

وظیفہ تہلیل کی تعداد:

مضمون...... بخدمت بابرکت حضرت اقدس دامت فیوضہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ۔ معمولات مجوزہ حضرت سلمہ بفضلہ تعالیٰ بجالاتا رہتا ہوں۔ بجائے وظیفہ اسم ذات حسب ارشاد تہلیل کا شغل شروع کیا ہے اس کی مقدار حضرت سے دریافت نہ کر سکا اس خیال

ہے کہ شاید قصد السبیل میں اس کی مقدار لکھی ہوئی ہوگی مگر قصد السبیل میں اس کی مقدار تحریر نہیں فرمائی گئی۔ اب تک تین ہزار اور چار ہزار کے درمیان درمیان تک پورا کرتا ہوں۔ اس کے متعلق حضرت کا جو ارشاد ہو اس سے مطلع فرمایا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی تعمیل کروں گا۔

جواب...... جس قدر سہولت سے علی الدوام ہو سکے

غائب پر حسد کے زوال کا طریقہ:

مضمون...... حسد کے زوال کا علاج جو حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا اگر کسی عارض سے اکرام و احسان اس شخص سے جس پر حسد ہوتا ہو دشوار ہو مثلاً وہ شخص بالفعل پاس موجود نہ ہو بلکہ کہیں دور دراز مسافت پر ہو یا اس سے تعارف نہ ہو یا ایسا عالی قدر ہو جس سے اکرام و احسان کرنے کی ہمت نہ ہو تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔

جواب...... مجمع میں اس کی خوبیاں بیان کی جاویں۔

مضمون...... حضرت سلمہ دعائے توفیق اعمال خیر اور حسن خاتمہ کی درخواست ہے۔

جواب...... دل سے دعا ہے۔

مضمون...... بندہ کے والد صاحب اور بھائی مدت سے علیل ہیں ان کے صحت کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔ (بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ سہارنپوری۔ ۹۔ رمضان ۴۷ھ)

جواب...... دل سے دعا ہے۔

چھٹا خط

مضمون...... بعالی خدمت بابرکت حضرت اقدس حکیم الامۃ مولانا و مرشدنا ادام اللہ فیوضکم علی رؤسنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ الحمد للہ کہ حضرت کی دعا کی برکت سے معمولات حسب ارشاد سامی بجالاتا ہوں۔ حضرت اقدس کی خدمت میں درخواست ہے کہ حضرت اس ناکارہ کے حق میں دعا فرمائیں کہ اعمال خیر کی توفیق اللہ تعالیٰ عنایت فرمائے اور اللہ تعالیٰ احقر کے اخلاق کی اصلاح فرمائے۔

جواب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دل سے دعا ہے۔

مضمون...... حسد کے علاج کے متعلق حضرت والا نے جو کچھ ارشاد فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر کاربند رہوں گا ریا کے دفع کے لئے کوئی علاج تجویز فرماویں انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرتا رہوں گا۔

جواب...... مصلحت و سہولت یہ ہے کہ حسد کا علاج چند مواقع پر عمل میں آ جائے اس کے بعد دوسرے امر کی طرف توجہ فرمائی جائے تا کہ اس کے علاج میں کوئی نئی بات پیش آئے اس کا بھی فیصلہ ساتھ ساتھ ہو جائے۔

ریاء کے خوف سے عمل کا چھوڑنا:

مضمون...... بسا اوقات ریا کے اندیشہ سے عمل بھی چھوڑ دیتا ہوں اب کے رمضان میں اعتکاف کا ارادہ کر رہا تھا مگر ریا کے وساوس کی وجہ سے نہیں کر سکا۔

جواب...... ایسا نہ کیا جائے۔ بس اتنا کافی ہے کہ قصداً ریا نہ ہو۔ اس سے زیادہ کا انسان مکلّف نہیں۔

مضمون...... اگر ریا کی حقیقت کلیہ سے (جس کو بسہولت افراد پر منطبق کر سکوں) اور اس کے مذموم ہونے کے مواقع سے (کہ شرعاً ریا کہاں مذموم اور کہاں غیر مذموم اور کہاں زیادہ مذموم اور کہاں کم مطلع فرمایا جائے تو شاید اس قسم کے وساوس سے بچنے میں سہولت ہوگی۔ جو ارشاد ہوگا اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔ فقط والسلام۔ احقر الخدام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم۔

جواب...... انشاء اللہ تعالیٰ سب عرض کر دوں گا بس اسی حد کا انتظار ہے جو میں نے اوپر عرض کیا ہے۔ انفع و اصلح یہی ہے ورنہ جب فرمائیں عرض کرنے کے لئے حاضر ہوں۔

ساتواں خط

مضمون...... بمقدس خدمت عالی درجت حضرت اقدس دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ حضرت کی دعا کی برکت سے بحمد اللہ تعالیٰ معمولات فرمودہ حضرت کا سلسلہ جاری ہے۔

جواب...... مکرمی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ الحمد للہ

مضمون...... حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ استقامۃ فی الدین عطا فرمائیں اور اس

ناکارہ کی اصلاح فرمائیں۔

جواب...... دل سے دعائے برکت واستقامت کرتا ہوں۔

مضمون......سب معمولات میں بحمداللہ خوب جی لگتا ہے۔

جواب......مبارک

مضمون......حسد کے علاج کے متعلق جو حضرت سلمہ نے ارشاد فرمایا اس پر عمل شروع کر دیا ہے حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے۔

جواب...... اللہ تعالیٰ سہل فرماوے۔

مضمون...... وظیفہ اسم ذات میں جو طبیعت نہیں لگتی تھی اور حضرت نے بجائے اس کے تہلیل تجویز فرما دیا تھا بحمداللہ حضرت کی توجہات سے تہلیل میں جی خوب لگتا ہے مگر ہزار بارہ سو سے زائد نہیں پڑھ سکتا۔

جواب......کافی ہے۔

مضمون...... احقر کی اصلاح کے لئے دعا فرماویں۔ فقط والسلام۔ (بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم ۲۹۔ ذیقعدہ ۴۷ھ)

جواب......دل وجان سے دعا ہے (اشرف علی)

آٹھواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت حضرت اقدس حکیم الامۃ دامت فیوضہم و برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔

جواب......مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مضمون......حسد کے علاج کے متعلق جو حضرت والا کا ارشاد ہے اس کے موافق عمل کر رہا ہوں اب تک کوئی نئی بات محسوس نہیں ہوئی۔

جواب...... بس تو اب دوسرے خلق کی طرف توجہ فرمائی جائے۔

مضمون......حضرت سلمہ کی خدمت میں استقامۃ فی الدین اور اصلاح نفس کی دعا کی درخواست ہے۔

جواب......دل سے دعا ہے

دل کی قساوت:

مضمون...... معمولات حسب ارشاد سامی بجالاتا ہوں مگر قلب کی قساوت جیسی تھی اب تک ویسی ہی ہے قلب کی حالت میں اب تک کچھ تغیر نہیں ہوا۔

جواب...... ایک تاثر طبعی ہے ایک تاثر عقلی یا اعتقادی و عملی۔ اول کا فقدان قساوت نہیں ثانی کا فقدان قساوت ہے۔ بس یہ معیار ہے۔

ذکر اللہ پر دوام سے آگے ترقی ہونا:

مضمون...... مگر بندہ کو جو حضرت سلمہ کی توجہات کی برکات سے تھوڑا بہت اللہ کے نام لینے اور ذکر کرنے کی توفیق ہوئی احقر صرف اس کو بھی از بس غنیمت سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بڑا احسان سمجھتا ہے۔ اگر اتنا ہی کافی ہے تو فبہا ورنہ حضرت والا جو ارشاد فرمائیں گے۔ اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا فقط والسلام (خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور ۲۲۔ ذوالحجہ ۴۷ھ)

جواب...... مواظبت علی الاعمال سے خود ترقی ہو جائے گی۔ دل سے دعا ہے (اشرف علی)

نواں خط

مضمون...... بخدمت اقدس مکرم محترم سیدنا و مرشدنا حضرت حکیم الامۃ ادام اللہ فیوضکم و دامت برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ معمولات فرمودہ حضرت بحمداللہ بجالاتا ہوں۔ دعائے ترقی وتوفیق اعمال خیر کا خواستگار ہوں۔

جواب...... مکرمی دام فیضہم السلام علیکم۔ بارک اللہ تعالیٰ فی اعمالکم واحوالکم

حضرت والاؒ سے محبت کی زیادتی کی درخواست:

مضمون...... نیز اس کے لئے بھی دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سلمہ کے ساتھ تعلق و محبت زیادہ کرے۔ اور اس زیادتی تعلق کے لئے بھی کوئی علاج تجویز فرماویں۔

جواب...... جو محبت مطلوب ہے وہ بلکہ اس سے زائد حاصل ہے اور جس کی تمنا ہے وہ مطلوب نہیں۔ یہ مسئلہ الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ کی فرع ہے۔

مضمون...... چونکہ اہل اللہ کے ساتھ تعلق ومحبت بھی نجات کا ایک بڑا ذریعہ ہے اس لئے اس کے متعلق دعا کی درخواست حضرت سلمہ سے کی گئی۔

جواب...... بقاء کی دعا کرتا ہوں۔

ریاء کی حقیقت:

مضمون...... دفع ریاء کے لئے علاج تجویز فرمایا جائے انشاء اللہ تعالیٰ جیسے ارشاد ہوگا اس پر عمل کروں گا۔ بسا اوقات اندیشہ ریاء کی وجہ سے عمل بھی چھوڑ دیتا ہوں۔ اور بہت سے اعمال میں ریاء کے وساوس پیش آتے ہیں خصوصاً جہر میں۔ اگر ریاء کی حقیقت کلیہ سے (جس کو بسہولت افراد پر منطبق کرسکوں) اور اس کے مذموم ہونے کے مواقع سے (کہ شرعاً کہاں مذموم ہے اور کہاں زیادہ مذموم) مطلع فرمایا جائے تو شاید اس قسم کے وساوس سے بچنے میں سہولت ہو فقط والسلام۔ احقر انحد ام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور ۶۔ محرم ۴۸ھ)

جواب...... ریاء کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی دین کا کام کرنا غرض دنیوی کے لئے گو وہ غرض مباح ہو یا دنیا کا کام کرنا غرض غیر مباح کے لئے اور غرض ہونے کے معنے یہ ہیں کہ قصد اس کام سے اسی غرض کا ہو اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ ریاء فعل اختیاری ہے اور جب ہوگا قصد سے ہوگا پس اگر بلا اختیار کوئی ناجائز غرض قلب میں آجائے اور اس کو اختیار سے باقی بھی نہ رکھا جائے تو وہ وسوسہ ریاء ہے جس پر اجر ملتا ہے ریاء نہیں ہے جس پر مواخذہ ہوتا ہے۔

امید ہے کہ اب سب اشکالات رفع ہوگئے ہوں گے۔ (والسلام اشرف علی)

دسواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدوم محترم مرشدی ومولائی حضرت حکیم الامۃ افاض اللہ علینا من فیوضکم وبرکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ الحمدللہ معمولات مجوزہ حضرت اقدس ادا کرتا رہتا ہوں۔ حضرت سلمہ سے توفیق اعمال خیر اور اجتناب عن المعاصی کی دعا کی درخواست ہے۔ مرض ریاء کے متعلق حضرت نے جو ارشاد فرمایا اس سے بحمد اللہ تعالیٰ بہت سے وساوس اور اشکالات رفع ہوگئے۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس مرض سے

بالکل نجات عنایت فرمادیں۔

جواب...... دل سے دعا کرتا ہوں۔

غیر مباح غرض کے لئے دنیا کا کام کرنا:

مضمون...... البتہ ریاء کے مفہوم کے دوسرے جزو میں تردد ہے (یعنی یا دنیا کا کام کرنا غرض غیر مباح کے لئے) اس کا دخول ریا شرعی میں سمجھ میں نہیں آیا اس کو اگر کسی خاص مثال سے واضح فرمایا جائے تو شاید تردد رفع ہو جائے۔

جواب...... جیسے بڑے پیانہ پر خرچ کرنا شہرت ونمائش کے لئے

مضمون...... اور تردد کا سبب یہ ہے کہ پہلے سے ذہن میں چونکہ یہ امر راسخ ہوا ہے کہ ریاء شرعی یہ ہے کہ دین کا کوئی کام کسی غرض دینوی مباح یا غیر مباح کے لئے کرنا جو شرعاً غیر مشروع ہے صرف بوجہ ریا ہونے کے سو دنیا کا کوئی کام جو فی نفسہ مباح ہو اگر غرض غیر مباح کے لئے کیا جائے تو اس کا غیر مشروع ہونا بوجہ ریاء ہونے کے نہ ہوگا بلکہ بوجہ اس غرض غیر مباح کے ہوگا جس کے ساتھ سب وہ مباحات شریک ہیں جو مفضی الی القبائح ہوں امید ہے کہ اطمینان کے لئے اس کے متعلق چند حروف حضرت سلمہ تحریر فرماویں گے فقط والسلام۔

(۳۔صفر ۴۸ھ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ)

جواب...... وہ غرض غیر مباح ریاء ہی تو ہے کمافی المثال المذکور وعلی سبیل التنزل اگر وہ ریاء لغوی ہو ریاء شرعی نہ ہو تب بھی مقصود کو کچھ مضر نہیں کیونکہ مقصود تو اس کا معصیت واجبۃ التحرز ہونا ہے خواہ اس کا نام اصطلاح میں ریاء ہو یا نہ ہو۔

گیارھواں خط

مضمون...... بخدمت اقدس المحترم المطاع مرشدی ومولائی دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ الحمدللہ کے معمولات حسب ارشاد سامی عموماً پورے ہو جاتے ہیں۔

جواب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ

مضمون...... حضرت سلمہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ استقامۃ علی الشرع کی توفیق

عطا فرمائیں اور بندہ کے اخلاق کی اصلاح فرماویں۔

جواب...... دل سے دعا ہے۔

ریاء کے علاج کے ساتھ ایک معین مراقبہ:

مضمون...... حضرت کے ارشاد سے ریاء کے مفہوم میں جو شبہ تھا وہ رفع ہو گیا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ریاء سے بچائے اور اس مرض کو زائل فرماویں۔ علاج جو حضرت سلمہ نے تجویز فرمایا ہے وہ کافی شافی ہے اس کے ساتھ اگر کچھ اور معین بھی ارشاد فرمایا جائے تو بچنے میں اور زیادہ سہولت ہوگی۔

جواب......ان اللہ ینظر الی قلوبکم کا استحضار۔ اس سے غیرت آئے گی کہ اللہ تعالیٰ قلب میں غیر مرضی خیال دیکھیں۔

اخلاق کی اصلاح:

مضمون...... بندہ کے اخلاق بہت ہی ناشائستہ ہیں۔ اخلاق کی اصلاح کے لئے دعا فرماویں فقط والسلام بندہ احقر انحد ام عبدالرحمٰن غفرلہ ۲۳۔ صفر ۴۸ھ)

جواب...... یہی خیال انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح کی علۃ تامہ کے مثل ہے۔

بارھواں خط

مضمون...... بخدمت اقدس مخدوم محترم مرشدی ومولائی دامت فیوضکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضرت سلمہ کی دعا سے اشغال کا سلسلہ حسب ارشاد سامی جاری ہے۔

جواب...... مولانا سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بارک اللہ تعالیٰ فیہا

مضمون......حضرت والا سے دعا ہے اصلاح نفس واستقامت فی الدین وحسن خاتمہ کی درخواست ہے۔

جواب...... بہ دل وجان دعا ہے۔

مضمون......ریاء کے متعلق حضرت اقدس کے ارشاد کے موافق انشاء اللہ تعالیٰ عمل

کروں گا اس کے متعلق اگر کچھ اور مزید ضروری ہدایات ہوں تو ان سے مطلع فرمایا جائے۔

جواب...... اکثر پوچھنے پر کچھ خیال میں آ جاتا ہے ابتداءً کم سمجھ میں آتا ہے۔

تکبر کی حقیقت اور اس کا علاج:

مضمون...... مرض کبر کے دفع کے لئے علاج تجویز فرمایا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس پر کار بند رہوں گا۔

جواب...... موقوف ہے اس کی حقیقت سمجھنے پر اس پر کار بند رہوں گا۔ وسوف یاتی

مضمون...... نیز کبر کی حقیقت سے بھی متنبہ فرمایا جائے تاکہ انطباق علی الافراد میں سہولت ہو۔

جواب...... کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔ علاج یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ ہو یعنی زبان سے اپنی تفضیل دوسرے کی تنقیص نہ کرے دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھنا تو بلا قصد ہے لیکن اس کے مقتضائے مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملازمت وعقوبت ہے اگر زبان سے اس کی مدح وثناء کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم تو اعون فی العلاج ہے۔

مضمون...... نیز اس سے آگاہ فرمایا جائے کہ کبر میں اور تکبر و حب جاہ و رعونت و شہرت میں کیا فرق ہے فقط والسلام خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ ۳۔ ربیع ا ۴۸ھ)

جواب...... عبار اتنا شتیٰ وحسنک واحد (ہماری تعبیریں مختلف ہیں مگر تیرا حسن ایک ہی ہے) کی طرح معتدبہ فرق نہیں۔ (اشرف علی)

تیرھواں خط

مضمون...... بحضرت اقدس حکیم الامۃ مرشدنا ومخدومنا دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ الحمدللہ کہ حضرت کی توجہ سے معمولات مجوزہ حتی الوسع بلا ناغہ پورے کرتا ہوں۔

جواب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بارک اللہ تعالیٰ

مضمون...... حضرت اقدس سے دعائے استقامت وحسن خاتمہ کی استدعا ہے۔

جواب...... دل سے

مضمون...... کبر کے متعلق جو کچھ حضرت والا نے ارشاد فرمایا وہ سمجھ میں آ گیا دعا فرماویں اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق فرمائیں۔

جواب...... آمین

کِبر اور عُجب:

مضمون...... اگر طبیعت میں صرف اپنے کو بڑا سمجھتا (ہو) یا صرف دوسرے کو حقیر و ذلیل سمجھتا (جو کسی اپنے کمال کی وجہ سے ہو) اس کو بھی شرعاً کبر کہا جائے گا یا نہیں اور اس پر مواخذہ ہوگا یا نہیں۔

جواب...... یہ عُجب ہے جو حرمت میں مثل کبر کے ہے۔ کبر میں اصل یہی ہے۔

مضمون...... اور اس کا شرعاً کوئی خاص نام ہے یا نہیں۔

جواب...... اول عجب ثانی کبر

مضمون...... ریاء کے متعلق اگر کوئی مزید ضروری ہدایت حضرت کے خیال مبارک میں ہو (مطلع فرمایا جائے)

جواب...... اس وقت تو کچھ ذہن میں نہیں۔

تکبر کے علاج کیلئے ایک مفید مراقبہ:

مضمون...... نیز کبر سے اجتناب کیلئے کوئی معین ہو تو مطلع فرمایا جائے۔

جواب...... اپنے عیوب کا استحضار دوسرے کے کمالات کا استحضار

مضمون...... بندہ کے والد صاحب کا ربیع الاول میں انتقال ہوگیا جس کی وجہ سے احقر کو ایک ماہ کے لئے وطن جانا پڑا تھا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جناب والد صاحب کی مغفرت فرمائے۔ ۱۵۔ ربیع الثانی ۴۸ھ۔ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ

جواب...... اللّٰھم اغفرلہ اللّٰھم ارحم۔ (اشرف علی)

چودھواں خط

مضمون...... بحضرت اقدس محترم ومخدوم بندگان دامت افضالکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ کہ معمولات مجوزہ حضرت والاحتی الوسع بجالاتا ہوں۔ حضرت سلمہ سے دعائے استقامت وحسن خاتمہ کی استدعا ہے۔

جواب...... مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ دل سے دعا ہے۔

مضمون...... نیز اس کے لئے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے اخلاق ردیہ اورامراض باطنہ کی اصلاح فرمائے۔ اپنے برے اخلاق اور بد امراض کی طرف کبھی کبھی خیال کے بعد بے حد پریشانی ہوتی ہے کہ اتنی عمر گزر گئی اوراخلاق واعمال میں کچھ بھی صلاحیت نہیں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی حالت پر رحم فرمائے۔

جواب...... آمین

رعونت، شہرت، جاہ، نخوت اور تکبر:

مضمون...... رعونت وشہرت وجاہ ونخوت وتکبر کا کبر سے اگر کچھ تغایر ہے اس کو ظاہر فرمایا جائے اور یہ پانچوں اگر آپس میں متغائر ہیں تو رعونت کے لئے علاج تحریر فرمایا جائے اوراس کی حقیقت سے بھی مطلع فرمایا جائے اور اگر سب متحد ہیں تو سب کے لئے مشترک علاج تجویز فرمایا جائے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر کاربند رہوں گا۔

جواب...... خواہ لغۃً کچھ فرق ہو مگر محاورات میں سب متقارب ہیں اور اگر کچھ تفاوت بھی ہو تب بھی عجب وکبر کے علاج سے ان کا بھی علاج ہو جاتا ہے۔

مضمون...... وظیفہ اسم ذات کیلئے چونکہ دوسرا کوئی وقت تخلیہ اور فراغت کا نہیں ملتا اس لئے اس کے واسطے بندہ نے تہجد کے بعد نماز صبح تک کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ صلوٰۃ تہجد تو بحمداللہ اطمینان سے ادا ہو جاتی ہے مگر وظیفہ اسم ذات میں اکثر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وظیفہ بہ اطمینان نہیں ہوتا اس کے متعلق حضرت سلمہ کا جو ارشاد ہو اس سے مطلع فرمایا جائے۔ فقط والسلام۔ ۶۔ جمادی الاولیٰ ۴۸ھ۔ احقر انحدام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔

جواب...... جس قدر بآسانی ہو کافی ہے۔ (اشرف علی)

پندرھواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدوم محترم حضرت اقدس ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔

الحمدللہ کہ حضرت والا کی توجہات سے معمولات مجوزہ حضرت اقدس بجالاتا رہتا ہوں حضرت سے استدعا ہے کہ بندہ کے علاج اور استقامت فی الدین اور حسن خاتمہ کے لئے دعا فرماویں۔

کبر اور نخوت کیلئے جو علاج حضرت نے تحریر فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر کاربند رہوں گا۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں اور ہر قسم کے امراض کی اصلاح فرمائے۔

حُبّ مال اور بُخل کا علاج

حب مال اور بخل کیلئے علاج تحریر فرمایا جائے جس پر عمل کرنے سے بخل کا ازالہ ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ حسب ارشاد حضرت سلمہ اس پر کاربند رہوں گا۔ اس سے بھی مطلع فرمایا جائے کہ بخل اور حب مال کے جمیع افراد شرعاً مذموم ہیں یا اس میں کچھ تفصیل ہے۔

۲۶۔ جمادی الاولیٰ ۴۸ھ۔ (خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور)

جواب...... حب مال اگر طبعاً ہو مگر اس کے مقتضاء پر کہ کسب حرام وامساک عن الواجب ہے عمل نہ ہو معصیت نہیں اور اگر عقلاً ہو کہ مقتضائے مذکور پر عمل ہو معصیت ہے۔ اور یہ مقتضاء پر عمل کرنا چونکہ اختیاری ہے تو اس کی ضد بھی اختیاری ہے۔ ضد پر بتکلف عمل کرنا اور بار بار عمل کرنا اس داعیہ کو ضعیف کر دیتا ہے اور یہی علاج ہے۔

سولھواں خط

بشاشت وخلوص میں تلازم نہیں ہے:

مضمون...... بخدمت مخدوم محترم بندگان دامت الطافکم وعمت فیوضکم السلام علیکم و

رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ۔ معمولات فرمودۂ حضرت اقدس بحمدہ تعالیٰ حتی الوسع حضرت کی دعا سے پورا کرتا ہوں حضرت سلمہ سے دعا کا خواستگار ہوں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی اصلاح فرمائیں اور اپنی مرضیات میں مشغول رکھیں۔ بندہ کے اخلاق بہت ہی خراب اور نادرست ہیں اخلاق کی درستگی کے لئے بھی دعا فرمادیں بخل کیلئے جو علاج حضرت اقدس نے تجویز فرمایا ہے اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا بسا اوقات عمل انفاق میں طبیعت پر انفاق گراں ہوتا ہے ایسی صورت میں اگر انفاق کیا جائے تو ثواب نہیں ہوتا کیونکہ خلوص نہیں ہوتا اور اگر انفاق نہ کیا جائے تو بخل ہے اس کے لئے حضرت سلمہ کچھ تحریر فرمائیں تا کہ اطمینان ہو جائے فقط والسلام۔ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم ۱۴۔ جمادی الاخریٰ ۴۸ھ)

جواب...... بشاشت و خلوص میں تلازم نہیں بشاشت نہیں ہوتی خلوص ہوتا ہے اس لئے انفاق کرنا چاہیے۔

سترواں خط

مضمون...... بخدمت گرامی مخدوم محترم بندگان حضرت اقدس دامت افضالکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ۔ معمولات فرمودہ حضرت اقدس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور حضرت سلمہ کی دعا سے بجالاتا ہوں۔ اور بحمد اللہ سب معمولات میں خوب جی لگتا ہے سب اوراد شوق سے ہوتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور حضرت سلمہ کی توجہات کی برکت ہے۔

جواب...... مکرمی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مبارک ہو

مضمون...... حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کی اصلاح فرمائے اور اعمال خیر کی توفیق مرحمت فرمائے اور حسن خاتمہ سے فائز فرمائے۔

جواب...... دل و جان سے

مضمون...... بخل کے لئے جو علاج حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کرتا رہوں گا۔

جواب...... اللہ تعالیٰ آسان فرمادیں۔

دنیا کی محبت کا علاج:

مضمون...... دنیا کی محبت کے ازالہ کے لئے حضرت سلمہ کی کچھ علاج مرحمت فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ اس پر کار بند رہوں گا۔

جواب...... محبت جو بدرجہ میلان ہے وہ ذمیمہ نہیں اور جو اس میلان کے مقتضاء پر عمل ہو اگر وہ عمل مباح ہے تو اس میں صرف انہماک مذموم ہے اور اگر غیر مباح ہے تو نفس عمل ہی مذموم ہے اور انہماک اور عمل دونوں اختیاری ہیں ان دونوں کی مخالفت بار بار کرنا اس میلان کو مضمحل کر دیتا ہے یہی علاج ہے۔

بخل کے علاج کیلئے معین مراقبہ:

مضمون...... نیز دفع بخل کیلئے اگر کچھ اور معین ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے۔ فقط والسلام احقر اخدام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم۔ ۱۷۔ رجب ۴۸ھ)

جواب...... مراقبہ و استحضار فنائے مال کا اور بقائے اجر انفاق کا۔

اٹھارواں خط

وظائف و معمولات سے رقّت و ذوق میں اضافہ نہ ہونا:

مضمون...... بخدمت گرامی مخدوم محترم بندگان سید و مرشدی حضرت اقدس حکیم الامۃ دامت برکاتکم وعمت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ۔ الحمد للہ کہ حضرت سلمہ کی دعا سے معمولات فرمودہ حضرت بجالاتا ہوں اور معمولات کا اکثر حصہ نشاط اور دل بستگی سے ہوتا ہے۔ تہلیل فرمودہ حضرت اقدس ایک ہزار تک اور کبھی کچھ زائد پڑھتا ہوں نصف کے قریب بعد نماز مغرب اور بقیہ حصہ بعد صلوٰۃ تہجد اذکار میں جی لگتا ہے مگر اذکار سے قلب کی حالت میں کچھ تغیر نہیں جس سے شوق ومحبت میں اضافہ ہو یا قلب میں کچھ رقت پیدا ہو گئی ہو اگر یہ غیر محمود ہے تو اس کے لئے علاج تحریر فرمایا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کروں گا۔

جواب...... بالکل غیر محمود نہیں اصلی مقصود اصلی اجر و رضا ہے یہ چیزیں زائد علی المقصود ہیں ان کا فقدان ذرہ برابر موجب قلق نہیں۔

اعمال واخلاق کب درست ہوں گے:

مضمون...... حضرت بندہ کی حالت بہت ہی گندی ہے۔ نہ اعمال اچھے نہ اخلاق درست۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی حالت درست فرمائے اور بندہ کی حالتِ پریشان پر رحم فرمائے۔

جواب...... انشاء اللہ تعالیٰ کام کرتے کرتے سب درستی ہو جائے گی۔

انہماک واعتدال:

مضمون...... حب دنیا کے علاج میں جو حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر عمل مباح ہے تو اس میں انہماک مذموم ہے۔ انہماک کا مفہوم شرعی تحریر فرمایا جائے کہ کسی فعل میں اعتدال کہاں تک ہوتا ہے اور انہماک کا درجہ کہاں سے شروع ہوتا ہے۔

جواب...... کسی فعل مباح کا خاص اہتمام کرنا کہ وقت کا معتد بہ حصہ اس میں صرف ہو یا ایسی رقم خرچ ہو جس کے خرچ کے بعد فرض یا حقوق واجبہ میں تنگی ہو جائے یا قلب اس میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل ہو جائے یہ انہماک ہے۔

عمل مباح وغیر مباح:

مضمون...... اور عمل مباح وغیر مباح کو اگر چند امثلہ سے واضح فرمایا جائے تو انطباق میں زیادہ سہولت ہوگی۔

جواب...... مباح جیسے اکل وشرب ولبس وغیرہا غیر مباح جیسے معاصی

حُبّ دنیا کے علاج کیلئے معاون مراقبہ:

مضمون...... نیز دفع حب دنیا کے علاج میں اگر اور کچھ معین ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے فقط والسلام۔ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم۔ ۸۔ شعبان ۴۸ھ

جواب...... تذکیر موت بکثرت

اُنیسواں خط

مضمون...... بخدمت حضرت اقدس مخدوم محترم بندگان ادام اللہ الطافکم وعم فیضکم۔

27 السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ' حضرت سلمہ نے جو کچھ اشادات احقر کے معروضات کے جواب میں تحریر فرمائے ان سے بے حد اطمینان ہوا حالت ناامید مبدل بامید ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی ذات گرامی کو ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے اور جناب کے فیوض سے ہمیشہ ہم جیسے ناکارہ خلائق کو مستفیض فرماتے رہیں۔ حب دنیا کے علاج میں جو کچھ ارشاد حضرت نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرتا رہوں گا۔

جواب...... مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ' اللہ تعالیٰ مدد فرماویں۔

مضمون...... حضرت دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ احقر کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اس ناکارہ کے اخلاق واعمال کو درست کریں۔

جواب...... آمین

توکل حاصل ہونے کا علاج:

مضمون...... حصول توکل علی اللہ کے لئے کوئی علاج تحریر فرمایا جائے قلب میں مادہ توکل بالکل نہیں۔ اسباب پر نظر زیادہ رہتی ہے اسباب کے فوت ہونے سے پریشانی ہوتی ہے اور افسوس ہوتا ہے۔ قلب میں گویا اسباب ہی پر بھروسہ رہتا ہے اور کچھ ہے نہیں۔ حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کو بھی حضرت کے فیوض عامہ وخاصہ سے مستفیض فرمائے۔

فقط والسلام۔ ۱۳۔ شعبان ۴۸ھ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... یہ طبعی کیفیت ہے جس کا منشاء اتقیاد بالاسباب ہے اس پر ملامت نہیں نہ انسان اس کے ازالہ کا مکلف ہے بلکہ ایسا شخص اس کا مامور ہے کہ اسباب کا تہیہ رکھے تاکہ قلب مشوش نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سال بھر کا ذخیرہ کر کے اس کو سنت کر دیا۔

بیسواں خط

مضمون...... مخدوم محترم مکرمی سیدی ومرشدی جناب حضرت مولانا صاحب ادام اللہ فیوضکم وبرکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ'۔ الحمدللہ کہ معمولات فرمودہ حضرت سلمہ اکثر اوقات میں پورے ہوجاتے ہیں۔ حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ خیرات کی

توفیق مرحمت فرمائے اور بندہ کے اخلاق درست کردے۔ حصول توکل کیلئے حضرت سلمہ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔ اس لئے گزارش خدمت اقدس ہے کہ حصول توکل کیلئے علاج تحریر فرمائے نیز اس کے لئے بھی علاج تحریر فرمایا جائے کہ اسباب پر زیادہ نظر نہ ہو۔ فقط والسلام۔ ۲۷۔ شوال ۴۸ھ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب...... یہ درجہ مستحب ہے واجب نہیں اول تمام اخلاق واجبہ سے فراغت کر لی جائے پھر مستحبات کا سلسلہ شروع ہونے کا وقت ہوگا اس وقت معلوم ہوگا کہ ان کا زیادہ حصہ تو واجبات کی ساتھ ہی ساتھ حاصل ہوگیا اور بہت کم حصہ باقی رہ جائے گا جو ادنیٰ اہتمام سے راسخ ہو جائے گا اس وقت صرف اس حصہ کا طریق عرض کر دیا جائے گا۔

اکیسواں خط

خوف الٰہی:

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدوم ومحترم بندگان سیدنا ومرشدنا حضرت اقدس ادام اللہ الطافکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ' الحمدللہ کہ حضرت سلمہ کی دعا کی برکت سے معمولات فرمودہ حضرت بجالاتا ہوں حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کی اصلاح فرمائے اور ہمیشہ اپنی مرضیات میں مشغول رکھے اور حسن خاتمہ سے فائز فرمائے توکل کے بارہ میں جو حضرت سلمہ نے تحریر فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کروں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ اخلاق واجبہ سے فراغت کے بعد اس کو عرض کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے خوف کے حصول کے لئے علاج تحریر فرمایا جائے۔ خدا کا خوف قلب میں نہیں جس کی وجہ سے بہت سے شرعی امور میں کوتاہی ہوتی ہے امید ہے کہ حضرت سلمہ اس کے حصول کیلئے علاج تحریر فرمائیں گے جس سے ادائے واجبات میں کوتاہی نہ ہو فقط والسلام۔ ۱۱۔ ذیقعدہ ۴۸ھ احقر بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ

جواب...... خوف کی تفسیر تحریر فرمائے۔

بائیسواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدوم محترم مرشدی و مولائی سیدی و سندی حضرت اقدس ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہٗ الحمدللہ کہ معمولات مجوزہ حضرت حق الوسع بجالاتا ہوں حضرت سلمہ سے صلاح نفس اور فلاح دارین کے دعا کی درخواست ہے۔

خوف کی تفسیر جو احقر کے ناقص ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کا قلب میں ایسا اثر ہو جس سے ادائے فرائض میں کوتاہی نہ ہو اور ارتکاب معاصی پر قلب کو بلا خوف لومۃ لائم کسی طرح جرأت نہ ہو۔

جواب...... یہ اثر اختیاری ہے یا غیر اختیاری ہے یا بلفظ دیگر مامور بہ ہے یا غیر مامور بہ۔ ظاہر ہے کہ خوف مامور بہ ہے اور مامور بہ کا اختیاری ہونا لازم ہے تو کیا اس کی تفسیر مفہومِ غیر اختیاری و غیر مامور بہ سے ہو سکتی ہے۔

مضمون...... جو مصداق ہو اللّٰھم اقسم لنا من خشیتک ماتحول به بیننا و بین معاصیک

جواب...... کیا اس حیلولۃ کے لئے قصد و اختیار شرط ہے یا نہیں

مضمون...... اس قسم کے خوف سے احقر بالکل عاری ہے بہت سے مواضع میں معمولی سی بات کی وجہ سے فرائض تک ترک ہو جاتے ہیں اور نفس تاویلات گھڑنی شروع کر دیتا ہے مثلاً گاڑی کے سفر میں اگر ہجوم ہو اور اترنے میں تکلیف ہو تو نفس میں تاویلات اور حیل کا دروازہ کھل جاتا ہے اور نماز قضا ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی کہیں امر بالمعروف کا ضروری موقع ہو اور مخالفین کا غلبہ ہو تو نفس تاویل کر کے امر بالمعروف کو ترک کر دیتا ہے۔ بعض جگہ صلوٰۃ جمعہ کی شرائط موجود نہیں ہوتیں اور معمولی اندیشہ ضرر کا یا رفع منفعت کا ہوتا ہے۔ نفس تاویلات کر کے جمعہ کی نماز پڑھا ہی دیتا ہے علیٰ ہذا القیاس اس کے لئے کوئی علاج تجویز فرمایا جائے جس سے ان شرعی امور میں کوتاہی نہ ہو فقط والسلام۔ ۲۸۔ ذیقعدہ ۴۸ھ احقر عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم۔

جواب...... اوپر کے سوالات کے جواب کے بعد ان جزئیات کے متعلق عرض کروں گا۔

تیئیسواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدومی ومحترمی ومرشدی ومولائی حضرت اقدس حکیم الامۃ دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ

حضرت سلمہ سے استدعا ہے کہ احقر کی اصلاح کیلئے اور حسن خاتمہ کیلئے دعا فرماویں۔

جواب...... مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ دل سے دعا ہے۔

خوف کی حقیقت اور اس کا حصول:

مضمون...... واقعی یہ اثر جو احقر نے خوف کی تفسیر میں لکھا ہے غیر اختیاری ہے اور اس سے خوف کی تفسیر جو اختیاری ہے صحیح نہیں یہ بندہ کی غلطی ہے مگر اس کے سوا کوئی ایسا مفہوم معلوم نہیں جو خوف کی تفسیر اور جامع مانع ہو کر اختیاری بھی ہو اس لئے حضرت اقدس سلمہ سے استدعا ہے کہ حضرت ہی اس کی تفسیر بھی بتلادیں اور علاج بھی ارشاد فرماویں اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ خوف کے ثمرات قلب میں نہیں جس سے خوف کا سلب معلوم ہوتا ہے۔ اللّٰھم اقسم لنا من خشیتک ماتحول به بیننا و بین معاصیک میں حیلولۃ کے لئے قصد واختیار شرط ہے۔ امید ہے کہ حضرت علاج تجویز فرمائیں گے۔ فقط والسلام۔

۲۵۔ ذوالقعدہ ۴۸ھ احقر عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... احتمال المکروہ من العتاب والعقاب اصل ہے خوف کا اور اس کا استحضار اختیاری ہے اسی طرح اس کے مقتضاء پر عمل کرنا یعنی کف عن المعاصی اختیاری ہے اس کف میں اولاً تکلف ہوتا ہے مگر اس کے تکرار سے تکلف کم ہو کر عادت ہو جاتی ہے پھر اس کا ملکہ ہو جاتا ہے کہ کف عن المعصیۃ سہل ہو جاتا ہے۔ امید ہے کہ اس سے بقیہ سوالات کا جواب بھی حاصل ہو جائے گا۔ (اشرف علی)

چوبیسواں خط

مضمون...... بخدمت بابرکت حضرت اقدس مخدوم محترم بندگان سیدی ومرشدی جناب حضرت حکیم الامۃ مدفیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ الحمدللہ کہ معمولات

فرمودہ حضرت اقدس اکثر اوقات بجالاتا ہوں۔ حضرت اقدس دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ شانہ اس ناکارہ خلائق کی اصلاح فرمائے۔

حق تعالیٰ کے خوف کے متعلق جو حضرت سلمہ نے ارشاد فرمایا وہ سمجھ میں آ گیا۔ خداوند تعالیٰ کا خوف چونکہ قلب میں بالکل نہیں اور قلب میں ضعف اور جبن بے حد زیادہ ہے اس لئے حضرت سلمہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ حضرت سلمہ اس کے متعلق احقر کے حق میں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کا کچھ حصہ احقر کو بھی مرحمت فرمائے اور قلب میں خوف الٰہی کے پیدا ہونے کی جو تدابیر ہوں ان سے بھی مطلع فرمایا جائے۔

جواب...... کیا قلب میں یہ احتمال بھی نہیں کہ شاید معاصی پر عقاب یا عتاب ہونے لگے چونکہ یہ احتمال ضرور ہر مومن کے قلب میں ہے اس لئے خوف حاصل ہے۔ اسی احتمال کا استحضار اور کف عن المعاصی بالاستمرار یہ خوف کو ملکہ بنا دیتی ہیں۔

معمولات کے ناغہ کف قضا:

مضمون...... سفر میں تو عموماً اور حضر میں کبھی کبھی معمولات کل یا بعض ناغہ ہو جاتے ہیں ان کی قضا کیسے کروں۔ فقط والسلام۔

خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم ۲۔ محرم ۴۹ھ

جواب...... تھوڑی مقدار میں کرلیا کیجئے۔

پچیسواں خط

خوفِ خدا حاصل ہونے کیلئے معاوِن مراقبہ:

مضمون...... بخدمت بابرکت مخدوم محترم سید و مرشدی جناب حضرت حکیم الامۃ دامت الطافکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ۔ الحمدللہ کہ معمولات فرمودہ حضرت سلمہ حتی الوسع التزام سے بجالاتا ہوں حضرت کی خدمت میں درخواست ہے کہ احقر کی اصلاح وفلاح کیلئے دعا فرماویں۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے متعلق جو کچھ ارشاد حضرت اقدس نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کروں گا۔ احقر کے حق میں حضرت دعا فرماویں کہ اللہ

تعالیٰ شانہ اپنا خوف قلب میں پیدا کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے پیدا ہونے کیلئے اگر کچھ معین ہو اس کو بھی تحریر فرمایا جائے۔

جواب...... وہی استحضار وکف عن المعاصی بالاستمرار قوی معین ہے۔

مضمون...... قلب میں صبر کے پیدا ہونے کے لئے علاج ارشاد فرماویں اور اس کی حقیقت شرعیہ سے بھی مطلع فرمایا جائے۔ مصائب اور تکالیف اور ایذاء پر قلب کو بے حد تکلیف ہوتی ہے۔ اور بے چینی اور پریشانی ہوتی ہے۔ امید ہے کہ حضرت اقدس اس کے لئے علاج تحریر فرمائیں گے فقط والسلام خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور ۲۴۔ محرم ۴۹ھ

جواب...... ابھی اس کا تمکن ورسوخ ہونے دیجئے۔

چھبیسواں خط

مضمون...... بگرامی خدمت مخدوم محترم سید و مرشدی حضرت اقدس حکیم الامۃ دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ الحمدللہ کہ حضرت سلمہ کی دعا سے معمولات مجوزہ حضرت اکثر اوقات میں بجالاتا رہتا ہوں۔

جواب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ بارک اللہ تعالیٰ فیہا

مضمون...... حضرت اقدس دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ شانہ بندہ کی اصلاح فرمائیں اور ہمیشہ اپنی مرضیات میں مشغول رکھیں۔

جواب...... آمین

مصائب کی گرانی اور دل کی پریشانی:

مضمون...... صبر کے پیدا ہونے کے لئے علاج تحریر فرمایا جائے مصائب کا تحمل قلب پر بہت ہی گراں ہوتا ہے بلکہ کوئی بات خلاف طبع پیش آ جائے اس سے قلب میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور قلب میں اس کی وجہ سے طرح طرح کے وساوس پیدا ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ حضرت اقدس اس کیلئے علاج مرحمت فرمائیں گے۔

جواب...... نہ سبب مذموم ہے نہ مسبب دونوں غیر اختیاری ہیں ولا یذم مالا

اختیار فیہ۔ اس لئے ضرورت معالجہ کی نہیں البتہ حدود شرعیہ سے بالاختیار تجاوز کرنا یہ مذموم ہے اور بے صبری اسی کا نام ہے۔

صبر کی حقیقت:

مضمون...... اور اس کی حقیقت شرعیہ سے بھی مطلع فرمائیں گے فقط والسلام۔ ۶۔ ربیع الاول ۴۹ھ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور

جواب...... حبس النفس علی ماتکرہ عما یکرہ شرعاً۔

ستائیسواں خط

مضمون...... بخدمت اقدس مخدوم محترم سیدی و مرشدی دامت فیوضکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہٗ۔ الحمد للہ کہ حضرت کی دعا سے معمولات بجالاتا ہوں حضرت سلمہ سے دعائے استقامۃ و حسن خاتمہ کی استدعا ہے۔ بے چینی اور طبعی اضطراب گو شرعاً مذموم نہیں مگر نفس کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

جواب...... اس تکلیف کا معالجہ فن کی غرض سے خارج ہے۔

مضمون...... اور بسا اوقات اس کی وجہ سے دینی امور فرائض و واجبات میں خلل واقع ہونے لگتا ہے۔

جواب...... خلل غیر اختیاری یا اختیاری

مضمون...... حضرت سلمہ اس کے متعلق کچھ ارشاد فرماویں تاکہ اطمینان ہو جائے۔

جواب...... میں اوپر عرض کر چکا۔

مصیبت پر اجر:

مضمون...... نیز جو مصیبت قلب پر عادۃً شاق ہوتی ہے جیسے والدین یا اولاد کا انتقال اگر کسی کو بوجہ قساوت کے لئے ایسے مصائب پر کچھ گرانی قلب پر نہ ہو تو ایسی صورت میں نہ اس کو تکلیف ہوگی اور نہ صبر نہ اس پر ثواب ایسی صورت میں تحصیل ثواب کی کیا صورت ہے یا یہ شخص اس مصیبت پر صبر کے ثواب سے محروم رہے گا۔

جواب...... یہ عزم رکھنا کہ اگر مصیبت پر قلق ہوا تو صبر کروں گا۔ یہ بھی تحصیل ثواب صبر کے لئے کافی ہے۔

نفس کو روکنے کا مطلب:

مضمون...... جس کے معنی صرف یہی ہیں کہ جزع فزع اور خلاف شرع اقوال سے بچے یا کچھ اور فقط والسلام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور ۲۶۔ ربیع ا ۴۹ھ

جواب...... جی ہاں

اٹھائیسواں خط

مصائب کے وقت حقوق شرعیہ میں خلل:

مضمون...... مخدومی محترمی سیدی ومرشدی جناب حضرت حکیم الامۃ ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ۔ مصائب کے وقت حقوق شرعیہ میں خلل کبھی تو اختیاری ہوتا ہے۔

جواب...... جامع الکمالات دام فیضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اس کا تدارک تو اختیاری ہے کرنا چاہیے۔

مضمون...... اور کبھی غیر اختیاری کہ قلب ایسی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ذہول اور غفلت کی وجہ سے دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی۔

جواب...... تو اس سے کوئی ضرر دینی نہیں اور مہتم بالشان ایسے ہی ضرر سے بچنا ہے۔

مضمون...... حضرت سلمہ احقر کے حق میں دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ خلائق کی اصلاح فرمائیں۔

جواب...... دل سے اصلاح کی دعا کر رہا ہوں۔

مضمون...... معمولات جو حضرت سلمہ نے فرمائے ہیں اس کو بجالاتا ہوں اور الحمدللہ کہ اکثر اوقات پابندی کے ساتھ پورے ہو جاتے ہیں مگر قلب کی قساوت ویسے ہی ہے جیسے تھی دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ احقر کے قلب کی اصلاح فرمائیں فقط والسلام۔ ۳۔ ربیع الثانی ۴۹ھ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور

جواب...... قساوت میں محتاج تفسیر ہے۔ (اشرف علی)

اُنتیسواں خط

مضمون...... بحضرت اقدس مخدوم محترم سیدی و مرشدی حضرت مولانا صاحب حکیم الامۃ ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہٗ۔ الحمد للہ کو معمولات فرمودہ حضرت اکثر ایام میں بلا ناغہ پورا کرتا رہتا ہوں۔

جواب...... مولانا دام فیضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ الحمد للہ

مضمون...... حضرت سلمہ سے صلاح نفس اور حسن خاتمہ کے دعا کی استدعا ہے امید ہے کہ حضرت اقدس اس ناکارہ کو دعا میں یاد فرمائیں گے۔

جواب...... دل سے دعا ہے

مضمون......صبر کے متعلق جو حضرت سلمہ کے ارشادات ہیں ان پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔ حضرت اقدس دعائے توفیق اعمال فرمائیں۔

جواب...... آمین

شکر کی حقیقت اور اس کا حصول:

مضمون...... اللہ تعالیٰ کے انعامات پر شکر کے لئے علاج ارشاد فرمایا جائے۔

جواب...... علاج تو ازالہ کے لئے ہوتا ہے یہ تو تحصیل کی چیز ہے اور اختیاری۔ استعمال اختیار اس کی تدبیر ہے۔

مضمون......اور نیز اس سے بھی مطلع فرمایا جائے کہ شکر کی حقیقت شریعت میں کیا ہے۔

جواب...... جو حالت طبیعت کے موافق ہو خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو اس حالت کو دل سے خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی لیاقت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کا جوارح سے گناہوں میں استعمال نہ کرنا یہ شکر ہے۔

مضمون...... قساوت کی تفسیر یہ ہے کہ طاعت کی طرف طبیعت کی رغبت نہیں

جواب...... طبعی یا قصدی استحضار سے

مضمون...... اور نہ معاصی سے طبیعت میں نفرت (ہے)

جواب...... طبعی یا قصدی استحضار سے

مضمون...... اور نہ نصوص وعدو عید کے دیکھنے یا سننے سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے۔

جواب...... طبعی یا قصدی استحضار سے

ریاء کی ایک صورت:

مضمون...... بلکہ بسا اوقات طاعات واجبہ مخلوق کے خوف سے اور ان کے طعن ولعن کے خوف سے ادا ہوتی ہیں۔

جواب...... یہ تو ریاء ہے۔

مضمون...... اور ایسا ہی اجتناب عن المعاصی بھی مخلوق کے خوف سے ہوتا ہے۔

جواب...... یہ بھی ریاء ہے۔

مضمون...... امید ہے کہ حضرت سلمہ اس کے لئے کوئی علاج تجویز فرمائیں گے فقط والسلام۔ ۹۔ ربیع الثانی ۴۹ھ۔ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... ابھی قساوت کی حقیقت منقح نہیں ہوئی۔

تیسواں خط

شکر حاصل کرنے کا طریقہ:

مضمون...... بحضرت اقدس حکیم الامۃ مخدوم محترم سیدی ومرشدی ادام اللہ فیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ

احقر کا مقصود بھی تحصیل شکر کیلئے علاج پوچھنا تھا امید ہے کہ حضرت سلمہ اس کے تحصیل کا طریقہ اور معین ارشاد فرمائیں گے۔

جواب...... وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس کی ماہیت کے اجزاء سب افعال اختیار یہ ہیں ان کو بہ تکرار صادر کرنا یہی طریقہ تحصیل اور یہی طریق تسہیل ہے۔

حالت نماز میں رونا وغیرہ:

مضمون...... قساوت سے مقصود بندہ کا یہ ہے کہ جیسے بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ حالت صلوٰۃ میں رونے لگتے ہیں۔قرآن شریف پڑھتے ہیں رونے لگ جاتے ہیں۔وعظ میں وعید کے مضامین سن کر رقیق القلب ہوکر گریہ وبکاء میں مشغول ہوجاتے ہیں۔احقر کو نہ نماز میں رونا آتا ہے نہ قرآن پڑھنے سننے سے رقت قلب ہوتی ہے یہ حالت اگر غیر محمود ہے تو حضرت سلمہ اس کے لئے علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب...... یہ امور غیر اختیاریہ ہیں اور ایسے امور میں غیر محمود کا تحقق نہیں ہوتا۔

طاعات کی طرف اعتقادی رغبت:

مضمون...... اور طاعات کی طرف نہ طبعی رغبت ہوتی ہے اور نہ قصدی استحضار سے اور ایسے ہی معاصی سے نفرت

جواب...... رغبت ونفرت طبعیہ غیر مطلوب ہے رغبت ونفرت اعتقادی کافی ہے یہی مامور بہ ہے اس کے مقتضاء پر بار بار عمل کرنے سے اکثر طبعی رغبت ونفرت بھی ہوجاتی ہے اگر نہ ہوتو بھی مضر نہیں۔

مضمون...... معمولات بحمداللہ تعالیٰ اکثر اوقات میں بہ نشاط پورے ہوجاتے ہیں خصوصاً تہجد میں تو بفضلہٖ تعالیٰ حضرت کی دعا سے اچھا خاصہ جی لگتا ہے۔حضرت اقدس سلمہ سے صلاح نفس اور فوز دارین کی دعا کی استدعا ہے۔فقط والسلام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... مولانا السلام علیکم۔اضیاف کے ہجوم سے اطمینان کا وقت نہ ملا اور میں ایسے وقت کا جواب کے لئے منتظر رہا اب بھی ایسا وقت نہیں مگر رفع انتظار کے لئے لکھتا ہوں۔

اکتیسواں خط

مضمون...... بحضرت اقدس سیدو مرشدی ومخدومی ومحترمی ادام اللہ فیوضکم۔السلام علیکم ورحمتہ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ

شکر کے متعلق جو کچھ حضرت اقدس سلمہ نے تحریر فرمایا وہ بحمد اللہ سمجھ میں آ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت کی دعاء سے اکثر اجزاء شکر پر عمل بھی ہے۔

جواب...... بارک اللہ تعالیٰ

مضمون...... حضرت سلمہ سے درخواست ہے کہ احقر کے اصلاح نفس اور امتثال اوامر اور اجتناب عن المعاصی کیلئے دعا فرمائیں حضرت سلمہ کی دعا سے معمولات بفضلہ تعالیٰ روزانہ پورے ہو جاتے ہیں۔ حضرت سلمہ دعائے استقامت فرماویں۔

جواب...... دل وجان سے

زُہد حاصل ہونے کا طریقہ:

مضمون...... تحصیل زہد کے لئے حضرت والا علاج اور طریق تسہیل مرحمت فرماویں اور اس کی ماہیت شرعیہ بھی ارشاد فرمائی جائے۔

جواب...... قلت رغبت فی الدنیا اس کی ماہیت ہے طریق تحصیل مراقبہ اسکے فانی ہونے کا اور غیر ضروری کی تحصیل میں انہماک نہ ہونا اور طریق تسہیل صحبت۔ زاہدین کی اور مطالعہ حالات زاہدین کا

مضمون...... آئندہ جمعہ کو حضرت سلمہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہے اگر حضرت اجازت فرماویں۔

جواب...... بسرو چشم

مضمون...... نیز احقر حضرت سے بیعت ہونے کے شرف سے اب تک محروم ہے اگر حضرت سلمہ کے نزدیک مناسب ہو تو حاضری پر شرف بیعت سے بھی مشرف فرمایا جائے۔ فقط والسلام۔ ۹۔ جمادی الاولیٰ ۴۹ھ۔ احقر انحد ام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... ضرورت تو ہے نہیں لیکن آپ کے حکم سے عذر بھی نہیں

بتیسواں خط

مضمون...... بخدمت حضرت اقدس مخدوم محترم سیدی ومرشدی حکیم الامۃ ادام اللہ

اظلالکم علینا وعلی سائر المستر شدین۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ

الحمدللہ حضرت سلمہ کی دعا سے معمولات فرمودہ حضرت والا پورے ہو جاتے ہیں اور معمول تدبر فی القرآن کا بھی حسب ارشاد سامی شروع کر دیا ہے جس کے لئے سردست وقت بعد صلوٰۃ عشا مقرر کیا ہے۔ حضرت اقدس بندہ کی اصلاح ظاہر وباطن واستقامۃ علی الطاعات والمرضیات کے لئے دعا فرمائیں۔

جواب...... بارک اللہ تعالیٰ دل وجان سے

مضمون...... احقر کو حق تعالیٰ کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ حضرت کی دعاء اور توجہات سے احقر ناکارہ خلائق کی اصلاح انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گی۔

جواب...... میں کیا چیز ہوں مگر حق تعالیٰ کے فضل ورحمت سے سب امید ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مضمون...... زہد کی تحصیل کے لئے جو کچھ حضرت سلمہ نے ارشاد فرمایا اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔ حضرت سے توفیق اعمال خیر کی دعا کی استدعا کی ہے۔

جواب...... دل سے دعا ہے

صدق واخلاص کے حصول کا علاج:

مضمون...... صدق واخلاص کے حقائق شرعیہ اوران کے حصول کیلئے علاج اور معین تحریر فرمایا جائے فقط والسلام۔ ۲۸۔ جمادی الاولیٰ ۴۹ھ۔ احقر عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... جس طاعت کا ارادہ ہو اس میں کمال کا درجہ اختیار کرنا یہ صدق ہے اور اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا۔ یہ اخلاص ہے۔ اور یہ موقوف ہے مابہ الکمال کے جاننے پر اسی طرح غیر طاعت کے جاننے پر اس کے بعد صرف نیت اور عمل جزو اخیر رہ جاتا ہے یہ دونوں اختیاری ہیں طریق تحصیل تو اسی سے معلوم ہو گیا آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ ووعید کا اور مراقبہ نیت کا

تینتیسواں خط

اخلاص وصدق کی مثالیں:

مضمون...... بعالی خدمت بابرکت مخدوم محترم سیدی ومرشدی حضرت اقدس حکیم

الامت ادام اللہ فیوضکم الی یوم القیمۃ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اخلاص وصدق کے متعلق حضرت سلمہ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سمجھ میں آ گیا مگر مزید انشراح کیلئے اگر حضرت سلمہ ان کے حقائق کو امثلہ سے شرح فرماویں تو انطباق میں زیادہ سہولت ہوگی۔

جواب...... مثال صدق کی نماز کو اسی طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع آداب ظاہرہ و باطنہ کے ادا کرنا علی ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے درجہ بتلایا ہے مثال اخلاص کی نماز میں ریاء کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے رضائے غیر حق کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے اور اس کے متعلقات ظاہر ہیں۔

اخلاص اور خشوع وخضوع میں فرق:

مضمون...... اس سے بھی مطلع فرمایا جائے کہ اخلاص میں اور خشوع وخضوع میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔

جواب...... اخلاص راجع ہے نیت کی طرف اور خشوع وخضوع سکون ہے جوارح و قلب کا حرکات منکرہ ظاہرہ یا باطنہ سے اگرچہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو پس اخلاص خشوع سے مفارق ہو سکتا ہے۔

ایک طاعت میں دوسری کا قصد:

مضمون...... اور نیز اس سے بھی کہ جس طاعت کا قصد ہو اس میں اس طاعت کے علاوہ دوسری طاعت کا قصد مخل اخلاص ہے یا نہیں۔

جواب...... مثال سے واضح کیا جائے

مضمون...... مراقبہ نیت کی تصویر سے بھی مطلع فرمایا جائے۔

جواب...... یعنی اس کی دیکھ بھال کہ میری نیت غیر طاعت تو نہیں

نیت کے وقت کے وساوس:

مضمون...... نیز اس سے بھی نیت کے وقت میں جو وساوس غیر طاعت کے بلا اختیار پیش آتے ہیں ان کے دفع کرنے کا کیا علاج ہے۔

جواب...... وساوس مخل نہیں اخلاص میں اول تو وہ غیر اختیاری دوسرے نماز سے وہ مقصود تو نہیں

مضمون...... ارادہ صلوٰۃ کے وقت قبیل از تحریمہ ہر چند اس کی کوشش کرتا ہوں کہ غیر طاعت کا وسوسہ قلب میں نہ آئے مگر پھر بھی کامیابی نہ ہوتی

جواب...... تو محذور کیا ہوا اخلاص کے خلاف نہ ہونا اوپر معلوم ہوا البتہ اگر قصداً ہوں تو صدق کے خلاف ہیں مگر جب بلا قصد ہوں تو خلاف صدق بھی نہیں۔

مضمون...... اور بسا اوقات قطع تحریمہ کی نوبت آجاتی ہے۔ اور مکرر سہ کرر نیت اور استحضار کرنا پڑتا ہے اس خیال سے کہ تحریمہ کے وقت نیت نہیں ہوئی اور عزم نہیں ہوا۔ یا تحریمہ کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے۔

جواب...... یہ تو حرام ہے۔ نیت فعل اختیاری ہے اس وقت دوسری طرف توجہ قصد و اختیار سے نہ ہونا چاہیے اور بلا اختیار منافی نیت نہیں

مضمون...... اس لئے عرض کیا گیا ہے کہ حضرت سلمہ اس کے لئے علاج مرحمت فرمادیں۔

جواب......اوپر سب عرض کردیا

مضمون......حضرت سلمہ سے استدعا ہے کہ احقر ناکارہ خلائق کے حق میں دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے ظاہر و باطن کی اصلاح فرمائے اور اپنا قرب خاص عنایت فرمائے۔ فقط والسلام۔ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم ۸۔ جمادی الثانی ۴۹ھ

جواب......دل سے دعا ہے

چونتیسواں خط

اخلاص کے دو درجے:

مضمون...... بخدمت بابرکت حضرت اقدس حکیم الامت سیدی و مرشدی ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

الحمدللہ کہ حضرت سلمہ کے ارشادات سے بہت سے خلجانات رفع ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت سلمہ کی ذات گرامی اور حضرت کے فیوض کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ البتہ اخلاص وخشوع کے فرق کے بیان میں جو حضرت اقدس کا ارشاد ہے (اگرچہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو) اس میں اتنا شبہ ہے کہ جب وہ حرکات منکرہ ہیں تو ان میں نیت

طاعت کی نہیں ہو سکے گی ان میں بہرصورت نیت غیر طاعت ہی کی ہوگی۔

جواب...... لازم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ کسی چیز کی بھی نیت نہ ہو عبث حرکات ہوں جو بے پروائی یا عادت کے سبب صادر ہوں خواہ جوارح کی حرکات ہوں یا قلب کی

مضمون...... حضرت سلمہ کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس کے متعلق کچھ اور وضاحت فرمائی جائے تا کہ کسی قسم کا شبہ نہ ہے۔

جواب...... ابھی عرض کر چکا۔

مضمون...... کسی طاعت میں غیر طاعت کا تو قصد نہ ہو مگر دوسری طاعت کا قصد ہو جیسے نماز کی حالت میں ریاء کا قصد تو نہیں اور نہ کسی اور فعل غیر طاعت کا قصد ہے مگر نماز کی حالت میں قصداً کسی شرعی مسئلہ کا مطالعہ کرتا ہے یا کسی اور سفر طاعت کا نظام اس حالت میں قصداً سوچتا ہے۔

جواب...... یہ مسئلہ دقیق ہے قواعد سے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ اس وقت دو حدیثیں میری نظر میں ہیں ایک مرفوع جس میں یہ جزو ہے صلی رکعتین مقبلاً علیهما بقلبه۔ دوسری موقوف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول جس میں یہ جزو ہے انی لاجهز جيشي و انا في الصلوٰة۔ مجموعہ روایتین سے اخلاص کے دو درجے مفہوم ہوئے ایک یہ کہ جس طاعت میں مشغول ہے اس کے غیر کا قصداً استحضار بھی نہ ہو اگر چہ وہ بھی طاعت ہی ہو۔ دوسرا درجہ یہ کہ دوسری طاعت کا استحضار ہو جائے اور ان دونوں میں یہ امر مشترک ہے کہ اس دوسری طاعت کا اس طاعت سے قصد نہیں ہے مثلاً نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں ہے کہ نماز میں یکسوئی کے ساتھ تجہیز جیش کریں گے پس حقیقت اخلاص تو دونوں میں یکساں ہے اس میں تشکیک نہیں عوارض کے سبب ان میں تفاوت ہو گیا۔ اور درجہ اول اکمل ہے اور دوسرا درجہ اگر بلا عذر ہے تو غیر اکمل ہے اور اگر عذر سے ہے تو وہ بھی اکمل ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرورت تھی اور اس کا معیار اجتہاد ہے لیکن ہر حال میں اخلاص کے بالکل خلاف نہیں البتہ خشوع کے خلاف ہونا نہ ہونا نظری ہے میرے ذوق میں بصورت عذر یہ خلاف خشوع بھی نہیں اگر ضرورت ہو (اسی کو اوپر عذر کہا گیا ہے ۱۲) اب اس پر سوال کو منطبق کر لیجئے۔

دوسرے کی اصلاح کیلئے نماز پڑھنا:

2

مضمون ...... یا نماز صرف اس غرض سے پڑھتا ہے کہ کوئی ناواقف آدمی میری اس نماز کو دیکھ کر اپنی نماز درست کر لے ایسے طاعات کا قصد نماز میں مخل اخلاص ہے یا نہیں

جواب ...... اس میں خود نماز سے مقصود غیر نماز ہے اس میں بظاہر خلاف اخلاص ہونے کا شبہ ہوسکتا ہے مگر میرے ذوق میں اس میں تفصیل ہے کہ شارع کے لئے تو یہ خلاف اخلاص نہیں وہ اس صورت تبلیغ کے مامور ہیں اور غیر شارع کیلئے مامور بہ نماز میں خلاف احتیاط ہے اور خاص تعلیم کے لئے مستقل نماز کا حرج نہیں۔

نیت و تحریمہ کا ذہول ہو جانا:

مضمون ...... نماز کے شروع کرنے کے بعد پہلی رکعت میں مثلاً یہ خیال ہوا کہ نہ معلوم تحریمہ کے وقت میری نیت شرعی صلوٰۃ کی ہوئی تھی یا نہیں یا تحریمہ ہی میں شبہ ہوا کہ نہ معلوم میں نے اللہ اکبر کہا یا نہیں۔ الغرض اس کو نیت اور تحریمہ سے بالکل ذہول ہو گیا ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے حضرت اقدس کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں اور مراقبہ نیت ہی اس کا علاج ہے یا کچھ اور

جواب ...... یہ مسئلہ فقہیہ ہے روایات جزئیہ دیکھ لی جاویں۔

مضمون ...... معمولات فرمودہ حضرت سلمہ بحمد اللہ روزانہ حضرت کی دعا کی برکت سے پورے ہو جاتے ہیں۔

جواب ...... الحمد للہ

مضمون ...... حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کی اصلاح فرمائے اور ظاہر و باطن اس ناکارہ کا اللہ تعالیٰ کی مرضیات سے مزین ہو جائے۔

جواب ...... آمین۔

ہدیہ پیش کرنے کی درخواست کا جواب:

مضمون ...... ۲۲۔ جمادی الثانیہ کے جمعہ کو حاضری کا قصد ہے اگر حضرت سلمہ اجازت فرماویں۔

جواب...... بسر و چشم

مضمون...... کئی دفعہ طبیعت کا تقاضا ہوا کہ حضرت سلمہ کے لئے کوئی تھوڑی سی چیز بطور ہدیہ حاضر خدمت اقدس کروں مگر چونکہ حضرت کی طبیعت مبارک کے خلاف ہے اس لئے نہ پیش کرنے کی جرأت ہوئی اور نہ عرض کرنے کی ہمت اس لئے درخواست ہے کہ اگر حضرت والا اجازت فرماویں تو صرف دو روپیہ کی کوئی چیز (جو حضرت سلمہ پسند فرماویں) اپنے ساتھ لا کر حاضر خدمت کروں۔ یا اگر احقر کا حاضر ہونا کسی عذر سے ملتوی ہو گیا تو کسی ایسے شخص کے ہاتھ بھیج دوں جو حضرت سلمہ کا خادم ہو فقط والسلام۔ خادم بندہ عبدالرحمٰن از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم۔ ۱۵۔ جمادی الاخریٰ ۴۹ھ

جواب...... حجاب بھی ہوتا ہے مگر آپ کے تبرک سے محرومی بھی گوارا نہیں۔ کوئی خاص چیز ذہن میں نہیں بے تکلف عرض ہے کہ نقد انفع ہے مگر اس سے نصف یعنی ایک روپیہ

پینتیسواں خط

مضمون...... بحضرت اقدس حکیم الامت سیدی و مرشدی ادام اللہ فیوضکم و افاض علینا برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ۔

الحمدللہ کہ حضرت سلمہ کی توجہ کی برکات سے معمولات پورے ہو جاتے ہیں۔

جواب...... مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بارک اللہ تعالیٰ

مضمون...... حضرت احقر ناکارہ کے حق میں دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ جل وعلا میری اصلاح فرمائیں اور اپنی مرضیات میں مشغولیت کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

جواب...... دل سے دعا ہے

مضمون...... صدق و اخلاص کے متعلق حضرت سلمہ کے ارشادات کے برکت سے بحمداللہ اطمینان کلی حاصل ہوا بلکہ بہت سے اشکالات جو ان کے متعلق نہ تھے (بلکہ دوسرے مباحث کے متعلق تھے ۱۲ جامع) وہ بھی حل ہو گئے۔

جواب...... الحمدللہ

رضا بر قضا اور اس کا حصول:

مضمون...... رضا بر قضا کے حصول کے لئے کوئی علاج تحریر فرمایا جائے اور اس کا معیار اور مقدار بھی ارقام فرمایا جائے کہ انسان اس کے متعلق کس قدر کا مکلف ہے اور اس کا شرعی مفہوم مصطلح کیا ہے فقط والسلام۔ ۲۸۔ جمادی الاخریٰ ۴۹ھ خادم بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم

جواب...... رضا بالقضاء کی حقیقت ترک اعتراض علی القضا ہے اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضا طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے اور اول حال ہے جس کا عبد مکلف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلّف ہے۔ تدبیر اس کی تحصیل کی استحضار رحمت وحکمت الٰہیہ کا واقعات خلاف طبع ہیں۔ (اشرف علی)

چھتیسواں خط

مضمون...... بخدمت گرامی حضرت اقدس مکرم محترم حکیم الامۃ سیدی ومرشدی ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ کہ معمولات اکثر اوقات میں حضرت سلمہ کی دعا کی برکت سے پورے ہو جاتے ہیں۔ حضرت سے دعائے استقامت اور توفیق اعمال حسنہ کی دعا کی استدعا ہے۔

رضا بالقضاء کے متعلق جو حضرت اقدس کا ارشاد ہے وہ سمجھ میں آ گیا اس پر عمل کرنے کے لئے بھی دعائیں فرمائیں۔

ثم الحمدللہ کہ اعراض نفس جس قدر تھے (جن کی فہرست حسب ارشاد تبلیغ دین سے مرتب کی تھی) ان کے متعلق حضرت سلمہ کی خدمت بابرکت میں جو کچھ عرض معروض کرنا تھا اس کا ضروری حصہ ختم ہو چکا۔ حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ حضرت اقدس کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرماویں اور اس ناکارہ کی اصلاح فرما کر حسن خاتمہ سے فائز فرمائے یہ ناکارہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اور حضرت کی توجہات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا جن کی وجہ سے اس احقر کو حضرت سلمہ سے شرف مکاتبت ومکالمت حاصل ہو کر حق

تعالیٰ کے نام لینے کی توفیق ہوئی الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

جواب..... آپ سے زیادہ مجھ کو مسرت ہے اللہ تعالیٰ یوماً فیوماً برکت واستقامت عطا فرماوے۔

مستحب توکل کی شرائط:

مضمون..... اس وقت ایک پرانا عریضہ بھی ارسال خدمت ہے جس میں حضرت سلمہ نے درجات مستحبہ کے طریق تعلیم کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ امید ہے کہ حضرت اقدس اس کے متعلق بھی کچھ ارشادات فرمائیں گے۔ جس سے فرائض پر عمل کرنا سہل ہو جائے۔ ۶۔ رجب ۴۹ھ

توکل مستحب کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے فطرۃً قوت قلب۔ اور حقوق واجبہ کا ذمہ نہ ہونا یا اہل حقوق کا بھی ایسا ہی ہونا۔ کیا یہ شرائط متحقق ہیں۔

سینتیسواں خط

مضمون..... بخدمت گرامی حضرت اقدس سیدو مرشدی مخدومی ومحترمی حکیم الامۃ ادام اللہ تعالیٰ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ'

الحمدللہ معمولات حضرت کی دعا سے پورے ہو جاتے ہیں۔ حضرت سلمہ احقر کے حق میں استقامت اور حسن خاتمہ اور توفیق طاعات کے لئے دعا فرماویں۔

حضرت سلمہ کے ارشاد پر معروض ہے کہ شرائط توکل مستحب کے متحقق نہیں نہ تو قوت قلب ہے نہ اہل حقوق ایسے ہیں۔ قلب نہایت ضعیف اور کمزور ہے اور اہل حقوق بھی قوی القلب اور غیر مطالب الحقوق نہیں اس بناء پر جو حضرت اقدس کا ارشاد ہو اس سے مطلع فرمایا جائے۔ فقط والسلام۔ ۱۳۔ رجب ۴۹ھ احقر الخدام بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

جواب..... پس واجب پر اکتفا فرمائے اور اس سے زائد کی دعا کیا کیجئے خود قصد نہ کیجئے۔

شذرہ نمبر ۱۴

بڑوں کے سامنے اپنے آپ کو فنا کرنا:

عرصہ دراز ہوا ایک صاحب کو جنہوں نے غالباً مجلس میں حضرت والا کی تقریر پر بطور

تصدیق کے کچھ کہہ دیا تھا تنبیہ فرمائی کہ میں بہت دن سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے اندر فنا کی شان بالکل نہیں مجلس میں اپنے آپ کو بالکل فانی شخص بنا کر بیٹھنا چاہیے۔ جس کو آدمی اپنا بڑا سمجھے اس کے سامنے اپنے آپ کو اس کے کسی قول کے تصدیق کرنے کے بھی قابل نہ سمجھنا چاہیے۔ دوسرے کے قول کی تصدیق بھی وہی شخص کرتا ہے جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے۔ اھ

ف۔ احقر مؤلف کو حضرت والا کے اس ملفوظ پر یہ اشعار یاد آتے ہیں۔

عجب است باوجودت کہ وجودِ من بماند　　　تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن بماند

یہ عجیب ہے کہ تیرے ہوتے ہوئے میرا وجود باقی رہے، تو بات کہنے کے لئے اندر آئے اور میری بات بھی رہے۔

در محفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ ست　　　خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد

جس محفل میں سورج ہو تو اپنے آپ کو ذرہ سمجھ، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ادب کے خلاف ہے۔ لیکن اگر قرائن حالیہ سے خطاب کرنے والے کی اجازت متیقن ہو تو بقدر ضرورت مضائقہ نہیں۔

شذرہ نمبر ۱۵: حضرتِ والاؒ کی شان تربیت پر ایک دانشور کا خصوصی مضمون

اس مضمون کے وجود پذیر ہونے کے اسباب

احقر اس باب متفرقات کو ایک اہل فضل واہل علم ماہر فلسفیات وسیاسیات عالم کے مضمون پر جن کا تعلق بیعت ایک دوسرے شیخ سے ہے فی الحال ختم کرتا ہے۔ (اور فی الحال کی قید اس لئے لگائی گئی کہ باب ہذا کو شذرات السوانح کے حصص کے نام سے بعد کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ جاری رکھنے کی تجویز ہے۔ جیسا کہ باب ہذا کی تمہید میں عرض کیا گیا)۔

تقریباً ایک سال کا عرصہ ہوا فاضل ممدوح حاضر خانقاہ ہوئے تھے اور احقر ہی کے حجرہ میں قیام فرمایا تھا اس وقت احقر ''باب ارشاد وافاضۂ باطنی'' کو شروع کرنے والا تھا اور اس کی اہمیت اور اپنی نااہلیت سوچ سوچ کر سخت متردد تھا کہ ایسے اہم باب کو میں کیونکر لکھ سکوں گا اسی دوران میں ممدوح نے بھی بر سبیل تذکرہ تاکیداً فرمایا کہ یہ باب تو بہت اہم ہے اس کو خاص طور سے لکھا جائے اور اس میں حضرت والا کی امتیازی شان ارشاد وتربیت کو بھی ضرور خاص

طور سے دکھایا جائے اوراس کے متعلق جو کوتاہ بینوں کو غلط فہمیاں ہیں ان کو بھی دور کیا جائے۔

اس کے جواب میں احقر نے اپنی بے بضاعتی اور نااہلی ظاہر کی۔اور چونکہ اسی زمانہ میں ممدوح ایک روز دیر تک تنہائی میں حضرت والا سے اپنے حالات باطنہ عرض کر کے تشفی بخش جوابات حاصل کر چکے تھے جن سے بہت متاثر تھے اس لئے احقر نے بر بناء بے تکلف بیساختہ عرض کیا کہ مجھ میں تو کیا اہلیت ہے یہ کام اہل علم کا ہے۔آپ ماشاء اللہ صاحب فضل وکمال ہیں۔آپ نے حضرت والا کے موجودہ اور گذشتہ ارشادات خاصہ سے جو کچھ حضرت والا کی خصوصیات تعلیم وتربیت سمجھی ہوں اگر آپ ان کو قلمبند فرما کر مجھے عنایت فرماویں تو میں ان کو بھی شامل سوانح کردوں۔

اس پر صاحب ممدوح نے بہت شوق سے فرمایا کہ دیکھئے اگر ہوسکا تو ان شاء اللہ تعالیٰ میں آپ کے پاس کچھ لکھ کر بھیجوں گا۔پھر مولانا ممدوح تشریف لے گئے اور بات آئی گئی ہوئی لیکن اب معلوم ہوا کہ مولانا نے بمصداق ''الکریم اذا وعدوفی'' (شریف جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے) اس چلتی ہوئی بات کو بھی برابر اپنے گوشہ خیال میں محفوظ رکھا اور بالآخر اب جبکہ احقر بعون اللہ تعالیٰ اشرف السوانح کو فی الحال مکمل کر چکا ہے اور بوجہ قرب اختتام رخصت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سے صرف ہفتہ عشرہ ہی میں بصد حسرت رخصت ہونے والا ہے۔

مضمون کی خصوصیت:

مولانا نے ایک مختصر مگر جامع و مانع اور فاضلانہ ومحققانہ مضمون جو گویا اشرف السوانح کا ایک نفیس خلاصہ ہے بھیج کر نیازمند کو مرہون منت فرمایا ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ اس مضمون کی روانگی کے وقت جو نظر ثانی کی تو بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ اس مضمون کو حضرت کے مرتبہ سے نہایت فروتر پاتا ہوں اور اب تو اگر اقرار کی شرم متقاضی نہ ہوتی تو ہرگز نہ بھیجتا۔البتہ میرے لئے اس نفع سے خالی نہیں رہا کہ اتنا وقت حضرت کے خیال میں بسر ہوگیا۔اھ

مولانا ممدوح نے یہ مضمون عنایت فرما کر میری اس تمنا کو بھی ایک حد تک پورا فرمادیا کہ کاش اشرف السوانح کو حضرات اہل علم میں سے کوئی صاحب ازسرنو عالمانہ طرز پر مرتب

فرمادیتے چنانچہ اس کی درخواست خاتمۃ الکتاب میں بھی عرض کی گئی ہے جو اس میں ملاحظہ سے گذرے گی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

ہر چند جس جس موضوع پر مولانا نے اپنے مضمون میں مجملاً بحث فرمائی ہے ان میں سے ہر ایک پر بعون اللہ تعالیٰ وبفضلہٖ خود احقر بھی مفصلاً گو عامیانہ طرز پر سہی معروضات میں پیش کر چکا ہے نیز اب اشرف السوانح کے کل ابواب مکمل ہو جانے کے بعد بند بھی کئے جا چکے ہیں لیکن مولانا نے جس صدق وخلوص کے ساتھ اپنے محققانہ اور عالمانہ طرز پر جس میں جدید مذاق انشا پردازی کی بھی چاشنی موجود ہے یہ نافع مضمون جو غافلین کے لئے گویا ہدایت نامہ ہے ارقام فرمایا ہے وہ اس کو مقتضی ہے کہ اس کو بلفظہٖ اشرف السوانح کا جزو بنا دیا جائے تا کہ وہ خلاصہ کا بھی کام دے۔ اور احقر کی معروضات کی جن پر ''مریداں می پرانند'' کا گمان ہو سکتا تھا ایک غیر مرید فاضل عصر کے قول سے تصدیق بھی ہو جائے جو اپنے مذاق فطری کے متعلق جس کا حاصل اعتقاد میں انتقاد اور رائے قائم کرنے میں حزم واحتیاط ہے اسی مضمون کے اندر ایک مقام پر یہاں تک تحریر فرماتے ہیں کہ راقم ہذا کے جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کی فطرت کو زود اعتقادی یا خوش اعتقادی سے کتنا بُعد ہے اور اپنی ''چشم بدبیں'' کے لئے کتنا بدنام ہے۔ الخ

ادھر تو ایک ایسے منقد ومنقر کی جو اس مصرع کا مصداق ہے۔ ع۔ ہم سخن سنج ہیں غالب کے طرفدار نہیں۔ ایسی پرزور تصدیق اور اُدھر ہر طبقہ میں حضرت والا کی مقبولیت عامہ اور موافقین ومخالفین منتسبین وغیر منتسبین سب کو حضرت والا کے کمالات علمیہ وعملیہ کا قلب وزبان سے اعتراض اور حضرت والا کا حکیم الامۃ ومجدد الملۃ ہونا عموماً مسلم اور زبان زد خاص وعام جس کی شہادات موقع بہ موقع ہدیہ ناظرین کی جا چکی ہیں چنانچہ بعض ہم عصر شیوخ کاملین کی تصدیقات کا ذکر اسی باب کے شذرہ نمبر ۹ میں بھی گزر چکا ہے لہٰذا اگر حضرت والا کے کمالات کے متعلق اس احقر کی معروضات کو جو اس اشرف السوانح میں عرض کی گئی ہیں کوئی ناواقف یا وہمی یا بدظن ''مریداں می پرانند'' پر محمول کرے تو کرے لیکن وہ اتنی ساری غیر جانبدارانہ تصدیقات پر کیونکر خاک ڈال سکے گا جن پر اس وقت یہ احقر مجذوب دیوانہ بصد جوش وخروش مستانہ اس مشہور شعر کو پڑھ دینے پر مضطر ہے۔

میں بھی اس پر مر مٹا ناصح تو کیا بیجا کیا　　　اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

بیرسٹروں کی ایک کمیٹی کا اس مضمون سے متاثر ہونا:

احقر نے اسی شعر کو ایسے ہی جوش و خروش کے ساتھ ان نوممبران وقف کمیٹی کے سامنے بھی پڑھا تھا جو حضرت والا سے قانون وقف کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے آئے تھے اور بعد گفتگو بے حد متاثر ہو کر اُٹھے تھے اور غائبانہ وہ سب یک زبان ہو کر کہہ رہے تھے کہ ہم نہ سمجھتے تھے کہ مولویوں میں بھی ایک ایسی ذات موجود ہے۔

گو اُدھر بڑے بڑے قابل زبان آور اور جرح کرنے میں شہرہ آفاق بیرسٹران اور وکلاء اور بڑے بڑے ذی ثروت و وجاہت اہل تمدن رؤساء تھے جن میں بعضے مذہباً شیعی بھی تھے اور ادھر حضرت والا کی صرف ایک تنہا ذات مجمع الصفات ان کے جرحی سوالات کے جوابات دینے کے لئے تھی کیونکہ جب بعض اہل علم نے حضرت والا کے ہمراہ چلنا چاہا تو حضرت والا نے فرما دیا کہ نہیں میرا تنہا جانا ہی مناسب ہے تا کہ ان کو یہ خیال نہ ہو کہ ہمارے مقابلہ کے لئے اتنے سارے مولوی جمع ہو کر آئے ہیں اس میں مولویوں کی بے وقعتی ہے۔ نیز اگر میں سب کے ساتھ گیا اور مغلوب ہو گیا تو سب مولویوں کی بدنامی ہوگی اور اگر میں اکیلا مغلوب ہوا تو زیادہ بدنامی نہ ہوگی کیونکہ اگر ایک کو تو نے مغلوب بھی کر دیا تو کوئی کمال نہ سمجھا جائے گا اور اس کے عکس میں مولویوں کی بڑی عزت ہوگی۔ اھ

خیر یہ مصلحت تو تھی ہی لیکن اصل سبب کسی اور اہل علم کو نہ لینے کا یہ تھا کہ حضرت والا ان ممبروں کی شہرت و قابلیت و وجاہت سے مطلق مرعوب نہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اعانت کے بھروسے سے پورا اطمینان تھا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ان سب کے لئے کافی ہو جاؤں گا چنانچہ الحمدللہ ایسا ہی ہوا کہ بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا اکیلے ہی کافی ثابت ہوئے اور سب کو حضرت والا کی حاضر جوابی تہذیب متانت قابلیت اور با اصول گفتگو کا لوہا ماننا پڑا بمصداق ارشاد حضرت حافظ ؎

زِ شمشیر سر افشانش ظفر آں روز بدرخشید　　　کہ چوں خورشید انجم سوز تنہا بر ہزاراں زد

اے ظفر اس کے تلوار جیسے سر کے چھڑ کنے سے وہ دن روشن ہو گیا جہان کو روشن کرنے والے سورج کی طرح ایک نے ہزاروں کو روشن کر دیا۔

اس مکالمہ کی بعض تفصیلات باب فواضل کے عنوان مکارم عشرہ کے آخر میں بطور فائدہ گذر چکی ہیں۔

چونکہ ان صاحبوں میں سے اکثر احقر کے بے تکلف شناسا بلکہ بعض ہم سبق بھی تھے جو احقر کے ترک ڈپٹی کلکٹری اور پرانی وضع قطع پر باوجود بہت وقعت بلکہ عقیدت کی نگاہ سے دیکھنے کے کبھی کبھی دوستانہ نکتہ چینی بھی کیا کرتے تھے اس لئے جب احقر نے ان کو حضرت والا سے اس درجہ متاثر دیکھا تو احقر کی بن پڑی اور جلسہ برخاست ہوتے ہی اور حضرت والا کے تشریف لے جاتے ہی احقر نے وہیں کھڑے کھڑے نہایت جوش وخروش کے ساتھ یہی شعر پڑھ دیا۔

میں بھی اس پر مرمٹا ناصح تو کیا بیجا کیا　　　　اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

چونکہ یہ شعر اس وقت بہت ہی برمحل اور حسب حال تھا اس لئے وہ سب بے حد متاثر ہوئے۔ سب ممبران حلقہ باندھے کھڑے جھوم رہے تھے اور احقر دیوانہ وار اس شعر کو پڑھ رہا تھا اور اس جملہ پر کہ "دنیا بھر تو سودائی نہ تھی" اپنے ہاتھ کو گھما گھما کر انہی سب کی طرف ہر بار اشارہ کر دیتا۔ غرض اس وقت بھی ایک عجیب سماں بندھ گیا تھا جس کے لطف کا کچھ وہی صاحبان خوب اندازہ کر سکتے ہیں جو اس وقت موجود تھے۔

حضرت والا کا منجانب اللہ جو ایسے آزاد خیال مجمع پر بھی اس درجہ اثر ہوا اس پر احقر کو اس وقت بے اختیار یہ شعر یاد آتا ہے جس کے حضرت والا ہو بہو مصداق ہیں۔

سو سو کو مست کرتے ہیں اک اک نگاہ میں　　　　جس بزم میں گئے اُسے میخانہ کر دیا

اور اپنے یہ اشعار بھی یاد آتے ہیں۔

چہ شد مجذوب اگر دیوانۂ اوست　　　　ہمہ عالم ببیں پروانۂ اوست

کیا ہوا اگر مجذوب اس کا دیوانہ ہے، سارے جہان کو دیکھ کہ اسی کا پروانہ ہے)

ترا ذکر وردِ زباں ہو رہا ہے　　　　یہاں ہو رہا ہے وہاں ہو رہا ہے

فدا تجھ پہ ہر نکتہ داں ہو رہا ہے　　　　وہ ناداں ہے جو بدگماں ہو رہا ہے

اگر ہے یہ مجذوب کی بڑ تو پھر کیوں　　　　مرا ہمزباں اک جہاں ہو رہا ہے

ہاں اس معنے کر تو یہ تقریر مجذوب کی بڑ بھی کہی جا سکتی ہے کہ "دیوانہ را ہوئے بس است" پر مبنی ہے اور محض اضطراراً اتنا طویل کلام ہو گیا ہے لیکن بس اب میں ہوش میں آتا ہوں اور فاضل ممدوح کا مضمون مذکور جس کے متعلق تمہیداً کچھ عرض کیا جا رہا تھا ناظرین منتظرین کے ملاحظہ میں لاتا ہوں۔

مضمون کا نام اور صاحبِ مضمون کا نام:

گو سوانح ہذا بعون اللہ تعالیٰ وبفضلہٖ ختم ہو چکی ہے لیکن چونکہ یہ باب متفرقات ایک ایسا باب ہے جس کا کوئی مضمون معین نہیں اس لئے مضمون مذکور کو بلا تکلف باب ہذا میں داخل کیا جا سکتا ہے اور چونکہ یہ مضمون گویا سوانح ہذا کا خلاصہ ہے اس لئے زیادہ مناسب اس کو آخری باب کے آخر ہی میں جگہ دینا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا جاتا ہے اور اس کا نام بر بناء توقع نافعیت دائمہ الفیض الجاری رکھا جاتا ہے لیکن چونکہ سوانح ہذا میں بلا ضرورت ناموں کا اظہار حضرات اہل اسماء کی عدم پسندیدگی کی بناء پر نہیں کیا گیا اس لئے فاضل ممدوح کا اسم گرامی بھی ظاہر نہیں کیا جاتا۔ مضمون مذکور یہ ہے۔

الفیض الجاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آوازِ دل:

پرانے بزرگوں کے سوانح واحوال جب پڑھنے یا سننے میں آتے تو اکثر "مریداں می پرانند" (مرید اڑاتے ہیں) کا گمان ہوتا اور نقل میں اصل سے زیادہ رنگ آمیزی تو بہر حال معلوم ہوتی۔ لیکن یہ اپنے نفس پر قیاس تھا۔ الحمد للہ کہ زندگی میں ایسے بعض بزرگوں کی زیارت نصیب ہوگئی جو اپنے اپنے رنگ میں فرد ہیں اور جن کا قادر سے قادر سوانح نگار بھی ادائے حق سے قاصر رہے گا۔ اب تو اگلوں کی نسبت بھی دل یہی کہتا ہے کہ اصل اصل ہی ہوگی۔ نقل میں وہ بات کہاں۔

حضرت مولانا تھانوی کی سوانح حیات (متعنا اللہ بطول حیاتہ) ان کے دربار کے "امیر خسرو"[1] اور ہمارے "خواجہ" عزیز الحسن صاحب مرتب فرما رہے ہیں۔ خواجہ

---

[1] پہلے پہل ہی جب خواجہ صاحب کو حضرت کی مجلس میں دیکھا تو بے ساختہ حضرت سلطان جی اور امیر خسرو رحمہما اللہ کے ربط کی طرف ذہن منتقل ہو گیا۔ ۱۲۔ (نوٹ از مؤلف سوانح) اللہ تعالیٰ اس فقیر حقیر کو ایسا ہی کر دے اور حضرت والا سے صحیح تعلق کامل محبت اور پوری مناسبت عطا فرماوے۔ آمین ۱۲۔

صاحب شاعر ہیں اور بڑے قادرالکلام شاعر ہیں پھر حضرت مولانا سے عقیدت عشق کے درجہ تک ہے لیکن ''بسیار شیوہاست بتاں راکہ نام نیست'' (محبوبوں کی بہت سی ادائیں ہیں کہ جن کا کوئی نام ہی نہیں ہے) خواجہ صاحب یا کسی کی قدرت کلام آخر ''نام نیست'' کیلئے نام کہاں سے لائیگی اور بالآخران کو بھی کہنا ہی پڑے گا کہ ''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا''۔[1]

اس راقم ناکارہ کو بھی کئی سال سے تقریباً ہر سال حضرت مولانا کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور ہر حاضری میں یہ محسوس کرتا رہا کہ تھانہ بھون میں ارشاد و ہدایت کا جو چشمہ جاری ہے اس کی طرف مفصل حالات کے ذریعہ تشنہ کاموں کو دعوت نہ دینا ایک مجرمانہ کوتاہ قلمی ہے مگر جب کبھی قلم اٹھانا چاہا تو ''دامان نگہ تنگ گل حسن تو بسیار'' نے ہاتھ پکڑلیا۔ کسی کا حکم وتقاضا نہ تھا دل کی ایک بات تھی نہ پوری کرسکا چپ رہا۔

پچھلی حاضری عین اس زمانہ میں ہوئی جب خواجہ صاحب خانقاہ میں مقیم اور ہمہ تن اس کام میں مصروف تھے۔ خدا جانے کس خیال سے اثنائے قیام میں مجھ سے بھی کچھ نہ کچھ شرکت سعادت کیلئے کئی بار ارشاد[2] فرمایا۔ کچھ طمع سعادت سے اور بہت کچھ اس ہمت سے کہ اب صرف خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا ہے دبی زبان سے نیم اقرار کرلیا مگر شہادت کا خون اتنا ارزاں کہاں۔ سال پورا ہونے کو آتا ہے جب ایفاء کا ارادہ کرتا ہوں ہر کرشمہ دامن دل کے ساتھ دامن قلم کو بھی اپنی طرف کھینچنے لگتا ہے کیا لکھوں کیا چھوڑوں۔

بدون ہمت اسی لیت ولعل میں ہے اور ''یاران تیز گام نے منزل کو جالیا'' ابھی خبر آئی کہ ''اشرف السوانح'' کا پہلا حصہ مرتب ہوکر زیر طبع بلکہ قریب اشاعت ہے یہ تازیانہ کچھ دور تو چلا ہی دے گا۔ انشاء اللہ

موضوعات:

مختصراً (۱) شریعت وطریقت (۲) تعلیم وتربیت (۳) عادات واخلاق (۴) اور

---

[1] (نوٹ از مؤلف اشرف السوانح) جب قادرالکلام سے قادرالکلام بھی ادائے حق سے قاصر ہے تو یہ عامی عاجزعن الکلام توبدرجہ اولی قاصر ہوگا چنانچہ احقر اپنے عاجز وقاصر ہونے کا مشاہدہ کرکے عرصہ ہوا سوانح ہذا کی تمہید میں یہی مصرعہ عرض کرچکا ہے۔۱۲۔ [2] اس اجمال کی تفصیل اس شذرہ کے شروع میں مذکور ہے فی قولی احقر نے بربناء بے تکلفی بے ساختہ عرض کیا۔ الخ۔۱۲۔ مؤلف سوانح

تالیف وتصانیف کے بعض پہلوؤں کے متعلق گردکاروان کی چند سطریں بلاتفصیل واقعات پیش ہیں ذوق تفصیل کی تشفی اصل سوانح سے حاصل کرنی چاہیے۔

شریعت وطریقت:

(۱) راقم الحروف نہ شریعت کا عالم نہ طریقت سے آگاہ۔ البتہ ان بزرگوں ہی کی خدمت میں کچھ حاضری سے جو کچھ سمجھ میں آیا اس کی بناء پر عرض ہے کہ شریعت وطریقت کا ایسا صحیح ومتوازن اجتماع کہ دونوں کا فرق ہی نہ محسوس ہوا اگر کسی کو دیکھنا ہے تو ''خانقاہ اشرفیہ'' میں دیکھے۔ نہ متصلب سے متصلب عالم شریعت کو حرف گیری کی گنجائش نہ محقق طریقت کو۔ ایک طرف اگر ''اللہ اکبر'' کی کامل نگہداشت ''السنة الجلية[1] في الچشتية العليه'' سے ہے تو دوسری طرف ''شیخ اکبر'' کی بڑائی کی حفاظت ''التنبيه[2] الطربی فی تنزيه ابن العربی'' سے ہے۔

اس پہلو سے اکثر خیال آتا ہے کہ کاش علماء خصوصاً وہ علماء جن کو طریقت یا تصوف سے نیک نیتی کی بناء پر کچھ وحشت ہے وہ صدق طلب کے ساتھ خالی الذہن ہو کر کم از کم دو ہی چار حاضریوں کا تجربہ فرماتے۔ سچ پوچھئے تو حضرت کا رنگ خاص طور سے علماء کے ہم مذاق ہے۔ الحمدللہ دولت ایمان نصیب ہے لیکن اتنا بہ ادب عرض کرنے کا جی چاہتا ہے کہ حلاوت ایمان اور قدر اللہ (وما قدر واالله حق قدره) کو علماء بھی بہت کم پہنچاتے ہیں اور طریقت کا حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ دل ایمان کی حلاوت اور اللہ تعالیٰ کی قدر سے لبریز اور غیر اللہ سے خالی ہو جائے۔

تعلیم وتربیت:

(۲) تعلیم وتربیت کیلئے تو کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو بنایا ہی ہے ساری زندگی کا محور یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس باب میں اتنا اہتمام فرماتے ہیں کہ خود کوئی طالب بھی مشکل ہی

---

[1] اس میں اکابر چشت کے اتباع شریعت کے واقعات جمع فرمائے ہیں۔

[2] اس میں حضرت شیخ کی طرف سے مدافعت ہے۔

سے اپنے لئے کرے گا بلکہ اسکی نظر ہی وہاں تک جانا دشوار ہے۔ مکاتبت۔ مجالست۔ مکالمت۔ حتیٰ کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز میں طالب کے نفع واصلاح کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور مرعی ہوتا ہے۔ اس میں مرید ہونے کی بھی شرط نہیں۔ اور بعض حیثیات سے تو ایسا یاد آ تا ہے کہ حضرت نے خود فرمایا کہ وہ تعلق ارادت کے بغیر زیادہ آزادی و وسعت محسوس فرماتے ہیں۔

پیری مریدی کو لوگوں نے وجوب کے درجہ تک پہنچا دیا ہے اس خیال کی اصلاح نفس اس ارشاد ہی سے فرمادی بصیرت ہو تو بات بات میں اسی طرح اصلاح وتربیت کی رعایت نظر آتی ہے۔

اکثر اطباء علاج میں صرف مرض کا خیال کرتے ہیں مریض کا نہیں شخصی حالات یا زمان و مکان کے اختلاف پر بہت کم نظر جاتی ہے حضرت کے ہاں روحانی معالجہ میں دونوں باتوں کا پورا لحاظ رہتا ہے مثلاً کم خوری کم خوابی یا دیگر ریاضیات شاقہ وغیرہ کو غالباً اس زمانہ کے لوگوں کے لئے بالعموم ترک ہی فرمادیا ہے۔ اذکار و اشغال وغیرہ تمام چیزوں میں طبیعت کی مناسبت اور برداشت کا خاص خیال فرماتے ہیں زیادہ زور احکام پر ہے تشخیص مرض اور نفس شناسی میں تو حضرت کی حذاقت حیرت انگیز ہے کسی ماہر نفسیات (علم النفس) کی نگاہ وہاں کیا پہنچے گی جہاں حضرت کی پہنچتی ہے۔ ایک شخص اپنی جس صفت کو تواضع سمجھ رہا ہے اور دوسرے بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ حضرت کی حذاقت اس کو کبر کا مرض تشخیص فرماتی ہے اور پھر مریض کو خود نظر آجاتا ہے کہ ہاں یہ تواضع نہیں کبر تھا۔ بعض مرتبہ آدمی اپنا کوئی ایسا حال بیان کرتا ہے کہ دوسرا مرشد تو شاید اس کی ولایت کی تصدیق کردے۔ مگر حضرت یبوست دماغ کا علاج کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ اسی طرح دوسری طرف بعض حالات و خیالات پر انسان کو اپنے کفر و نفاق تک کا گمان ہونے لگتا ہے لیکن حضرت کی تشخیص میں وہ ایمان و اخلاص کے منافی نہیں ہوتے کم ہمت سے کم ہمت کو بھی حضرت ہمت شکستہ نہیں ہونے دیتے بلکہ جہاں تک بھی اس کی ہمت یاری کرے دین کا یُسر یہ ہے' کہ خدا سے لپٹائے رکھتے ہیں۔ ایسے ہی تجربات بتاتے ہیں کہ مرشد کی کیا ضرورت ہے اور اس کو کیسا ہونا چاہیے۔

تعلیم وتربیت کے باب میں بعض کلیات تو حضرت کے ایسے ہیں۔ مثلاً مطلوب و غیر مطلوب اختیاری وغیر اختیاری کی تفصیل و تفریق کہ جن سے سلوک کی سینکڑوں گرہیں کھل

جاتی ہیں۔ بہت سی باتوں کو سالک اہم ومقدم قرار دے لیتا ہے جو دراصل غیر اہم یا سرے سے غیر ضروری ہوتی ہیں (جیسے کہ احوال واذواق کشف وکرامات) اوران کے عدم حصول سے نہ صرف دل ٹوٹ جاتا ہے بلکہ جوامور حقیقۃً اہم واقدم ہیں ان کا دل میں اہتمام ہی نہیں پیدا ہوتا ایک بڑی سہولت تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں حضرت نے یہ فرمادی ہے جس کے بعد محرومی کا کوئی عذر نہیں رہ جاتا کہ دور دراز مقام پر رہ کر بھی آدمی مکاتبت کے ذریعہ بہت کافی استفادہ کرسکتا ہے اوراس معاملہ میں حضرت کی بصیرت سراپا کرامت ہے۔ طویل سے طویل اور پراگندہ سے پراگندہ خطوں میں بھی دکھتی رہی رگ پر انگلی پڑتی ہے اور دو چار فقروں میں شافی وکافی جواب تحریر فرمادیتے ہیں۔

ذاتی تجربہ ہے کہ دو دو صفحے کے عریضوں کا جواب دو چار سطروں میں مرحمت ہوجاتا ہے اور کوئی تشنگی نہیں رہتی ابھی آخری دو ایک عریضوں کی مثال عرض کرتا ہوں۔

جس محلّہ میں مقیم ہوں اس کی مسجد میں تنخواہ یاب امام حکومت کی طرف سے باقاعدہ مقرر ہے لیکن بس ''امام ظہری'' ہیں۔ ظہر کی پابندی بھی صرف اہل دفتر یا ''سرکاری نمازیوں'' کیلئے ہے۔ تعطیل کے دنوں میں اس کا بھی اہتمام ندارد۔ باقی اوقات وایام میں نہ اذاں کی پابندی نہ جماعت کی۔ جب جو آیا اذان بلا اذان تنہا یا جماعت سے پڑھ لیتا ہے کئی کئی جماعتیں ہوجاتی ہیں ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہوگا؟ اچھے اچھے اہل علم سے پوچھا بعض نے اس بناء پر کہ جب باقاعدہ امام مقرر ہے تو محض غفلت یا فرض ناشناسی سے مسجد طریق کا حکم کیسے ہوگا۔ بعض نے مسجد طریق ہی قرار دیا۔ بعض اس نزاکت یا ذہانت سے کام لیتے ہیں کہ جس جگہ ایک جماعت ہوچکتی ہے اس سے ذرا ہٹ کر دوسری جماعت کرلیتے ہیں۔ میرا خود رجحان جماعت ثانیہ سے احتراز ہی کی طرف تھا۔ اس ساری داستان کے جواب میں حضرت کے صرف ایک جملہ نے خود اپنے رجحان کے خلاف کامل تشفی فرمادی کہ ''حالت مذکورہ بد انتظامی یا بے انتظامی کی ایک فرد ہے۔''

اسی طرح بعض امور کی نسبت عرض کیا کہ ''سینکڑوں مرتبہ ان کے ترک کا ارادہ کیا اور ہر بار یہ ارادہ ٹوٹتا رہا حتیٰ کہ اب ارادہ کرنے کا بھی جی نہیں چاہتا۔'' جواب میں تحریر فرماتے

ہیں کہ ''بے جی چاہے ہی کرنا چاہیے وہ خالی نہیں جاتا خدا جانے کس وقت اس کے اثر کا ظہور ہو جائے'' یقین فرمائیے کہ الحمدللہ اس سے مردہ ہمت میں تازہ جان پڑ گئی۔

عادات واخلاق:

(۳) عادات واخلاق میں سب سے نمایاں وصف بے تکلفی اور ضبط وانتظام ہے محض تکلف یا عام رسم ورواج کی خاطر کوئی ایسی بات نہ پسند فرماتے ہیں اور نہ اختیار فرماتے ہیں جو اپنے یا دوسرے کے لئے بار خاطر یا حقیقی نفع کے منافی ہو تکلف میں سراسر تکلیف کے باوجود لوگ اسی کو ''خوش اخلاقی'' سمجھتے ہیں حضرت کو اس ''خوش اخلاقی'' سے نہ صرف بالطبع بُعد معلوم ہوتا ہے بلکہ اکثر صورتوں میں تعلیم وتربیت کے مصالح بھی اس کے مقتضی نہیں ہوتے لیکن لوگ چونکہ عام طور سے تکلف وتصنع ہی کے عادی وطالب ہو گئے ہیں اس لئے حضرت کی معاشرت میں بعض باتیں نامانوس نظر آتی اور غلط فہمی کا باعث بن جاتی ہیں۔ مثلاً

لوگ کثرت سے حاضر ہوتے رہتے ہیں جن کی عام طور سے مہمانداری کا اہتمام حضرت نے اپنے ذمہ نہیں رکھا ہے۔ ابتداء میں کچھ دن رکھا تھا مگر حضرت کی طبعیت وطریقہ سے جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ چھوٹا بڑا جو کام بھی اپنے ذمہ قبول فرمالیتے ہیں اس کا پورا اہتمام وحق بھی ادا فرمانا چاہتے ہیں جس کا اثر لازماً ارشاد وافادہ کی ان خدمات پر پڑتا تھا جو حاضر ہونے والوں کا اصل مقصود ہوتا ہے یاد آتا ہے کہ خود حضرت نے یہی وجہ بیان فرمائی تھی۔

اسی طرح دیکھا کہ بعض آدمی پہلے سے اپنے حالات وخیالات کی اطلاع کے بغیر خدا جانے کن کن مزعومات کے تحت آجاتے ہیں اور پھر نہایت بیفکری کے ساتھ بے سروپا سوال وجواب شروع کر دیتے ہیں حضرت کو اس سے قدرۃً گرانی ہوتی ہے خصوصاً اس لئے کہ حضرت خود دوسروں کے بارہ میں بہت فکر فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس طرح آپڑنے والوں کو اگر اپنے مزعومات میں مایوسی ہو تو ممکن ہے کہ کچھ نفع حاصل کرنے کی جگہ اُلٹے قلب میں سفر اور زحمت سفر کا تاسف لیکر واپس جائیں۔ نیز کبھی کبھی جس کام کیلئے یہ زحمت اٹھاتے ہیں ایسا ہوتا ہے کہ اگر پہلے سے اطلاع کر دیں تو اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے محض خط وکتابت سے ہو سکتا ہے۔

حضرت کی نظر ان تمام باتوں پر رہتی ہے اسی لئے عام دستور کے خلاف خطوں کے جواب میں جس طرح کے جرحی سوالات فرماتے ہیں وہ بھی ابتداء وحشت کا باعث ہوتے ہیں لیکن ثابت قدم کو آگے چل کر ان کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ باقی جہاں تک بچی راحت وسہولت ہمدردی وخیر خواہی اعانت ورعایت کا تعلق ہے وہ جتنی حضرت دوسروں کی فرماتے ہیں خود بیچارے نہیں کر سکتے اس کا اندازہ راقم ہذا کے چند معمولی تجربات سے ہوگا ایک مرتبہ والدہ وغیرہ اور گھر کے لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا۔ خانقاہ کے قریب کرایہ کا جو مکان لینا چاہا مالک مکان نے اس کا کرایہ ایک روپیہ کہلا بھیجا حضرت نے فرمایا کہ نہیں آٹھ آنے۔ میں نے عرض کیا کہ ایک روپیہ زیادہ نہیں معلوم ہوتا فرمایا کہ بہت بے چارے ایسے آتے ہیں کہ ان کے لئے یہ بھی زیادہ ہوگا اور جو شرح ایک دفعہ قائم ہو جاتی ہے مالک مکان اسی کے متوقع رہتے ہیں پھر مجھ سے فرمایا مکان دیکھ لیا ٹھیک ہے۔ عرض کیا جی ہاں اس کے بعد مجھ کو ساتھ لے کر خود ملاحظہ فرمایا اور خاص طور سے بیت الخلاء کو دیکھا جس کی طرف میرا ذہن بھی نہیں گیا تھا یہ بہت تنگ تھا اور غالباً صرف ایک ہی قدمچہ تھا فرمایا مستورات کو تکلیف ہوگی اور دو ہی چار دن بعد خود حضرت کا ایک آستانہ خالی ہو گیا وہ عطا فرما دیا جس میں نہایت آرام رہا۔

ایک بار جس مکان میں قیام ہوا خانقاہ سے ذرا فاصلہ پر تھا۔ صبح کی مجلس کیلئے خاص طور پر پہلے مجھ کو اطلاع کراتے پھر خانقاہ والوں کو تا کہ فاصلہ کی وجہ سے ان سے پچھڑ نہ جاؤں ساتھ یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ اطلاع کا مقصد محض یہ ہوتا ہے کہ اب میں فارغ ہوں جی چاہے آ سکتے ہو۔

ہر حاضری میں کئی کئی وقت حضرت کا مہمان رہنے کی سعادت حاصل رہی ہے بعض وقت ہم طعامی کا شرف بھی بخشتے ہیں لیکن اکثر خصوصاً جب ایک سے زائد وقت کا مہمان ہو تو یہ تکلف نہیں فرماتے تکلف پسند مہمانوں کو یہ بات گراں ہو سکتی ہے۔ راقم بھی اس کی توجیہ سے قاصر تھا ایک مرتبہ خود ہی فرمایا کہ میزبان کے ساتھ مہمان بے تکلف ہو کر نہیں کھاتا اندازہ کرنا چاہیے کہ جب ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں ایسی دقیق رعایتیں فرماتے ہیں تو مہمات امور میں کیا کیا حکمتیں نہ پیش نظر رہتی ہوں گی۔

2 یہی صورت پابندی اوقات کی بھی ہے کہ عام طور سے ہر کام کا وقت بندھا ہوا ہے اس میں اپنے اور دوسروں سب کے لئے جو کثیر منافع ہیں ان سے کون انکار کر سکتا ہے۔ تصنیفات و تالیفات کی سینکڑوں تک تعداد۔ خانقاہ کے مقیموں اور باہر سے حاضر ہونے والوں کو بلا ناغہ دو وقت کی مجلس میں چار پانچ گھنٹے مستقلاً استفادہ کا موقع روز کے روز تمام خطوں کا جواب جن کا اوسط پندرہ بیس[1] رہتا ہوگا یہ سب اسی پابندی اوقات اور انتظامی کی برکات ہیں لیکن قواعد انسان کے لئے ہیں۔ انسان قواعد کے لئے نہیں کہ ان میں مستثنیات نہ ہوں مغرب کے بعد عموماً ملاقات کا وقت نہیں لیکن راقم نے جب تخلیہ میں کچھ عرض کرنے کی درخواست کی تو مغرب کے بعد بھی آدھ آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت عطا فرما دیا اور جب تک کچھ عرض کرتا رہا تشریف فرما رہے ایک مرتبہ تو شاید عشا کا وقت اسی میں آ گیا۔ تعویذ لکھنے کا وقت ظہر و عصر مابین مجلس کا ہوتا ہے لیکن ایک مرتبہ میرے ملازم کو ضرورت پڑی تو بلا میری درخواست کے خود ہی نہایت شفقت سے عشاء کے بعد تحریر فرما دیا۔

جو لوگ ہر جگہ رسمی تکلفات یا مصنوعی خوش اخلاقیوں کی تلاش میں رہتے ہیں ان کو تو یقیناً حضرت کے ہاں بعض امور اجنبی معلوم ہوں گے جن کو وہ نافہمی یا غلط فہمی سے خدا جانے کس کس چیز پر محمول کریں گے۔ لیکن جو شخص کسی اور طلب و تلاش میں حاضر ہوتا ہے وہ تو بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ حضرت کی ساری معاشرت کو حکمت و مصلحت پر مبنی پائے گا اور نام نہاد تشدد کے بجائے ہر امر میں انتہائی راحت و سہولت محسوس کرے گا۔

راقم ہذا کے جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کی فطرت کو زود اعتقادی یا خوش اعتقادی سے کتنا بعد ہے اور اپنی ''چشم بدبین'' کے لئے کتنا بدنام ہے لیکن حضرت کی شخصیت میں اس کو سراپا شفقت و محبوبیت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا ''ز مغربی نظرے دام کن بدوست نگر'' یہ حال تو ایک ظاہر بین اور ناقص نظر کا تھا باقی ''دیدہ کامل'' کو کیا کچھ نظر آتا ہوگا'' یہ کسی کامل سے پوچھنا چاہیے''

---

[1] بحوالہ: بلکہ تیس چالیس ۱۲ مؤلف سوانح

تالیفات وتصانیف:

(۴) عجب بات ہے جس طرح رسوم وتکلفات کی عادت بعضوں کی نظر سے حضرت کی سچی شفقت اور حقیقی لطف وکرم کو چھپا لیتی ہے اسی طرح عبارت آرائی کی جستجو حضرت کی تالیفات وتصنیفات کے معاملہ میں بہتوں کو ''لفظ بگذار دسوئے معنی روی'' سے محروم کر دیتی ہے سطحیت پسندی اسی زمانے کی عالمگیر وبا ہے تحریر میں بھی لوگ تکلف وتصنع شاعری ولفاظی کے اتنے خوگر وطالب ہو گئے ہیں کہ خالص علم طلبی ومعنی جوئی کیلئے مشکل ہی سے کوئی کتاب یا مضمون پڑھ سکتے ہیں ایک اچھے دیندار صاحب علم کو حضرت کی تصانیف کی نسبت کہتے سنا کہ پڑھنا چاہا لیکن پڑھی نہیں جاتیں۔ خود راقم سطور بھی مدت تک اس مرض میں مبتلا رہا۔ والد مرحوم حضرت کی اکثر کتابیں وغیرہ منگواتے رہتے تھے بارہا مجھے بھی استفادہ کیلئے ارشاد فرماتے مگر زبان کے چٹخارے پر جان دینے والے کو جان بخش غذا کی طرف کیا رغبت ہوتی۔

حضرت کی خدمت میں حاضری کے بعد جب سے حضرت کے علوم ومعارف کا کچھ اندازہ ہوا۔ اب تو بلا مبالغہ یہ حال ہے کہ ''چشم بدبیں نکند بہ کس نگاہے'' جتنا علم۔ جتنا عمق اور جتنا ذوق واثر حضرت کی تحریروں میں ملتا ہے کہیں نصیب نہیں حیرت ہوتی ہے کہ اتنی کثیر تصانیف کے باوجود حضرت کا طرز تحریر اتنا قلیل الالفاظ کثیر المعانی کیسے ہے۔ پھر اکثر دیکھئے گا کہ جس معنی ومفہوم کو جس لفظ وعبارت سے ادا فرمایا گیا ہے جو صحت وجامعیت اس میں ہے وہ اس کی جگہ کسی دوسری تعبیر سے نہیں حاصل ہوتی۔ سچ پوچھئے تو انشاء کا بھی اصلی کمال یہی ہے۔

باقی مضمون ومعنی کے لحاظ سے تو معمولی خطوں سے لیکر ضخیم مجلدات تک میں شاید ہی کوئی لفظ حضرت کے قلم سے خالی تحسین کلام یا عبارت آئی کے لئے نکلا ہو۔ ہر لفظ اور ہر فقرہ کسی نہ کسی معنوی افادہ کا حامل ہوتا ہے طبعیت میں مضمون ومعنی کی طلب ہو تو پھر حضرت کی تحریر ایسی جاذب ودلچسپ معلوم ہونے لگتی ہے کہ کوئی حرف چھوڑنے کا جی نہیں چاہتا اور آج کل کی کثیر اللفظ وقلیل المعنی انشاء پردازی سے تو سخت توحش وملال ہونے لگتا ہے۔ جامعیت کے اعتبار سے حضرت کا ذخیرہ تصانیف علم دین کے تمام اطراف وجوانب کو اتنا محیط اور اتنا مغنی ہے کہ عوام وخواص۔ علماء وصوفیا واعظین و مبلغین، جدت پسندوں اور قدامت پسندوں، عقل کے ہشیاروں اور عشق کے دیوانوں پر ہر طبقے اور

ہر شخص کی آسودگی کا سامان مہیا ہے بعض معمولی پڑھے لکھوں کو دیکھا کہ ان میں محض حضرت کی کتابوں کے مطالعہ سے ایسی صحیح فہم دین پیدا ہوگئی ہے کہ اچھے اچھے اہل علم میں دیکھنے میں نہیں آتی۔

''فہم دین'' سے مراد راہبانہ دین نہیں بلکہ وہ ''لا رھبا نیتی '' دین جس کی اکثیر ساری دنیا میں زندگی کو دین کے کندن میں منقلب کر دیتی ہے اور حسنہ؎ آخرت سے پہلے حسنہ دنیا کا مالک بنا دیتی ہے۔ میں نے تو خود حضرت کی خدمت میں کئی بار عرض کیا کہ دین تو دین دنیا کے بھی ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں حضرت سے مشورہ کا جی چاہتا رہتا ہے گو سیاست سے حضرت اپنے مذاق اور مصالح کی بناء پر بالکل الگ ہیں لیکن اس میں بھی جہاں تک نفس فہم و رائے کا تعلق ہے اگر وہ عام مدعیان سیاست کو نصیب ہوتی تو غالبات مسلمانوں کی سیاست آج خالی نقالی کی سطح سے بلند تر ہوتی۔

بظاہر اس کا گمان بھی نہ ہونا چاہیے کہ حضرت کے تصنیفی سرمایہ میں انگریزی دانوں یا نئے خیال والوں کے لئے بھی کچھ ہوگا لیکن یہی نہیں کہ بعض تحریروں مثلاً ''الانتباھات المفیدہ عن الاشتباھات الجدیدہ '' خاص طور سے ان کا خیال فرمایا گیا ہے بلکہ اس جماعت کے جن افراد میں صادق طلب ہے ان سے درخواست ہے کہ کچھ دن حضرت کی کتابوں (خصوصاً ابتداء میں مواعظ) کو خود حضرت ہی کے مشورہ سے پڑھیں پھر دیکھیں کہ راہ یاب ہی نہیں انشاء اللہ سچے رہبر بھی بن سکیں گے اور صرف شکوک وشبہات کا ازالہ ہی نہیں بلکہ دین کا ذوق اور ایمان کی لذت حاصل ہوگی اور اگر کہیں اس کے ساتھ حضرت کی خدمت میں کچھ زیادہ حاضری کی سعادت نصیب ہو سکے تو نور علیٰ نور۔

مدّعائے کلام:

سطور بالا کا مدعا حضرت کے علم وعمل کے اعلیٰ کمالات کی تفصیل مطلق نہیں کہ ان تک خود راقم کی فہم ونظر کی رسائی نہیں بلکہ خصوصیت کے ساتھ چند ظاہری اور سرسری باتوں کی طرف اس لئے توجہ دلانے کی جرأت کی ہے کہ اکثر انہی کے متعلق غلط فہمی حضرت[1] کے اعلیٰ کمالات سے استفاضہ کی راہ میں پتھر بن جاتی ہے جس سے بڑھ کر اس دور میں کوئی؎ محرومی نہیں۔ جو

---

[1] بقول احقر مؤلف سوانح

؎ اس زمانہ میں ہے محروم ازل کی یہ شناخت یعنی جو معتقد حضرت مولانا نہیں

پانی کو سراب سمجھ رہا ہے اس کی محرومی اس سے بہت زیادہ قابل رحم بلکہ نا قابل معافی ہے جو سراب کو پانی سمجھا ہے "لب تشنہ بہ آب اندر" انتہیٰ بلفظہ۔

فہرستہائے موعودہ

الحمدللہ مضمون بالا الفیض الجاری پر باب متفرقات جو اشرف السوانح کا آخری باب ہے فی الحال ختم ہوا۔ اب وہ فہرستیں ترتیب وار درج کی جاتی ہیں جن کا حوالہ سوانح ہذا کے باب تلامذہ اور باب خلفائے مجازین اور باب تصنیف وتالیف میں دیا گیا ہے اور وہ تین فہرستیں ہیں۔ پھر ان فہرستوں کے بعد خاتمۃ الکتاب لکھ کر ان شاء اللہ تعالیٰ اس اشرف السوانح کو ختم کر دیا جائے گا۔

(۱) فہرست تلامذہ

(متعلق اشرف السوانح باب نہم)

تمہید: یہ وہی فہرست ہے جس کا حوالہ اشرف السوانح کے باب نہم "تلامذہ" میں دیا گیا ہے اس میں صرف ان تلامذہ فارغین کانپور کے اسمائے گرامی ہیں جن کو مع پتہ اور تاریخ فراغ کے مکرمی جناب مولوی حکیم عبدالحق خان صاحب مد فیضہم نے مدرسہ جامع العلوم کانپور کے پرانے کاغذات سے نقل کیا ہے۔ تعلق کانپور کے زمانہ کے غیر فارغین کے متعلق کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور ترک تعلق کانپور کے بعد کے فارغین و غیر فارغین کے متعلق بھی چونکہ اس وقت کسی باضابطہ مدرسہ سے تعلق نہ تھا کوئی تحقیق نہ ہو سکی۔ حضرات مذکورین فہرست کے موجودہ پتوں اور حالات کی تحقیق بھی چونکہ متعذر تھی اور چنداں ضروری بھی نہ تھی اس لئے اس کا بھی اہتمام نہیں کیا گیا۔

تلامذہ کے متعلق بعض دیگر ضروری تفصیلات باب مذکور میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔ فقط

نمبر	اسمائے تلامذہ	تاریخ دستار بندی
۱	جناب مولوی فضل حق صاحب ساکن بارہ۔ ضلع الہ آباد	۱۷۔ شعبان ۱۳۰۶ھ
۲	جناب مولوی محمد حسین صاحب ساکن امین آباد لکھنؤ	۲۰۔ شعبان ۱۳۰۷ھ
۳	جناب مولوی مظہر الحق صاحب قصبہ راموضلع چاٹگام	۱۶۔ شعبان ۱۳۰۸ھ

۴	جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب مقام کیتھن ضلع بردوان	۱۸۔شعبان ۱۳۰۹ھ
۵	جناب مولوی سید صدیق الرحمٰن صاحب ساکن سالار ضلع مرشدآباد	//
۶	جناب مولوی سید عبدالمنان صاحب ساکن سالار ضلع مرشدآباد	۱۳۔شعبان ۱۳۱۰ھ
۷	جناب مولوی عبدالرحیم صاحب مقام محراب پور ضلع مالدہ	//
۸	جناب مولوی ولی احمد صاحب ساکن رنگون ملک برہما	
۹	جناب مولوی عبدالحکیم صاحب۔ چاٹگام	//
۱۰	جناب مولوی عبدالحق صاحب پترہ ضلع کمرلہ	۱۳۔شعبان ۱۳۱۰ھ
۱۱	جناب مولوی غلام سلطان صاحب ہرامہس کالی ضلع چاٹگام	//
۱۲	جناب مولوی صادق الیقین صاحب ساکن قصبہ کرسی ضلع بارہ بنکی	//
۱۳	جناب مولوی محمد حنیف صاحب صوبہ بہار	//
۱۴	جناب مولوی عزیزالرحمٰن صاحب ساکن رامو۔ ضلع چاٹگام	//
۱۵	جناب مولوی عبدالحق صاحب ساکن ضلع چاٹگام	//
۱۶	جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب ساکن اعظم گڈھ	//
۱۷	جناب مولوی تمیزالدین صاحب ساکن چاٹگام	//
۱۸	جناب مولوی محمد رشید صاحب ساکن محلّہ ٹکاپور کانپور	۱۵شعبان ۱۳۱۱ھ
۱۹	جناب مولوی احمد علی صاحب ساکن فتحپور ضلع بارہ بنکی	//
۲۰	جناب مولوی عظمت الٰہی صاحب قریشی تھانہ بھون ضلع مظفرنگر	//
۲۱	جناب مولوی حکیم سجاد حسین صاحب ساکن بادن ضلع ہردوئی	//
۲۲	جناب مولوی انوار علی صاحب ساکن چاٹگام	//
۲۳	جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب ساکن قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور	//
۲۴	جناب مولوی عبدالحکیم صاحب ساکن قصبہ رامو ضلع چاٹگام	//
۲۵	جناب مولوی محمد مقیم الدین صاحب ساکن ضلع ارکان ملک برہما	//
۲۶	جناب مولوی سید اسحٰق علی صاحب ساکن محلّہ کرنیل گنج کانپور	۱۷شعبان ۱۳۱۳ھ

۲۷	جناب مولوی محمد یونس صاحب قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر	//
۲۸	جناب مولوی قاضی عبدالصمد صاحب ساکن قصبہ جاجموٗ ضلع کانپور	//
۲۹	جناب مولوی محمد الیاس صاحب ساکن محلہ قاضیان بجنور	//
۳۰	جناب مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب محلّہ قاضیان بجنور	//
۳۱	جناب مولوی سعید احمد صاحب مقیم باغیچہ شیخ الٰہی بخش اٹاوہ	//
۳۲	جناب مولوی زاہد حسین خاں صاحب ساکن ضلع گیا	//
۳۳	جناب مولوی قاضی عبدالحق صاحب ساکن قصبہ چرتھاول ضلع مظفر نگر	//
۳۴	جناب مولوی سید عبیداللہ صاحب ساکن بانس کھالی ضلع چاٹگام	۱۷ شعبان ۱۳۱۳ھ
۳۵	جناب مولوی جسیم الدین صاحب ساکن ہتیا ضلع ندیہ بنگال	//
۳۶	جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن ضلع اعظم گڈھ	//
۳۷	جناب مولوی شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ساکن ضلع بلیا	//
۳۸	جناب مولوی عبدالحمید صاحب ضلع ارکان برہما	//
۳۹	جناب مولوی عبدالکریم صاحب ساکن ضلع چاٹگام	//
۴۰	جناب مولوی یار محمد صاحب ضلع چاٹگام	//
۴۱	جناب مولوی عبدالقادر صاحب ساکن ڈاکخانہ چوکریا ضلع چاٹگام	//
۴۲	جناب مولوی نصرت علی صاحب ساکن ڈاکخانہ چوکریا ضلع چاٹگام	//
۴۳	جناب مولوی شاہ لطف الرسول صاحب ساکن فتح پور بسواں ضلع بارہ بنکی	//
۴۴	جناب مولوی شیخ محمد عابد صاحب ساکن بہرائچ	//
۴۵	جناب مولوی دلیل الرحمٰن صاحب ساکن ضلع چاٹگام بنگال	//
۴۶	جناب مولوی فضل الرحمٰن صاحب ساکن ضلع چاٹگام بنگال	//
۴۷	مولوی حسام الدین صاحب ساکن اودھن ڈاکخانہ چائل ضلع الہ آباد	۱۷ رجب ۱۳۱۵ھ
۴۸	جناب مولوی عبدالمجید صاحب ساکن رتوڈنگا ضلع جیسر بنگال	//

۴۹ جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن میگڈو ضلع اکیاب //

۵۰ جناب مولوی حبیب اللہ صاحب ساکن ہاٹ ہزاری ضلع چاٹگام //

۵۱ جناب مولوی حافظ نورالحسن صاحب قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور //

۵۲ جناب مولوی سلطان محمود صاحب ساکن شہراٹاوہ //

(۲) فہرست خلفائے مجازین

(متعلق اشرف السوانح باب پانزدہم)

تمہید:...... یہ وہی فہرست ہے جس کا حوالہ اشرف السوانح کے باب ۱۵ پانزدہم ''خلفائے مجازین'' میں دیا گیا ہے اس میں صرف موجودہ خلفائے مجازین کے اسمائے گرامی دکھائے گئے ہیں اور چونکہ حضرت والا کے مجازین دو قسم کے ہیں ایک مجازین بیعت دوسرے مجازین صحبت اس لئے ان ہر دو عنوانات کے تحت میں ہر قسم کی جدا جدا تفصیل ہے ان دونوں قسموں کا مفصل فرق باب مذکور میں ملاحظہ فرمایا جائے مجملاً یہ فرق ہے کہ مجازین بیعت تو بیعت اور تعلیم و تلقین دونوں کے مجاز ہیں اور مجازین صحبت صرف تعلیم و تلقین کے۔ مآخذ کا حوالہ ذیلی نوٹ میں مذکور ہے جو فہرست کے بعد مرقوم ہے۔ مجازین کے پتے زیادہ تر مآخذ ہی کے مطابق ہیں اور اجازت کے وقت کے ہیں لیکن بعض کے پتے بعد کو تبدیل ہو گئے ہیں ان میں سے جن جن کے موجودہ پتے معلوم ہو سکے ان کے موجودہ پتے لکھ دیئے گئے ہیں بقیہ پتوں کو مآخذ سے بعینہ نقل کر دیا گیا ہے۔ مجازین مرحومین کی فہرست بھی مجازین موجودین کے بعد تتمات تنبیہات وصیت سے نقل کر دی گئی ہے تاکہ ان کے لئے دعائے مغفرت و رفع درجات فرمائی جائے مجازین کے متعلق دیگر تفصیلات ضرور یہ باب مذکور میں ملاحظہ ہوں۔ فقط

مجازین بیعت

۱ مولوی محمد عیسیٰ صاحب محی الدین پوری پروفیسر عربی مکان نمبر ۲۹۸ محلہ محتشم گنج الہ آباد

۲ مولوی عبدالعلیم صاحب پنڈیرہ ڈاکخانہ بڑا شام بازار ضلع بردوان

۳ مولوی عبدالغنی صاحب مہتمم روضۃ العلوم پھولپور ضلع اعظم گڈھ
۴ حاجی شیر محمد صاحب گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ)
۵ مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری حال مقیم محلہ کرم علی مکان نمبر ۹ شہر میرٹھ
۶ مولوی افضل علی صاحب تھلواڑہ ڈاکخانہ ٹکیلا ضلع بارہ بنکی
۷ مولوی عبدالمجید صاحب بچھریوانی (پتہ ڈاک) ریواڑی ضلع گوڑگانوہ
۸ خواجہ عزیز الحسن صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس لکھنؤ
۹ مولوی ظفر احمد صاحب خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر
۱۰ مولوی حبیب اللہ صاحب پرشین ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول اورئی ضلع جالون
۱۱ مولوی محمد اسحٰق صاحب مدرس مدرسہ علیہ نمبر ا کارکن باڑی لین ڈھاکہ
۱۲ مولوی واحد بخش صاحب مدرس اول خیر پورتامیوالی مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور
۱۳ حاجی شمشاد صاحب کلانوری اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفرنگر
۱۴ محمد عبداللہ خاں صاحب بیرون امامی دروازہ۔ ریاست بھوپال
۱۵ سید فخر الدین شاہ صاحب گھوٹکی ضلع سکھر سندھ
۱۶ مولوی صغیر محمد صاحب مدرسہ عزیزہ مغلٹولی شہر کمرلہ بنگال
۱۷ مولوی عبدالحمید صاحب وزیرستان شمالی مقام ہرمز ڈاکخانہ عیدک ضلع ڈور
۱۸ مولوی اطہر علی صاحب حویلی بارہ آنی ہیبت نگر ڈاکخانہ کشور گنج ضلع میمن سنگھ
۱۹ مولوی عبدالوہاب صاحب ڈاکخانہ ہاٹ ہزاری موضع روح اللہ پور ضلع چاٹگام
۲۰ ابوالبرکات صاحب مسجد محلہ نالہ ضلع سلطان پور۔ (عوام کیلئے)
۲۱ مولوی نذیر احمد صاحب نیسنگ ضلع کرنال
۲۲ مولوی رفیع الدین صاحب محلہ سبزی منڈی متصل مسجد سوداگر' الہ آباد
۲۳ مولوی عبدالسلام صاحب موضع زیارت کاکا صاحب مسجد کلاں تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور
۲۴ مولوی محمد موسیٰ صاحب مدرس حرم نبوی باب النساء مدینہ منورہ (مہاجر مدنی)
۲۵ مولوی حسین الدین صاحب مقام لال پیٹ تعلقہ سدمیرم ضلع چکم ملک مدراس

۲۶ مولوی محمد سعید صاحب مقام کیرنور تعلقہ پلنی ضلع مدُ ہرا ملک مدراس

۲۷ مولوی نذیر احمد صاحب (دیگر) متوطن کیرانہ ضلع مظفر نگر متصل مسجد قصابان مقیم حال خانجہاں پور ڈاکخانہ کھاتولی ضلع مظفر نگر

۲۸ مولوی مقصود اللہ صاحب مدرسہ امدادیہ خانقاہ اشرفیہ موضع تلکا سیہ ڈاکخانہ ادراوُتیہ ضلع بریسال

۲۹ مولوی وصی اللہ صاحب ڈاکخانہ ندواسرائے موضع فتحپور تال نرجا ضلع اعظم گڈھ

۳۰ مولوی محمد حسن صاحب مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر

۳۱ مولوی سراج احمد خاں صاحب امروہی مدرس مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

۳۲ مولوی ممتاز احمد صاحب ڈاکخانہ باراچٹی موضع سونڈھیا گیا۔

۳۳ منشی حقداد خاں صاحب پنشن یافتہ محلّہ مولوی گنج شہر لکھنؤ

۳۴ مولوی عبدالجبار صاحب موضع ڈربی ڈاکخانہ سوچان ضلع حصار مقیم حال ابوہر منڈی ضلع فیروز پور

۳۵ مولوی ولی احمد صاحب قصبہ برہان ضلع کیمل پور حال مدرس مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مرادآباد

۳۶ مولوی خیر محمد صاحب ناظم تعلیم مدرسہ فیض محمدی شہر جالندھر

۳۷ مولوی غلام صدیق صاحب حاجی پور ضلع ڈیرہ غازی خان

۳۸ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری مدرس مظاہر علوم سہارنپور

۳۹ مولوی محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دارالعلوم دیوبند

۴۰ مولوی محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند

۴۱ مولوی محمد نبیہ صاحب ٹانڈہ باولی ضلع مرادآباد

۴۲ مولوی محمد صابر صاحب مدرس مدرسہ عربیہ محلّہ نئی بستی ریواڑی ضلع گوڑگانوہ

۴۳ نواب احمد علی خاں صاحب محلّہ قلعہ نواباں سہارنپور

۴۴ حکیم کرم حسین صاحب سیتاپور (اودھ)

۴۵ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مؤائمہ ضلع الہ آباد

۴۶ محمد عثمان خاں صاحب تاجر کتب متصل جامع مسجد دہلی

۴۷ ماسٹر قبول احمد صاحب اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول سیتاپور

۴۸ مولوی جلیل احمد صاحب سرائے حکیم علی گڈھ (حال مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر)

۴۹ مولوی اسحٰق علی صاحب کانپوری نیا کٹرہ الہ آباد

۵۰ شہاب الدین صاحب خیاط کٹھور ضلع میرٹھ

۵۱ مولوی مسیح اللہ خاں صاحب معرفت تحصیلدار صاحب ماٹ ضلع متھرا

۵۲ مولوی مرتضٰی حسن صاحب۔ چاند پور ضلع بجنور

۵۳ حکیم عبدالخالق صاحب ساکن ٹانڈہ ڈاکخانہ اڑمڑ ضلع ہوشیار پور پنجاب مقیم حال امرتسر چوک فرید

۵۴ ماسٹر ثامن علی صاحب سندیلوی گورنمنٹ ہائی اسکول کانپور

۵۵ حافظ عنایت علی صاحب امام مسجد باجڑان لدھیانہ (للعوام)

۵۶ مولوی ولی محمد صاحب گورداسپوری مدرس مظاہر علوم سہارنپور

۵۷ مولوی نور بخش صاحب نواکھالوی مدرسہ صوفیہ پوسٹ بھیرور ہاٹ ضلع چاٹگام

۵۸ مولوی عبدالودود صاحب آخون زادہ مقام دوبیان پوسٹ کالوخاں ضلع پشاور

۵۹ مولوی اسعد اللہ صاحب رامپوری مدرس مظاہر علوم سہارنپور

۶۰ شیخ عزیز الرحمٰن صاحب زمیندار قصبہ اچولی ضلع میرٹھ

۶۱ مولوی حکیم الٰہی بخش صاحب اعوان محلہ ہزاری دروازہ شہر شکار پور ضلع سکھر ملک سندھ

۶۲ ماسٹر محمد شریف صاحب مدرس ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل اسکول میانی افغانان ضلع ہوشیار پور پنجاب

۶۳ ماسٹر شیر محمد صاحب مدرس مڈل اسکول میانی افغانان ضلع ہوشیار پور

۶۴ حافظ ولی محمد صاحب قنوج ضلع فرخ آباد محلہ کاغذیان

۶۵ مولوی کفایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ سعیدیہ مہمند ہدف شاہجہانپور

۶۶ مولوی حامد حسن صاحب امروہہ ضلع مراد آباد محلہ دربار کلاں

۶۷ حکیم فضل اللہ صاحب شکار پور سندھ

۶۸ بابو عبدالعزیز صاحب کلرک انجن شیڈ سہارنپور

۶۹ مولوی رسول خان صاحب مدرس اورینٹل کالج لاہور۔ متوطن ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ۔
ڈاکخانہ شنکیاری مقام اچھڑیاں

۷۰ مولوی محمد اللہ صاحب نوا کھالوی مدرس مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹرہ ڈھاکہ
۷۱ حکیم مولوی عبدالحق خان صاحب ساکن کوٹ ضلع فتح پور ہسوہ
۷۲ حکیم خلیل احمد صاحب کھالہ پار محلّہ پل حمران سہارنپور
۷۳ محمود الغنی صاحب سہارنپوری ترپ بازار شفا خانہ رحمانی حیدر آباد دکن
۷۴ منشی عبدالحی صاحب سابق وکیل وحال ہومیو پیتھک ڈاکٹر جونپور

مجازین صحبت

۱ سعید احمد خاں صاحب برہرہ ڈاکخانہ بلرام ضلع ایٹہ
۲ حافظ علی نظر بیگ صاحب مغلپورہ کہنہ مراد آباد
۳ شیخ محمد حسن صاحب انوار بکڈپو لکھنؤ
۴ مولوی عبدالرحمٰن صاحب وکیل گلاب باغ ڈاکخانہ بانکی پور ضلع پٹنہ
۵ مولوی محمود الحق صاحب وکیل ہردوئی
۶ منشی عبدالولی صاحب نائب ناظم ریاست کپورتھلہ بہرائچ اودھ
۷ شیخ محمد عبدالکریم صاحب سشن جج کراچی
۸ محمد جلیل صاحب منصف دیرہ دون
۹ مولوی انوار الحسن صاحب آنریری مجسٹریٹ کاکوری ضلع لکھنؤ
۱۰ منشی علی شاکر صاحب قانون گوے گول ضلع کھیری لکھیم پور
۱۱ محمد نجم احسن صاحب وکیل پرتاب گڈھ
۱۲ مولوی منفعت علی صاحب وکیل سہارنپور
۱۳ مولوی عبدالحکیم صاحب پروفیسر کالج میمن سنگھ بنگال
۱۴ منشی علی سجاد صاحب ڈپٹی کلکٹر جونپور
۱۵ مظہر احمد صاحب ماسٹر محلّہ فتح گڈھ بھوپال
۱۶ حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر گورکھپور

۱۷ خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ کٹرہ مہان سنگھ امرتسر

۱۸ منشی عبدالصبور صاحب نائب منشی حصہ اول ڈویژن دفتر نہر ساروہ شاہجہانپور

۱۹ حافظ زاہد حسن صاحب امروہوی مقیم الیاس بلڈنگ کوہ رانی کھیت

۲۰ بخشش احمد صاحب مدرس سعیدیہ قاضی پور خرد گھور کھپور

۲۱ حافظ لقاء اللہ صاحب پانی پتی مقیم حال حیدرآباد دکن

۲۲ مولوی ظہور الحسن صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۲۳ مولوی محمد طاہر ابن مولانا حافظ احمد صاحب مرحوم مدرسہ دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور

۲۴ مولوی اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

۲۵ مولوی سلطان محمود صاحب مدرس اول فتحپوری دہلی

۲۶ حافظ محمد اسمٰعیل صاحب ولد حاجی جیون بخش صاحب محلہ بلیماران حویلی حسام الدین حیدر دہلی

۲۷ منشی محمد یعقوب صاحب کلانوری انگلش کلرک سررشتہ تعلیم رہتک

۲۸ مولوی عبدالصمد صاحب بنارسی مدرس کرنیل گنج کانپور

۲۹ مولوی ابوالفداء نور محمد صاحب صدر مدرس دینیات حیدرآباد دکن

۳۰ حاجی داؤد ہاشم صاحب نمبر ۳۴ پارک لین۔ رنگون

۳۱ مولوی حمید حسن صاحب دیوبندی مدرس مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفرنگر

۳۲ مولوی ریاض الحسن صاحب امام جامع مسجد باغپت ضلع میرٹھ

۳۳ حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی محلہ کھڑک مکان حکیم اجمیری۔ بمبئی

۳۴ منشی عبدالحمید صاحب تحصیلدار پنشنر محلہ مقبول گنج لکھنؤ

۳۵ عبدالغفور صاحب ٹھیکیدار جودھ پور ہالی روڈ

۳۶ حکیم فیاض علی صاحب مقیم نصراللہ گنج گورنمنٹ بھوپال

۳۷ قاضی محمد مصطفٰے صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر بھدوئی اسٹیٹ بنارس

نوٹ

(از مؤلف اشرف السوانح)

مجازین کی یہ دونوں فہرستیں تنبیہات وصیت کے مطبوعہ تمات سے ماخوذ ہیں البتہ بعض ناموں کی کمی بیشی اس قلمی اطلاع سے کی گئی ہے جو ان فہرستوں کے متعلق حضرت والا سے حال ہی میں موصول ہوئی ہے اور جو تتمیم فائدہ کے لئے بلفظہ نقل کی جاتی ہے۔ وھو ہذا

بعد سابعۃ التابعۃ مطبوعہ النور ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ کے مجازین بیعت میں سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدرس بریلی کی ۲۱۔ شوال ۱۳۵۴ھ کو وفات ہوگئی جس سے ایک عدد کی اضطراری کمی ہوگئی مگر اتفاق سے منشی عبدالحی صاحب کو مجاز صحبت سے ترقی دے کر مجازین بیعت میں داخل کیا گیا اس طرح سے مجازین بیعت کا عدد سابق محفوظ رہا اور اتفاق سے حکیم فیاض علی کو مجازین صحبت میں داخل کیا گیا تو مجازین صحبت کا عدد بھی محفوظ رہا اور مجازین صحبت کی فہرست سے ایک صاحب بوجہ اشتباہ حال کم کردیئے گئے اور اتفاق سے قاضی محمد مصطفےٰ صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر بھدوئی اسٹیٹ بنارس داخل کیے گئے اس طرح سے مجازین صحبت کا عدد پھر بھی بدستور رہا اس اطلاع کی عبارت ختم ہوئی۔

لطیفہ متعلقہ مجموعہ عدد مجازین:

یہ عدد (۱۱۱) ہے جس میں اتفاق سے تینوں درجہ میں ایک کا عدد ہے یعنی سینکڑہ بھی۔ دہائی بھی۔ اکائی بھی۔ جس سے یاد رکھنے میں سہولت ہوسکتی ہے اور اتفاق سے اس عدد کے چار مادے بھی نکل آئے یعنی سنا (بمعنی ضیاء) سالک۔ کافی۔ ہادی کامل۔ جن سے یاد رکھنے میں اور زیادہ سہولت ہوسکتی ہے اور علاوہ مصلحت سہولت کے ایک معنی نکتہ بھی ان مادوں میں پیدا ہوگیا کہ ان سب کے مفہوم کا حقیقت ہدایت سے تعلق ہے گویا یہ حضرات اپنی ضیاء علمی و عملی و حالی کی صفت سے خود بھی طریق حق کے سالک ہیں اور دوسرے طالبین کے لئے بھی مقصود حقیقی کی طرف ہادی کامل ہونے میں کافی ہیں اور بعض لطائف ان مجازین ہی کی ہر دو قسم کے جدا جدا عدد کے متعلق بھی مع نظیر اور مجموعی عدد کے متعلق بھی خاص اہل علم کے مذاق کے مناسب سابعۃ التابعۃ مطبوعہ رسالہ النور ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ کے مضمون اول کے ذیل میں مذکور ہیں۔

اسمائے مجازین وفات یافتگان رحمہم اللہ تعالیٰ

نمبر	نام	تاریخ وفات
۱	مولوی احمد علی صاحب کافل تالیف بہشتی زیور	......
۲	مولوی محمد صاحب چاٹگامی	......
۳	مولوی نور حسین صاحب اڈرانہ ضلع جہلم	......
۴	مولوی عبید الحق صاحب موہن پوری	......
۵	حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری	......
۶	حکیم نور احمد صاحب کانپوری	......
۷	مولوی عبدالرحمٰن صاحب بکھرا	نصف ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ
۸	مولوی خلیل الرحمٰن صاحب اعظم گڈھی	رجب ۱۳۴۱ھ
۹	منشی محمد سلطان صاحب مدراسی	شوال ۱۳۴۲ھ
۱۰	حاجی محمد مصطفےٰ صاحب خورجوی	۸۔ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ
۱۱	مولوی محمد عیسیٰ صاحب مقیم بنارس	۹۔ رجب ۱۳۴۴ھ
۱۲	مولوی شاہ لطف رسول صاحب فتحپور ضلع بارہ بنکی	غرہ شعبان ۱۳۴۴ھ
۱۳	حافظ محمد عمر نہٹوری مقیم علی گڑھ	۷۔ رمضان ۱۳۴۴ھ
۱۴	شیخ معشوق علی صاحب قنوجی	شوال ۱۳۴۵ھ
۱۵	مولوی محمد صادق صاحب مالیگاؤں ضلع ناسک	۱۳۔ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ
۱۶	صوفی رحیم بخش صاحب مقیم دہلی	ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ
۱۷	مولوی عبدالحی صاحب سہارنپوری مقیم حیدرآباد	۲۷۔ رمضان ۱۳۴۸ھ
۱۸	خیرات احمد خاں صاحب سوندھیا ضلع گیا	۲۶۔ ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ
۱۹	مولوی ابوالحسن صاحب جونپور	۷۔ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ
۲۰	حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی	۸۔ محرم ۱۳۵۲ھ

۲۱	مولوی ابوبکر صاحب ارکانی	۲۲۔ ج ۲۔ ۱۳۵۲ھ
۲۲	سید فیروز شاہ صاحب مندوری ضلع پشاور	۳۔ شوال ۱۳۵۳ھ
۲۳	مولوی عبدالمجید صاحب شاہجہانپوری	۴۔ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ
۲۴	مولوی عبدالرحمٰن صاحب بریلوی	۲۱۔ شوال ۱۳۵۴ھ

(۳) فہرست تالیفات

(متعلق اشرف السوانح باب ہیز دہم)

(تمہید)...... یہ وہی فہرست ہے جس کا حوالہ اشرف السوانح کے باب ہیز دہم ''تصنیف وتالیف'' میں دیا گیا ہے یہ بھی مثل فہرست خلفائے مجازین کے (جو اس فہرست سے قبل متصل گذر چکی ہے) تنبیہات وصیت کے مطبوعہ تتمات ہی سے ماخوذ ہے لیکن بعض مؤلفات جدیدہ کا اضافہ اس قلمی اطلاع سے کیا گیا ہے جو حضرت والا سے حال ہی میں موصول ہوئی ہے۔ اس فہرست کے بعد اس اعتناء کی تفصیل ہے جو اہل علم نے حضرت والا کی تالیفات کے ساتھ مختلف طریق سے اختیار فرمایا ہے اس کو بھی تنبیہات وصیت کے تتمات سے حضرت والا کی عبارت میں نقل کیا گیا ہے۔ فقط

رسائل

(۱) جزاء الاعمال (۲) کرامات امدادیہ (۳) کمالات امدادیہ (۴) صفائی معاملات (۵) اصلاح الرسوم مع ضمیمہ (۶) مکتوب محبوب القلوب (۷) تعلیم الدین (۸) اعمال قرآنی (۹) خواص فرقانی (۱۰) آثار تبیانی (۱۱) اوراد رحمانی (۱۲) علاج القحط والوباء (۱۳) حفظ الایمان (۱۴) اصلاح ترجمہ دہلویہ (۱۵) اصلاح ترجمہ حیرت (۱۶) اصلاح الخیال (۱۷) حقوق الاسلام (۱۸) رونمائے مثنوی منظوم (۱۹) شوق وطن (۲۰) اخبار بنی (۲۱) الاستبصار فی فضل الاستغفار (۲۲) اخبار زلزلہ (۲۳) القول الصواب فی مسئلۃ الحجاب (۲۴) تصویر المقطعات لتیسیر بعض العبارات عربی (۲۵) قصد السبیل الی المولی الجلیل (۲۶) القول البدیع فی اشتراط المصر للتجمیع (۲۷) زیر وبم مثنوی (فارسی) (۲۸) تلخیص

المرقاۃ (۲۹) تلخیص الشریفیہ (عربی) (۳۰) تسہیل المعانی (عربی) (۳۱) تلخیص المناص (عربی) (۳۲) المدار (عربی) (۳۳) درایۃ العصمۃ (عربی) (۳۴) تلخیص ہدایۃ الحکمۃ (عربی) (۳۵) تلخیص البدایہ (عربی) (۳۶) الثلاثین بشکل جدول (عربی)۔

نوٹ: یہ رسالہ تلخیص ہے اربعین غزالی کا اختصار کے لئے ایک جدول کی شکل میں لکھا ہے جس میں عبارات متروکہ کے شروع واخیر کا نشان دے دیا ہے اگر کوئی اس کو مستقل چھاپنا چاہے اس کی اعانت سے بے تکلف چھاپ سکتا ہے خطبہ بھی اول میں لکھا ہے)

(۳۷) تذئیل شرح العقائد (عربی) (۳۸) عشرۂ طروس (عربی) (نوٹ: تلخیص المرقاۃ سے یہاں تک کا مجموعہ تلخیصات عشر کے نام سے مشہور ہے) (۳۹) سبع سیارہ (عربی) (اس میں کتب حدیث کی سندیں ہیں اور بعض اسانید کا شروع محتاج تحقیق مکرر ہے) (۴۰) تجوید القرآن منظوم (۴۱) یادگار حق القرآن (نوٹ: یہ اختصار ہے تجوید القرآن کا مع بعض زیادات کے) (۴۲) اکسیر فی اثبات التقدیر (۴۳) انوار الوجود فی اطوار الشہود (عربی) (۴۴) التجلی العظیم فی احسن تقویم (عربی) (نوٹ: یہ انوار الوجود کا ایک فروہے) (۴۵) الخطب الماثورہ من الآثار المشہورہ (عربی) (۴۶) حفظ الاربعین مع ترجمہ وشرح ضروری (عربی وچہل حدیث) (۴۷) فروع الایمان (۴۸) سبق الغایات فی نسق الآیات (عربی) (۴۹) تحقیق تعلیم انگریزی (۵۰) مکتوبات امدادیہ مع صد فوائد۔ (۵۱) حق السماع (۵۲) یادیاران (۵۳) کلید مثنوی دفتر اول (در دو جلد) (۵۴) قربات عند اللہ وصلوات الرسول (عربی) (نوٹ: اس کا ترجمہ مناجات مقبول ہے) (۵۵) تتمہ قربات عند اللہ وصلوات الرسول (عربی) (۵۶) تنشیط الطبع فی اجراء السبع (۵۷) الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح (۵۸) التادیب لمن لیس لہ فی العلم والادب نصیب (نوٹ: یہ ایک طالب علم کے نام سے شائع ہوئی تھی شاید کہیں کہیں انہوں نے اس میں شاعرانہ مضمون بھی ملایا ہے۔ یہ اب نہیں ملتی اور کوئی ضروری کتاب بھی نہیں۔ (۵۹) زاد السعید فی الصلوٰۃ علی النبی الوحید (۶۰) نیل الشفا بنعل المصطفیٰ (نوٹ: یہ زاد السعید کے ساتھ چھپی ہے اور اس کے متعلق کچھ ضروری تنبیہات بعد کو النور نمبر ۹ جلد ۳ محرم ۴۲ھ میں شائع ہوئی ہیں)۔

(۶۱) القول الفاصل بین الحق والباطل (نوٹ: یہ تحفۃ المومنین کے ساتھ چھپی ہے جو دوسرے صاحب کی تصنیف ہے۔ (۶۲) یادگار دربار پر انوار خواجہ صاحب اجمیری (نوٹ: اس میں خواجہ صاحب کی مختصر تاریخ ہے اور یہ روئداد مدرسہ جامع العلوم کانپور کے شامل چھپی ہے اور اس کے اخیر میں ایک عمل چھپا ہے جو ایک خادم مدرسہ نے بڑھا دیا ہے اس کا استعمال نہ کریں۔ (۶۳) تحذیر الاخوان عن الربوا فی الہندوستان' (۶۴) التقی فی احکام الرقی (۶۵) کشف الغشوۃ عن وجہ الرشوۃ (۶۶) التوریع عن فساد التوزیع (۶۷) الحق الصراح فی تحقیق اجرۃ النکاح (نوٹ: یہ پانچوں رسالے یعنے تحذیر الاخوان سے یہاں تک یکجا چھپے ہیں۔ (۶۸) فیصلۂ ہفت مسئلہ (بارشاد حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ جس کے بعض مضامین کی عبارت خلاف تحقیق کی موہوم ہے جس کی تفصیل حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ کی ایک تحریر سے معلوم ہوگی جو تنبیہات وصیت کی تنبیہ دہم کے اخیر میں ملحق ہے اور جس کے ساتھ میں حرفاً حرفاً موافق ہوں۔ (۶۹) الترتیب اللطیف فی قصۃ الکلیم والحنیف (۷۰) تعلیم الطالب (منتخب از تعلیم الدین مصنفۂ احقر)

(۷۱) بہشتی زیور (از مضمون تجوید تا آخر اور اول سے بیان تجوید تک مولوی احمد علی صاحب مرحوم کا لکھا ہوا ہے جس میں میری بھی شرکت برابر کی رہی اور بہشتی گوہر جو بہشتی زیور کا گیارھواں حصہ ہے وہ علم الفقہ مصنفۂ مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی سے میں نے ملخص کیا ہے مگر محض سرسری نظر سے) (۷۲) خاتمہ بالخیر (۷۳) الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد (۷۴) حکایات موعظت (نوٹ: یہ رسالہ چشمہ رحمت مصنفہ محمد اسلام صاحب کے ساتھ چھپا ہے مگر ایک حکایت حضرت بہلولؒ کی جو کہ خلاف تحقیق بھی ہے ایک اور صاحب نے بلا اجازت ملا دی ہے۔ (۷۵) مؤخرۃ الظنون عن مقدمۃ ابن خلدون۔ (نوٹ: یہ فتاویٰ اشرفیہ کا جزو ہو کر چھپا ہے بعد کو خود فتاویٰ اشرفیہ بھی مبوب کر کے امداد الفتاویٰ کا جزو بنا دیا گیا ہے۔ (۷۶) نصیحت نامہ بجواب وصیت نامہ (نوٹ: در ردِ اشتہار مفتری جو اکثر خادم فرضی مدینہ منورہ کے نام سے شائع ہوتا رہتا ہے۔ یہ مولانا صادق الیقین صاحب کے نام سے شائع ہوا تھا)

(۷۷) رفع الخلاف فی حکم الاوقاف (نوٹ: یہ رسالہ اثبات وقف لازم مصنفہ قاری محمد علی صاحب جلال آبادی کے ہمراہ چھپا ہے) (۷۸) (تفسیر) بیان القرآن منہیات

ملحقہ درآخر ہر جلد (بارہ جلدوں میں) (۷۹) امداد الفتاویٰ (چار جلد) (۸۰) خطاب الندوہ (نوٹ: یہ امداد الفتاویٰ کا جزو ہو کر چھپا ہے۔ (۸۱) عرفان حافظ (۸۲) الفتوح فی احکام الروح (۸۳) ملخص الانوار والتجلی (عربی) (نوٹ: یہ رسالہ انوار الوجود و رسالہ التجلی العظیم کا خلاصہ ہے) (۸۴) مسائل المثنوی (یہ کلید مثنوی کے دفتر اول سے ماخوذ ہے) (۸۵) حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ (۸۶) النکت الدقیقۃ (۸۷) تائید الحقیقہ بالآیات العتیقہ (عربی) (نوٹ: یہ مع ترجمہ شاہ لطف رسول صاحب کے چھپا ہے) (نوٹ: دیگر عرفان حافظ سے یہاں تک التکشف فی مہمات التصوف کے اجزاء میں سے ہیں اور یہ مجموعہ مع دیگر اجزاء کے التکشف کے نام سے مشہور ہے (۸۸) نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب (۸۹) وجوہ المثانی مع توجیہ الکلمات والمعانی (عربی) (۹۰) الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ (۹۱) جامع الآثار مع تابع الآثار (عربی) (۹۲) زیادات علی کتب الروایات مع ذنابات لمافی الزیادات (عربی) (۹۳) بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان (۹۴) تعدیل التقویم (یہ ایک جنتری کے ساتھ چھپی ہے)

(۹۵) مائۃ دروس (عربی) زیر طبع (۹۶) تنبیہات وصیت (۹۷) اصلاح النساء (ضمیمہ حصہ ششم بہشتی زیور) (۹۸) اصلاح انقلاب (دو حصے) (۹۹) حقوق العلم (۱۰۰) آداب المعاشرت (۱۰۱) اغلاط العوام (۱۰۲) کلید مثنوی دفتر ششم (۱۰۳) الطرائف والظرائف (نوٹ: یہ ایک کشکول ہے جس میں متفرق مفید مضامین وقتاً فوقتاً جمع ہوتے رہتے ہیں۔ (۱۰۴) تربیۃ السالک وتنجیۃ الہالک (یہ متعدد حصوں میں ہے) (۱۰۵) حوادث الفتاویٰ (یہ متعدد حصوں میں ہے) (۱۰۶) ہداۃ الامۃ ودعاۃ الملۃ (۱۰۷) تتمات امداد الفتاویٰ (نوٹ: یہ امداد الفتاویٰ کی چاروں جلدوں کے متعلق اوران کے علاوہ بھی چند تتمے رسائل ماہواری الامداد النور میں شائع ہوئے ہیں اور آئندہ بھی سلسلہ جاری ہے) (۱۰۸) الابتلاء لاہل الاصطفاء (یہ تربیۃ السالک کے حصہ اول کے ساتھ چھپا ہے) (۱۰۹) ملفوظات خبرت (یہ متعدد حصوں میں ہے) (۱۱۰) شذرات الحکم (یہ رسالہ الرشید یا القاسم میں چند روز تک نکلا تھا)

(۱۱۱) جمال القرآن (۱۱۲) مکتوبات خبرت (یہ متعدد حصوں میں ہے) (۱۱۳) ترجیح

الراجح (یہ متعدد حصوں میں ہے) (۱۱۴) حسن العلاج لسوء المزاج (منتخب از تربیۃ السالک) (۱۱۵) ملفوظات حسن العزیز (متعدد حصوں میں ہے) (۱۱۶) مکتوبات حسن العزیز (متعدد حصوں میں ہے) (۱۱۷) مقالات حکمت (۱۱۸) مجادلات معدلت (نوٹ: یہ دونوں یعنی مقالات اور مجادلات ان ملفوظات کے لقب ہیں جو دعوات عبدیت کے متعدد حصوں کے اخیر میں ملحق ہیں) (۱۱۹) حکم الحکیم (یہ ایک جزو ہے حسن العزیز کا جو بشکل نمونہ مستقل شائع ہوا ہے) (۱۲۰) زکوٰۃ الفرض فی نبات الارض (یہ امداد الفتاویٰ کا جزو ہو کر چھپا ہے) (۱۲۱) ارضی الاقوال فی عرض الاعمال (۱۲۲) معارف العوارف ترجمہ عوارف المعارف مع مغارف المعارف حاشیہ معارف (نوٹ: دونوں جلدیں اول القاسم اور الرشید میں اور اس کے بعد الامداد میں نکلتی رہیں جو پوری نہیں لکھی گئیں) (۱۲۳) المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ (درسہ جلد) (۱۲۴) نموذج من معتقدات بعض اہل العوج (فارسی) (۱۲۵) رسالہ بست مسائل (نوٹ: یہ دونوں رسالے یعنی نموذج و بست مسائل تتمہ اولی امداد الفتاویٰ کے اجزاء ہیں)۔

(۱۲۶) تعدیل حقوق الوالدین (یہ تتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ کا جزو ہے) (۱۲۷) تقریر بعض النبات فی تفسیر بعض الآیات (ابھی کاتب کے پاس ہے) (۱۲۸) لب المثنوی (۱۲۹) زوال السنۃ (۱۳۰) تشنیف الاسماع (۱۳۱) لوح الالواح (نوٹ: یہ دونوں یعنے تشنیف اور لوح چار باغ طرب میں چھپی ہیں) (۱۳۲) نصح الاخوان فی صروف الزمان (۱۳۳) المفتاح المعنوی (یہ مکتوبات خبرت کے سلسلہ میں چھپی ہے) (۱۳۴) خیر الحضور فی السفر الی کانپور (۱۳۵) خیر العبور فی سفر گورکھپور (۱۳۶) خیر الحدور فی السفر الثالث الی گورکھپور (۱۳۷) ادب الاعلام ملقب بہ الکنز النامی (۱۳۸) ادب الاعتدال (۱۳۹) ادب الطریق ملقب بہ ادب الرفیق (۱۴۰) ادب الترک (۱۴۱) ادب العشیر (۱۴۲) ادب الاسلام (۱۴۳) جلوۂ یوسف (نوٹ: خیر الحضور سے یہاں تک حسن العزیز کے سلسلہ میں چھپی ہیں) (۱۴۴) مسائل السلوک من کلام ملک الملوک (عربی) (۱۴۵) رفع الشکوک ترجمہ مسائل السلوک (نوٹ: یہ اخیر کے دونوں رسالے قریب طبع ہیں) (۱۴۶) ارشاد الہائم فی حقوق البہائم (۱۴۷) اصلاح المزاج باصلح العلاج (یہ تربیۃ السالک کا جزو ہے) (۱۴۸)

اصدق الرویاء (۱۴۹) الرق المنشور (۱۵۰) قائد قادیان (۱۵۱) کسوۃ النسوۃ (۱۵۲) حکایات الشکایات مع دوتتمہ (۱۵۳) سجادہ نشینی (۱۵۴) الانسداد لفتنۃ الارتداد (۱۵۵) مسائلۃ اہل الخلۃ فی مسئلۃ الظلۃ (یہ امداد الفتاویٰ میں چھپا ہے) (۱۵۶) انوار المحسنین (۱۵۷) عمارۃ العالم بالماء ۃ آدم (۱۵۸) بلوغ الغایۃ فی تحقیق خاتم الولایۃ (۱۵۹) حفظ الحدود لحقوق الجدود (۱۶۰) النعیم فی الجحیم (۱۶۱) رفع الزحمۃ عن معنی وسع الرحمۃ (۱۶۲) الکلمۃ التامۃ فی النبوۃ العامۃ (۱۶۳) تدویر الفلک فی تطہیر الملک (۱۶۴) القول الانفع فی تحقیق امکان الابدع (۱۶۵) نعم العون فی تحقیق توبۃ فرعون (نوٹ: بلوغ الغایۃ سے یہاں تک کے مجموعہ کا لقب الحل الاقوم لعقد نصوص الحکم ہے اور یہ مجموعہ مع عمارۃ العالم کے ملقب ہے خصوص الکلم فی شرح نصوص الحکم سے) (۱۶۶) ذکر محمود (۱۶۷) تیسیر المنطق حواشی تیسیر المنطق (۱۶۸) احقر کے مسلک کی شرح (۱۶۹) الصحف المنشورہ (۱۷۰) الشکر والدعاء۔

(۱۷۱) الروضۃ الناضرۃ (چھپا نہیں) (۱۷۲) التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف (۱۷۳) تکمیل التصرف تسہیل التشرف (یہ ترجمہ ہے التشرف کا) (۱۷۴) موائد العوائد فی زوائد الفائد (زیر تصنیف) (۱۷۵) تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان (۱۷۶) القول الاہلی فی وقف جامع دہلی (۱۷۷) دخول وخروج برنزول وعروج (۱۷۸) متشبہات القرآن التراویح رمضان (۱۷۹) القول الاحکم فی تحقیق التزام مالایلزم (۱۸۰) غرائل الرغائب (۱۸۱) چار جوئے بہشت (نمونہ الشیخ) (نوٹ: اس میں چار مختلف عبارتوں کو درمیان میں مختصر عبارات بڑھا کر ایسا مرتبط کر دیا ہے کہ مجموعہ ایک مضمون ہو گیا) (۱۸۲) ضیاء الافہام من علوم بعض الاعلام (نوٹ: یہ مکاتبات ہیں فیما بین احقر و حضرت گنگوہی قدس سرہ بعض مسائل اختلافیہ کے متعلق جو مکاتبات رشیدیہ میں چھپے ہیں۔ میں نے اس کا یہ لقب تجویز کیا ہے تاکہ اگر پھر جزاً یا استقلالاً چھپے تو یہ عنوان لکھ دیا جائے چنانچہ ثلج الصدور میں اسی لقب سے شائع ہو چکا ہے۔)

(۱۸۳) الخطوب المذیبہ (یہ اصلاح انقلاب کا جزو بنا دیا گیا ہے) (۱۸۴) ذم العلائق مع الخلائق (۱۸۵) الرفیق (یہ مواعظ سے منتخب ہو کر الامداد میں چھپا) (۱۸۶) مجالس الحکمت (اس میں ملفوظات ہیں مع زیادات از جامع) (۱۸۷) الحق (یہ خاص عقلی مضامین ہیں مواعظ

سے منتخب ہوکر الرشاد جلد ۲ میں چھپا) (۱۸۸) شم الطیب (یہ نشر الطیب کا جزو ہوکر چھپا) (۱۸۹) کلید مثنوی دفتر دوم (۱۹۰) کلید مثنوی دفتر سوم (۱۹۱) کلید مثنوی دفتر چہارم (۱۹۲) کلید مثنوی دفتر پنجم (ان چاروں دفتروں کی شرح شبیری میں میری تقریرات منضبط کی گئی ہیں عام فہم عبارت میں) (۱۹۳) اطفاء الفتن ترجمہ احیاء السنن تقریباً حصہ اول (۱۹۴) ارشاد الرشید (ملفوظات) (۱۹۵) ریاض الفوائد مکتوبات (۱۹۶) المحفوظ الکبیر (تربیۃ السالک کا جزو ہوکر چھپا ہے) (۱۹۷) الثواب (بمعنی العسل) الحلی (من الحلاوۃ) تتمۃ المسک الذکی (عربی) (۱۹۸) ظل صفہ (ملحقہ تنبیہات وصیت اس میں چونکہ کا تذکرہ مولوی عبداللہ صاحب نے بڑھادیا تھا۔ اس لئے ان ہی کی طرف منسوب کر کے شائع کیا گیا) (۱۹۹) امواج طلب (یہ چار باغ طرب میں چھپا ہے) (۲۰۰) سفر نامہ کوئٹہ (نزد حکیم مصطفٰے صاحب) (۲۰۱) تابع الآثار (مذکورہ نمبر ۹۱) (۲۰۲) ذنابات (مذکورہ نمبر ۹۲) (۲۰۳) النشر للعشر جزو ترجیح (۲۰۴) شریف الدرایات (۲۰۵) رفع النباء (۲۰۶) سواد خوبی (۲۰۷) خطوط خوبی (۲۰۸) احسن الاثاث جزو موائد (۲۰۹) امداد المشتاق (۲۱۰) الطاف للطائف (۲۱۱) خیر الدلالہ جزو موائد (۲۱۲) القول الفصل جزو تربیت (۲۱۳) القول الصحیح جزو موائد (۲۱۴) ارسال الجود (۲۱۵) تبصیر الزجاج (۲۱۶) احسن التفہیم جزو امداد الفتاویٰ (۲۱۷) اسکات المنکر (۲۱۸) المتن الامدادی (۲۱۹) الکلم الدالۃ (۲۲۰) رافع الضنک (۲۲۱) العذر والنذر (۲۲۲) المواہب (نوٹ: اس کا سلسلہ اخبار العدل میں بشکل مضمون جاری رہا پھر منقطع ہوگیا) (۲۲۳) الجلاء والشوف فی احکام الرجاء والخوف جزو تربیت (۲۲۴) السلسبیل لعابری السبیل جزو حسن العزیز (۲۲۵) تقطیف الثمرات فی تخفیف الثمرات جزو امداد الفتاویٰ (۲۲۶) احکام التجلی من التعلی والتدلی (۲۲۷) تتمہ نہایۃ الادراک فی اقسام الاشراک اس کی تلخیص رسالہ تشرف کی ایک حدیث مروی از مصعب بن سعد مذکور قبیل ذکر الموت کے حواشی میں بھی مذکور ہے۔

(۲۲۸) بیان الوفود فی اعوان ابن سعود (جزو امداد الفتاویٰ) (۲۲۹) اخبار اہل المجد عن آثار اہل النجد جزو ایضاً یہ دونوں رسالے نجدیوں کے متعلق ہیں۔ (۲۳۰) التنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن العربیؒ (۲۳۱) اقامۃ الطامۃ علی زاعم ادامۃ النبوۃ الحقیقیۃ العامۃ (۲۳۲) تفصیل

الکلام فی حکم تقبیل الاقدام جزو امداد الفتاویٰ (۲۳۳) موقع الحسام من اشاعۃ الاسلام جزو امداد الفتاویٰ (۲۳۴) الاستحضار للاحتضار (۲۳۵) علوالنازل (ملفوظ) (۲۳۶) سراج الزیت الی منہاج البیت (۲۳۷) الادراک والتوصل الی حقیقۃ الاشراک والتوسل (۲۳۸) الیم فی السم ہو والظم فی السم الآتی اصغر الرسائل (۲۳۹) القصر المشید للعصر الجدید (۲۴۰) قند دیوبند (۲۴۱) تلئین العرائک فی تہجین اسٹرائک جزو امداد الفتاویٰ (۲۴۲) اصلاح المعتوہ فی تعریف الحرام و المکروہ (۲۴۳) حیوٰۃ المسلمین (۲۴۴) خوان خلیل (۲۴۵) تحصین دار العلوم من تسخین نار السموم جزو جلد ثانی کشکول الطرائف (۲۴۶) تحسین دار العلوم بتزیین انوار النجوم ضمیمہ تحصین جزو القاسم محرم ۴۷ھ (۲۴۷) المعلومات الارشادیہ علی المرقومات الامدادیہ (۲۴۸) داب المساجد علی آداب المساجد جزو امداد الفتاویٰ (۲۴۹) التحقیق الفرید فی حکم آلہ تقریب الصوت البعید جزو امداد الفتاویٰ (۲۵۰) ثبات الستور لذوات الخذور جزو امداد الفتاویٰ

(۲۵۱) القاء السکینہ فی حکم ابداء الزینہ جزو امداد الفتاویٰ (۲۵۲) احکام الایتلاف جزو النور (۲۵۳) ظہور العدم بنور القدم (۲۵۴) نضیری بشرح کلام نظیری (۲۵۵) الکلم الطیب (۲۵۶) التقصیر فی التفسیر (۲۵۷) جزل الکلام فی عزل الامام (۲۵۸) مزید المجید (۲۵۹) باب الریان (۲۶۰) بیت الدیان (۲۶۱) عیش الحیان (یہ اخیر کے تین نمبر حیوٰۃ المسلمین کے اجزاء ہیں جن کو ایک خاص شان کے سبب خاص لقب سے ملقب کیا گیا) (۲۶۲) محفوظات ملقب بہ اشرف التنبیہ (۲۶۳) ملحوظات (۲۶۴) محظوظات (یہ تین حصے ہیں رسالہ جدید ملفوظات کے) (۲۶۵) مقالات حسنہ ملقب بہ لمعان الدین ملفوظ (۲۶۶) لامع علامات الاولیاء یعنی تلخیص جامع کرامات الاولیاء (۲۶۷) معاملۃ المسلمین فی مجادلۃ غیر المسلمین (۲۶۸) شہادۃ الاقوام بصدق الاسلام (ملاحظہ ہو النور ذی الحجہ ۴۸ھ) (۲۶۹) خطبات الاحکام (۲۷۰) التحب فی الخطب۔

(۲۷۱) الظم فی السم (۲۷۲) ضم شارد الابل (۲۷۳) ملفوظ آداب الاخبار بعبارت مولوی محمد شفیع دیوبندی جو القاسم شعبان و رمضان ۴۸ھ میں بھی اور مستقل بھی بضمن عنوان اسلامی اخباروں کے لئے شرعی دستور العمل و نیز جزو جلد ثانی کشکول الطرائف بنکر بھی شائع

ہوا۔(۲۷۴)صیانۃ المسلمین(۲۷۵) الساعات للطاعات (۲۷۶)جمع الصکوک فی قمع الشکوک (۲۷۷) افکار دینی ضمیمہ اخبار بنی (۲۷۸)ظہور القرآن من صدور الصبیان (۲۷۹)القطائف من اللطائف ملفوظ(۲۸۰)القول الجلیل ملفوظ(۲۸۱)اسعاد الاسعد ملفوظ (۲۸۲) جلائل الابناء فی حرمۃ حلائل الابناء (۲۸۳) التحریض علی صالح التعریض جزو التشرف جلد ثالث(۲۸۴) کثرت الازواج لصاحب المعراج(۲۸۵)سقایات الصیب حاشیۂ روایات الطیب (۲۸۶)وصل السبب فی فصل النسب (۲۸۷)الہادی للحیران فی وادی تفصیل البیان جزو امداد الفتاویٰ(۲۸۸)تصحیح العلم فی تقبیح الحلم (۲۸۹)جرالکسیر ملفوظ (۲۹۰)الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ ملفوظ(۲۹۱) السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ (۲۹۲)البصائر فی الدوائر(۲۹۳)سراب الشراب جزو السنۃ الجلیہ (۲۹۴) تمیز العشق من الفسق (۲۹۵)رد التوحد فی الطلاق ذات التعدد جزو امداد الفتاویٰ (۲۹۶)بناء القبہ علی بناء الجبر(۲۹۷)تمہید الفرش فی تحدید العرش (۲۹۸)الارشاد الی مسئلۃ الاستعداد جزو التشرف جلد سوم (۲۹۹)الحصحصۃ فی حکم الوسوسۃ جزو التشرف جلد سوم (۳۰۰) عبور البراری فی سرور الذراری جزو تربیۃ السالک

(۳۰۱) خیر الاخیار فی خبر الاختیار ملفوظ (۳۰۲) شجرۃ المراد جزو تربیۃ السالک (۳۰۳)بوادر النوادر (یہ مسائل نادرہ کی فہرست ہے اس کے مضامین رسالہ الاشرف لکھنؤ میں باقساط نکل رہے ہیں۔(۳۰۴) شمس الفضائل لطمس الرذائل جزو تربیۃ السالک (۳۰۵)شق الجیب عن حق الغیب جزو امداد الفتاویٰ(۳۰۶)التوالجہ فیما یتعلق بالتشابہ جزو تفسیر بیان القرآن اوائل سورۂ آل عمران (۳۰۷)تحقیق التشبیہ باہل الفساح لمن لا یرید اداء المہر فی النکاح جزو امداد الفتاویٰ(۳۰۸)تعدیل اہل الدہر فی درجہ تقلیل المہر (۳۰۹) الاعتدال فی متابعۃ الرجال جزو تربیت(۳۱۰)کلمۃ القوم فی حکمۃ الصوم جزو امداد الفتاویٰ (۳۱۱)الحیلۃ الناجزہ بمشارکۃ الشفیع والکریم (۳۱۲)اعداد الجنۃ جزو امداد الفتاویٰ (۳۱۳) نیل المرادفی سفر گنج مراد آباد ملفوظ جزو ارواح ثلثہ (۳۱۴)ملفوظ فیوض الخالق جزو الہادی (۳۱۵) ملفوظ سعاد الطالبین جزو قاسم العلوم (۳۱۶)تفصیل محمودیت امر طبعی جزو تربیت

(۳۱۷) طلوع البدر فی سطوع القدر جزو امداد الفتاویٰ (۳۱۸) الحکم الحقانی فی الحزب الآغاخانی جزو امداد الفتاویٰ (۳۱۹) تصحیح الخیال ملفوظ (۳۲۰) اماثل الاقوال لافاضل الرجال جزو کشکول (۳۲۱) نافع الاشارہ الی منافع الاستخارہ جزو امداد الفتاویٰ (۳۲۲) احکام الایقان لاقسام الاطمینان جزو امداد الفتاویٰ (۳۲۳) علاج الخیال جزو تربیۃ السالک (۳۲۴) رفع الغلط لدفع الشطط (۳۲۵) تسہیل الطریق جزو تربیت

(۳۲۶) کلمۃ الحق ملفوظ در رسالہ الہادی (۳۲۷) الکلام الحسن ملفوظ در اشرف العلوم (۳۲۸) رسالہ بحث فضل سید القبور علی کل مکان مزور جزو ترجیح الراجح بابت ۴ ۱۳۵ھ (۳۲۹) الشوارق فی الخوارق (۳۳۰) ملفوظ سراج الصراط در رسالہ الاشرف (۳۳۱) مکالمہ بر محاکمہ جزو امداد الفتاویٰ (۳۳۲) التبدیل من التثقیل الی التعدیل یا التنزیل من التعدیل الی التسہیل مع ضمیمہ عملیہ جزو حسن العزیز یہ دو نام دو اعتبار سے ہیں جو رسالہ میں مذکور ہیں (۳۳۳) وضوح الطریق جزو النور رمضان ۱۳۴۹ھ مضمون تربیۃ السالک از ص ۳ ص ۸ تا ص ۱۶ قولہ بتلاوے گا (۳۳۴) فتوح الطریق جزو النور جمادی الاولی ۱۳۵۰ھ مضمون تربیۃ السالک از ص ۶ ص ۱۰ تا ص ۱۴ قولہ معلوم ہو گئے۔ اب تک ان دونوں کا لب نہ چھپا تھا۔ (۳۳۵) روح الطریق جزو النور ذی الحجہ ۵۰ھ مضمون تربیۃ السالک از ص ۳ س ۱۰ تا ص ۱۴ س ۱۳ قولہ لکھ چکا اس کا لقب بھی چھپا ہے۔ (۳۳۶) استحباب الدعوات جزو امداد الفتاویٰ (۳۳۷) بطلان الاحلام ببرہان الاحکام جزو امداد الفتاویٰ (۳۳۸) التعرف فی تحقیق مسئلۃ التصرف جزو امداد الفتاویٰ (۳۳۹) جمع الدعاء مع الرضا بالقضاء جزو امداد الفتاویٰ (۳۴۰) جلوۂ یوسف ملفوظ جزو الاشرف (۳۴۱) نظر عنایت ملفوظ جزو الاشرف (۳۴۲) ارمغان عید ملفوظ (۳۴۳) عبادۃ الرحمٰن (۳۴۴) دنیا کی پستی اور دین کی مستی ملفوظ (۳۴۵) سرمایۂ ہستی یہ دو اخیر کے اشرف السوانح کے جزو ہیں (نوٹ ملحق فیما بعد) رسالہ ہذا کے باب فواضل میں بضمن سلسلہ تحریکات جو مضمون عاشر ہے اور اس کا ایک لقب بھی ہے الامتناع عن السباع گو اس کو بھی ایک رسالہ شمار کیا جا سکتا تھا مگر قصداً اس کو اس فہرست میں اس لئے نہیں لیا کہ اس کا استدلال علمی مشابہ تھا استدلال شعری کے ۱۲ منہ

الحاق

فیصلہ ہفت مسئلہ نمبر ۶۸ کے متعلق علاوہ ضمیمہ مرقومہ مولانا گنگوہی قدس سرہ کے احقر نے بھی ایک ضمیمہ لکھا تھا جو مستقل چھپ کر شائع ہو چکا تھا مگر ترتیب فہرست کے وقت باوجود تلاش کے دستیاب نہ ہوا تھا اب مل گیا ہے اس کو نایاب ہونے کے سبب اس جگہ نقل کیا جاتا ہے آئندہ اس ضمیمہ کو فیصلہ ہفت مسئلہ کا جزو بنا کر شائع کرنا مناسب ہے۔ اشرف علی ۲۵۔ محرم ۵۵ھ

ضمیمہ فیصلہ ہفت مسئلہ

حامداً و مصلیاً

بعد الحمد و الصلوٰۃ اشرف علی تھانوی خادم آستانہ حضرت شیخ المشائخ سید السادات مولانا و مرشدنا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب ضوعفت برکاتہم اپنے پیر بھائیوں اور دیگر ناظرین فیصلہ ہفت مسئلہ کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ جو بباعث اس کے بوجہ ضعف قویٰ جسمانیہ حضرت ممدوح کو خود قلم مبارک سے لکھنے میں تکلف ہوتا ہے بحکم حضرت ممدوح بعبارت اس خادم کے بغرض محاکمہ بعض مسائل تحریر ہو کر تقریباً عرصہ چار سال کا ہوا کہ شائع ہوا ہے چونکہ بعض صاحبوں کو اس کے مقصود اصلی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اور حضرت ممدوح کو علی الاطلاق ان اعمال وغیرہا کا مجوز قرار دیا جو بالکل خلاف واقع ہے اس لئے محض خیر خواہی کی نظر سے حضرت صاحب کی غرض اور تحقیق کا اظہار ضروری سمجھ کر اطلاع عام کر دیتا ہوں تا کہ مجھ کو حق پوشی کے گناہ سے اور دوسرے صاحبوں کو التباس و اشتباہ سے نجات ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ امور اور اعمال جس ہیئت و کیفیت سے مروج و شائع ہیں اکثر عوام بالخصوص جہلاء ہندوستان اس کے سبب انواع انواع مفاسد اعتقادی و عملی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن کا تجربہ و مشاہدہ عاقل فہیم منصف کر سکتا ہے۔

مثلاً مولد میں بعض قیود کو مؤکد نہ سمجھنا اور ترک قیود سے دل تنگ ہونا۔ ایصال ثواب کے طرق میں علاوہ تاکد قیود کے اگر اولیاء کی روح کو ہو تو ان کو حاجت روا سمجھنا اور ترک التزام میں ان سے ضرر رسانی کا خوف کرنا اور اگر عام اقارب کی روح کو ہو تو اکثر قصد نام آوری ہونا اور طعن و تشنیع سے ڈرنا اور سماع میں زیادہ مجمع اہل لہو و باطل کا ہونا اور امارد و نساء

ے اختلاط اور اعراس میں اول تو فساق فجار کا مجمع ہونا اور یہ بھی نہ ہو تو ادا رسم کی ضرورت کو قرض دام کرنا پڑھنے والوں کا اکثر طعام و شیرینی کے لئے باوجاہت داعی کی وجہ سے پڑھنا ندائے غیر اللہ میں بعض کم فہموں کا منادیٰ کو خبیر و قدیر جاننا۔ کام پورا ہو جانے پر ان کو فاعل و متصرف سمجھنا جماعت ثانیہ سے اکثرت جماعت اولیٰ میں سستی کرنا حقہ وزٹل میں جماعت اولیٰ کو فوت کر دینا اور اس پر متاسف نہ ہونا۔ اخیر کے مسئلوں میں باری تعالیٰ کے عجز کا اعتقاد کر لینا اور اسی طرح کے بہت سے مفاسد ہیں جن کی تفصیل استقراء اور تتبع سے معلوم ہو سکتی ہے سو حضرت ممدوح ہرگز ہرگز ان مفاسد کو یا ان کے مقدمات و اسباب کو جائز نہیں فرماتے۔

حضرت ممدوح پر ایسا گمان کر کے علی الاطلاق ان امور کے جواز پر تمسک کرنا یا حضرت ممدوح سے سوء عقیدت کر لینا حضرت ممدوح کی کمال اتباع شریعت اور آپ کی تقریر دلپذیر کی غرض سے ناواقفی ہے خلاصہ ارشاد حضرت ممدوح کا یہ ہے کہ جس شد و مد کے ساتھ یہ امور لوگوں میں شائع ہیں وہ بدعت ہیں کیونکہ اس رسالہ میں مصرح ہے کہ غیر دین کو دین میں داخل کرنا بدعت ہے سو جو لوگ ان قیود کو جو فی نفسہ مباح ہیں موکد کرتے ہیں وہی غیر دین کو دین میں داخل کرنے والے ہیں اس مرتبہ میں مانعین حق پر ہیں اور بلا التزام قیود و رسم و لزوم مفاسد احیاناً کر لینا اور احیاناً نہ کرنا یہ مباح ہے اس کو حرام کہنا مانعین کا تشدد ہے اس مرتبہ میں جواز حق ہے بایں معنی دونوں کو آپ نے حق پر فرمایا چنانچہ بعض اکابر مخصوصین کے پاس جو حضرت ممدوح کا والا نامہ مُہری آیا تھا اس میں یہ لفظ موجود ہیں کہ نفس ذکر مندوب اور قیود بدعت ہیں اسی طرح دیگر باقی مسائل میں تفصیل ہے جو اصول شرعیہ میں غور کرنے سے مفہوم ہو سکتی ہے اس توضیح کے بعد کسی کو اشتباہ و التباس کا محل باقی نہیں رہ سکتا اگر رسالہ ہذا کی کوئی عبارت اس تقریر مذکور کے خلاف پائی جائے وہ اس خادم کی عبارت کا قصور سمجھا جائے۔ اور حضرت صاحب دامت فیوضہم و برکاتہم کو بالکل مبرّا و منزہ اعتقاد کیا جائے و ما علینا الا البلاغ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ۔

نوٹ: یہ دونوں ضمیمے تو قواعد شرعیہ پر مبنی ہیں اب ان کی ایک تائید ایک رویائے صالحہ سے

جس کا لقب حدیث میں مبشر آیا ہے نقل کی جاتی ہے۔ صاحب رؤیا جناب مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دار العلوم دیو بند رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ ہیں اور صاحب روایت ان کے خلف الصدق مولوی حافظ قاری محمد طیب صاحب مہتمم حال مدرسہ موصوفہ ہیں۔وھی ھذہ بعین عبارۃ الراوی وھی رؤیا عجیبۃ مشتملۃ علی حقائق غریبۃ.

(نحمدہ و نصلی)

احقر نے اپنے حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے ذیل کا واقعہ سنا ہے فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں فیصلہ ہفت مسئلہ چھپا اور اس کی نسبت حضرت مرشد عالم حاجی امداد اللہ قدس سرہ کی طرف تھی اس لئے ہم لوگوں کو سخت ضیق پیش آئی موافقت کر نہیں سکتے تھے اور مخالفت میں حضرت کی نسبت سامنے آتی تھی۔ حیرانی تھی۔ اسی دوران میں میں نے (حضرت والد صاحبؒ نے) خواب دیکھا کہ ایک بڑا دیوان خانہ ہے اور اس میں حضرت حاجی صاحبؒ تشریف رکھتے ہیں میں بھی حاضر ہوا و ہفت مسئلہ کا تذکرہ ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ ارشاد فرمارہے ہیں کہ بھائی علماء اس میں تشدد کیوں کر رہے ہیں۔ گنجائش تو ہے۔ میں عرض کررہا ہوں کہ حضرت گنجائش نہیں ہے ورنہ مسائل کی حدود ٹوٹ جائیں گی ، ارشاد فرمایا کہ یہ تو تشدد معلوم ہوتا ہے میں نے پھر بہت ہی ادب سے عرض کیا کہ حضرت جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں درست ہے مگر حضرات فقہاء تو اس کے خلاف ہی کہتے ہیں۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ خواب میں میں ردوقدح بھی کررہا ہوں لیکن حضرت کی عظمت میں ایک رتی برابر فرق نہیں دیکھتا تھا۔ اسی ردوقدح میں آخر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بات مختصر کرو اگر خود صاحب شریعت فیصلہ فرماویں پھر؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس کے بعد کس کی مجال ہے کہ خلاف چل سکے۔ فرمایا کہ اچھا ان شاء اللہ اسی جگہ خود حضرت صاحب شریعت ہی ہمارے تمہارے درمیان میں فیصلہ فرماویں گے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ اس بات سے مجھے بے غایت مسرت ہو رہی ہے کہ آج الحمد للہ حضرت صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی اور اسی کے ساتھ حضرت حاجی صاحب کی عظمت اور زیادہ قلب میں بڑھ گئی کہ حق تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے

کہ وہ اپنے معاملات میں براہ راست حضور کی طرف رجوع بھی کر سکتے ہیں اور حضور کو اپنے یہاں بلا بھی سکتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں حضرت حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ لو تیار ہو بیٹھو حضور تشریف لا رہے ہیں اتنے میں میں نے دیکھا کہ دیوان خانہ کے سامنے سے ایک عظیم الشان مجمع نمایاں ہوا۔ قریب آنے پر میں نے دیکھا کہ آگے آگے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پیچھے پیچھے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مجمع ہے۔ حضور کی شان ہے کہ حلیہ مبارک ہو بہو حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ نینو کا کرتہ باریک بلا کسی بنیائن وغیرہ زیب تن ہے جس میں سے بدن مبارک چمک رہا ہے گویا شعاعیں سی پھوٹ رہی ہیں سر مبارک پر ٹوپی پنج کلیہ ہے جو سر پر کانوں تک منڈھی ہوئی ہے اور چہرۂ انور نہایت مشرق اور اس قدر چمک رہا ہے جیسے چمکتا ہوا کندن سونا ہوتا ہے حضور جب دیوان خانہ میں داخل ہوئے تو حضرت حاجی صاحب سروقد ایک کونہ میں ادب سے جا کھڑے ہوئے اور میں ایک دوسرے مقابل کے کونہ میں ادب و ہیبت سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ حضور کنارہ کاٹ کر میری طرف تشریف لائے اور بالکل میرے قریب پہنچ کر میرے کندھے پر دست مبارک رکھا اور زور سے فرمایا کہ حاجی صاحب یہ لڑکا جو کچھ کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے۔
اس پر میری تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور ساتھ ہی حضرت حاجی صاحب کی عظمت اور بھی زیادہ بڑھ گئی کہ ہمارے بزرگوں کو اللہ نے کیا رتبہ عطا فرمایا ہے کہ حضور کس بے تکلفی سے تشریف لائے اور کس بے تکلفی اور عنایت سے انہیں مخاطب فرماتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب کی حالت یہ ارشاد مبارک سن کر یہ ہوئی کہ بجاؤ درست بجاؤ درست کہتے کہتے جھکتے ہیں اور اپنے قدموں کے قریب تر سر لے جا کر پھر سیدھے کھڑے ہوتے ہیں اور پھر بجاؤ درست بجاؤ درست کہتے کہتے اسی طرح جھکتے اور پھر سیدھے کھڑے ہوتے ہیں۔

سات مرتبہ اسی طرح حاجی صاحب نے کیا اور مجلس پر سکوت کا عالم ہے سارا مجمع کھڑا ہوا ہے کہ حضور ہی خود کھڑے ہوئے ہیں جب یہ سب کچھ ہو چکا تو والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی یہ شفقت وعنایت دیکھ کر جرأت کی اور عرض کیا کہ حضور حدیثوں میں جو حلیہ مبارک ہم نے پڑھا ہے اس وقت کا حلیہ مبارک تو اسکے خلاف ہے یہ تو حضرت گنگوہی کا

حلیہ ہے، ارشاد فرمایا کہ اصل حلیہ ہمارا وہی ہے جو تم نے حدیثوں میں پڑھا ہے لیکن اس وقت ہم نے گنگوہی کا حلیہ اس لئے اختیار کیا کہ تمہیں ان سے محبت و مناسبت ہے اس جواب پر مجھے حضرت گنگوہی سے اور زیادہ محبت وعقیدت بڑھ گئی اور اپنے اکابر کے درجات قرب واضح ہوئے چند منٹ پھر سکوت رہا اور حضرت حاجی صاحب غایت ادب و تعظیم سے سر جھکائے ہوئے کھڑے ہوئے تھے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب اب ہمیں اجازت ہے؟ حاجی صاحب نے ادب سے عرض کیا کہ جو مرضی مبارک ہو۔ بس حضور مع سارے مجمع کے اسی راہ سے تشریف لے گئے جس راستے سے تشریف لائے تھے اور میری آنکھ کھل گئی۔ یہ خواب میں نے (والد صاحب نے) حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا۔ معلوم ہوا کہ حضرت پر اس خواب سے ایک کیفیت بے خودی کی طاری ہوئی اور کچھ اس قسم کے الفاظ فرمائے کہ کاش یہ خواب لکھ کر قبر میں میرے ساتھ کر دیا جائے تو میرے لئے دستاویز ہو جائے۔ (احقر محمد طیب غفرلہ)

(ب) مواعظ

(۱) آداب المساجد (۲) مہمات الدعا حصہ اول (۳) مہمات الدعا حصہ دوم (۴) سیرۃ الصوفی (۵) استخفاف المعاصی (۶) حقوق المعاشرت (۷) الاخلاص حصہ اول (۸) الاخلاص حصہ دوم (۹) اصلاح النساء (۱۰) ذم الھویٰ (نوٹ: ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ اول ہے) (۱۱) تطہیر رمضان (۱۲) حقوق القرآن (۱۳) علاج الکبر (۱۴) حیوۃ طیبہ (۱۵) تسہیل الاصلاح (۱۶) احکام العشر الاخیر (۱۷) الکمال الصوم والعید (۱۸) غض البصر (۱۹) تطہیر الاعضاء (۲۰) تقویم الزیغ (نوٹ: ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ دوم ہے) (۲۱) ضرورۃ الاعتناء بالدین (۲۲) ضرورۃ العلم بالدین (۲۳) ضرورۃ العمل بالدین (۲۴) طریق القرب (۲۵) فضائل العلم والخشیۃ (۲۶) ترغیب الاضحیہ (۲۷) ضرورۃ التوبہ (۲۸) تفصیل التوبہ (۲۹) تکمیل الاسلام (۳۰) ترک المعاصی (نوٹ: ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ سوم ہے) (۳۱) اصلاح النفس (۳۲) تفاضل الاعمال (۳۳) الرضا بالدنیا (۳۴) الاتعاظ بالغیر (۳۵) طلب العلم (۳۶) تادیب المصیبہ (۳۷) حب العاجلہ

(۳۸) ازالۃ الغفلۃ (۳۹) قطع التمنی (۴۰) تیسیر الاصلاح (نوٹ: ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ چہارم ہے) (۴۱) ضرورۃ العلماء (۴۲) طریق النجاۃ (۴۳) نسیان النفس (۴۴) تعلیم البیان (۴۵) آثار المحبۃ (۴۶) احسان التدبیر (۴۷) فضل العلم والعمل (۴۸) متاع الدنیا (۴۹) مضار المعصیۃ (۵۰) العمل للعلماء (نوٹ ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ پنجم ہے) (۵۱) تعظیم الشعائر (۵۲) التصدی للغیر (۵۳) اطاعۃ الاحکام (۵۴) خواص الخشیۃ (۵۵) ذکر الموت (۵۶) الغاء المجازفۃ (۵۷) شرف المکالمہ (۵۸) ترجیح المفسدہ علی المصلحۃ (۵۹) اختیار الخلیل (۶۰) شرط الایمان (نوٹ۔ ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ ششم ہے) (۶۱) غوائل الغضب (۶۲) منازعۃ الھوٰی (۶۳) الصوم (۶۴) الشکر (۶۵) التنبیہ (۶۶) الباقی (نوٹ۔ ان چھ وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ ہفتم ہے ان میں سے الباقی منفرد چھپا ہے) (۶۷) حق الاطاعۃ (۶۸) الدین الخالص (۶۹) عضل الجاہلیۃ (۷۰) نداء رمضان (۷۱) وحدۃ الحب (۷۲) شعب الایمان (۷۳) الوقت (۷۴) شعبان (۷۵) الصیام (۷۶) الفطر (نوٹ۔ ان دس وعظوں کا مجموعہ دعوات عبدیت کا حصہ ہشتم ہے) (۷۷) روح الصیام (۷۸) روح القیام (۷۹) روح الجوار (۸۰) روح الافطار (۸۱) روح العج والثج (۸۲) نور الصدور (نوٹ۔ روح الصیام سے یہاں تک ہفت اختر کے نام سے شائع ہوئے ہیں جس میں ایک جزو ہفتم ان وعظوں کے علاوہ ملفوظات کا بھی شامل ہے۔ (۸۳) الاستغفار (۸۴) مواعظ اشرفیہ فی الخشوع (نوٹ۔ اس کا نام بعد میں لب العبادہ تجویز کیا گیا (۸۵) الاتفاق (نوٹ۔ ان تین وعظوں کا مجموعہ التذکیر کا حصہ اول ہی ہے لیکن غلطی سے اس کی لوح پر اشرف المواعظ چھپ گیا ہے) (۸۶) الظلم (۸۷) الخلط (۸۸) المباح (۸۹) السؤال (۹۰) التوکل (۹۱) الصبر (نوٹ: ان چھ وعظوں کا مجموعہ التذکیر کا حصہ دوم ہے اور اس کی لوح پر بھی غلطی سے اشرف المواعظ چھپ گیا ہے) (۹۲) التہذیب نمبر۱ (۹۳) التہذیب نمبر۲ (۹۴) التہذیب نمبر۳ (۹۵) التہذیب نمبر۴ (۹۶) التہذیب نمبر۵ (۹۷) التہذیب نمبر۶ (نوٹ۔ ان چھ وعظوں کا مجموعہ التذکیر کا حصہ سوم ہے) (۹۸) الخضوع (۹۹) عمل الذرہ (۱۰۰) راس الاربعین المشتمل علی جزئین الحبور للنور

الصدور والحضور الامور لصدور (۱۰۱) الشذ ور (۱۰۲) الغضب (۱۰۳) مظاہر الاحوال (۱۰۴) الافصاح (نوٹ۔ یہ سات وعظ یعنی الخضوع سے یہاں تک یہ سلسلہ حسن الموعظت چھپے تھے)۔(۱۰۵) القرض (۱۰۶) تفصیل الذکر (۱۰۷) التوجہ (۱۰۸) العفۃ (۱۰۹) العزہ (۱۱۰) اجابۃ الداعی (۱۱۱) المال والجاہ (۱۱۲) اتباع المنیب (۱۱۳) کیف الاذیٰ (۱۱۴) الفضل العظیم (۱۱۵) الاسراف (۱۱۶) الذکر (۱۱۷) الخیانۃ (۱۱۸) الدنیا (نوٹ: القرض سے یہاں تک کے وعظ یہ سلسلہ الذکریٰ چھپے ہیں)(۱۱۹) ذکر الرسول (۱۲۰) رفع الموانع (۱۲۱) شکر النعمہ (۱۲۲) الظاہر (۱۲۳) اصلاح الیتامیٰ (۱۲۴) تعلیم العلم (۱۲۵) التقویٰ (۱۲۶) المراد (۱۲۷) دوا الضیق (۱۲۸) احسان الاسلام (۱۲۹) تعمیم تعلیم القرآن الکریم (۱۳۰) ترک مالا یعنی (۱۳۱) تعمیم التعلیم (۱۳۲) الکمال فی الدین للنساء (۱۳۳) نفی الحرج (۱۳۴) الباب لاولی الالباب (۱۳۵) السلام التحقیق (۱۳۶) الدعوۃ الی اللہ (۱۳۷) درجات الاسلام (۱۳۸) نقد اللبیب فی عقد الحبیب (۱۳۹) تحقیق الشکر (۱۴۰) رجاء اللقاء (۱۴۱) اسباب الفضائل (۱۴۲) محاسن الاسلام (۱۴۳) رمضان فی رمضان (۱۴۴) شکر المثوی (۱۴۵) عود العید (۱۴۶) عود العید (۱۴۷) الاعتصام بحبل اللہ (۱۴۸) ایواء الیتامیٰ (۱۴۹) ترجیح الآخرہ (۱۵۰) حرمات الحدود (۱۵۱) ملت ابراہیم (۱۵۲) العبادۃ (۱۵۳) الرفع و الوضع (۱۵۴) الاسعاد و الایعاد (۱۵۵) العمرۃ بذبح البقرۃ (۱۵۶) الہدیٰ والمغفرہ (۱۵۷) ذم النسیان (۱۵۸) تقلیل الطعام (: ذکر الرسول سے یہاں تک کے ۴۰ وعظ یہ سلسلہ التبلیغ چھپ چکے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے)(۱۵۹) وعظ مرادآباد کسرول متعلق اقترب للناس الخ (اس کا نام بعد میں قرب الحساب تجویز کیا گیا)(۱۶۰) وعظ مرادآباد شاہی مسجد متعلق وتعاونوا علی البر الخ (اس کا نام بعد میں التعاون علی الخیر تجویز کیا گیا)(۱۶۱) وعظ جرتھاول مسائل موت (اس کا نام بعد میں یقظۃ النائم تجویز کیا گیا)(۱۶۲) وعظ جرتھاول متعلق مایلفظ من قول الخ (یہ التذکیر حصہ اول میں بھی بلقب حفظ اللسان چھپا ہے (نوٹ ان چار وعظوں کا مجموعہ اشرف المواعظ کا حصہ اول ہے)(۱۶۳) وعظ میرٹھ متعلق واما من خاف مقام ربہ الخ (یہ ایک وعظ بلقب اشرف المواعظ حصہ دوم چھپا ہے) اس کا نام بعد میں ثمرات الخوف تجویز کیا گیا۔(۱۶۴) التبشیر (۱۶۵) الصلوٰۃ

(۱۶۶)الحیوٰۃ (نوٹ: یہ تین وعظ بسلسلہ البشری چھپے ہیں) (۱۶۷) روح الارواح (۱۶۸)راحت القلوب(۱۶۹) تمۃ الحکمۃ (نوٹ یہ وعظ دعاۃ الملۃ کے حواشی میں چھپا ہے) (۱۷۰)الدعاء(۱۷۱) شوق اللقاء(۱۷۲) تذکیرالآخرۃ(۱۷۳) فوائدالصحبۃ (۱۷۴) تجارت آخرت(۱۷۵)النور(۱۷۶)الظہور(۱۷۷)السرور(۱۷۸)اول الاعمال(۱۷۹) آخرالاعمال (۱۸۰)الکمال فی الدین للرجال (۱۸۱)معرفۃ الحقائق (۱۸۲)مفتاح الخیر(۱۸۳)العاقلات الغافلات(۱۸۴)البصیر بالبشیر (۱۸۵)الشریعۃ (۱۸۶)الضحایا(۱۸۷)الجناح (۱۸۸)اجلاء للابتلاء(۱۸۹) الحج المبرور (۱۹۰)تقلیل المنام (۱۹۱) تقلیل الکلام (۱۹۲) تقلیل الاختلاط مع الانام (۱۹۳) تحصیل المرام (نوٹ۔ یہ چاروں وعظ مع نمبر ۱۵۸ ملقب ہیں حواس خمسہ وابواب المجاہدہ۔ واسباب المشاہدہ کے ساتھ)(۱۹۴)حقیقۃ الصبر (۱۹۵)ماعلیہ الصبر (۱۹۶) زکوٰۃ النفس (۱۹۷) تفصیل الدین (۱۹۸) احکام المال (۱۹۹)اسباب الفتنہ (۲۰۰) حقوق البیت (۲۰۱) سبیل النجاح (۲۰۲) الباطن (۲۰۳) آداب التبلیغ (۲۰۴)المورد الفرخی (۲۰۵) اسرار العبادۃ (۲۰۶) آثار العبادۃ (۲۰۷) خیر الحیوٰۃ و خیر الممات (۲۰۸)السوق لاہل الشوق (۲۰۹) استمرار التوبۃ (۲۱۰)و(۲۱۱) ارضاءالحق نمبرا ونمبر۲ (۲۱۲) العج والثج والثلج (۲۱۳)جمال الجلیل (۲۱۴)مظاہر الاموال (۲۱۵)مظاہر الآمال (۲۱۶) مظاہر الاقوال (۲۱۷) ہم الآخرۃ (۲۱۸) عصم الصنوف (۲۱۹)النسوان فی رمضان (۲۲۰)الدوام علی الاسلام(۲۲۱)الاستقامۃ (۲۲۲) اسباب الغفلۃ (۲۲۳) کوثر العلوم (۲۲۴)تکمیل الانعام (۲۲۵) الفاظ القرآن (۲۲۶)المعرق والرحیق (۲۲۷)التحصیل والتسہیل (۲۲۸)و(۲۲۹)اجراء الصیام بلا انصرام حصہ اول و دوم (۲۳۰)التواصی بالحق (۲۳۱)التواصی بالصبر (۲۳۲)الفصل و انفصال (۲۳۳)الاجرالنبیل (۲۳۴)النعم المرغوبۃ (۲۳۵) التیسیر للتیسیر (۲۳۶)الحدود و القیود (۲۳۷)فناءالنفوس (۲۳۸) افناء المحبوب (۲۳۹)التعرف بالتصرف (۲۴۰)مراقبۃ الارض (۲۴۱) خیرالارشاد(۲۴۲)الدنیاوالآخرہ(۲۴۳)التراحم فی التراحم (۲۴۴)الغالب للطالب (۲۴۵) ملفوظ الطاحون ضمیمہ وعظ خیرالحیوٰۃ (۲۴۶)الاستماع والاتباع (۲۴۷)الوصل والفصل (۲۴۸) رفع الالتباس(۲۴۹)الجمعین بین النفعین (۲۵۰)نورالنور(۲۵۱)الرابطہ(۲۵۲)الجبر

3 بالصبر (۲۵۳)الاصابۃ فی معنی الاجابۃ (۲۵۴) الصبر والصلوٰۃ (۲۵۵)الحج (۲۵۶)تعجیل السعید (۲۵۷)السمر بالصبر (۲۵۸)المراقبہ (۲۵۹)اکمال العدۃ (۲۶۰)الفانی (۲۶۱)اصل العبادۃ (۲۶۲)المجاہدۃ (۲۶۳)الارتیاب و الاغتیاب (۲۶۴)اکبر الاعمال (۲۶۵)دارالسعود مع تحقیق التصدیق (۲۶۶)العبدالربانی (۲۶۷)الرغبۃ المرغوبۃ (۲۶۸) الرحیل الی الخیل (۲۶۹)العیدوالوعید (۲۷۰)دواء الغفلۃ (۲۷۱)النفحات فی الاوقات (۲۷۲) الانسدادللفساد (۲۷۳)الصلات فی الصلات (۲۷۴)الیسر مع العسر (۲۷۵)غریب الدنیا (۲۷۶)عمل الشکر (۲۷۷)اصلاح ذات البین (۲۷۸)طریق القلندر (۲۷۹)العشر بضم العین (۲۸۰)العشر بفتح العین۔(۲۸۱) آثار الحوبہ فی اسرار التوبہ (۲۸۲) المودۃ الرحمانیۃ (۲۸۳)التشبیت بمراقبۃ التسبیت (۲۸۴)الاکرمیۃ بالاعملیۃ والاعلمیۃ (۲۸۵)الاخوۃ (۲۸۶) علاج الحرص (۲۸۷)العلم والخشیۃ (۲۸۸)انفاق المحبوب (۲۸۹)و(۲۹۰)مواساۃ المصابین جزو اول ودوم (۲۹۱) حقوق السراء والضراء (۲۹۲) نشر الرحمۃ (۲۹۳) شکر العطاء (۲۹۴) شب مبارک (۲۹۵)شبعان فی شعبان (۲۹۶)مثلث رمضان (۲۹۷)العتق من النیران (۲۹۸) انوار السراج (۲۹۹) الاطمینان بالدنیا (۳۰۰) رطوبۃ اللسان (۳۰۱) شفاء العی (۳۰۲) آثار المربع (۳۰۳)الامتحان (۳۰۴) تکمیل الاعمال بہ تبدیل الاحوال (۳۰۵)شرائط الطاعۃ (۳۰۶) المکروہات (۳۰۷) کساء النساء (۳۰۸) الاسلام الحقیقی (۳۰۹) الکاف (۳۱۰) الاتمام لنعمۃ الاسلام حصہ اول (۳۱۱)الاتمام لنعمۃ الاسلام حصہ دوم (۳۱۲)ازالۃ الغین عن آلۃ العین (۳۱۳) صبح امید (۳۱۴)شام خورشید (۳۱۵)الرحمۃ علی الامۃ (۳۱۶) دستور سہارنپور (۳۱۷) آداب المصاب (۳۱۸)القاف (۳۱۹)اعانۃ النافع (۳۲۰)شکر السوانح (۳۲۱)تحریم المحرم

مجموعہ رسائل ومواعظ (٦٦٦)

لطیفہ متعلقہ عدد مجموعہ رسائل ومواعظ

یہ عدد(٦٦٦) ہے جس میں اتفاق سے تینوں درجوں میں چھ کا عدد ہے یعنی سینکڑہ بھی دہائی بھی جس سے یادرکھنے میں سہولت ہوسکتی ہے اور اتفاق سے اس عدد کے تین مادے بھی نکل آئے ۔یعنی ستارہ تنویر شمع نور۔جن سے یادرکھنے میں اورزیادہ سہولت ہوسکتی ہے اور

علاوہ مصلحت سہولت کے ایک معنوی نکتہ بھی ان مادوں میں پیدا ہو گیا کہ یہ سب مفہوم نور پر دال ہیں گویا اشارہ ہے اس ذخیرہ مؤلفات کی صفت تنویر میں مشابہ ستارہ وشمع ہونے کی طرف اور اسی کے مشابہ ایک لطیفہ فہرست مجازین کے ختم پر عنقریب مذکور ہوا ہے۔

تفصیل اعتناء اہل علم بتالیفات حضرت صاحب سوانح بعبارتہ

(جس کا ذکر فہرست تالیفات کی تمہید میں ہے)

الحمدللہ کہ اہل علم وصلاح نے احقر (یعنی حضرت والا ۱۲) کی تالیفات کے ساتھ مختلف طرق سے اعتناء فرما کر خاص طبقات کا افادہ فرمایا کسی نے تلخیص وانتخاب سے کسی نے تسہیل عبارت سے کسی نے دوسری زبان میں ترجمہ سے۔ ان سب کی فہرست ملحق ہے (اور بفضلہٖ یہ سلسلہ برابر جاری ہے لیکن اب حضرت والا نے اس کے انضباط کا اہتمام والتزام موقوف فرما دیا ہے گو کبھی کسی مصلحت سے ارقام کا وقوع ہو جائے ۱۲ مؤلف سوانح)

نمبر شمار	عنوان یا نام مولفات حاصلہ بعد الاعتناء	حقیقت اعتناء مع نام رسائل احقر وکیفیت	نام معتنی
۱	حساب کی آمد	یہ تسہیل ہے اشرف المواعظ حصہ اول کے وعظ اول کی (تسہیل کا حاصل یہ ہے کہ عوام کیلئے عبارت آسان کر دی اور جو مضامین اس پر بھی عام فہم نہ تھے انکو حذف کر دیا)	مولوی انوارالحق صاحب امروہی شاید ایک دو وعظ کی کسی اور نے تسہیل کر دی ہو
۲	حاضری کا خوف	یعنی تسہیل وعظ دوم حصہ اول اشرف المواعظ،	
۳	رمضان کا خالص رکھنا	یعنی تسہیل تطہیر رمضان،	
۴	قرآن کے حقوق	تسہیل حقوق القرآن (نوٹ آئندہ لفظ تسہیل کی جگہ لفظ از لکھ دوں گا مراد تسہیل ہو گی)	
۵	تکبر کا علاج	از علاج الکبر	
۶	پاکیزہ زندگی	از حیوۃ طیبہ نوٹ: یہ چھ تسہیل المواعظ کے سلسلہ میں چھپ گئے	
۷	اصلاح کا آسان طریق	از تسہیل الاصلاح (نوٹ۔ یہ رسالہ الہادی دہلی میں چھپ گیا اور مابعد کے مواعظ کی طبع کا عزم ظاہر کیا ہے اور یہ سب مسودات مجلس میں ہیں)	
۸	اخیر عشرہ کے احکام	از احکام العشرہ،	
۹	صوم اور عید کی تکمیل	از اکمال الصوم والعید	
۱۰	نگاہ کی حفاظت	از غض البصر	

۱۱	اعضاء کا پاک رکھنا	از تطہیر الاعضاء
۱۲	کجی کی درستی	از تقویم الزیغ،
۱۳	اہتمام دین کی ضرورت	از ضرورۃ الاعتناء بالدین
۱۴	علم دین کی ضرورت	از ضرورۃ العلم بالدین
۱۵	عمل دین کی ضرورت	از ضرورۃ العمل فی الدین
۱۶	مقبولیت کا طریق	از طریق القرب
۱۷	علم اور خوف کے فضائل	از فضائل العلم والخشیۃ
۱۸	قربانی کی ترغیب	از ترغیب الاضحیۃ
۱۹	توبہ کی ضرورت	از ضرورۃ التوبہ
۲۰	توبہ کی تفصیل	از تفصیل التوبہ
۲۱	اسلام کی تکمیل	از تکمیل الاسلام
۲۲	معاصی کا ترک	از ترک المعاصی
۲۳	مسجد کے آداب	از آداب المساجد
۲۴	دعاء کے شرائط حصہ اول	از مہمات الدعاء حصہ اول
۲۵	دعاء کے شرائط حصہ دوم	از مہمات الدعاء حصہ دوم
۲۶	صوفی کا طریق	از سیرۃ الصوفی
۲۷	گناہوں کا سرسری سمجھنا	از استخفاف المعاصی
۲۸	معاشرت کے حقوق	از حقوق المعاشرت
۲۹	اخلاص حصہ اول	از الاخلاص حصہ اول
۳۰	اخلاص حصہ دوم	از الاخلاص حصہ دوم
۳۱	عورتوں کی اصلاح	از اصلاح النساء
۳۲	اتباع نفس کی بُرائی	از ذم الہویٰ (مولوی انوار الحق صاحب امروہوی) شاید ایک دو وعظ کی کسی اور نے تسہیل کردی ہو۔
۳۳	امثال عبرت	مواعظ احقر سے مثالیں اور حکایتیں جمع کی ہیں۔
۳۴	علم غیر منقول	مواعظ احقر میں جو مضامین (از قبیل واردات ہیں انکو جمع کرلیا۔ مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب)

۳۵	تفسیر المواعظ	مواعظ احقر میں جو آیات عمود وعظ ہیں ان کو جمع کر لیا مع شرح بعض احادیث (مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب)
۳۶	علوم امدادیہ	مواعظ احقر میں جو ملفوظات حضرت مرشد علیہ الرحمۃ مذکور ہیں ان کو جمع کر لیا۔ (مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب)
۳۷	ابیات حکمت	مواعظ احقر میں جو اشعار مشہور وہ جمع کر لئے گئے (مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب)
۳۸	عروس المواعظ	مواعظ احقر میں جن مضامین کو نہایت مفید سمجھا گیا وہ جمع کر لئے گئے (خواجہ عزیز الحسن صاحب)
نوٹ: نمبر ۳۳ سے ۳۸ تک بوجہ سامان نہ ہونے کے مکمل نہیں ہو سکا مختصر مجموعہ مجلس میں ہے اور عروس المواعظ کچھ شائع بھی ہوا ہے		
۳۹	اصول الوصول	مؤلفات احقر سے سلوک کے اصول جمع کئے گئے شائع بھی ہو گیا (مولوی عبد الغنی صاحب مدرس پھولپور ضلع اعظم گڑھ)
۴۰	رفع الضیق	مؤلفات احقر خصوص تربیۃ السالک سے ضیق باطنی کے مباحث جمع کئے گئے شائع بھی ہو گیا (مولوی عبد المجید صاحب بچھرایونی)
۴۱	الشفا	تفسیر احقر کے مضامین بشکل سوال و جواب کے لکھے ہیں۔ (النور میں شائع ہو رہا ہے) (مولوی ظفر احمد صاحب)
۴۲	ترجمہ سندھی جمال القرآن	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (شائع ہو گیا) (مولوی شیر محمد صاحب سندھی)
۴۳	ترجمہ سندھی جزاء الاعمال	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (اسکے طبع ہونے کی بھی خبر دی) (میاں دین محمد صاحب خیر پوری)
۴۴	ترجمہ سندھی بہشتی زیور	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (حصہ اول کے طبع ہونے کے بھی خبر دی باقی کے طبع کے لئے دعا چاہی) (میاں دین محمد صاحب خیر پوری)
۴۵	ترجمہ بنگلہ قصد السبیل	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (یاد نہیں)
۴۶	ترجمہ سندھی اصلاح الرسوم	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (پھر خبر دی کہ چھپنے کیلئے ایک مطبع میں گیا ہے) (مولوی عبد الکریم صاحب محمد پوری)
۴۷	ترجمہ سندھی اعمال قرآنی	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (ایضاً خط میں لکھا تھا کہ شروع کیا ہے)
۴۸	ترجمہ بنگلہ مضامین مہمہ تالیفات احقر و سیر نبویہ از بہشتی زیور	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (مولوی ابو نعیم صاحب نصیر آبادی ضلع میمن سنگھ خط میں عزم ظاہر کیا گیا)

۴۹	ترجمہ بنگلہ بہشتی زیور	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے۔(اجازت لینے کے لئے خط آیا تھا) مولوی عبدالحلیم صاحب پھولپور پوسٹ گوش گاؤں ضلع میمن سنگھ
۵۰	ترجمہ سندھی فروع الایمان	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے(خط میں ارادہ ظاہر کیا) مولوی دین محمد صاحب فیروزشاہی از خیر پور ضلع لاڑکانہ
۵۱	ترجمہ گجراتی بہشتی زیور نوحصہ و بہشتی گوہر وغیرہ	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے(اس کی اطلاع ابراہیم بن محمد بپوریا صاحب نے راندیر ضلع سورت سے دی) مولوی غلام محمد صاحب راندیری
۵۲	ترجمہ بنگلہ شوق وطن	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (خط میں ارادہ کر کے اجازت و دعا کی درخواست کی تھی) مولوی عبدالہادی صاحب ضلع میمن سنگھ
۵۳	ترجمہ سندھی زاد السعید و نیل الشفاء	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے مولوی دین محمد صاحب فیروزشاہی
۵۴	ترجمہ سندھی صفائی معاملات	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے(مولوی دین محمد صاحب فیروزشاہی نے خبر دی کہ مجھ کو کاپی کردہ دکھلایا تھا مگر اب تک طبع نہیں کیا گیا) مولوی دین محمد صاحب وفائی نبی آبادی
۵۵	ترجمہ گجراتی قصد السبیل	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے(اطلاع دی کہ چھپوا دیا گیا) ہاشم بن یوسف صاحب بہروچہ
۵۶	ترجمہ سندھی علاج القحط والوباء	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے(اطلاع دی کہ ترجمہ کر چکا ہوں) دین محمد صاحب قریہ فیروزشاہ
۵۷	ترجمہ پشتو بہشتی زیور	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے(اجازت چاہی تھی اجازت دی گئی) غوث محمد خاں صاحب رسالدار میجر ائی جی ڈی پونا رجمنٹ نمبرے
۵۸	ترجمہ بنگلہ جزاء الاعمال	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے(لکھا تھا کہ ترجمہ کردم ہنوز در مطبع داخل نہ کردہ ام) مطیع الرحمٰن صاحب مدرس انگریزی ضلع نواکھالی آسام
۵۹	ترجمہ بنگلہ اغلاط العوام	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے(ترجمہ کر کے شائع کرانیکی اجازت چاہی اجازت دی گئی) عبدالصمد صاحب امام مسجد عبدالرحمٰن پوسٹ صدر فرنگی بازار روڈ چاٹگام
۶۰	ترجمہ انگریزی مثنوی شریف مطابق شرح کلید مثنوی	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے(خبر دی کہ دفتر اول و دوم و ششم کا ترجمہ لکھا بھی گیا اب دفتر سوم کا شروع کروں گا نیز ایک خط میں لکھا کہ ولایت میں بہت سے انگریز اس کے مطالعہ کے شائق ہیں شاید بعض سعید روحیں کچھ فائدہ اٹھا سکیں) شیخ رکن الدین صاحب سینیر سب جج حصار

۶۱	فلاسفی آف اسلام (یعنی فلسفۃ الاسلام	مواعظ میں سے مباحث عقلیہ منتخب کر کے اسکا ترجمہ انگریزی میں کیا گیا اور نصف جزو مجلس میں بھی آ گیا پھر ترجمہ نفی الحرج کا بھی مکمل کر کے مجلس میں بھیج دیا اور اطلاع دی کہ وعظ الاتفاق کا ترجمہ انگریزی میں ہو رہا ہے منشی قبول احمد صاحب اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول سیتاپور
۶۲	ترجمہ بنگلہ بہشتی زیور	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (دو صاحبوں نے اس کی درخواست کی تھی جس کی خوشی سے اجازت دی گئی) فقیر احمد صاحب وہالی مہنیاری شاپ ڈاکخانہ پورن بازار چاندپور۔ و محفوظ الحق صاحب مقام ہزار باری ڈاکخانہ پھول کوچہ ضلع میمن سنگھ
۶۳	ترجمہ الفاظ عربیہ وفارسیہ واشعار واقعہ مواعظ در اردو	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (بشرط اجازت اس کا عزم ظاہر کیا اور بعض اہل مطابع کا عزم طبع ظاہر کیا اجازت دے دی گئی) محمد قاسم ابن مرحوم حافظ انور شاہ نمبر ۱۳۲، و یک اسٹریٹ ویردلم ناتال جنوبی افریقہ
۶۴	ترجمہ گجراتی وعظ کا منجملہ پانچ وعظ ذکر الرسول، السرور الظہور، النور، طریقہ مولود شریف	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (یہاں اس ارادہ کی اطلاع دی یہاں سے دو وعظ کا اور بھی نام لکھ دیا گیا الحبور الحضور اور یہ بھی رائے دی گئی کہ اگر ان سب میں سے کچھ کچھ مضامین جمع کر کے ترجمہ کرایا جائے تو زیادہ مفید ہو) ارادہ کرنے والے داؤد ہاشم صاحب رنگون اور مترجم مولوی عبدالرحمٰن صاحب ابن مولانا غلام محمد صادق صاحب مترجم بہشتی زیور بزبان گجراتی
۶۵	ترجمہ گجراتی تسہیل المواعظ وآداب المعاشرت	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (سلسلہ شروع کرنے کی اطلاع دی نیز یہ بھی لکھا کہ وقتاً فوقتاً مولانا سید مہدی حسن صاحب سے اصلاح لی جاتی ہے) محمد عارف صاحب داخلی راندیری
۶۶	ترجمہ اردو منظوم زیر وبم	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (چھپنا بھی شروع ہو گیا تھا مگر سلسلہ بند ہو گیا) قاضی عبدالصمد صاحب جاجموؤ کانپور
۶۷	حواشی رسالہ الانتباہات	حقیقت عنوان سے ظاہر ہے (چونکہ اس رسالہ کے مضامین غامض ہیں اس لئے توضیح کی گئی) مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب مقیم شہر میرٹھ
۶۸	تبیان البیان	حواشی بعض مقامات تفسیر بیان القرآن (مولوی سعید احمد صاحب مرحوم ہمشیرہ زادہ احقر)
۶۹	ابانۃ البیان	حواشی تفسیر بیان القرآن کامل (نصف تفسیر کے بعد کی جلدوں میں ملحق ہو کر چھپا ہے) انظر الیٰ ماقال ولا تنظر الیٰ من قال اسکے بعد کچھ حواشی مولوی حبیب احمد صاحب کے ہیں

۷۰	تسہیل قصد السبیل	قصد السبیل کی بعض عبارات لائق فہم عوام نہ تھیں ان عبارتوں کو بعض اہل خیر کی استدعا پر سہل الفاظ میں بدل دیا گیا (مولوی شاہ لطف رسول صاحب)
۷۱	الشراب الطہور للعشاق السکور	احقر کے بعض خاص مواعظ سے اس کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ربیع الاول میں ایک بڑے مجمع میں صاحب انتخاب نے بطور وعظ کے اس کو بیان کیا بہت نافع ثابت ہوا (مولوی عبدالمجید صاحب مقیم رنگون نیز مولوی صاحب موصوف نے وعظ ازالۃ الغفلۃ وغض البصر کی تلخیص وتسہیل کی خبر دی)

(۷۲) تسہیل وعظ طریق النجاۃ نز د محمد عثمان خاں دہلوی

(۷۳) ترجمہ انگریزی وعظ الاتفاق از ماسٹر قبول احمد صاحب

(۷۴) ترجمہ انگریزی وعظ محاسن الاسلام شروع ہو گیا (ماسٹر صاحب کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلا حصہ فلاسفی آف اسلام کا جس میں بیس وعظوں سے مضامین منتخب ہیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر چھپ گیا)

(۷۵) چند اہل علم نے بہشتی زیور گوہر کے حوالے منضبط کئے جو چھپ بھی گئے

(۷۶) بہشتی زیور حصہ سوم کا ترجمہ برہما میں چھپ گیا بقیہ حصص بھی اس زبان میں شائع ہوتے رہیں گے از خط حاجی محمد یوسف صاحب وحاجی داؤد ہاشم صاحب

(۷۷) اول الذکر نے اطلاع دی کہ تعلیم الطالب کے گجراتی ترجمہ کا عزم ہے

(۷۸) ترجمہ نثر مناجات مقبول از حکیم محمد مصطفٰے صاحب اور ترجمہ منظوم اس فہرست میں اس لئے نہیں لیا کہ وہ میری فرمائش سے ہوا تھا

(۷۹) الفرائد حکیم صاحب نے مواعظ سے منتخب کیا

(۸۰) الواعظ للراغب فی المواعظ بانتخاب مولوی اشفاق الرحمٰن صاحب از مواعظ بدرجہ عزم

(۸۱) ترجمہ بعض ضروری مضامین الظاہر وفوائد الصحبۃ وتذکیر الآخرۃ وکلید مثنوی و تعلیم الدین وقصد السبیل بہ زبان کشمیری از قطب الدین صاحب وبعض مواعظ بدرجہ عزم

(۸۲) رسالہ نجم الاسلام منظوم کشمیری از پنجاہ کتاب خصوص امداد الفتاویٰ وتعلیم الدین وفوائد الصحبۃ وبہشتی زیور وحسن العزیز از قطب الدین صاحب وہ لکھتے ہیں کہ تقریباً خمس مضمون ان کتابوں سے لیا گیا۔

(۸۳) ابراہیم بیگ بھوپالی کا سینٹ پیری سے (جو کہ ایک شہر ہے امریکہ میں اور فرانس کے قبضہ میں ہے) ۷۔ جون ۱۹۲۶ء کو خط آیا لکھا ہے کہ میرا ارادہ بہشتی گوہر کا ترجمہ فرنچ زبان میں کر کے چھاپنے کا ہے مع متعدد عنوانات بہشتی زیور کے جن کو یہاں ضروری خیال کرتا ہے اھ۔ یہاں سے مع چند رایوں کے اجازت دی گئی۔

(۸۴) مولوی محمد سعید صاحب مذکور فہرست مجازین نمبر ۲۶ نے لکھا ہے کہ فدوی نے تعلیم نسواں جزو بہشتی زیور کا پورا ترجمہ اور حقوق العلم باب اول کی دوسری فصل کا پورا ترجمہ اور باب اول کی تیسری فصل کے بعض اجزاء کا ترجمہ اور باب ثانی کے تین صفحوں کا ترجمہ اور اصلاح الخیال سے تقریر شبہ اول اور اس کے جواب کا پورا ترجمہ اور تحقیق تعلیم انگریزی کے دس مقدمات کے خلاصہ کا ترجمہ کر کے جو کہ بطور ایک رسالہ کے بن گیا احباب متعلقین کے مطالعہ کرنے کے لئے دے دیا ہے۔ اس رسالہ کو دوسرے علماء سے تصحیح کرا کر چھاپنے کا بھی ارادہ ہے اھ۔ بحاصلہ (ان کی زبان غالباً اروی ہے)

(۸۵) آخر ذی الحجہ ۴۴ھ میں عبدالمجید صاحب ساکن بہریز خاں ڈاکخانہ کورباٹی ضلع ڈھاکہ کا خط آیا کہ بہشتی زیور گیارہ حصہ بطبع جدید مع حوالہ جات وفوائد کا ترجمہ بزبان بنگلہ کرنے کا عزم کرتا ہوں دعا و اجازت سے دریغ نہ کیا جائے۔

(۸۶) اسی قسم کے مضمون کا خط ۱۷۔ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ کو شمس الحق صاحب مقیم مشا کہالی میمن سنگھ کا آیا کہ اجازت ہو تو بہشتی زیور کا ترجمہ بنگلہ میں نثر یا نظم کر دوں

(۸۷) ۲۱۔ جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ کو حاجی داؤد ہاشم صاحب کا رنگون سے خط آیا کہ ہماری کمپنی کی جانب سے بہشتی زیور بزبان برہما کرائی جا رہی ہے۔

(۸۸) بعض حضرات مقیمین دہلی کی درخواست ہے کہ رافع الضنک کی تسہیل کر دی جائے چنانچہ شروع ہو گئی ہے۔

(۸۹) بعض احباب کا خیال قرآن مجید کا ترجمہ انگریزی میں کرانے کا ہے اور بیان القرآن کے ترجمہ کو تجویز کیا گیا ہے۔

(۹۰) شاہ لطف رسول صاحب مرحوم نے بیان القرآن کی تلخیص شروع کی تھی اور خلاصہ

البیان فی ترجمۃ القرآن اس کا نام رکھا تھا مگر سورہ بقرہ آیت ربوا تک پہنچے تھے کہ وفات ہوگئی۔

(۹۱) مولوی ظفر احمد صاحب سلمہ نے تمام تفسیر کی تلخیص کی جس کو مولوی شبیر علی نے حمائل شریف کے حاشیہ پر چھاپ بھی دیا

(۹۲) مولوی وصی اللہ صاحب بعض احباب کی تحریک پر مجموعہ مواعظ سے مضامین ذیل کا جدا جدا انتخاب شروع[1] کر دیا ہے جس سے اخیر میں ان مضامین کے مستقل رسالے ہو جاویں گے۔ سلوک۔ اغلاط سالکین۔ معانی احادیث۔ معانی آیات اصلاح نو تعلیم یافتگان ۔فقہ۔ عقائد۔ تحقیق اقوال عارفین۔ اغلاط علماء۔ حکایات۔ اشعار۔

تعدید اگر ان مضامین کے اعداد کو بھی مستقل لیا جائے تو اس فہرست کا عدد سو (۱۰۰) سے زائد تک اور اگر بعض کو تناسب کے سبب متداخل مان لیا جائے تو (۱۰۰) تک یقیناً یہ عدد پہنچتا ہے۔

(۱۰۱) تلخیص بیان القرآن بطرز عجیب از مولوی محمد عیسیٰ صاحب زیر عزم طبع

(۱۰۲) بہشتی ثمر انتخاب سہ حصہ بہشتی زیور و بہشتی گوہر۔ برائے مکاتیب اسلامیہ بتحریک ڈپٹی انسپکٹر صاحب مطبوع از مولوی صاحب موصوف

(۱۰۳) خلاصہ خط مولوی دین محمد فیروز شاہی آمدہ شعبان ۱۳۴۵ھ۔

(۱۰۴) مولوی محمد عیسےٰ کو بہشتی ثمر طبع نمودہ عنوان اور درکار ست تا کہ طلبیدہ ترجمہ اش در سندھی مدرسہ موضع کمراوی ڈاکخانہ چکراودھا ضلع ڈھاکہ آمدہ رمضان ۱۳۴۵ھ بہشتی زیور کا بنگلہ ترجمہ کرنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اھ چنانچہ اجازت دی گئی۔

(۱۰۵) خلاصہ خط روح الامین رپین اسٹریٹ حنفی آفس کلکتہ آمدہ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ تفصیل الکلام فی حکم تقبیل الاقدام (مذکور فہرست رسائل نمبر ۲۳۲) کا ترجمہ بنگلہ بصورت رسالہ شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۱۰۶) حاجی شیر محمد صاحب کا خط گھونکی سے آیا کہ بہشتی زیور کے ساتویں حصہ کا بھی ترجمہ سندھی زبان میں کامل کر دیا گیا

(۱۰۷) عبدالرشید رجسٹرار مسلمانان و قاضی مقام خنجن پور ضلع بگوڑا بنگال کا خط آیا

---

[1] اس کا ایک معتدبہ حصہ یہاں بھی آ گیا ۱۲

جس میں بہشتی زیور کا ترجمہ بنگلہ میں کرنے کی اجازت چاہی

(۱۰۸) مولوی وصی اللہ صاحب حسب فرمائش خواجہ عبدالواحد صاحب بیان القرآن کی تلخیص وتسہیل کررہے ہیں

(۱۰۹) محمد مستقیم علی پوسٹ بیانی بازار ساکن ویول گرام ضلع سہلٹ کا خط آیا جس میں حق السماع وصفائی معاملات کو بنگلہ میں ترجمہ کرنے کی اجازت چاہی

(۱۱۰) مولوی مقصود اللہ صاحب کا خط آیا لکھا ہے کہ قصد السبیل کا ترجمہ بنگلہ میں پورا اور صاف ہو چکا مسمیٰ بہ حقیقۃ الطریقہ وگنجینہ معرفت ۔ اور حیوٰۃ المسلمین کا شروع کیا اور نشر الطیب کا ترجمہ بیان معراج تک ہو چکا ہے مسمےٰ بہ اشرف المولود فی ذکر محبوب الودود اور صفائی معاملات کے ترجمہ کا بھی ارادہ ہے اور ایک خط میں تعلیم الدین کے ترجمہ کا بھی ارادہ ظاہر کیا۔

(۱۱۱) محمد مستقیم علی ساکن املا پوسٹ بلابو ضلع ڈھاکہ مدرسہ اسلامیہ نے خط لکھا کہ ثبات الستور کا بنگلہ میں ترجمہ کرنا چاہتا ہوں

(۱۱۲) مدت ہوئی ایک صاحب علم نے کلید مثنوی دفتر اول کی احادیث کی تخریج کی مسمےٰ بہ تخریج احمدی

(۱۱۳) مولوی مظہر احمد ماسٹر انگزنڈر ہائی سکول بھوپال نے اطلاع دی کہ میں نے حیات المسلمین کا ترجمہ ہندی میں شروع کردیا سی پی میں ہندی ہی جانتے ہیں

(۱۱۴) نیز موصوف نے اس عزم کی اطلاع دی کہ قصر مشید کے بعض مقصورات کا باضافہ بعض مضامین حیوٰۃ المسلمین انگریزی میں ترجمہ کرکے اصول اسلامیہ پر ایک گفتگو اس کا نام رکھ کر اسکول کے درجہ نہم میں اس کو داخل کرنیکی کوشش کی جائے۔

(۱۱۵) مولوی خیر محمد صاحب نے رسالہ الاقتصاد کی تسہیل کا عزم ظاہر کیا

(۱۱۶) نیز موصوف نیر رسالہ الادراک و التوصل کو اپنی عبارت میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کردیا

(۱۱۷) مولوی عبدالحق صاحب مدرس دینیات اسلامی ہائی اسکول گوجر خاں راولپنڈی نے خط سے اطلاع دی کہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر کا ارادہ ہے کہ لڑکوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری پڑھائی جائے اگر اجازت ہو نشر الطیب کا خلاصہ نکال کر تعلیم میں داخل کیا جائے چنانچہ اجازت دی گئی

(۱۱۸) و (۱۱۹) و (۱۲۰) و (۱۲۱) حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی نے بذریعہ تجویزات ذیل کی اطلاع دی (الف) رسالہ تحقیق تعلیم انگریزی کی تسہیل چنانچہ تسہیل کر کے بھیج دی گئی (ب) رسالہ مذکورہ کا انگریزی میں ترجمہ کرانا (ج) رسالہ مذکورہ کا برہما زبان میں ترجمہ کرانا (د) حیات المسلمین کا انگریزی میں ترجمہ کرانا اس تجویز کے وقوع کا عنقریب ذکر آتا ہے۔

(۱۲۲) حاجی داؤد ہاشم صاحب نے رسالہ بسط البنان اور ایک حصہ حفظ الایمان کا انگریزی میں ترجمہ کرایا۔

(۱۲۳) مولوی محمد عبدالحق صاحب مقیم حیدر آباد نے مواعظ احقر کے ایک بڑے حصہ کے مضامین مقصودہ کی نہایت مفید فہرست مرتب کی

(۱۲۴) نیز موصوف نے تربیت السالک کے مضامین کی مفصل فہرست تیار کی اور آئینہ تربیت نام رکھا۔

(۱۲۵) نیز موصوف نے عرفان حافظ کے مسائل کو جمع کر کے فیضان حافظ نام رکھا

(۱۲۶) مولوی رحمتہ اللہ صاحب رنگونی نے خط سے اطلاع دی کہ انہوں نے بہشتی زیور حصہ سوم بہشتی گوہر کا ترجمہ برہمی زبان میں کیا

(۱۲۷) نیز موصوف نے اطلاع دی کہ حیٰوۃ المسلمین کے بارہ پرچوں کا ایک مجموعہ بنا کر اور اس کا ترجمہ برہمی زبان میں کر کے شائع کر دیا گیا اور حاجی محمد یوسف صاحب نے آئندہ بقیہ پرچوں کی نسبت بھی اسی طرح ترجمہ کر کے شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

(۱۲۸) موصوف نے یہ بھی لکھا کہ تمہید تعلیم الدین کا ترجمہ برہمی زبان میں طبع ہو کر اطراف برہما میں بھیجا جا رہا ہے

(۱۲۹) موصوف نے یہ بھی لکھا کہ بہشتی زیور کا پہلا حصہ مع ضمیمہ برہمی زبان میں ختم ہو چکا

(۱۳۰) مولوی قباد جہاں آبادی نوا کھالی نے رمضان میں اطلاع دی کہ حیٰوۃ المسلمین کا ترجمہ بنگلہ میں روح بست و سوم تک ہو چکا شوال میں طباعت شروع ہو جائیگی نام بھی پوچھا روح المسلمین تجویز ہوا

(۱۳۱) نیز موصوف نے زیادہ بہشتی زیور سے ملتقط کر کے بنگلہ میں بہشتی میوہ لکھا ہے

جس کو مع ترجمہ حیوٰۃ المسلمین قریب طبع لکھا ہے۔

(۱۳۲) مولوی عبدالمجید صاحب ساکن ہزبر خاں ڈاکخانہ کورہائی ضلع ڈھاکہ کا خط آیا کہ بہشتی زیور حصہ اول کا ترجمہ بنگلہ مطبع میں دینے کا ارادہ ہے

(۱۳۳) محمود قاسم کا راندیر سے خط آیا کہ حیوٰۃ المسلمین کا ترجمہ گجراتی زبان میں حصہ متعلقہ مساجد تک میں نے کیا اور قاسم سورتی صاحب نے چھپوا کر تقسیم کر دیا۔

(۱۳۴) نیز موصوف نے یہ بھی لکھا کہ نماز کی عقلی خوبیاں (یہ ایک حصہ ہے سائنس اور اسلام کا) اور سوء خاتمہ کا (غالباً رسالہ خاتمہ بالخیر مراد ہی ترجمہ گجراتی زبان میں کرنے کا ارادہ ہے پھر خط آیا کہ نماز کی عقلی خوبیوں کا ترجمہ مذکورہ شائع ہو گیا۔

(۱۳۵) مولوی اسعد اللہ صاحب مدرس مظاہر علوم سہارنپور نے میرے ایک مضمون معنون بہ المکالمہ بنی و بین بعض المعقولیین کی (جو کہ قدرت حق علی الاخبار عن غیر الواقع بالکلام اللفظی کی تحقیق میں ہے) نہایت متین شرح لکھی جس کا نام احقر نے المسالمہ فی شرح المکالمہ رکھ دیا یہ امداد الفتاویٰ کا جزو ہے

(۱۳۶) ماسٹر قبول احمد صاحب نے اطلاع دی کہ حیوٰۃ المسلمین کا انگریزی ترجمہ ہو رہا ہے چوتھائی کے قریب ہو چکا ہے یہ وہی ہے جس کا ذکر قریب ہی حرف د میں گزرا

(۱۳۷) نیز موصوف نے القصر المشید انگریزی ترجمہ کرنے کو منگائی ہے۔

(۱۳۸) نیز موصوف نے اطلاع دی کہ ثبات الستور کا ترجمہ مع تذئیل وغیرہ سب ختم کر لیا اور چھپ رہا ہے اور ایک ماہ میں چھپ کر آ جائے گا

(۱۳۹) مولوی رحمۃ اللہ صاحب رنگونی نے اطلاع دی کہ ایک رسالہ ماہوار برہما زبان میں رنگون سے شائع ہوتا ہے اس میں تمہید بہشتی زیور برہما زبان میں شائع کرا دی گئی

(۱۴۰) مولوی اسعد اللہ صاحب مذکورہ بالا نے رسالہ التقصیر فی التفسیر کی تسہیل کا ارادہ ظاہر کیا ہے

۱۴۱ سے ۱۵۰ تک دعوات عبدیت جلد چہارم کے دس مواعظ کی مولوی انوار الحق نے تسہیل کی ذیل میں ان کے نام مع نام اصل مواعظ کے مرقوم ہیں۔

(۱۴۱) نفس کی اصلاح از اصلاح النفس

(۱۴۲) نیک کاموں کے درجے از تفاضل الاعمال

(۱۴۳) دنیا سے رضامندی از الرضا بالدنیا

(۱۴۴) دوسروں سے عبرت پکڑنا از الاتعاظ بالغیر

(۱۴۵) علم کی طلب از طلب العلم

(۱۴۶) مصیبت سے عبرت پکڑنا از التادیب بالمصیبۃ

(۱۴۷) دنیا کی محبت از حب الدنیا

(۱۴۸) غفلت کا دفعیہ از ازالۃ الغفلۃ

(۱۴۹) آرزو کا چھوڑنا از قطع التمنی

(۱۵۰) اصلاح کی آسانی از تیسیر الاصلاح دس پورے ہو گئے

(۱۵۱) مولوی ظفر احمد نے رسالہ القاء السکینہ کی تسہیل کی جس کا نام الحصون الحصینہ ہے

(۱۵۲) مولوی عبدالکریم صاحب نے خطبات الاحکام کی آیات واحادیث کا اردو میں ترجمہ کیا جس کا نام افادۃ العوام ہے

(۱۵۳) نیز موصوف نے حیوٰۃ المسلمین کی تمہید کی تسہیل کی

(۱۵۴) علی محمد صاحب کلرک لاہور نے مختلف مواعظ وملفوظات سے بعض خاص مضامین کا انتخاب کر کے اشرف المعمولات نام تجویز کیا

(۱۵۵) مولوی جمیل احمد مطبع مجتبائی کی درخواست پر بیان القرآن کی تسہیل کر رہے ہیں نیز موصوف میرے رسالہ لامع علامات الاولیاء کا ترجمہ کر رہے ہیں مگر چونکہ یہ میری فرمائش ہے لہٰذا اس کو استقلالاً شمار نہیں کیا۔

(۱۵۶) محمد حنیف شکار پور سندھ نے اعمال قرآنی کا سندھی ترجمہ کر کے اشاعت کی اجازت چاہی بشرط استثناء عملیات مضرہ عوام اجازت دیدی گئی

(۱۵۷) حمید احمد صاحب ناظر صدر انجمن اسلامیہ حیدر آباد نے اردو و دیگر السنہ ملکیہ میں حیوۃ المسلمین کی طباعت کا خیال ظاہر کیا

(۱۵۸) عبداللہ خاں صاحب نے بھوپال سے نشر الطیب کی تسہیل کے شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا

(۱۵۹) ہاشم بن یوسف بہروچہ نے راندیر سے خط لکھا کہ ایک گجراتی رسالہ مسمیٰ بہ علم میں تسہیل المواعظ کے مضامین شائع کرنے کی اجازت چاہتا ہوں

(۱۶۰) و (۱۶۱) و (۱۶۲) و (۱۶۳) و (۱۶۴) و (۱۶۵) و (۱۶۶) عبدالرؤف صاحب نے مقام سری منگل ضلع سلہٹ سے خط لکھا کہ آپ کی تالیفات میں جن مضامین کو نہایت دلچسپ اور مفید سمجھا ان کو انتخاب کر کے رسالوں کی صورت پر مرتب کر لیا اور الگ الگ نام بھی تجویز کر لئے قریب بیس رسالوں کے مرتب ہوگئے جیسے (الف) منتخب النفائس (ب) مجالس الصالحین (ج) ہدایۃ السالک (د) تربیۃ الطالب (ہ) نکات در حل شبہات و قلبی واردات (و) مجموعہ حکایات (ز) مجموعہ اشعار (وغیرہا)

(۱۶۷) و (۱۶۸) و (۱۶۹) و (۱۷۰) مولوی شمس الحق فرید پوری کا مدرسہ اسلامیہ برہمن باڑیہ ضلع پترہ سے خط آیا کہ میں (الف) قصد السبیل (ب) فروع الایمان (ج) صفائی معاملات کا ترجمہ بنگالی زبان میں پورا کر چکا ہوں اور (د) تعلیم الدین بھی ختم قریب ہے۔

(۱۷۱) و (۱۷۲) و (۱۷۳) و (۱۷۴) و (۱۷۵) و (۱۷۶) و (۱۷۷) و (۱۷۸) مولوی ظفر احمد نے رنگون سے اطلاع دی کہ (الف) بہشتی ثمر کامل کا ترجمہ برما میں ہو گیا ہے اور (ب) حیوۃ المسلمین کا برما میں تو ہو گیا ہے اور انگریزی میں ہو رہا ہے اور (ج) تسہیل نشر الطیب بھی برہما کرائی جائے گی اور (د) حقوق الاسلام اور (ہ) فروع الایمان اور (و) جزاء الاعمال اور (ز) اغلاط العوام اور (ح) آداب المعاشرت بھی زیر تجویز ہے۔

(۱۷۹) چند شائقین نے مضامین مواعظ کی فہرست بنائی جس کا نام مرآۃ المواعظ رکھا گیا

(۱۸۰) آفتاب الدین مہتمم و مالک مسلم لائبریری بابور بازار ڈھاکہ بنگالہ نے لکھا ہے کہ افادہ عام کے لئے ہر سہ حصہ اعمال قرآنی کا ترجمہ چھپوا کر شائع کرنے کی از حد خواہش ہے اجازت دے کر ممنون فرماویں چنانچہ ان کو اجازت دے دی گئی۔

(۱۸۱)و(۱۸۲)و(۱۸۳)و(۱۸۴)و(۱۸۵)و(۱۸۶)و(۱۸۷)و(۱۸۸)و(۱۸۹)و (۱۹۰) و (۱۹۱) و (۱۹۲) و (۱۹۳) شہاب الدین مقیم دہلی نے ان کتابوں کی فہرست تیار کی (الف) مسائل السلوک (ب) تکشف کا حصہ اول (ج) تکشف کا حصہ دوم (د) مسائل المثنوی (ہ) الفتوح (و) عرفان حافظ (ز) بعض مضامین فتاویٰ اشرفیہ (ح) حقیقۃ۔ دال سے ح تک تکشف کا حصہ سوم ہے (ط) تائیدالحقیقۃ (ی) تعلیم الدین (ک) فروع الایمان (ل) قصد السبیل جدید (م) التشرف اوران کے ساتھ اور بعض کتابوں کی بھی فہرست لکھی ہے جو دوسرے بزرگوں کی ہیں مستقلاً یا منتخباً از رسائل احقر اور یہ سب اجمالی فہرستیں ہیں اور مسائل السلوک اور تکشف اور تشرف کی فہرست بھی ملقب بہ عنوانات التصوف مولوی جمیل احمد رئیس علی گڑھ نے تیار کی ہے چونکہ وہ میری فرمائش ہے اس لئے اس سلسلہ میں داخل نہیں کی گئی۔

(۱۹۴) انفاس عیسیٰ مقتبس از تربیہ ومواعظ

(۱۹۵) اشعار حکمت یعنی اشعار مواعظ یہ اخیر کے دونمبر مولوی محمد عیسیٰ نے جمع کئے ہیں۔

(۱۹۶) تخریج احادیث حیوۃ المسلمین از مولوی ضیاء احمد صاحب مفتی سابق مظاہر علوم سہارنپور

(۱۹۷) محمد کرم مدرس اشرف العلوم مدھیاڈھاکہ نے میرے ترجمہ قرآن کا بنگلہ میں ترجمہ کرنے کی اجازت چاہی میں نے خاص مشوروں کے ساتھ اجازت دے دی

(۱۹۸) عالموں کی ضرورت یہ تسہیل ہے وعظ ضرورۃ العلماء کی۔

(۱۹۹) نجات کا طریقہ تسہیل طریق النجات (۲۰۰) نفس کی بھول تسہیل نسیان النفس

(۲۰۱) محبت کے آثار تسہیل آثار المحبۃ

(۲۰۲) علماء کو عمل کی ضرورت تسہیل العمل للعلماء

(۲۰۳) خوش تدبیری تسہیل احسان التدبیر

(۲۰۴) محمود قاسم ترکیسر ضلع سورت مدت سے گجراتی زبان میں مواعظ احقر کو ماہ بماہ شائع کررہے ہیں

(۲۰۵) منشی اسمٰعیل محمد رفیق مقام ٹنکاری بندرگاہ دایہ جمہورسر (بھڑوچ) ہیڈ منشی اردو مدرس سرکاری اسکول نے اصلاح الرسوم تعلیم الدین وغیرہ کا گجراتی زبان میں ترجمہ کرکے

مجلس خدام المسلمین کو دیا جو طبع کر کے اہل گجرات کو تقسیم کر چکے۔

(۲۰۶) محمد عبدالسلام اشرف العلوم مدرسہ بڑا کٹرہ ڈھا کہ بنگال مولوی شمس الحق صاحب کے مشورہ سے مواعظ کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کر کے بطور ماہواری رسالہ مدرسہ اشرف العلوم کی طرف سے شائع کر رہے ہیں اور بہشتی زیور بہشتی گوہر و تبلیغ دین وغیرہ تصنیفات کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کرنے کا عزم ہے۔

(۲۰۷) عیسیٰ ابراہیم مقام کادی بھڑوچ گجرات نے اغلاط العوام اور اصلاح الرسوم کا گجراتی زبان میں ترجمہ کر کے مجلس خدام المسلمین ترکیسر کو دیئے جو طبع ہو کر شائع بھی ہو چکے ہیں۔ نیز لکھا کہ تعلیم لا دین کا ترجمہ بھی تیار ہو چکا ہے نظر ثانی قریب الختم ہے آج کل میں مجلس مذکور کے پاس ارسال کر دیا جائے گا۔

(۲۰۸) حکیم مولوی الٰہی بخش فاضل الطب والجراحت دواخانہ اشرفیہ شکار پور سندھ نے بہشتی زیور سے احادیث و آیات و مسائل لیکر سندھی زبان میں اضحیہ کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے (الرسالۃ الاشرفیہ فی توضیح الاضحیۃ) ایک کتب فروش طبع کرا رہا ہے۔

(۲۰۹) مقبول احمد ڈاکخانہ نلچٹی ضلع باقر گنج بریسال ملک بنگلہ نے قصد السبیل کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کرنے کی اجازت طلب کی۔

(۲۱۰) فساد کی بندش یہ تسہیل ہے وعظ الانسداد وللفساد کی۔ (نوٹ اس کی تسہیل حاجی محمد یوسف صاحب مرحوم رنگونی کی فرمائش پر یہاں خانقاہ میں ہی ہوئی تھی مسودہ ان کے پاس بھیج دیا گیا تھا غالباً اب ان کے وارثوں کے پاس ہوگا۔

(۲۱۱) علم و عمل کی فضیلت یہ تسہیل ہے وعظ فضل العلم والعمل کی (نوٹ: الحمدللہ سلسلہ دعوات عبدیت کے حصہ اول و دوم و سوم و چہارم کی مکمل تسہیل ہو کر شائع ہو چکی ہے اور حصہ پنجم کی تسہیل بھی قریب ختم ہے کیونکہ اس کے دس وعظوں میں سے آٹھ کی تسہیل ہو چکی ہے اور یہ وعظ فضل العلم والعمل اسی کا آٹھواں وعظ ہے آج کل اس سلسلہ تسہیل کی اشاعت محمد عثمان خاں صاحب تاجر کتب دہلی اپنے رسالہ الہادی میں کر رہے ہیں ۱۲۔

ضمیمہ: اوپر اعتناء بالتصرف کا ذکر تھا یہاں اعتناء بلا تصرف کا ذکر ہے (الف) مظہر احمد

مذکور بالا بذیل نمبر ۱۳۰ نے اطلاع دی کہ میں نے مدرسہ میں عقیدہ حسنہ کے ساتھ حیوۃ المسلمین پڑھانا شروع کردیا ہے (ب) مسجد مقام دوکنگ سرے (انگلستان) سے منیجر اسلامک ریویو نے ماسٹر قبول احمد صاحب نے فلسفہ اسلام حصہ اول کی (جس میں احقر کے بیس مختلف مضمونوں کا انگریزی ترجمہ ہے) چند کاپیاں بقیمت منگوائیں اور وعدہ کیا کہ ہم اس کتاب کا نام اپنی اس فہرست کتب میں شائع کریں گے جن کی فروخت ہمارے یہاں سے ہوتی ہے اور نیز مقام مذکور سے بشیر مسلم لائبریری نے ماسٹر صاحب کے پاس فلسفہ اسلام حصہ اول کی قیمت بھیجی اور حصہ دوم کا اشتیاق ظاہر کیا اور وعدہ کیا کہ ہم ان کتابوں کو ان حضرات تک پہنچا دیں گے جو صحیح معنی میں ان کے دیکھنے کے اہل ہیں۔ تتمہ (ب) وعظ نفی الحرج کا انگریزی ترجمہ فلسفہ اسلام کا دوسرا حصہ ہے اور وعظ الاتفاق کا انگریزی ترجمہ اس کا تیسرا حصہ ہے پھر یہ دوسرا اور تیسرا حصہ بھی مقام مذکور میں بھیجا گیا اور وہاں سے اس پر مسرت کا خط آیا جس کی ماسٹر صاحب نے احقر کو اطلاع دی (ج) تعلیم الدین و جمال القرآن مدرسہ مظاہر علوم کی ابتدائی خواندگی میں داخل نصاب کئے گئے ہیں (د) مولوی ابوبکر ارکانی نے جو کہ مجاز بھی ہیں اپنی خانقاہ میں کتب ذیل داخل درس کر دی ہیں۔ تعلیم الدین بہشتی زیور۔ قصد السبیل۔ اصلاح الرسوم۔ دعوات عبدیت۔ النور اور بھی بعض رسائل کے داخل کرنے کا مشورہ لیا ہے چنانچہ بعض رسائل بتلا دیئے گئے (ہ) مولوی خیر محمد صاحب ناظم مدرسہ جالندھر نے اطلاع دی کہ انہوں نے تلخیصات عشر میں رسالہ تلخیص البدایۃ اور عشرہ طروس کی تعلیم کو متوسط درجہ کے طلبہ کے لئے لازم کردیا اس کو بے حد نافع پایا۔ الحمدللہ ثُمَّ الحمدللہ

خاتمۃ الکتاب

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست آخر آمدز پس پردہ تقدیر پدید

اللہ کا شکر ہے کہ ہر وہ چیز جس کا طبیعت تقاضا کرتی تھی، آخر کار تقدیر کے پردہ کے پیچھے سے ظاہر ہوگئی۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت صاحب سوانح کی دعا وتوجہ سے یہ اشرف السوانح ایک ارذل الخلائق کے ہاتھوں مرتب ہوگئی اور اتنا بڑا کام ایک ذرہ بے مقدار سے لے لیا گیا واللہ ثم واللہ جب اپنی بدحالی ونالائقی اور اس کام کی اہمیت وعظمت کو دیکھتا ہوں تو سخت حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہوں اور اس حیرت انگیز واقعہ کی توجیہ کہ ایک ایسے ناکارہ وآوارہ اور سیہ کار وگنہگار بندہ سے بھی ایسی اہم خدمت دینیہ لے لی گئی بجز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کہ (ان اللّٰہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر (وھذا الفاجر یقابل البرلاالمسلم کما فی قولہ علیہ السلام والصلوٰۃ واجبہ علیکم خلف کل مسلم براکان اوفاجراوان عمل الکبائر لا بی داؤد کذافی جمع الفوائد) اور کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔

خوف واُمید:

سچ عرض کرتا ہوں کہ اپنی بدحالی وبداعمالی کی بناء پر سوانح ہذا کے دوران تالیف میں مجھ کو برابر یہ اندیشہ رہا اور اب بھی ہے کہ میری نحوست اعمال اور عدم توافق قال وحال کہیں خدانخواستہ خدانخواستہ اس کی نافعیت ومقبولیت میں قادح اور موجب اخلال نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو اس پر بھی قادر ہیں اور اسی کی ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی ذات رحیم وکریم سے امید بھی ہے اور نہایت عجز وزاری کے ساتھ دعا بھی کہ وہ حضرت صاحب سوانح کی برکت کو میری نحوست پر غالب فرمادیں اور ایسا غالب فرمادیں کہ نحوست کومبدل بہ سعادت فرما کر

میری ذات ہی کے اندر سے غائب فرمادیں اور اس تالیف مبارک کو نہ صرف اوروں کے لئے نافع فرمائیں بلکہ اس کی برکت سے میری بھی اصلاح فرمادیں اور مجھ کو بھی صدق و خلوص کی دولت لازوال سے مالا مال فرمادیں۔ آمین وماذلک علی اللہ بعزیز ع
با کریماں کارہا دشوار نیست۔ و یرحم اللہ عبداً قال امینا۔

یا اللہ! یا اللہ!:

یا اللہ آپ کو تو سب کچھ قدرت ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور حضرت صاحب السوانح کے واسطہ سے مجھ بداعمال و بداحوال کی خراب و خستہ حالت کو درست اور میرے نفس زشت کے رذائل کو مبدل بفضائل فرمادیجئے اور حسن اعتقاد اور حسن عمل اور حسن خاتم نصیب فرمادیجئے۔

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی — گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی

تو ایسا کیمیا رکھتا ہے جس سے اسے تبدیل کردے گا، اگرچہ خون کی ندی ہو اسے نیل کردیگا۔

ایں چنیں میناگریہا کارتست — ایں چنیں تبدیلہا ز اسرارتست

غیبی تائیدات کا مشاہدہ

اس طرح کی میناکاری تیرا ہی کام ہے، اس طرح کی تبدیلیاں تیرے ہی اسرار ہیں۔
دوران تحریر سوانح ہذا میں احقر نے بفضلہٖ تعالیٰ و بہ برکت حضرت والا ایسی کھلی کھلی تائیدات غیبیہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ مجھ کو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کو یہ منظور تھا کہ حضرت والا کے حالات و مقالات مبارکہ منضبط ہو کر امت مرحومہ کو صدیوں بلکہ قیامت تک کے لئے سبق آموز ہوتے رہیں۔ بس ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی غیب سے میری گردن پکڑ پکڑ کر مجھ سے زبردستی لکھوا رہا ہے ورنہ مجھ جیسا بدنظم و لاابالی مبتلائے بداعمالی و بدحالی اور علم و عقل و فہم سے مسلم طور پر بالکل خالی شخص اتنا بڑا مسلسل اور اہم کام ہرگز انجام نہیں دے سکتا تھا۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں — مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

کستوری بکھیرنا تیری زلفوں کا کام، کسی مصلحت کے تحت اس کا بہتان چین کے ہرن پر لگادیا ہے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل نسیم صبح تیری مہربانی

فالحمدللہ حمداً کثیراً وافراً جب احقر نے اس کتاب کولکھنا شروع کیا تھا اس وقت اس کی موجودہ ضخامت کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ یوں ہی سرسری طور پر لکھنا شروع کر دیا تھا اور خیال تھا کہ کچھ مختصر سے حالات لکھ کر ختم کر دیا جائے گا۔ یہ خبر نہ تھی کہ ذکر محبوب کا چھیڑنا بس سرود بمستان یاددہانیدن ہو کر اس شعر کا مصداق ہو جائے گا۔ ؎

یارب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازاں   یک قطرہ آب خوردم ودریا گریستم

اے رب محبت کیسا چشمہ ہے کہ میں نے اس سے ایک قطرہ پانی پیا ہے اور دریا جتنا رویا ہوں۔

اور میرے لئے عمر بھر کا دھندا ہو جائے گا چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ سوانح ہذا کے باب متفرقات کو شذرات السوانح کے نام سے عمر بھر ہی جاری رکھنے کا ارادہ ہے جیسا کہ اس باب کی تمہید میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے صدق وخلوص عطا فرمائے اور میرے لئے اس کام کو نافع اور سہل فرمائے اور حضرت صاحب سوانح کو بایں فیوض وبرکات روزافزوں عمر نوح عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت والاؒ کی رائے گرامی:

شروع شروع میں تو حضرت والا کو اس تصنیف سے اتنی وحشت بلکہ نفرت تھی کہ جس کی انتہاء نہیں چنانچہ اس کا احقر کو اپنے لکھے ہوئے مسودات حضرت والا کی خدمت میں نظر اصلاحی کی غرض سے پیش کرتے وقت روزمرہ قالاً وحالاً بخوبی مشاہدہ واندازہ ہوتا رہتا تھا لیکن جب حضرت والا کی بار بار کی سخت تاکیدات کی تعمیل میں زیادہ تر صرف ایسے ہی امور کے لکھنے پر اقتصار کیا گیا جو سبق آموز اور تعلیمات پر مشتمل تھے تو چونکہ حضرت والا ماشاء اللہ تعالیٰ بہت بڑے صاحب مقام اور ابن الحال نہیں بلکہ ابوالحال ہیں اس لئے دوسرے کے نفع کے خیال سے اپنی طبعی نفرت وکلفت پر عقلی مصلحت ومنفعت کو غالب فرما لیا چنانچہ کئی بار بہت حسرت کے لہجہ میں فرما چکے ہیں کہ افسوس کوئی بات چھپی نہ رہی۔ اول تو میرے پاس اعمال ہی کیا تھے اور جو کچھ تھے وہ سب ظاہر ہو گئے واللہ مجھے سخت اندیشہ ہے کہ کہیں وہ بھی اس اظہار کی وجہ سے حبط نہ ہو جائیں لیکن کیا کروں اس لئے اظہار حال اور بے غیرتی کو گوارا کر لیا ہے کہ خیر ممکن ہے کہ کسی کو اس سے نفع پہنچ جائے اور اپنے جی کو حضرت حافظؒ کا

یہ شعر پڑھ کر سمجھالیا ہے۔ ؎

اگر شراب خوری جرعہ فشاں بز خاک   ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک

اگر شراب پیئے تو ایک گھونٹ زمین پر بھی پھینک دے، جس گناہ سے دوسرے کو نفع پہنچے اس کا کیا حرج ہے۔

باقی رہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ سو اس کے لیے یہ کہتا ہوں کہ **اللّٰھم اغفرلی**۔ اگر نیت میں کوئی فتور ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔

اپنے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے میں نے یہ سنا تھا کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مرید کے اخلاص سے تو صرف اسی کو فائدہ پہنچتا ہے اور وہی ایک مخلص بنتا ہے اور شیخ کی لغوی ریاء سے بہت سے لوگ مخلص بن جاتے ہیں اور مقصود اس نقل سے علت سے استدلال کرنا ہے نہ کہ اپنی مشخیت کا گمان اھ۔

حضرت والا نے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ پہلے تو مجھے اس کتاب سے بالکل دلچسپی نہ تھی بلکہ سخت وحشت اور نفرت تھی اور ایسی بے غیرتی معلوم ہوتی تھی کہ بعض اوقات یہاں تک جی چاہتا تھا کہ سب لکھے ہوئے مسودات کو جلوا دوں لیکن اب جس طرز پر یہ لکھی جارہی ہے اس کی نافعیت دیکھ کر اس کے ساتھ تعلق خاطر ہو گیا ہے جیسے بعضے آزاد مزاج لوگوں کو اولاد ہونے سے قبل تو اولاد کے تصور سے بھی وحشت ہوتی ہے لیکن اولاد ہو جانے کے بعد اس سے محبت ہو جاتی ہے اھ۔ حضرت والا کے اس ارشاد پر کہ افسوس کوئی بات چھپی ہی نہ رہی احقر کو اپنا یہ مقطع یاد آتا ہے۔ ؎

کیوں تم نے بنایا ہے مجذوب کو دیوانہ   کیا راز نہاں اپنا دنیا کو سنانا ہے

سوانح ہذا کی ضرورت

دراصل تو حضرت والا کی تصنیفات اور مطبوعہ ملفوظات و مواعظ کے ہوتے ہوئے سوانح ہذا کی چنداں ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ ان میں حضرت والا کے ہر قسم کے حالات اور ہر طرح کی تعلیمات جو اشرف السوانح کا موضوع اصلی ہیں پہلے ہی سے مذکور ہیں لیکن چونکہ

وہاں یہ باتیں منتشر طور پر مذکور ہیں اور ہر شخص کو اتنی فرصت اور ہمت بھی نہیں کہ سب کتابوں کا مطالعہ کر سکے نیز بعد مطالعہ بھی خاص خاص مضامین نافعہ کا ذہن میں مستحضر رکھنا متعذر بھی ہے اس لئے سہولت طالبین کے لئے ایک ایسے ہی مجموعہ کی ضرورت تھی جیسا کہ اشرف السوانح ہے جو بفضلہ تعالیٰ اپنی موجودہ ہیئت پر محبی ومحبوبی جناب منشی علی سجاد صاحب بی۔ اے ڈپٹی کلکٹر کے اس شعر کا مصداق ہے۔

ہست اشرف السوانح یک طرفہ یادگارے　　　کایں آئینہ نماید نقش ونگار یارے

اور گو یہ مجموعہ بھی میری فطری بدنظمی اور مجذوبانہ رنگ طبیعت کی وجہ سے مجذوبانہ ہیئت ہی رکھتا ہے۔ بمصداق ارشاد حضرت میر درد رحمتہ اللہ علیہ۔

کیا کہوں دل کا کسی سے قصہ آوارگی　　　کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اس قدر

لیکن دیگر مجموعوں سے تو بہر حال پھر بھی زیادہ مرتب صورت میں ہے جس پر گویا نظیری نیشاپوری کا یہ شعر ہو بہو صادق آتا ہے۔

داستان عہد گل را از نظیری بشنوی　　　بلبلاں آشفتہ تر گفتند ایں افسانہ را

موسم بہار کی داستان نظیری سے سن، بلبلوں نے تو اس افسانہ کو بہت ہی بکھیر کر بیان کیا ہے۔

عذر ومعذرت

دوران تالیف میں احقر کو اپنی نااہلی کی بناء پر واللہ یہ حسرت رہا کرتی تھی اور اب بھی ہے کہ اشرف السوانح جیسی مبارک کتاب کے مؤلف تو کوئی نہایت صالح اور مقدس اہل علم وتقویٰ بزرگ ہوتے لیکن کیا کیا جائے دوسرے حضرات کو مجبوریاں ایسی تھیں کہ ع قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔ تاہم اب حضرات اہل علم کی خدمت میں بصد ادب عرض ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو جو حالات و واقعات ومقالات اس احقر نے اپنے عامیانہ طرز پر جمع کر دیئے ہیں ان کو عالمانہ طرز پر تحریر فرما دیں۔

باقی خود ان مواد میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کی صحت تو حضرت صاحب سوانح کی نظر اصلاحی اور ترمیمات ضروریہ کے بعد بحمد اللہ تعالیٰ موثوق بہ ہو چکی ہے۔ ناظرین کرام کی خدمت میں یہ حقیقت حال بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ احقر کی تحصیل علمی کچھ بھی

نہیں اور نہ احقر نے اردو کتابوں ہی کا کبھی خاص طور سے مطالعہ کیا سوائے حضرت صاحب سوانح ہذا کی تصانیف کے جن کا الحمدللہ شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے شوق مطالعہ عطا فرما دیا تھا اور جو کچھ بھی حضرت والا کو علوم و معارف کو اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں الٹا سیدھا بالکل ناتمام طور پر محض نقل کر دینے کی تھوڑی بہت مناسبت سی پیدا ہوگئی ہے جس کا ایک نمونہ آپ کے سامنے ہے یہ محض کثرت مطالعہ تصانیف وتکرار استماع ارشادات و امتداد صحبت فیض درجت و بابرکت حضرت والا کا ثمرہ ہے بمصداق ارشاد حضرت عارف شیرازیؒ۔

من بہ دیوان غزل صدر نشینم چہ عجب　　　سالہا بندگی صاحب دیوان کردم

میں اگر غزل کے دیوان میں سب سے اول بیٹھا ہوں تو تعجب کیا ہے، میں نے کئی سال صاحبِ دیوان کی غلامی کی ہے۔

اور بمصداق ارشاد حضرت شیخ شیرازیؒ۔

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد　　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

مجھ میں میرے ساتھی کے حسن نے اثر کیا ہے، ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو ہوں۔

اللہ تعالیٰ میرے اس قال کو حال فرماوے اور میرے اس نفس سرکش کو پامال فرمادے اور حضرت عارف رومیؒ کے اس ارشاد کا پورا پورا مصداق بنادے۔

قال را بگذار و مردِ حال شو　　　پیش مرد کاملے پامال شو

باتیں چھوڑ، عمل والا بن، کامل آدمی کے سامنے پامال ہوجا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

غرض اشرف السوانح کی تالیف کا اتنا بڑا شرف جو محض اللہ تعالیٰ ہی کے فضل وکرم سے اس احقر و افقر اذل و ارذل کو حاصل ہوا ہے یہ میری حیثیت سے کہیں بڑھ کر اور میری استعداد علمی سے کہیں بالاتر ہے اور یہ سب حضرت صاحب سوانح ہی کے کمال ظاہری و باطنی کے آفتاب جہانتاب کا ایک پرتو اور ظل ہے بمصداق اشعار حضرت خاتم مثنویؒ۔

اے خدا قادر بیچون و چند　　　رازہا کردی درون سینہ بند

اے میرے خدا تو بے مثل و بے مثال ہے تو نے کتنے راز سینہ میں بند کردیئے ہیں۔

سینہ را صندوق سرہا کردہ　　　واندرون مخزوں گہرہا کردہ

تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے اور اس کے اندروں تو نے موتیوں کا خزانہ رکھا ہے۔

ربط دادی سینہ را با سینہ　　　ربط ایں آئینہ با آئینہ

تو نے سینہ کے ساتھ سینہ کا تعلق بنایا ہے، جیسے آئینہ کا ربط آئینہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

نقش ایں آئینہ در دیگر پدید　　　کردی از صنع خود اے رب مجید

اس آئینہ کا نقش دوسرے میں، اے بزرگ و برتر رب تو نے اپنی کاریگری سے ظاہر کیا ہے۔

اور بمصداق ارشاد حضرت عارف شیرازیؒ۔

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند　　　انچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

مجھے آئینے کے پیچھے بلبل کی طرح رکھا ہوا ہے، جو کچھ ازل کے استاد نے کہا میں وہی کہتا ہوں۔

اور چونکہ میں محض ایک عامی شخص ہوں جیسا اوپر معروض ہو چکا ہے لہٰذا عبارات میں جو تسامحات ہوں ان کو ناظرین کرام احقر کی ہیچمدانی پر محمول فرما کر معاف فرمائیں باقی معانی اکثر و بیشتر بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح قابل اطمینان ہیں کیونکہ بہت ہی کم اور شاذ و نادر ہی ایسے مقامات ہوں گے جنہیں حضرت صاحب سوانح کو سنا کر یا دکھا کر احقر نے اپنا اطمینان نہ کرلیا ہو اور وہ مقامات بھی محض اس مجبوری سے بلا نظر اصلاحی رہ گئے کہ کبھی کبھی احقر نے بعد نظر اصلاحی کوئی مختصری عبارت بلحاظ الفاظ بطور خود درست کی اور پھر بوجہ ذہول یا موقع نہ ملنے کے اس کو حضرت صاحب سوانح کی خدمت میں بغرض اصلاح نہ پیش کیا جا سکا۔

اس اطلاع سے یہ مقصود ہے کہ اگر خدانخواستہ کہیں مضامین کے اندر بھی تسامحات نظر سے گذریں تو ان کو بھی ناظرین کرام اس احقر ہی کی طرف منسوب فرمائیں اور احقر کو ان تسامحات کی اطلاع فرمادیں تاکہ اگر بعد مشورہ حضرت صاحب سوانح درستی کی ضرورت سمجھی جائے تو طبع ثانی میں درستی کردی جائے۔

بزرگوں کے منظوم کلام:

اب ان سب معروضات منثورہ ومفصلہ کو بزرگوں کے مقولات منظومہ کی ہیئت مجملہ میں قند مکرر کی لذت لینے اور دینے کے لئے اعادہ کر کے فی الحال ختم کرتا ہوں۔

تفسیر بیان القرآن کے خاتمہ کے اشعار:

من خاتمہ تفسیر بیان القرآن

سعیت الی ان جدت بالجھد کلہ ولکن ماسعیی وجھدی وطاقتی

میں نے کوشش کی ہے کہ میں اپنی پوری طاقت کے ساتھ پوری محنت کروں، لیکن میری کوشش، میری طاقت اور محنت کیا ہے۔

فان کان فیہ مایسر وذالرجا فمن محض فضل اللہ لا من حذاقتی

پس اگر اس میں کوئی اچھائی اور پُر اُمید چیز ہے تو وہ محض اللہ کے فضل کی وجہ سے ہے نہ کہ میری قابلیت سے۔

وان کان من عیب و لست اقول لا یکون فمنی و الجحود حماقتی

اور اگر کوئی عیب ہو تو میں نہیں کہتا کہ نہیں ہے پس وہ میری وجہ سے ہے، اور اس کا انکار کرنا میری حماقت ہوگا۔

فلا تنس یا نظارہ ان شفاصد و رکم من دعاء الخیر فعل الصداقتی

پس اے اے دیکھنے والو! اگر یہ تجھے دلوں کو شفا دے تو سچے دل سے دعائے خیر کرنا نہ بھولو۔

ولا تفضحونا ان وجدتم خطاء نا فکیف وقد اتعبت فی الجھدنا قتی

اور اگر تم کوئی غلطی پاؤ تو ہمیں رسوا نہ کرو اور کیسے کرو گے جبکہ میں نے اپنی طرف سے کوشش میں اپنی اونٹنی کو تھکا دیا ہے۔

مثنوی کے اختتامی اشعار:

ومن خاتم المثنوی ؎

رو بحق آرو بکن ختم کتاب   دم مزن واللہ اعلم بالصواب

توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کراور کتاب ختم کر، دم نہ مار، اللہ تعالیٰ ہی صحیح کو بہتر جانتے ہیں۔

ربنا فالحمد لک فی کل حال   انت معنی الستر فی کل المقال

اے ہمارے پروردگار ہر حال میں تیری ہی حمد ہے، ہر بات کا پوشیدہ راز تو ہی ہے۔

انت مقصودی الیک وجهتی   خالصاً لله کانت نهمتی

تو میرا مقصود ہے تیری طرف میرا چہرہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے میری

یامحیط الکل یا کهف الوریٰ   یااله العرش یا رب الثریٰ

اے سب کو محیط، اے مخلوق کی پناہ گاہ، اے عرش کے معبود، اے زمین کے رب

کن انیس القلب اختم لی بخیر   انت حسبی انت کافی لیس غیر

میرے دل کا غمخوار ہو جا اور میرا خاتمہ اچھا فرما، تو ہی میرا بھروسہ ہے، تو ہی مجھے کافی ہے کوئی اور نہیں ہے۔

کلامِ آخر:

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمین والصلوٰة والسلام
علیٰ سید المرسلین و خاتم النبیین و علی آله و اصحابه
و اتباعه اجمعین الی یوم الدین تم بحمدالله الذی
بنعمته تتم الصالحات

فی الخانقاہ الامدادیہ الاشرفیہ بتھانہ بھون لخمس وعشرین
من ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ آخر جمعۃ منہ

نوٹ: بعض اجزاء جو بہت ہی خلیل ہیں دوران نظر ثانی میں ماہ محرم ۱۳۵۵ھ کی بھی بعض تاریخوں میں اضافہ کئے گئے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم

تذنیب

جس مضمون کا یہ عنوان ہے باوجود سوانح ہذا میں داخل نہ ہونے کے سوانح ہی سے تعلق رکھتا ہے اس مناسبت سے اس کا لقب تذنیب تجویز کیا گیا ہے اور یہ تین جزو سے مرکب ہے۔

جزو اول...... تقریر ہے حضرت صاحب سوانح کی جو بتقریب اختتام سوانح جلسہ خاص میں پڑھی گئی جس کا لقب ''شکر السوانح'' ہے۔

دوسرا جزو...... حضرت صاحب سوانح کی جانب سے ایک خاص معمول کے متعلق مشورہ لینا ہے جس کی حقیقت اس کے مطالعہ سے واضح ہوگی۔

تیسرا جزو...... احقر مؤلف سوانح کا مختصر ترجمہ ہے جس سے مقصود مؤلف کا ضروری تعارف اور مقصود المقصود مؤلف سوانح کے لئے بھی مثل حضرت صاحب سوانح کے دعا کی درخواست ہے حاضرین سے اور دعا کی توقع ہے۔ غائبین الزمان و المکان سے۔ اب بترتیب تینوں جزو نقل کئے جاتے ہیں۔

وعظ شکر السوانح

یعنی تقریر حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب دامت برکاتہم جو بتقریب اختتام رسالہ اشرف السوانح مولفہ خواجہ عزیز الحسن صاحب سلمہ بی۔ اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس قسمت لکھنؤ ذوالحجہ ۱۳۵۴ھ کے عشرہ وسطی میں قلمبند کر کے جلسہ میں مع زبانی مختصر مختصر توضیحات کے عشرہ اخیر میں پڑھی گئی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نستعفرہ و نومن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شر ورانفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلاھادی لہ ونشہد ان لا الہ اللّٰہ اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ. فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم. قال اللہ تعالیٰ حکایۃ عن دعاء ابراھیم علیہ السلام . واجعل لی لسان صدق فی الاخرین۔

بیان کا داعی:

قبل بیان آیت اس وقت بیان کا داعی ذکر کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض احباب نے اس احقر کے کچھ حالات کچھ مقالات ملقب بہ اشرف السوانح اس غرض سے جمع کئے ہیں کہ مطالعہ کرنے والوں کو اور بالخصوص ان میں جو احقر سے دینی تعلق رکھتے ہیں علمی و عملی نفع ہو اور وہ نفع مدت طویلہ تک جس کی حد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے باقی رہے۔ ہر چند کہ میرے حالات و مقالات قابل نفع نہیں۔ نیز پہلے سے ہر قسم کا ذخیرہ علمی و عملی امت کے ہاتھ میں موجود ہے جو جدید ذخیرہ سے مغنی ہے مگر اسکے ساتھ ہی بناء بر حدیث انا عندظن عبدی بی سنۃ اللہ یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ حسن ظن ہوتا ہے اور اس کے حالات و مقالات سے ظن نفع ہوتا ہے اس سے حصول نفع میں خاص سہولت ہوتی ہے اس توقع پر احقر نے بھی ان کے اس فعل میں مزاحمت

نہیں کی۔ گویہ فعل میری وصیت مدونہ نیز میری طبیعت کے خلاف بھی ہے مگر اسی توقع مذکور پہ ان کی اس مخلصانہ خدمت طالبین کو گوارا کرلیا گیا۔ اس کے دواعی اور موانع پھر ارتفاع موانع کا مفصل ذکر رسالہ اشرف السوانح کے خطبہ میں موجود ہے۔

تلاوت کردہ آیت کا مضمون:

اس وقت میں اس رسالہ کے اختتام کی خبر دے رہا ہوں اور اس کے متعلق اس آیت کا مختصر مضمون جو اس کے مناسب ہے بیان کر رہا ہوں۔

وہ مضمون یہ ہے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا کی حکایت ارشاد فرمائی ہے اور چند دعائیں آگے پیچھے کی آیات میں بھی مذکور ہیں مگر اس وقت میرا زیادہ مقصود صرف اسی آیت کے متعلق بیان کرنا ہے کہ وہ میری غرض کے زیادہ مناسب ہے ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت حق میں عرض کر رہے ہیں کہ اے اللہ ایک دعا میں یہ بھی کرتا ہوں کہ میرے نفع کے لئے (یہ مدلول ہے لام کا) آئندہ آنے والے لوگوں میں میرا ذکر خیر یا بعنوان دیگر نام نیک جاری (اور باقی) رکھئے۔ اھ

یہ ذکر خیر ترجمہ ہے لسان صدق کا۔ اس طرح سے کہ لسان سے مراد ذکر ہے بطور اطلاق سبب علی المسبب کے اور صدق بمعنی صادق مبالغۃً اور صادق سے مراد حسن یعنی نیک جس کو میں نے اتباعاً للمحاورہ لفظ خیر سے تعبیر کیا ہے۔ حسن اور خیر لغۃً بھی متقارب ہیں اور یہی حاصل ہے نام نیک کا اور حسب نقل مفردات راغب ہر فعل فاضل کو ظاہری ہو یا باطنی صدق سے تعبیر کیا جاتا ہے پھر جس فعل کو اس سے موصوف کرنا ہوتا ہے اس کو صدق کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے جیسے **فی مقعد صدق** اور **ان لهم قدم صدق** اور **ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق** اور اس آیت میں لسان صادق جس کا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ مجھ کو ایسا صالح کر دے کہ اگر بعد والے میری ثناء کریں تو وہ ثناء اور ذکر صادق ہو اھ۔ یہ علاقہ ہے صادق کے معنے لغوی حقیقی اور معنے منقول فاضل و حسن میں اور اس توجیہ کی بناء اس میں اشارہ طلب اوصاف جمیلہ کی طرف بھی جس سے حکایت و محکی عنہ میں تطابق ہو جائے اور لسان صدق میں موصوف کی

اضافت ہے صفت کی طرف جیسا ایک دوسری آیت وجعلنا لھم لسان صدق علیا میں بعینہ یہی ترکیب ہے مگر اس میں ایک دوسری صفت بھی ہے لسان کی یعنی علیا اور وہ صفت بصورت وصف ہے بصورت اضافت نہیں اور اس دوسری آیت میں گویا خبر ہے اجابت دعائے ابراہیمی کی جس میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ (جن کا اوپر سے ذکر چلا آرہا ہے) ان کے ایک فرزند حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ایک پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی شامل فرما لیا گیا۔ باقی ان کے دوسرے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا اس جگہ ذکر نہ فرمانا اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے پہلے عطا ہو چکے تھے بعد والوں کے ذکر سے قبل والے کا ذکر بدلالت عادت خود ہی مفہوم ہو جاتا ہے جبکہ بناء ذکر مشترک ہو دوسرے ان کا ذکر انفراداً آئندہ قریب آنے والا بھی ہے جو اشتراکاً ذکر کرنے سے مغنی ہے تیسرے ابراہیم علیہ السلام کے ذکر سے جیسا عرب کا استجلاب قلب ہوا اسحٰق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کے ذکر سے اہل کتاب کا استجلاب قلب مناسب ہے اور اسی نکتہ کی وجہ سے اس کے متصل موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آتا ہے پھر اس کے بعد اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر آئے گا واللہ اعلم باسرار کلامہ اور ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں جو کہ قیامت تک باقی اور متلو ہے کسی کا ذکر خیر ہونا بقاء ذکر فی الآخرین کو مستلزم ہے۔

بہر حال ان سب کو یہ نعمت عطا کی گئی جو دلیل ہے اجابت دعائے ابراہیمی کی مع زیادت تعدیہ الی الاولاد کے۔

بعد والوں میں ذکرِ خیر کا رہنا بڑی نعمت ہے:

غرض ابراہیم علیہ السلام کے اس دعا کے مانگنے سے معلوم ہوا کہ بقاء ذکر خیر فی الآخرین ایک بڑی نعمت ہے جو قابل طلب ہے اور گو اس نعمت کا تعلق بظاہر باعتبار محل وقوع نشاۃ دنیویہ کے ساتھ ہے لیکن اس کا دوسری خالص دینی دعاؤں سے محفوف ہونا (چنانچہ اس کے قبل دعا ہے رب ھب لی حکما و الحقنی بالصالحین جس میں حکمت یعنی جامعیت بین العلم و العمل میں اعلیٰ درجہ کا کمال اور مراتب زیادت قرب میں اعلیٰ درجہ کے صالحین یعنی انبیاء عالیشان

علیہم السلام کے ساتھ شامل فرمانا طلب کیا گیا ہے یہ تو قبل کی دعائیں ہیں اور اس کے بعد دعا ہے واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم جس میں جنت نعیم کا وارث یعنی مستحق ہونا طلب کیا گیا ہے اور ان دعاؤں کا خالص دینی ہونا ظاہر ہے پس اس دعاء بقاء ذکر فی الآخرین کا ایسی دعاؤں سے محفوف ہونا) قرینہ قویہ ہے کہ اس دعا کا تعلق بھی باعتبار محل ظہور ثمرہ حقیقت میں دین ہی کے ساتھ ہے جس کی طرف کلمہ لی کے لام میں اشارہ قریب بصراحت ہے کیونکہ لام نفع کے لئے ہے اور ظاہر ہے کہ بعد والوں میں جو کہ مدلول ہے آخرین کا کسی کا ذکر خیر رہنا اس مذکور کے کسی نفع دنیوی کا سبب نہیں ہوسکتا پس لامحالہ وہ نفع دین ہی کا ہے اور وہ ثواب ہے یعنی وہ لوگ میرے طریقہ پر چلیں جس میں مجھ کو زیادہ ثواب ملے اسی کو ایک آیت میں یعنی انا نحن نحیی الموتی ونکتب ماقدمو واثارھم میں آثار سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ حدیث میں من سن سنۃ حسنۃ الخ کی تائید میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت کو تلاوت فرمانا (کما فی الدر المنثور عن ابی حاتم) اس نفع کی تفسیر بالثواب کی صاف دلیل ہے۔

اس نعمت کی ایک صورت:

حاصل یہ کہ بقاء الذکر فی الآخرین بھی ایک بڑی دینی نعمت ہوئی اور نعمت کے تمام افراد بشرط عدم المانع الشرعی اوالعقلی مطلوب ہیں کما قال اللہ تعالیٰ فی محل المن واسبغ علیکم نعمۃً ظاھرۃً و باطنۃً خصوص دینی نعمت اسی شرط مذکور سے اوروں سے زیادہ مطلوب ہوگی اور نعمت بقاء ذکر فی الآخرین کے لئے موانع مذکور میں سے کوئی مانع نہیں پس وہ مطلقاً مطلوب ہوگی خصوص جب اس کے ضمن میں اس ذکر کا مطابق واقع کے ہونا بھی ملحوظ ہو۔ کما سبق عن مفردات الراغب اور اس مطلوب کی تحصیل کی مختلف صورتیں ہیں منجملہ ان کے ایک صورت کسی شخص کے حالات ومقالات کی تدوین واشاعت بھی ہے جو عادۃً ذریعہ ہے مدت دراز تک اس شخص کے بقاء ذکر کا جو سبب ہوگا اس شخص مذکور کے لئے دعا کا اور افعال قابلہ للاتباع میں اقتدا کا اور مسلمین شہداء اللہ فی الارض کے حسن ظن کی برکت سے (جس کی دوسری تعبیر لو اقسم علی اللہ لا برہ اور ادر الحق معہ حیث دار ہے) شخص مذکور کے جبر نقص اور تکمیل عطا کا اس کی حیات میں توفیق حسنات

سے اور بعد حیات تکفیر سیئات و رفع درجات سے۔ پس اس بناء پر ساعی فی التدوین و ساعی فی النشر اس مجموعی نعمت با قسامہا کے یقیناً وسائط ہوں گے۔

حصولِ نعمت کا واسطہ بننے والے:

رسالہ اشرف السوانح میں میرے لئے اسی نعمت کا سامان کیا گیا ہے تو اس کی تدوین ونشر کے ساعی میرے لئے وسائط نعمت ہوئے اور بعد شکر منعم حقیقی کے (کہ وہ بالذات و اولاً مشکور ہیں) واسطہ نعمت کا شکر یہ بھی بالعرض وثانیاً مامور بہ ہے چنانچہ حدیث میں ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور اس شکر کا ایک طریق ایک حدیث میں دعا اور ثناء بھی وارد ہے ولفظہ من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیراً فقد ابلغ فی الثناء رواہ الترمذی (مشکوٰۃ فی باب بعد باب العطایا) اس لئے میں اس جلسہ میں ایسے صاحبوں کے لئے دعا بھی کرتا ہوں جو ثناء پر بھی دال ہے (کمافی الحدیث المذکور انفاً) اور دوسرے حضرات سے بھی اس دعا کی درخواست کرتا ہوں اور چونکہ تدوین خود نشر کی بھی اساس ہے اس لئے صاحب تدوین کے لئے دعا کے علاوہ جس میں صاحب نشر کا بھی اشتراک ہے ایک سند دینا بھی جو بشکل کلاہ ہے تجویز کرتا ہوں جس پر ایک مناسب شعر بھی مع سنہ رواں لکھا ہے جیسا اس کے قبل بھی ایک دوست کے لئے مثنوی کے ایک حصہ کی شرح کی یادگار میں ایک ایسا ہی طریقہ اختیار کر چکا ہوں جس کا مفصل تذکرہ وعظ شکر المثنوی میں ہے اور اسی وعظ کے نام کی مناسبت سے اس تقریر کا نام بھی شکر السوانح تجویز کیا گیا۔

خاتمۂ کلام

اب تقریر کو ختم کرتا ہوں اور حاضرین و ناظرین سے مکرر دعاء فی التقریر کی اور اس کے ساتھ اپنے لئے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ کتب فی مقام تھانہ بھون فی آخر ایام التشریق و

قرئ فی خمس وعشرین من ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ آخر جمعۃ منہ

استشارہ ضروریہ متعلقہ مضمون اخیر رسالہ التبدیل من التثقیل الی التعدیل
جو رسالہ حسن العزیز سے لے کر اشرف السوانح کے حصہ دوم کا جزو بنایا گیا ہے
(از اشرف علی صاحب السوانح)

وہ مضمون یہ ہے کہ اگر کسی وقت حالات خاصہ مقتضیہ ترک تربیت رونما ہوں گے الی قولہ اس وقت اس ترک کو بھی جائز سمجھ کر اختیار کروں گا اھ ملخصاً۔ اس مضمون کو لکھے ہوئے آٹھ ماہ ہوئے اس مدت میں جو واقعات پیش آئے ان کے اقتضاء سے اس طرف رائے کو رجحان ہوا کہ تربیت کا معمول (یعنی التزام واہتمام اصلاح ومواخذہ علی عدم الاصلاح بدرجہ کامل یا ناقص مرقومین رسالہ مذکور جس کا درجہ تبلیغ کا ہے خاص کا اول میں اور عام کا ثانی میں) باستثناء مواقع اطمینان ترک کر دیا جائے جس کا حاصل ترک تعرض ہے اور صرف اس درجہ کی خدمت پر اقتصار کیا جائے کہ جس نے خود کوئی خدمت بشرائط خدمت لینا چاہا اس کی خدمت کر دی اور عدم استخدام میں عدم تعرض اور فقدان شرائط استخدام میں سکوت یا عذر تقصیر اختیار کیا جائے جس کا درجہ جواب استفتاء کا ہوگا اور اس طرز کی تائید اپنے ایک بزرگ پیر بھائی یعنی مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ کے معمول سے حسب روایت ان کے ایک ثقہ خادم کے معلوم ہوئی جو مجھ کو مصالح دینیہ کے سبب پسند آئی۔ یہ حاصل ہے میری رائے کا۔ اب احباب سے مشورہ لیتا ہوں کہ اگر اس طرز میں کوئی محذور عقلی ونقلی ہو تو آگاہ فرمادیں تاکہ میں اس پر نظر ثانی کرلوں ورنہ دعائے برکت ونافعیت فرماویں۔

والسلام

مقام تھانہ بھون ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

عرضداشت مجذوب

بحضور حضرت طبیب القلوب بجواب استشارۂ بالا مرقومہ حضرت والا

یہ عقل سے معرّا اور نقل سے بے خبر نہ اس تجویز کے کسی محذور عقلی و نقلی سے آگاہ نہ کسی مشورہ کا اہل۔ البتہ ایک عرضداشت حالی بصد ادب والحاح بہ امید قبول پیشکش حضور کرتا ہے وہ یہ کہ حضور والا اللہ محض چند نافہم بلکہ بدفہم کوتاہ بینوں اور ناعاقبت اندیشوں کی وجہ سے طالبین صادقین کی مصالح کو ہرگز نظر انداز نہ فرمائیں۔ اور اصلاح و تربیت کی موجودہ روش کو ہرگز تبدیل نہ فرمائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ اس روش کا کوئی قدردان نہیں۔ احقر یقین دلاتا ہے کہ بہت سے طالبین ایسے ہیں جن کو حضرت والا کی یہ روش گو طبعاً کتنی ہی گراں ہو لیکن بر بناء مشاہدہ منافع کثیر عقلاً نہایت پسندیدہ و خوشگوار ہے اور وہ دل و جان سے چاہتے ہیں کہ حضور والا اپنی اس روش کو ہرگز نہ بدلیں اور جس انداز پر وہ ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے اسی انداز پر اس کو ہمیشہ جاری رکھیں۔ لہٰذا احقر ان کی طرف سے نیابۃً اور اپنی طرف سے اصالۃً نہایت مخلصانہ و مؤدبانہ لیکن بطرز عاشقانہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے اشعار میں بہ تبدیل تخلص یہ گزارش کرتا ہے۔

گرچہ آرام از دل ما می بری ہمچناں میرو کہ زیبا میروی

اگر تو ہمارے دل سے آرام لے جا رہا ہے مگر اس طرح جا کہ خوبصورتی کے ساتھ جا۔

دیدہ مجذوب و دل ہمراہ تست تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

مجذوب کی آنکھیں اور دل تیرے ساتھ تاکہ تو یہ نہ سمجھے کہ تنہا جا رہا ہے۔

ورنہ مشتاقین اصلاح کی حسرت سے یہ حالت ہوگی۔

بچہ امید تواں زیستن اکنوں احسن فکر بیداد ہم از خاطر جاناں برخواست

اے احسن اب کس امید پر جیا جاسکے گا کہ محبوب کے دل سے بھی ظلم کا خیال جاتا رہا۔

مجذوب حقیر کی ایک نیک صلاح فقط

بخدمت جمیع حضرات طالبین اصلاح متعلق استشارہ حضرت والا منقولہ بالا

حضرت والا نے جواب منقول بالا مضمون معنون بہ استشارہ میں عام فرمائش فرمائی ہے اسکی تعمیل میں احقر تو اپنی عرضداشت پیش کر چکا ہے جو اوپر نقل کی گئی۔ دیگر حضرات طالبین اصلاح بھی اپنی رائے سے مطلع فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ جو خیر ہو اللہ تعالیٰ اسی پر حضرت والا کی رائے کو قائم فرمادیں۔ فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمۃ المؤلف

احقر مؤلف اشرف السوانح بہ تعمیل حکمِ حضرت صاحب سوانح ناظرین سوانح کی خدمت میں بقدر ضرورت مختصراً اپنا تعارف کراتا ہے۔

نام ونسب:

اس خاکسار و ذرہ بے مقدار ناکام وگمنام کا نام عزیز الحسن ہے۔ میرے اہل خاندان اپنے آپ کو خواجہ غوری اس لئے کہتے ہیں کہ ہمارے اجداد میں سے بعہد شاہ ہمایوں ایک صاحب الہ داد ابن خواجہ غوری تھے جن کا کتبہ ہمارے قصبہ کی مسجد میں بہ حیثیت بانی مسجد کے لگا ہوا ہے اور انہی کے نام سے ہماری آبائی جائیداد تھوک الہ داد کہلاتی ہے اور یہی نام اس جائیداد کا کاغذات دیہی میں بھی درج ہے نیز جس محلہ میں ہم لوگ رہتے ہیں وہ محلہ بھی غوری پاڑہ کے نام سے مشہور چلا آ رہا ہے۔

خاندانی قصبہ کا نام اور تاریخ:

اور ہم لوگوں کا قصبہ آصف آباد عرف ندبئی بھی جو راجپوتانہ کی ریاست بھرت پور میں واقع ہے حسب اخبار وآثار سلطان شہاب الدین غوری فاتح ہندوستان کے زمانہ سے آباد ہے۔

چنانچہ میں نے ایک ثقہ اہل وطن سے یہ روایت سنی تھی کہ جب سلطان شہاب الدین غوری نے راجپوتانہ کا یہ حصہ فتح کیا تو ان کے ہمراہی لشکری اور امراء اسی نواح میں بارہ مختلف مقامات پر آباد ہو گئے اور وہ بارہ بستیاں مسلمانوں کی اب تک موجود ہیں جن میں سے ایک ہمارا قصبہ بھی ہے جس میں مختلف قبیلوں کے مختلف محلے ہیں مثلاً غوری پاڑہ، قاضی پاڑہ، بھسلیم پاڑہ، سید پاڑہ وغیرہ وغیرہ کیونکہ لشکر میں مختلف قبیلوں کے لوگ تھے اور انہی بارہ بستیوں میں سے قصبہ بیانہ بھی ہے جو ایک مشہور تاریخی مقام ہے اور جہاں کثرت سے

معرکہ آرائیاں ہوئی ہیں اور جو ایک بہت بڑا گنج شہیداں سمجھا جاتا ہے۔

پرانے کاغذات میں ہمارے قصبہ کا نام آصف آباد درج ہے اور ایک قبر بھی بانی قصبہ آصف الدولہ کی کہی جاتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نواح میں ایک شیعی حکمران نے پہر بھر ہی میں سر کر لیا اس لئے اس کا عرف پہر سر ہو گیا اور وہاں کے سب باشندے شیعی ہو گئے جن سے ہم لوگوں سے رشتہ داریاں بھی تھیں لیکن اب بند ہیں وہاں کے لوگوں نے بمقام آگرہ محلّہ شاہ گنج میں آباد ہو کر اتنی دنیاوی ترقی کی کہ سینکڑوں کی تعداد میں بیرسٹر۔ منصف۔ جج۔ ڈپٹی کلکٹر۔ کمشنر وغیرہ بڑے بڑے عہدہ دار لوگ ہوئے اور اب تک موجود ہیں۔

قصبہ کے تاریخی آثار:

ہمارے قصبہ کا پرانا ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ مقبروں، مسجدوں اور کنوؤں میں، بابر، ہمایوں، اکبر اورنگزیب وغیرہ پرانے بادشاہوں کے زمانے کے بہت سے کتبے اب تک موجود ہیں جن کو بھائی صاحب مرحوم نے ایک جگہ نقل کرا کے طبع بھی کرالیا تھا۔ نیز اہل برادری کے پاس جن میں قاضی اور چودھری اور پٹیل بھی شامل ہیں۔ بہت پرانے پرانے فرامین شاہی موجود ہیں۔ ایک قبر کے کتبہ میں مجھے بہت دن کے دیکھے ہوئے یہ الفاظ بھی یاد ہیں (شہید شد در کالنجر) ان الفاظ سے پہلے نام بھی درج تھا جو اس وقت یاد نہیں آتا۔ غالباً ابراہیم تھا اس نام کے آگے غوری اور ہفت ہزاری بھی لکھا ہوا تھا اور ہمارے قبرستان میں ایک قبر پر خوند میاں خواج لکھا ہوا تھا۔ ہمارے قصبہ میں ایک پرانا مزار بھی خواجنی پیر کے نام سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صاحب مزار ایک بزرگ تھے جن کا نام خواجہ نوح تھا غرض یہ قصبہ شرفاء کی ایک پرانی بستی ہے جو کسی زمانہ میں بہت آباد تھی لیکن اب ویران ہے کیونکہ اکثر لوگ بہ سلسلہ روزگار ریاست جھالرا پاٹن میں جا کر بس گئے ہیں جہاں محلے کے محلے ندبئ والوں کے آباد ہیں۔

میرا پیدائشی وطن:

میرا جانا آنا اور رہن وطن میں بہت کم ہوا ہے کیونکہ میرے والد ماجد مولوی خواجہ عزیز اللہ صاحب مرحوم جن کی وفات کا مادہ تاریخ مغفور ہے۔ بہ سلسلہ وکالت اورئی ضلع جالون

میں رہنے لگے تھے اور میری پیدائش بھی وہیں کی ہے اور وہ مقام اب تک ہم لوگوں کا وطن ثانی بنا ہوا ہے گو رشتہ داریاں اہل وطن ہی میں ہوتی ہیں۔

والدِ گرامی:

جناب والد صاحب مرحوم و مغفور اوریٔ کے دو مقتدر ترین وکلاء میں سے تھے جن میں سے ایک ہندو تھے اکثر یہ ہوتا تھا کہ اگر کسی مؤکل نے ایک کو اپنا وکیل کیا تو اس کے مقابلہ میں دوسرا فریق دوسرے کو ضرور کرتا تھا۔ والد صاحب کبھی کمزور اور جھوٹے مقدمات نہ لیتے تھے اور بہت محنت کے ساتھ مقدمہ کی تیاری کرتے تھے۔ احقر نے خود دیکھا ہے کہ لیٹے ہوئے مسل کو پڑھتے جاتے ہیں اور بار بار سینہ پر رکھ رکھ کر بلا مسل دیکھے واقعات کا اور جن امور کو بحث میں پیش کرتا ہے ان کا ذہنی اعادہ کرتے جاتے ہیں تدین اور محنت شاقہ کی عام شہرت تھی جس نے وکالت کو بہت چمکا دیا تھا۔ کنبہ پرور ایسے تھے کہ پچاس پچاس آدمیوں کا کھانا دونوں وقت پکتا تھا چنانچہ اسی زمانہ کی ایک بہت بڑی اور وزنی لگن اور بڑے بڑے پتیلے اب تک موجود ہیں باوصف اس کنبہ پروری کے اس کا بھی بہت خیال رکھتے تھے کہ کہیں مفت خوری اور بیکاری کی عادت نہ پڑ جائے۔ اگر کوئی ایسے صاحب قرض مانگتے جن سے بوجہ تنگدستی ادائیگی کی توقع نہ ہوئی تو بجائے قرض دینے کے جتنا ہو سکتا ویسے ہی دے دیتے اور فرما دیتے کہ اس کی ادائیگی کی فکر نہ کیجئے گا ہم لوگوں سے اس کی مصلحت یہ بیان فرماتے کہ القرض مقراض المحبت۔ قرض سے جانبین میں بے لطفی پیدا ہو جانے کا ایسے مواقع پر قوی اندیشہ ہے۔

مذہبی معاملات میں پختگی:

بسلسلہ وکالت ہر ملت و مذہب کے لوگوں سے تعلقات تھے بالخصوص اہلکاروں سے جن میں بعض سے خصوصی تعلقات بھی تھے لیکن مذہبی امور میں کبھی اپنے مسلک کے خلاف ان کی خاطر سے کسی امر کا ارتکاب نہیں کیا نہ ان کی مذہبی مجالس میں کبھی شرکت کی۔ چنانچہ بعض شیعی اہلکاروں سے بہت زیادہ تعلقات تھے لیکن ان کی مجالس عزا میں کبھی شرکت نہیں فرمائی صاف فرما دیا کرتے تھے کہ ذاتی تعلقات اپنی جگہ ہیں مذہبی امور اپنی جگہ۔ بعض عام

جلسوں میں محفل رقص و سرود بھی اس زمانہ میں منعقد ہوا کرتی تھی جس میں علاوہ عمائد شہر کے کلکٹر اور دیگر حکام بھی شریک ہوتے تھے ایسے مواقع پر قبل شروع ہونے کے حکام کا استقبال کرنے کے لئے پہنچ جاتے اور پھر اس مقام سے اتنے فاصلے پر کرسی بچھوا کر بیٹھے رہتے جہاں گانے بجانے کی آواز بھی کانوں میں نہ آئے اور جب محفل ختم ہوتی تو پھر حکام کو رخصت کرنے کے لئے پہنچ جاتے اور ساتھ ہو لیتے۔

بود و باش میں استقلال:

ایسی پختہ وضع اور ایسے پختہ اصول کے تھے کہ جو وضع اور طرز معاشرت اختیار کر لیا عمر بھر اسکو نباہا۔ چنانچہ جامع مسجد میں ہمیشہ ایک ہی جگہ نماز پڑھتے یہاں تک کہ لوگ اس جگہ کو والد صاحب کے لئے خالی رکھتے اور ہمیشہ جامع مسجد ہی میں نماز تراویح بھی پڑھتے اور شب قدر میں جاگنے والوں کے لیے ہمیشہ پلاؤ زردہ وہاں بڑے اہتمام سے بھیجتے۔ اسی طرح پرانی وضع کا جو لباس شروع میں اختیار فرمالیا بس اسی کو عمر بھر رکھا کبھی نہ بدلا۔ اور جس سے ایک بار خصوصی تعلقات پیدا کر لئے ہمیشہ ان کو قائم رکھا چنانچہ جب بھائی صاحب مرحوم کا ان کے ایک پرانے دوست سے سخت اختلاف ہو گیا تو فرمایا کہ اول تو ہم ہر کسی سے دوستی ہی نہیں کرتے تھے لیکن اگر کسی سے دوستی کر لیتے تھے تو پھر ہمیشہ اس کو نباہتے تھے تم لوگوں کی طرح نہیں کہ آج دوستی ہے کل دشمنی۔

اولاد کے اخلاق کی حفاظت:

ہم لوگوں کے اخلاق کا اتنا خیال تھا کہ اسکول تنہا نہ جانے دیتے تھے بلکہ نوکر کو ساتھ بھیجتے اور واپسی کے وقت بھی نوکر کو بھیج دیتے کہ وہ اپنے ہمراہ اسکول سے لے آئے۔ نیز اس کی سخت تاکید تھی کہ بازار کے راستہ سے اسکول نہ جائیں دوسرے راستہ سے جائیں چنانچہ اسی عادت قدیمہ کی بناء پر احقر کو اب تک اس بازار کے راستہ سے گزرتے ہوئے تامل ہوتا ہے۔

خرافات سے پرہیز:

خرافات کی طرف بالکل میلان نہ تھا احقر سے ایک بار فرمایا کہ نہ معلوم تم لوگوں کو کھیل تماشوں کا اتنا شوق کیوں ہے ہم نے تو محض ایک نئی چیز ہونے کی وجہ سے عمر بھر میں صرف ایک

بار تھیٹر اس خیال سے دیکھا تھا کہ اس کی بڑی شہرت ہے دیکھیں اس میں کیا ہوتا ہے پھر اس کے بعد کبھی بھی خواہش نہیں ہوئی کیونکہ معلوم ہوگیا کہ بس ایسا ہوتا ہے بار بار دیکھنے سے کیا حاصل۔

تدبّر و تدبیر:

جو کام کرتے نہایت اطمینان سے اور سوچ سمجھ کر اور مشورہ کر کے کرتے حالانکہ سب ان سے چھوٹے ہی تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مشورہ کرنا مسنون ہے۔

پردہ کا اہتمام:

غیر اعزہ کے گھر خواہ کتنے ہی خصوصی تعلقات ہوں باوجود اصرار شدید کے بھی کبھی اپنے یہاں کی مستورات کو نہ جانے دیتے بلکہ اس امر میں بر بناء مصالح اتنی احتیاط تھی کہ بہشتن، بھنگن، پسیہناری وغیرہ عورتوں سے بھی باقاعدہ پردہ کراتے کسی کو بلا پکارے اور پردہ کرائے اندر جانے کی اجازت نہ تھی بجز کھانا پکانے والی اور دائی کے۔

ڈپٹی مولوی کریم بخش کا واقعہ:

ڈپٹی مولوی کریم بخش صاحب نے جب بہت اصرار کیا تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہمارے یہاں کی مستورات کے پاس زیور کم ہے وہ آپ کے یہاں کی مستورات سے شرمائیں گی۔ اس پر ڈپٹی صاحب نے ایک بڑے مقدمہ میں والد صاحب کے موافق فیصلہ دے دیا جس میں مؤکل سے کثیر رقم ملی پھر فرمایا کہ لیجئے اب تو زیور بنوا لیجئے اور مستورات کو ہمارے یہاں کی مستورات سے ملوا دیجئے لیکن پھر بھی نہیں ملایا۔

نسب کی حفاظت:

اسی طرح غیر برادری میں کسی جگہ رشتہ داری نہیں کی۔ بعض بڑے بڑے لوگوں نے خواہش کی تو فرما دیا کہ ہم باہر کی چاہے جتنی شریف عورت لے آویں لیکن ہمارے یہاں کی مستورات اسے اپنے سے کم درجہ ہی کی سمجھیں گی اس لئے اس کی خواہ مخواہ توہین ہوگی۔ نسل کی حفاظت کا اتنا خیال تھا کہ برادری کے بعض خاندانوں کے متعلق کہہ رکھا تھا کہ ان سے رشتہ داری نہ کی جائے۔

صبر و تحمل:

استقلال کی یہ شان تھی کہ بڑے سے بڑے حادثہ اور بڑی سے بڑی خوشی کے مواقع

پر بھی کبھی از جارفتہ نہ ہوتے۔ دونوں مواقع پر صرف لفظ خیر زبان سے نکالتے البتہ لہجہ ہر موقعہ پر مختلف ہوتا حالانکہ قلب ایسا حساس تھا کہ دونوں مواقع پر بہت متاثر ہوتے تھے جس کا علم دیگر آثار سے ہوتا مثلاً رنج اور خوشی دونوں مواقع پر آبدیدہ ہو جانا۔ یہاں تک کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ کے انتقال کی اطلاع کا خط چچا صاحب مرحوم کو مجھ سے لکھوا رہے تھے تو ہر ہر جملہ پر طویل طویل سکوت فرماتے جاتے تھے کیونکہ دل بھر بھر آتا تھا اور صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بہت کوشش کر کر کے ضبط فرما رہے ہیں۔

پڑوسیوں کے حقوق کا خیال:

پڑوسیوں کے حقوق کا اتنا خیال فرماتے تھے کہ چونکہ ہمارا مکان ہندوؤں کے محلہ میں ہے جس میں صرف ہمارا ہی گھر مسلمانوں کا ہے نوکروں کو سخت تاکید تھی کہ گوشت کھلا ہوا نہ لائیں اور گھر میں بھی سخت تاکید تھی کہ ہڈیاں راکھ کے اندر دبا دی جایا کریں تاکہ کوئی کوا اٹھا کر نہ لے جائے اور کسی پڑوسی کے گھر میں نہ ڈال دے جس سے اس کو تکلیف ہو۔ اس برتاؤ کا یہ اثر تھا کہ محلے والے باوجود ہندو ہونے کے اتنا ادب لحاظ کرتے تھے کہ جب والد صاحب کو آتا دیکھتے تو حقہ الگ کر دیتے اور کھڑے ہو جاتے۔

حیاء: حیادار اتنے تھے کہ کرتہ کے نیچے کا بدن بھی کسی کے سامنے کبھی نہ کھولتے۔ مرض وفات میں بھی جبکہ بمشکل چوکی تک قضاء حاجت کو جا سکتے تھے والدہ صاحبہ مرحومہ کو جو بوجہ ضرورت اعانت ایسے موقع پر پاس رہنا چاہتی تھیں ہر گز پاس نہ رہنے دیتے قبل قضاء حاجت ان کو ہٹا دیتے۔

عقلمندی و مصلحت اندیشی:

عاقل اور مصلحت اندیش اتنے تھے کہ جب ہم لوگوں میں سے کسی کو تنبیہاً مارتے تو اندر والدہ صاحبہ کے پاس لے جا کر مارتے تاکہ غصہ کی حالت میں زیادتی نہ ہونے پائے اور وہ بچا لیں۔ ایک بار چھوٹے بھائی کو نماز نہ پڑھنے پر مارا تھا اور فرمایا تھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دس برس کی عمر کے بعد بھی اولاد نماز نہ پڑھے تو اس کو مار کر پڑھوانا چاہیے۔ طالب علمی کے زمانہ میں ہم لوگوں کو محنت کرنے کی نہایت تاکید کرتے رہتے لیکن تعلیم کو صحت پر ہرگز مقدم نہ کرتے۔ خود احقر سے فرمایا کہ ایسا پڑھانا بھی نہیں چاہتا کہ صحت خراب ہو جائے اور ایک منصف صاحب کا حال بیان کیا جو ہمیشہ کمزور اور بیمار رہتے اور فرمایا کہ صحت خراب کر کے اگر کوئی عہدہ بھی حاصل ہوا تو کس مصرف کا۔

اولوالعزمی اور رقّتِ قلبی:

اولوالعزم اتنے تھے کہ جب احقر انسپکٹر آبکاری میں علی گڑھ کالج سے نامزد ہو کر لے لیا گیا اور کام سیکھنے شاہجہانپور چلا گیا تو مجھ کو لکھا کہ میں نے تم کو بی۔ اے اس انسپکٹری کے لئے نہیں کرایا تھا فوراً چھوڑ کر چلے آؤ چنانچہ میں چلا آیا پھر ڈپٹی کلکٹری کے لئے کوشش فرمائی جس میں حضرت والا کی دعا کی برکت سے بفضلہٖ تعالیٰ کامیابی ہوگئی باوجود کوہ استقلال ہونے کے رقیق القلب ایسے تھے کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ عربی کی اس مناجات منظوم کو جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کی جاتی ہے نہایت کیف کے ساتھ پڑھتے جاتے اور روتے جاتے لیکن ساتھ ہی ضبط کی کوشش بھی کرتے جاتے۔

نسبت: دادا پیر صاحب حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداداللہ صاحب قدس سرہ العزیز سے بذریعہ خط بیعت تھے اور حضرت والا سے حسب امر حضرت حاجی صاحب سے تعلیم حاصل کی تھی۔

بہادری: قوی القلب اور شجاع ایسے تھے کہ جب میرے چچازاد بھائی صاحب پولیس ٹرننگ اسکول میں سب انسپکٹر کا کام سیکھنے کے لئے بھیجے گئے تو انہوں نے لکھا کہ یہاں گھوڑے کی سواری میں بڑی سختی کی جاتی ہے یہاں تک کہ ایک شخص دوران تعلیم میں گھوڑے سے گر کر مر گیا جس سے سخت وحشت ہے اس کا نہایت ہمت افزا جواب لکھوایا کہ تمہاری اس بزدلی سے بہت افسوس ہے، ہم لوگ تو غوری ہیں ہمارے اجداد نے تو ہندوستان کو فتح کیا ہے اور سپہ گری تو ہمارا آبائی پیشہ ہے۔ افسوس ہے تم گھوڑے کی سواری سے ڈرتے ہو۔ بڑی کم ہمتی کی بات ہے۔

مدرسی کے زمانہ میں للت پور سے وطن جارہے تھے۔ گھوڑے پر سوار تھے تلوار ہاتھ میں تھی۔ راستہ میں ایک شیر نظر پڑا۔ یہ سمجھ کر اب جان بچانا مشکل ہے گھوڑا روک لیا خود فرماتے تھے کہ مرتا کیا نہ کرتا ہم نے بھی اپنی تلوار میان سے نکال لی اور سوچ لیا کہ آج جان تو جاتی ہی ہے ہم بھی وار کئے بغیر نہ رہیں گے لیکن حسن اتفاق سے شیر کا رخ کسی قدر پھر گیا اور وہ بے پروائی کے ساتھ نکلا ہوا چلا گیا۔ ایک واقعہ ہم لوگوں سے بچپن کے زمانہ میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک بار ایک شیر قصبہ کے قریب آ گیا غالباً للت پور ہی کا واقعہ تھا۔ اس کے مارنے کی فکر ہوئی ہم بھی بندوق لے کر پہنچ گئے اور اس سلسلہ میں شیر کے گرجنے کی نقل ہم لوگوں کی دلچسپی

کے لئے اتارا کرتے تھے اور ایسے ہیبت ناک انداز سے نقل اتارتے تھے کہ ہم لوگ باوجود دلچسپی لینے کے مارے ڈر کے ہر بار سہم بھی جاتے تھے۔ علاوہ دلچسپی پیدا کرنے کے اس قسم کے دلیرانہ واقعات ہم لوگوں کے اندر دلیری پیدا کرنے کی مصلحت سے بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔

وجاہت و رعب: بہت وجیہہ بارعب اور قوی تھے ایک بڑا کٹورہ تھا جس میں سیر بھر دودھ آتا تھا روزمرہ اس کو بھر کر دودھ پینے کا معمول تھا جس وقت غسل میّت کے لئے تختہ پر لٹائے گئے تو ایک عزیز نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی بڑا بھاری فوجی جرنیل لیٹا ہوا ہے۔ ایک ڈاکٹر نے بڑھاپے میں صحت کی تعریف کی تو فرمایا کہ چونکہ میرے والد بہت مذہبی اور ملا تھے اس لئے میں نے بھی ہمیشہ مذہبی زندگی بسر کی اس لئے صحت اچھی رہی اھ۔

دادا جی رحؒ: برادری میں جو خاص طور سے دیندار ہوتا تھا اس کو ملاجی کہتے تھے چنانچہ دادا صاحب مرحوم بھی ملاجی مشہور تھے اور ملاؤں میں بھی بہت ممتاز ملاّ تھے اور علاج معالجہ بھی کرتے تھے اور چماروں کے گھر بھی بغرض معالجہ بے تکلف چلے جاتے تھے پہلے فوج میں ملازم تھے انہی سے والد صاحب نے بندوق کا چلانا اور توپ کا بھرنا سیکھا تھا چنانچہ والد صاحب ہم لوگوں کو عملی طور پر توپ کا بھرنا دیکھایا کرتے تھے اور احقر کو بندوق کا چلانا انہی نے سکھایا ہے۔ ہمارے قصبہ میں لڑکیوں کو کلام مجید پڑھانا انہی نے شروع کیا تھا پہلے دستور نہ تھا۔

علم و عمل: والد صاحب نے جو کچھ بھی پڑھا تھا اس پر ہمیشہ عمل فرماتے تھے۔ چنانچہ موقع بہ موقع بزرگوں کے اقوال نقل فرمادیا کرتے۔ ایک بار کسی موقع پر فرمایا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ ہم دیوار ہم گوش دارد۔ ایک بار احقر نے تربوز کھانے کے بعد پانی پیا تو کسی طب کی کتاب کا یہ جملہ نقل فرمایا الماء علی الفواکه ردی و علی البطیخ اردیٰ۔ اسی طرح کھانے کے بعد زیادہ پانی پینے کی ممانعت فرمائی اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ معدے میں خار ہوتے ہیں جو غذا میں بار بار لگ کر اس کو تحلیل کر کے ہضم کر دیتے ہیں اگر زیادہ پانی پی لی جاتا ہے تو غذا تیرنے لگتی ہے اور معدے کے خاروں سے ملصق نہیں رہتی جس کی وجہ سے ہضم میں فتور واقع ہو جاتا ہے۔

مرض الوفات

مرض وفات میں جبکہ سانس اُکھڑ گیا تھا سب اعزا کو بلوا کر حسب عادت علاج کے

متعلق مشورہ فرمایا اور فرمایا کہ گو مجھے اب دنیا میں کیا کرنا رہ گیا ہے بفضلہ تعالیٰ سب کچھ کرلیا لیکن چونکہ مسنون ہے اور مجھے تکلیف بھی ہے اس لئے آپس میں مشورہ کرکے کوئی باقاعدہ علاج کی صورت تجویز کرلی جائے اسی دوران مرض میں ایک بار بے ہوشی ہوگئی تو چونکہ خود بھی طب پڑھے ہوئے تھے اس لئے ہوش آنے کے بعد فرمایا کہ اگر پھر بے ہوشی ہوجائے تو فلاں فلاں تدابیر عمل میں لائی جائیں۔ مثلاً ایک تدبیر غالباً یہ فرمائی کہ سر کے بال پکڑ کر اوپر اٹھائے جائیں اور چہرہ پر ٹھنڈے پانی کی چھینٹے دیئے جائیں ایک بار بے ہوشی میں والدہ صاحبہ سے فرمایا کہ دیکھو وہ نور جہاں نماز پڑھ رہی ہے تم بھی نماز پڑھ لو۔ کیا عجب ہے کہ آخر وقت میں عالم آخرت منکشف ہوگیا ہو اور نور جہاں جنت کی کوئی حور ہو واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

تاریخِ وفات:

۳ یا ۴۔ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ میں بروز دوشنبہ غالباً ۶۳ یا ۶۸ سال کی عمر میں بہ وقت اشراق رحلت فرمائی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین

حکام وغیرہ میں احترام وعزت:

حکام اور غیر حکام سب والد ماجد کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے چنانچہ وکیل سرکار اور وائس چیئرمین بورڈ بنائے گئے جبکہ کلکٹر چیئرمین ہوا کرتے تھے۔ اور آج تک انہی کی بدولت ہم لوگوں کا بفضلہٖ اقتدار قائم ہے اور ہم لوگوں نے جتنی دنیاوی ترقی کی والد ماجد ہی کی بدولت کی۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ ہم لوگوں میں سے متعدد اشخاص بڑے بڑے عہدوں پر براہ راست فائز ہوئے۔ اور اب تک ہیں۔ میرے ایک بھانجے کلکٹری کے عہدہ تک پہنچ کر پنشن یاب ہوئے اور اب ایک ریاست کے دیوان ہیں اور بہت بڑی تنخواہ پاتے ہیں اور بڑے اختیارات حاصل ہیں اور دو دو خطابات حاصل کئے ہوئے ہیں۔ میرے بھائی صاحب خواجہ عزیز الرحمٰن صاحب مرحوم بھی ایک ریاست کے وزیر تھے اور بہت ہر لعزیز، ذی وجاہت خطاب یافتہ اور صاحب اقتدار تھے۔ اور بھی کئی ڈپٹی کلکٹر منصف افسر خزانہ وغیرہ ابتداء مقرر ہوئے۔ احقر بھی والد صاحب مرحوم ومغفور ہی کی کوشش سے ابتداءً ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر مامور ہوا تھا۔

غرض والد ماجد بڑی شخصیت رکھتے تھے اور بہت ہی ذی وجاہت، متین، غیور، باحیا، بااصول، متدین، متشرع، اولوالعزم اور علوم سے بہت ہی دلچسپی رکھنے والے بزرگ تھے۔

لڑکپن سے لیکر اخیر عمر تک جہاں رہے ہمیشہ بہت ممتاز رہے۔

علم کا شوق:

طالب علمی کے زمانے میں استاد نے اپنا خلیفہ بنا دیا تھا اور اخیر تک اہل وطن ان کو خلیفہ جی ہی کہتے رہے۔ طالب علمی کے زمانہ کا خود واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ہم سبق طلباء کے ساتھ دسہرہ کا جلوس دیکھنے کے لئے بھرت پور گئے تو پڑھنے کا اتنا شوق تھا کہ کتاب ساتھ لیتے گئے اور مطالعہ میں ایسے محو ہوئے کہ جلوس نکل بھی گیا اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ اسی طرح وکالت کے امتحان کی تیاری میں ران میں پھوڑا ہو گیا تھا تو اس میں اس قدر سوزش تھی کہ رات بھر ملازم پانی ڈالتا رہتا تھا اور خود مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ معمر بزرگوں نے بیان کیا کہ ہم نے ان کو بچپن میں بھی ہمیشہ متین ہی دیکھا۔ یہاں تک کہ اور لڑکے کبڈی کھیلتے اور وہ ان کے کپڑوں اور جوتوں کی حفاظت کرتے رہتے اور کھیل دیکھتے رہتے خود شریک نہ ہوتے۔

رعب:

اللہ تعالیٰ نے رعب ایسا عطا فرمایا تھا کہ باوجود نہایت شفیق ہونے کے اور اکثر بالکل خاموش بیٹھے یا لیٹے ہوئے تسبیح پڑھتے رہنے کے سب چھوٹے بڑوں پر ایک ہیبت طاری رہتی تھی چنانچہ میرے استاد جناب مولانا مولوی حافظ ہدایت اللہ صاحب کیرانوی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر وکیل صاحب سامنے سے آتے ہوں تو میں ایک میل کے چکر کو گوارا کرلوں لیکن یہ ہمت نہ ہو کہ ان کے پاس سے ہو کر گزروں اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں گھر پر آتے ہی یہ پہچان لیتا ہوں کہ آج وکیل صاحب موجود ہیں یا نہیں کیونکہ ان کی موجودگی میں گھر کا رنگ ہی اور ہوتا ہے۔ بعض اوقات بڑے بڑے عہدہ دار ڈپٹی کلکٹر وغیرہ آپس میں ہنسی مذاق کرتے ہوئے اور ان کو خبر ہو جاتی کہ والد ماجد صاحب قریب سے گزر رہے ہیں تو سب غایت احترام سے خاموش ہو جاتے اور کہنے لگتے کہ چپ رہو مولوی صاحب تشریف لا رہے ہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے۔

محلّہ والے بھی باوجود ہندو ہونے کے اتنا ادب کرتے کہ اگر حقہ پیتے ہوئے ہوتے تو دیکھ کر حقہ الگ کر دیتے اور کھڑے ہو جاتے۔ جب جنازہ نکلا تو کہنے لگے آج ہمارے محلّہ کی رونق رخصت ہو رہی ہے۔

تعلیم و تعلّم کا شوق:

جب وطن کی تعلیم ختم کر چکے تو تحصیل علم کے شوق میں آگرہ پہنچے وہاں علت پور سے مدرسی کی مانگ آئی تو باوجود بہت فاصلہ ہونے اور اس زمانہ میں ریل نہ ہونے کے تعلیم و تعلم کے شوق میں وہاں جانا منظور کرلیا حالانکہ بعد مسافت اور ریل نہ ہونے کی وجہ سے تین چار سال میں ایک بار بہ دشواری گھر آنا نصیب ہوتا تھا۔ علم سے ایسی دلچسپی تھی کہ اکثر علوم سے ایسی دلچسپی تھی کہ اکثر علوم بطور خود حاصل کیے۔ یہاں تک کہ علاوہ عربی کے کچھ سنسکرت اور طب اور ڈاکٹری بھی پڑھی کسی قدر انگریزی بھی پڑھی۔ موکلوں کو الحمد شریف کا ترجمہ ٹھیٹھ ہندی میں سناتے احقر نے خود سنا ہے۔

وکالت کی ڈگری حاصل کرنے کا واقعہ:

مدرسی کے زمانہ میں ایک شاگرد کے والد نے اصرار کیا کہ میرے لڑکے کو قانون کی کتابیں بھی پڑھا دیجئے میں وکالت کے امتحان میں بٹھانا چاہتا ہوں چنانچہ باوجود بالکل نئی چیز ہونے کے اس پر بھی راضی ہوگئے اور جب اس طالب علم کے والد اس کی فیس امتحان بھیجنے لگے تو والد صاحب کے نام سے بھی اپنے پاس سے باصرار فیس داخل کر دی حالانکہ والد صاحب فرماتے رہے کہ میں نے امتحان کی شرکت کے خیال سے کتابوں کو نہیں پڑھایا ہے میں کیسے پاس ہوسکتا ہوں جب فیس چلی گئی تو پھر خاص طور سے مطالعہ کتب کرنے لگے اور امتحان میں استاد شاگرد دونوں پاس ہوگئے۔ پھر وکالت شروع کر دی اور ضلع کے بہترین وکلاء میں ان کا شمار ہونے لگا یہاں تک کہ وکیل سرکار مقرر ہوگئے۔

عربی علوم کا حصول:

دوران وکالت میں علم و شوق موجود رہا چنانچہ میزان۔ منشعب پنج گنج۔ نحو میر کے اردو ترجمے نہایت مفید طرز پر کر کے عزیز المبتدی، عزیز الطالبین اور عزیز النحاۃ کے نام سے شائع کئے جواب تک بعض مطابع میں طبع کئے جاتے ہیں اور سنا جاتا ہے کہ بنگال میں یہ کتابیں بہت مقبول ہیں ان میں نقشوں وغیرہ کے ذریعے سے قواعد کو بسہولت ذہن نشین کر دینے کی خاص کوشش کی گئی ہے۔

جناب مولانا نور محمد صاحب فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک جید عالم اور درویش تھے ان کتابوں کو دیکھ کر والد صاحب کے متعلق فرمایا تھا کہ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ماشاء

اللہ بہت مرتب اعلیٰ دماغ پایا تھا۔ جب ہم لوگوں کو انگریزی شروع کرائی تو دوسری زبان عربی رکھی تا کہ انگریزی کے بُرے اثرات کا تدارک ہوتا رہے۔ والدہ صاحبہ مرحومہ کو بھی عربی اتنی پڑھا دی تھی کہ وہ کلام مجید کا ترجمہ سمجھ کر پڑھ سکیں۔ ہم لوگوں کو بھی کلام مجید کا ترجمہ پڑھایا کرتے تھے ان کی پختگی وضع اور بااصول زندگی اور تدین کی عام شہرت تھی جس کے بعض واقعات اوپر معروض ہوئے اور بھی بہت سے واقعات یاد ہیں لیکن بخوف تطویل ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرماوے۔ (آمین)

اہل علم کے ہاں مقام:

مدرسی اور وکالت دونوں حالتوں میں والد صاحب ہمیشہ بڑے بڑے فضلاء اور اعلیٰ اعلیٰ عہدیداروں کے منظور نظر رہے بالخصوص جناب ڈپٹی کلکٹر مولوی کریم بخش صاحب مرحوم جو بڑے عالم بھی تھے اور جنہوں نے بشرکت دیگر ذی علم حکام تعزیرات ہند کا اردو ترجمہ کیا تھا اور جناب تحصیلدار مولوی نور الحسن صاحب جھنجھالوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت میانجی نور محمد صاحب جھنجھالوی قدس اللہ سرہ العزیز کے قریبی عزیز اور بہت مقدس بزرگ تھے بہت ہی عنایت فرماتے تھے یہاں تک کہ جہاں ان کا تبادلہ ہوتا والد صاحب کا بھی تبادلہ وہیں کرالیتے۔ احقر کا نام بھی جناب تحصیلدار صاحب ہی نے غایت تعلق کی بناء پر اپنے صاحبزادے کے نام پر رکھا تھا جس کو میں اپنی سعادت کا موجب سمجھتا ہوں۔ احقر کے بعض دیگر بھائی بہنوں کا نام بھی انہی نے رکھا تھا۔ والد صاحب مرحوم تحصیلدار صاحب کے پنشن پر چلے جانے کے بعد بھی ملنے کے لئے جھنجھانہ گئے تھے۔

احقر کی زندگی:

احقر ناظرین سے معافی چاہتا ہے کہ بجائے اپنا تعارف کرانے کے والد ماجد کا تعارف کرانے لگا لیکن اگر یہ نہ کہوں کہ پدرم سلطان بود تو اور کیا کہوں کیونکہ خود مجھ میں تو کوئی ایسی صفت ہے ہی نہیں جس پر اپنے تعارف کو مبنی کیا جاسکے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا احقر ابتداءً ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر مامور ہوا تھا پھر سات برس اس عہدہ پر رہ کر نصف تنخواہ پر محکمہ تعلیم میں اپنی خدمات خود درخواست کر کے منتقل کرالیں کیونکہ وہاں فیصلے کرنے پڑتے تھے لیکن النصیب یصیب الحمدللہ اس محکمہ میں بھی بہ برکت دعا حضرت والا تا عہدہ انسپکٹری ترقی پا چکا ہوں جو محکمہ

تعلیم میں ایک عہدہ جلیلہ سمجھا جاتا ہے موجودہ مشاہرہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ چھ سو ساٹھ روپیہ تک پہنچ چکا ہے اور تیس روپیہ سالانہ ترقی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ اپنے گدھوں کو بھی خشکہ دے رہا ہے یہ سب حضرت والا کی دعاء کی برکات ہیں جیسا کہ اشرف السوانح کے باب ''ارشاد وافاضہ باطنی میں ضمناً بالتفصیل عرض کیا جا چکا ہے اور وہیں کچھ اپنے حالات خاصہ بھی ضمناً معرض بیان میں آ گئے ہیں حاجت اعادہ نہیں۔ چونکہ الحمدللہ حضرت والا کے فیض صحبت اور برکت تعلق کی بدولت ہمیشہ نہایت تدین اور محنت شاقہ کے ساتھ اپنا کار منصبی انجام دیا اس لئے ازراہ قدردانی گورنمنٹ نے حکام کی پرزور سفارشوں پر (خان صاحب) کا خطاب بھی بلا درخواست دے دیا ہے اور تاجپوشی کے موقع پر تمغہ بھی ملا ہے۔ گو یہ احقر ہرگز کسی قابل نہیں لیکن محض حضرت والا کے تعلق کی برکت سے بفضلہٖ تعالیٰ دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے لوگ عموماً بہت عزت اور وقعت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس سے مجھ کو عنایت خجلت ہوتی ہے۔ بمصداق شعر۔

طاؤس را بہ نقش ونگارے کہ ہست خلق ۔۔۔ تحسین کنند واو خجل از پائے زشت خویش

مور کی حسن وخوبصورتی ہے اس کی وجہ سے مخلوق اس کی تعریف کرتی ہے مگر وہ اپنے بدصورت پاؤں سے شرمسار ہے۔

حضرتِ والاؒ کی بشارت کا ظہور:

غرض بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کی اس بشارت کا ظہور ہو رہا ہے جو عرصہ دراز ہوا احقر کے ایک عریضہ کے جواب میں بایں الفاظ تحریر فرمائی تھی کہ ان شاء اللہ صلاح وفلاح دارین نصیب ہوگی دل یہی گواہی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی اس بشارت کو من کل الوجوہ صادق فرمائے۔ یہاں کی بھی ہر قسم کی صلاح نصیب حال رکھے اور ایمان کامل پر خاتمہ فرما کر وہاں کی بھی فلاح تام نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔ ویرحم اللّٰہ عبداً قال امینا۔ اس جگہ مجھے اپنی ایک دعائیہ رباعی یاد آتی ہے جو اس وقت میں نے کہی تھی جب موٹر کار خریدی تھی وہ یہ ہے۔

عیش ہے عزت ہے موٹر کار ہے ۔۔۔ اور اس دنیا میں کیا درکار ہے
اس جہاں کی نعمتیں بھی ہوں عطا ۔۔۔ اے خدا تیری بڑی سرکار ہے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ باوجود نہایت نااہل اور ناکارہ محض ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اس احقر کو ہر لحاظ سے نہایت کامیاب زندگی عطا فرمائی ہے جس سے واللہ مجھ کو سخت

حیرت و استعجاب ہے۔ اللہ تعالیٰ شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ علی گڑھ کالج میں طالب علمی ہی کے زمانہ میں باوجود ڈاڑھی رکھنے اور کوٹ پتلون نہ پہننے کے جس انگریز یا ہندوستانی استاد یا افسر سے سند طلب کی اس نے یہی لکھا کہ یہ علی گڑھ کالج کے طالب علم کا بہترین نمونہ ہے ایک صاحب نے لکھا کہ یہ جس عہدہ پر پہنچے گا اس عہدہ کے معیار کو بلند کر دے گا۔

بی۔اے کا امتحان:

میں نے بی۔اے تیسرے درجہ میں پاس کیا کیونکہ پڑھنے میں کبھی جی نہ لگا یا استاد سبق کی تقریر کرتے رہتے اور میں یوں ہی خالی الذہن بیٹھا رہتا ایک لفظ بھی نہ سنتا بلکہ طالب علموں سے پرچوں کے ذریعہ سے مکاتبت کرتا رہتا زمانہ امتحان کے قریب رات دن محنت شاقہ کر کے بفضلہٖ تعالیٰ پاس ہو جاتا۔ والد ماجد نے بی۔اے کے آخر زمانہ میں یہ معلوم کر کے کہ اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا۔ یہ انتظام کیا کہ خود پاس بیٹھے رہتے لیکن اس حالت میں بھی مناجاتیہ اشعار لکھتا رہتا اور والد صاحب سمجھتے رہتے کہ یہ کتاب دیکھنے میں مشغول ہے لیکن الحمدللہ کہ مناجات ہی سے میرا کام نکل گیا اور غیب سے ایسی مدد ہوئی کہ باوجود بالکل مایوسی کے میں بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب ہو گیا۔

ایک مضمون میں دو پرچے تھے ایک پرچہ کی کتابیں میں نے بالکل دیکھی ہی نہ تھیں اور کوئی صورت کامیابی کی نہ تھی یہاں تک کہ دعا کرتے وقت یہ وسوسہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ ایسی حالت میں میری کیونکر مدد کر سکے گا جبکہ میں نے اس پرچہ کی کوئی کتاب ہی نہیں دیکھی اور میں نے یہ ارادہ کر لیا کہ اس پرچہ کے امتحان میں شریک ہی نہ ہوں گا۔ اللہ بھلا کرے میرے ایک مخلص دیندار ہم سبق طالب علم کا جنھوں نے مجھ کو شریک امتحان ہونے پر مجبور کیا۔ چنانچہ میں مایوسی کے عالم میں شریک ہوا۔ قدرت خداوندی دیکھئے کہ غالباً ممتحن کی غلطی سے یا جو صورت بھی ہوئی ہو اس پرچہ میں بھی ایک ایسی کتاب کے سوالات دے دیئے گئے جو پہلے پرچہ میں آ چکی تھی اور جو مجھ کو یاد تھی ایسا کبھی اس سے قبل کے امتحانوں میں نہ ہوا تھا۔ دیکھتے ہی میری آنکھیں کھل گئیں اور غایت شکر میں آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بے اختیار کہنے لگا کہ یا اللہ آپ کو واقعی ہر قسم کی قدرت حاصل ہے اور مایوسی کے عالم میں بھی کامیاب فرما سکتے ہیں چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ پاس ہو گیا لیکن تیسرے درجے میں۔

34 ڈپٹی کلکٹری:

اسی زمانہ میں تحصیلداری کی درخواستیں جا رہی تھیں میں نے بھی درخواست دے دی لیکن اس کے لئے دوسرے درجہ میں پاس ہونے کی قید تھی ، اس لئے اسی بناء پر میری درخواست نامنظور ہوگئی اعزّہ نے بُرا بھلا کہنا شروع کیا کہ ذرا اور محنت کر لیتے تو تحصیلداری رکھی ہوئی تھی میں نے کہا کہ یہاں تو پاس ہونے ہی کے لالے پڑے ہوئے تھے دوسرے درجہ میں کیا پاس ہوسکتا تھا اور یہ بھی کہا کہ اس میں بھی کوئی حق تعالیٰ کی مصلحت ہوگی چنانچہ اس موقع پر ایک رباعی بھی اس مضمون کی لکھی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا والد صاحب لاٹوش صاحب گورنر کے پاس گئے اور مستثنیٰ کر دینے کی درخواست کی لیکن گورنر صاحب نے فرمایا کہ قواعد عمل کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ مستثنیٰ کرنے کے لئے۔ مستثنیٰ تو نہیں کر سکتا البتہ ڈپٹی کلکٹری کے لئے دوسرے درجہ میں بی۔اے پاس ہونے کی قید نہیں ہے وہ مل سکتی ہے تحصیلداری نہیں مل سکتی۔ پھر والد صاحب نے ڈپٹی کلکٹری کے لئے کوشش کی اس میں بفضلہٖ تعالیٰ کامیابی ہوگئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مصلحت کا ظہور ہوگیا۔ جب ڈپٹی کلکٹری کے امتحان میں بوجہ عدم دلچسپی کامیابی نہ ہوتی تھی تو آخری موقع پر غیب سے احقر کی یہ مدد ہوئی کہ اس سال سے قانون کی کتابیں دیکھ دیکھ کر جوابات لکھنے کی اجازت مل گئی اور احقر پاس ہوگیا۔

غرض ہر موقع پر شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کی دستگیری فرمائی ہے اور اب تک فرما رہے ہیں چنانچہ انسپکٹری بھی اسی طرح بلا توقع نصیب ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں اس ناکارہ کی اسی طرح اعانت فرماتا رہے۔

اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل:

میں چونکہ بالکل لاابالی اور بدانتظام شخص ہوں اس لئے میں نے اکثر بلکہ قریب قریب ہمیشہ دیکھا کہ میرے پاس رہتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ بال بچے عموماً بہت ہی کم بیمار پڑتے ہیں۔ جب شدید بیماریاں ہوئیں تو ایسے مواقع پر کہ وہ اپنی ننھیال یا دیگر اعزّہ کے پاس تھے جہاں اچھی طرح تیمارداری اور علاج ہوسکا میں نے بس یہ سن لیا کہ بہت بیمار ہوگئے تھے لیکن بفضلہٖ تعالیٰ اچھے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ضعیف بندوں کی کیسی رعایت فرماتے ہیں۔ بقول انشا

تصدق اپنے خدا کے جاؤں یہ پیار آتا ہے کہ مجھ کو اتنا
ادھر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے یہ دمبدم عنایت

اور بقول نظیری۔

بہ ازیں نمی تواں شد کہ نصیب شد زاول گنہ و جنایت از من کرم و عنایت از تو

اس سے بہتر نہیں ہوسکتا کہ پہلے ہی دن سے مجھے یہ نصیب ہو کہ میری طرف سے تو گناہ و نافرمانی ہو اور تیری طرف سے کرم و عنایت۔

میں تو اپنی پوری زندگی کو اول سے اسی کا مصداق پاتا ہوں اور اس کو سراپا ایک اعجاز قدرت سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ آخرت بھی درست فرماوے جو اصل چیز ہے۔ آمین۔

پیدائش، نام اور خاندان:

احقر کی تاریخ پیدائش ۱۶۔۱۷ شعبان المعظم ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۲۔ جون ۱۸۸۴ء ہے غالباً بدھ کا دن اور صبح صادق کا وقت تھا۔ تاریخی نام مرغوب احمد ہے۔ کوئی مسلسل نسب نامہ تو محفوظ نہیں لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ والد صاحب مرحوم و مغفور کو اس کی تحقیق کا بہت شوق تھا اور بڑے اہتمام کے ساتھ مختلف ذرائع سے تحقیق کر کر کے بہت دور تک کا نسب نامہ مرتب فرما لیا تھا اور اپنی اولاد کی تاریخی پیدائش و وفات و واقعات مہمہ کی ایک باقاعدہ یادداشت بھی رکھتے تھے جو ممکن ہے اب تک کہیں موجود ہو گو بعض اہل برادری نے تاریخی کتب اور معمر بزرگوں سے تحقیق کر کے سلسلہ نسب کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ملا دیا ہے لیکن ہم لوگ دراصل شیخ مشہور ہیں اور والدہ صاحبہ مرحومہ نے فرمایا تھا کہ شیخ قریشی ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ والد صاحب مرحوم و مغفور بھی اپنے کو شیخ لکھا کرتے تھے اور دادا صاحب مرحوم شیخ حبیب اللہ صاحب تھے۔ اور بعض دیگر پرانے اجداد کے ناموں کے ساتھ بھی شیخ کا لفظ مجھ کو سنا ہوا اور شجرہ میں لکھا ہوا اچھی طرح یاد ہے مثلاً شیخ امان اللہ وغیرہ اور اکثر اہل برادری میں ناموں کے ساتھ بزرگوں کے زمانہ سے شیخ لفظ استعمال ہوتا ہوا برابر چلا آ رہا ہے۔ والدہ صاحبہ مرحومہ قاضیوں کے خاندان کی تھیں اور بعض اہل برادری جو پرانے زمانہ سے سید مشہور چلے آتے ہیں ان سے بھی ہم لوگوں کی رشتہ داریاں ہیں۔

سب سے بڑا شرف:

الحمدللہ سب سے بڑا شرف جو احقر کو بفضلہ تعالیٰ حاصل ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اشرف المخلوقات علیہ الوف الصلوات والتحیات جیسے اشرف الرسل کی امت مسلمہ میں ہوں اور حضرت اشرف الزمن جیسے اشرف المشائخ کے ارادتمندوں میں ہوں۔ بقول احقر۔

ہے احد معبود اپنا اور نبی خیر الوریٰ　　　شیخ بھی ہے قطب دوراں میں تو اس قابل نہ تھا

قطعہ

کیا میرے گناہوں کا اللہ ٹھکانا ہے　　　اور ہائے غضب اک دن منہ تجھ کو دکھانا ہے

کر رحم کہ نسبت ہے سرکار دو عالم سے　　　اور اس سے میں بیعت ہوں جو قطب زمانہ ہے

اور شرف بر شرف اب الحمدللہ یہ حاصل ہو گیا ہے کہ اس اشرف السوانح کی بدولت ان شاء اللہ تعالیٰ اس مصرعہ کا مصداق ہو جاؤں گا۔ ع

ثبت است بر جریدہ عالم دوامِ ما

جہان کے صفحہ پر ہمارا ہمیشہ رہنا لکھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ احقر کے ان سب شرفوں کو سلامت رکھے اور ایمان کامل پر خاتمہ فرما کر جنت الفردوس میں ابدالآباد اپنے قرب و دیدار کے شرف سے مشرف فرمائے رکھے آمین ثم آمین۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز بمضوائے ارشاد حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست　　　با کریماں کارہا دشوار نیست

تو یہ نہ کہہ کہ ہم بُروں کی بادشاہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے، سخی لوگوں پر کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔

تالیف اشرف السوانح کا شرف مجھ جیسے ناکارہ و آوارہ کو حاصل ہو جانا محض موہبت خداوندی ہے۔

ورنہ۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گُل　　　نسیم صبح تیری مہربانی، فالحمدللہ حمداً کثیراً

اشرف السوانح کی تالیف:

اس کے اسباب ایسے مجتمع ہو گئے کہ جن کا پہلے سے کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ احقر نے قبل از

وقت پنشن کے قواعد کو غلط سمجھ کر پنشن کی درخواست دے دی جو نامنظوری ہوگئی لیکن چونکہ اس سلسلہ میں اس کی تحقیق ہوگئی تھی کہ میں نصف تنخواہ پر دو سال چار ماہ کی رخصت کا مستحق ہوں مجھے بعد نامنظوری درخواست پنشن دفعۃً یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر پنشن نہ مل سکی تو کم از کم اتنے دن کی رخصت ہی لے لوں کیونکہ اگر پنشن ہو جاتی تو اس وقت بھی نصف ہی تنخواہ بلکہ شاید نصف سے بھی کم ملتی۔ لہٰذا میں نے فوراً دو سال چار ماہ کی رخصت کی درخواست دے دی جو بفضلہٖ تعالیٰ منظور ہوگئی اور میں نے ہمیشہ اس کا تجربہ کیا کہ جب کبھی حضرت والا کی خدمت میں حاضری کے لئے درخواست دی وہ باوجود قوی موانع کے بھی ہمیشہ منظور ہی ہوگئی۔ درخواست سے قبل میں نے ویسے ہی محض فال نیک لینے کی غرض سے جس کی بشرط صحت عقیدہ یعنی عدم اعتقاد جازم شرعاً اجازت ہے حضرت حافظ علیہ الرحمۃ کے دیوان کو کھولا تو سر صفحہ پر یہ اشعار نکلے۔

درخم زلف تو آویخت دل از چاہ زنخ　　　　آہ کز چاہ بروں آمد و در دام اُفتاد

تیری ٹھوڑی کے کنوئیں سے پھسل کر میرا دل تیری زلف کے پیچ میں لٹک گیا ہے، افسوس کہ میں کنوئیں سے نکل آیا ہوں اور درد شروع ہو گیا ہے۔

آں شداے خواجہ کہ در صومعہ بازم بینی　　　　کارما بارخ ساقی ولب جام افتاد

وہ ہو گیا ہے اس لئے اے شیخ تو مجھے پھر بت خانے میں دیکھے گا، مجھے ساقی کے چہرے اور جام کے لبوں سے کام پڑ گیا ہے۔

من زمسجد بخرابات نہ خود اُفتادم　　　　اینہم از روزِ اول حاصل فرجام اُفتاد

میں خود مسجد سے میخانے میں نہیں گیا، پہلے دن ہی سے ہمارے انجام کا حاصل یہی نکلا تھا۔

حسن اتفاق سے بس ہو بہو وہی ہوا جو ان شعروں کا حاصل ہے یعنی میں نے تو چاہا تھا کہ ملازمت کی قید سے نکل کر یکسوئی کے ساتھ حضرت والا کی خدمت میں حاضر رہ کر خوب اللہ اللہ کروں گا لیکن یہاں آکر کچھ ہی عرصہ کے بعد بلا شان و گمان منجانب اللہ دفعۃً اشرف السوانح کا کام چھڑ گیا جس کی وجوہ و دواعی تمہید سوانح میں عرض کی جا چکی ہیں اور پھر یہ کام اتنا پھیلا اتنا پھیلا کہ ساری رخصت ہی اس میں تمام ہوگئی۔ اور مذکورہ بالا اشعار میں سے پہلے شعر کا یہ مصرعہ حرف بہ حرف صادق آگیا (ع) آہ کز چاہ بروں آمد و در دام اُفتاد۔ کیونکہ میں ایک بالکل لا اُبالی۔ آزاد مزاج۔ آشفتہ خیال اور دماغی کام سے کوسوں بھاگنے والا اور جان چرانے والا شخص ایسے طویل علمی منظم اور مسلسل کام میں آ پھنسا جو واقعی میرے لئے ایک

دام ہی تھا لیکن الحمدللہ دام محبوب تھا بخلاف قید چاہ کے یعنی بمقابلہ ملازمت کی قیود کے۔

چنانچہ جب میں نے قبل شروع رخصت حضرت والا کی خدمت میں بحوالہ مصرعہ مذکورہ بالا اپنے عریضہ میں ایک گونہ تشویش سی لکھی کہ کہیں چھٹی لے کر خدانخواستہ کسی دام بلا میں تو گرفتار نہ ہو جاؤں گا تو حضرت والا نے اسی عنوان سے تسلی فرمائی تھی کہ اس دام سے دام محبت مراد ہے جو بہت محبوب دام ہے اور اس شعر کا مصداق ہے۔

اسیرش نخواہد رہائی زبند شکارش بخوید خلاص از کمند

اس کا قیدی قید سے رہائی نہیں چاہتا، اس کا شکار جال سے نجات نہیں چاہتا۔

اس وقت اس اشرف السوانح کے کام کا کہیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ یہ تو اوپر کے شعروں میں سے پہلے شعر کے متعلق کلام ہوا اور دوسرے شعر میں تو گویا احقر کا نام تک موجود ہے یعنی لفظ خواجہ اور اس کا مصرعہ

ع کارما بارخِ ساقی و لبِ جام اُفتاد

ہمیں ساقی کے چہرے اور جام کے لبوں سے کام پڑ گیا ہے۔

تو گویا بالکل صریح ہے کیونکہ رات دن حضرت والا اور انضباط ملفوظات حضرت والا ہی سے کام رہا اور تیسرا شعر یعنی۔

من زمسجد بخرابات نہ خود اُفتادم اینہم از روزِ اول حاصل فرجام اُفتاد

میں خود مسجد سے میخانے میں نہیں گیا، پہلے دن ہی سے ہمارے انجام کا حاصل ہی یہی نکلا تھا۔

بھی بالکل صریح ہے کیونکہ قصد تو تھا رات دن اللہ اللہ کرنے کا جو گویا مسجد کا کام ہے لیکن وقت گزر گیا سوانح کے کام میں اور گو یہ کام بوجہ اس کے کہ اس کا نفع متعدی ہے اور دوسرے کام سے جن کا نفع لازم ہے۔ افضل ہو لیکن مقصودیت کے لحاظ سے اور ظاہر میں تو وہی افضل ہے نیز سوانح کا کام عشق و محبت کا کام تھا جس کو حضرت حافظؒ اپنی اصطلاح میں خرابات سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے مصرعہ کو میں اس پر محمول کرتا ہوں کہ روز ازل ہی سے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اشرف السوانح مرتب ہو کر سالکین کے لئے مشعل راہ کا کام دے اور قیامت تک کے لئے محفوظ ہو جائے جس کا غیب سے سامان ہو گیا۔ غرض یہ شرف احقر کی قسمت میں ازل ہی سے لکھ دیا گیا تھا۔ فالحمدللہ حمداً کثیراً وافراً اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اسی طرح جب احقر پنشن اور رخصت کے متعلق سلسلہ جنبانی کر رہا تھا تو بعض خیر خواہوں

نے اس امید پر ممانعت کی کہ ممکن ہے کہ اس درمیان میں ترقی ہو کر انسپکٹری کا نمبر آجائے لیکن چونکہ اب محکمہ کی طرف سے زیادہ تر ایسے لوگ انسپکٹر بنائے جانے لگے ہیں جو انگلستان ہو آئے ہوں اس لئے میں نے مزاحاً کہا کہ بھائی اب تو انگلستان کے واپس شدہ انسپکٹر ہوتے ہیں اور میں مکہ مدینہ کا واپس شدہ ہوں میں کیوں ہونے لگا، اس کے بعد میں نے حضرت حافظ کا دیوان کھولا تو ذیل کی غزل نکلی جو پوری کی پوری بہت ہی حسب موقع اور حسب حال تھی جس سے مجھ کو حیرت ہوگئی اور اطمینان ہوگیا اس غزل کے صرف شروع کے دو شعر تو صفحہ ماسبق پر تھے اور تیسرا شعر سرِ صفحہ پر تھا جو سب سے زیادہ حسب حال تھا اور بقیہ شعر اس کے بعد تھے۔ وہ غزل یہ ہے۔

غزل

دلا رفیق سفر بخت نیک خواہت بس　　نسیم روضۂ شیراز پیک راہت بس

اے دل اچھا بخت تیرے سفر کا ساتھی ہے، شیراز کے باغ کی بادِ صبا تیرے راستہ میں ہو۔

دگر ز منزل جاناں سفر مکن درویش　　کہ سیرِ معنوی و کنج خانقاہت بس

اے درویش پھر محبوب کے گھر سے سفر نہ کرنا کیونکہ تیرے لئے معنوی سیر اور خانقاہ کا کونہ کافی ہے۔

بصدر مصطبہ بنشین و ساغرے نوش　　کہ ایں قدر ز جہان کسب مال وجاہت بس

شراب خانہ کی صدارت کر اور شراب پی، تیرے لئے دنیا کا یہی مال و مرتبہ کافی ہے۔

زیادتے مطلب کار برخود آسان کن　　کہ شیشۂ صاف و بت چو ماہت بس

زیادہ کی طلب نہ کر، اپنے اوپر کام آسان کر کہ صاف شراب کا جام اور چاند جیسا محبوب کافی ہے۔

فلک بمردم نادان دہد زمامِ مراد　　تو اہل دانش و فضلی ہمیں گناہت بس

آسمان بے سمجھ آدمی کو اس کی مراد کی باگ دیتا ہے، تو علم و فضل والا ہے تجھے یہی گناہ کافی ہے۔

دگر کمیں بکشاید غمے ز کشور دل　　حریمِ درگہِ پیر مغاں پناہت بس

غم دل کی سلطنت کی ایک اور پناہ گاہ کھولتا ہے، تیرے لئے پیر مغاں کی دربارہ کے حرم کی پناہ کافی ہے۔

ہوائے مسکنِ مالوف و عہدِ یارِ قدیم　　ز رہرواں سفر کردہ عذر خواہت بس

پیدائشی وطن اور پرانے محبوب کے زمانے کی ہوا ....

بمنست دگراں خو مکن کہ در دو جہاں　　　رضائے ایزد وانعام پادشاہت بس

اللہ کی رضا اور بادشاہ کا انعام تجھے کافی ہے۔

بیچ ورد دگر نیست حاجت اے حافظ　　　دعائے نیم شب ورد صبحگاہت بس

اے حافظ کسی اور وظیفے کی ضرورت نہیں ہے، آدمی رات کی دعا اور سحری کے وقت کا ورد کافی ہے۔

حضرت حافظ علیہ الرحمتہ کے منقولہ بالا اشعار تو محض تفریحاً وہدیہ ناظرین کے گئے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے غیب سے ایسے سامان مہیا کر دیئے کہ باوجود انواع و اقسام کے موانع کے اشرف السوانح اس ارذل الخلائق کے ہاتھوں بحمد اللہ تعالیٰ تکمیل کو پہنچ گئی۔

بشارتیں:

دوران تحریر سوانح میں احقر نے اعلیٰ حضرت شیخ العرب والعجم حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کو خواب میں دیکھا کہ حضرت والا کے متعلق فرمار ہے ہیں کہ ان سے کہہ دینا کہ شملہ جانے کی اجازت ہے۔ احقر کے ذہن میں اس کی یہ تعبیر آئی تھی کہ اشرف السوانح کے مرتب کرادینے کی اجازت ہے کیونکہ یہ بھی ایک صورت عروج کی ہے اور اس میں شملہ بمقدار علم کا ایک ظاہری نکتہ بھی ہے۔ اسی دوران میں ایک بار حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی خواب میں یہ فرماتے دیکھا کہ تمہارے پیر تو بڑے بھاری شیخ ہیں۔ اس خواب کی تفصیل کسی موقع پر اشرف السوانح میں بھی عرض کی جا چکی ہے۔

ان سب حالات وواقعات سے امید ہوتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اشرف السوانح بہت مقبول اور نافع ہوگی۔

حضرتِ والاؒ کی طرف سے انعام:

حضرت والا نے ختم اشرف السوانح پر از راہ ذرہ نوازی اس احقر کو علاوہ دعا ہائے فراواں کے ایک کلاہ بھی مرحمت فرمائی ہے جس پر خود ہی یہ شعر تصنیف فرما کر کشیدہ کرادیا ہے۔

سندے برائے جامع آں اشرف السوانح　　　کز حسن جا گرفتہ در قلب و در جوانح

اس کے مرتب کے لئے یہ اشرف السوانح سند ہے (یا یہ اس اشرف السوانح کے جامع

کیلئے ایک سند ہے) کہ اس نے اپنے حسن کی وجہ سے دل وجان میں مقام حاصل کرلیا ہے۔
اس پر احقر بصد ادب عرض کرتا ہے۔

للعارف الشیرازیؒ

من کہ باشم کہ براں خاطر عاطر گذرم | لطفہا میکنی اے خاک درت تاج سرم

میں کون ہوں کہ اس کے معطر خیالات میں آؤں، اے وہ کہ تیرے در کی خاک میرے سر کا تاج ہے تو مجھ پر بڑے کرم کرتا ہے۔

للشیخ الشیرازیؒ

کلاہ گوشہ دہقاں بآفتاب رسید | کہ سایہ برسرش انداخت چوں تو سلطانے

کسان کی ٹوپی کا کنارہ سورج تک پہنچ گیا کہ اس پر تجھ جیسے بادشاہ نے سایہ ڈالا ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول و نافع فرمائے۔ اس میں شان تصنیف یعنی نظم و ترتیب حضرت والا ہی کی ہدایات کی بدولت پیدا ہوئی ہے ورنہ مجھے تصنیف کا کیا سلیقہ تھا بس اب احقر ان اشعار کو پڑھتا ہوا رخصت ہوتا ہے۔

بماند سالہا این نظم و ترتیب | کہ ہستی را نمی بینم بقائے

یہ نظم اور ترتیب سالوں تک رہے گی، میں اپنی ہستی کیلئے تو باقی رہنا نہیں دیکھتا۔

مگر صاحب دلے روزے برحمت | کند در حق مسکیناں دعائے

شاید کہ کوئی دل والا مہربانی کر کے کسی دن ہم مسکینوں کے حق میں دعا کر دے۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

تمت بحمد اللہ